قَالَ رَسُوْلُ اللّٰہ ﷺ مَنْ یُرِدِ اللّٰہُ بِہٖ خَیْرًا یُّفَقِّھْہُ فِی الدِّیْنِ وَاِنَّمَا اَنَا قَاسِمٌ وَاللّٰہُ یُعْطِیْ
(بخاری، مسلم، مشکوٰۃ)
رسول اللہ (صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ اللہ تعالیٰ جس شخص کے ساتھ بھلائی چاہتا ہے تو اُسے دین کی سمجھ عطا فرماتا ہے اور اللہ دیتا ہے اور میں تقسیم کرتا ہوں
اَلْفَیْضُ الْجَارِیْ
فی شرح
اَلصَّحِیْحُ الْبُخَارِیْ
سوئم
تصنیف
شیخ الحدیث والتفسیر حضرت علامہ
مفتی محمد فیض احمد اویسی مدظلہ العالی
الناشر
ادارہ تالیفاتِ اویسیہ
0321-6820890
0300-6830592
محکم الدین سیرانی روڈ سیرانی مسجد بہاولپور
for more books click on the link

قَالَ رَسُوْلُ اللّٰہ ﷺ مَنْ یُّرِدِ اللّٰہُ بِہٖ خَیْرًا یُّفَقِّھْہُ فِی الدِّیْنِ وَاِنَّمَا اَنَا قَاسِمٌ وَّاللّٰہُ یُعْطِیْ
(بخاری، مسلم بمشکوٰۃ)
رسول اللہ (صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ اللہ تعالیٰ جس شخص کے ساتھ بھلائی چاہتا ہے تو اُسے دین کی سمجھ عطا فرماتا ہے اور اللہ دیتا ہے اور میں تقسیم کرتا ہوں
اَلْفَیْضُ الْجَارِیْ
فی شرح
الصحیح البُخاری
سوئم
تصنیف
شیخ الحدیث والتفسیر حضرت علامہ
مفتی محمد فیض احمد اویسی مدظلہ العالی
الناشر
ادارہ تالیفاتِ اویسیہ
0321-6820890
0300-6830592
محکم الدین سیرانی روڈ سیرانی مسجد بہاولپور

قال رسول الله صلى الله عليه وسلم من يرد الله به خيرا يفقهه في الدين وإنما أنا قاسم والله يعطي

الفیض الجاری
فی شرح
الصحیح البخاری

تصنیف

شیخ الحدیث والتفسیر حضرت علامہ
مفتی محمد فیض احمد اویسی مدظلہ العالی

باھتمام

حضرت علامہ سید حمزہ علی قادری مدظلہ العالی

جلد سوم

ناشر
عطاری پبلشرز، کراچی
دفتر نمبر 1، المصطفیٰ ٹیرس، سولجر بازار، کراچی

الصلوٰۃ والسلام علیک یا رسول اللہ

نام کتاب: الفیض الجاری فی شرح الصحیح البخاری

شارح: فیض ملت حضرت علامہ مفتی محمد فیض احمد اویسی رضوی مدظلہ العالی

نظر ثانی: حضرت علامہ حافظ محمد عطاء الرسول اویسی مدظلہ العالی

پروف ریڈنگ: ابوالرضا محمد طارق قادری عطاری

خصوصی تعاون: مولانا محمد احمد قادری عطاری

(چیئرمین کاروانِ اسلامی انٹرنیشنل وبانی عطاری پبلشرز)

باہتمام: علامہ مولانا سید حمزہ علی قادری مدظلہ العالی

معاونین: صوفی محمد مقصود حسین قادری اویسی

صوفی محمد مختار حسین اویسی، ابوالرضا محمد طارق قادری عطاری

اشاعت اول: رمضان المبارک ۱۴۲۶ھ بمطابق اکتوبر 2005ء

کمپوزنگ وٹائٹل ڈیزائننگ: محمد ریحان حسن (الریحان گرافکس)

ضخامت: 400 صفحات

ہدیہ: 200 روپے

ناشر: عطاری پبلشرز (کراچی)

☆☆☆☆ ملنے کا پتہ ☆☆☆☆

قطب مدینہ پبلشرز

دوکان نمبر 15، برنس آرکیڈ، نزد عالمی مرکز فیضان مدینہ، باب المدینہ کراچی

فہرستِ مضامین

عرضِ ناشر

الحمدللہ ! عطاری پبلشرز (کراچی) ایک مذہبی اشاعتی ادارہ ہے۔جس کا مقصد علمائے اہلسنت کی تصانیف وتحقیقات کوشائع کر کے عوامِ اہلسنت تک پہنچانا اور ملک کے گوشہ گوشہ میں سُنّیت کے پیغام کو عام کرنا ہے۔نیز اس ادارے کا ایک اہم مقصد یہ بھی ہے کہ شیخ الحدیث والتفسیر،صاحبِ تصانیفِ کثیرہ رئیس التحریر حضرت علامہ مولانا ابوالصالح مفتی محمد فیض احمد اویسی رضوی مدظلہ العالی کی ہزاروں تصانیف جو ابھی زیورِطبع سے آراستہ ہونے کی منتظر ہیں اُن کی اشاعت کا خاص اہتمام کرنا۔

الحمدللہ عطاری پبلشرز (کراچی) علامہ موصوف کی تقریباً 400 کتب ورسائل کی طباعت کا شرف حاصل کر چکا ہے۔اورمزید یہ سلسلہ جاری ہے۔اسی سلسلے کو آگے بڑھاتے ہوئے دس جلدوں پر مشتمل ''الفیض الجاری فی شرح الصحیح البخاری'' پر کام شروع ہو چکا ہے اوراس کی دو جلدیں زیورطباعت سے آراستہ ہو چکی ہیں اوراب یہ تیسری جلد آپ کے ہاتھوں میں ہے۔اورمزید جلدوں پر بھی کام جاری ہے۔اس کے علاوہ ''النعم الحامی شرح شرح جامی'' پر بھی کام جاری ہے۔

دعا ہے کہ اللہ عزوجل اپنے پیارے محبوب ﷺ کے صدقے میں کامل اخلاص کے ساتھ دینِ متین کی خدمت انجام دینے کی سعادت نصیب فرمائے۔نیز ادارے کے جملہ معاونین وکارکنان کی اس سعی کو اپنی بارگاہ میں شرفِ قبولیت عطا فرمائے۔آمین بجاہ النبی الامین ﷺ

محمد احمد قادری عطاری

(چیئرمین کاروانِ اسلامی،انٹرنیشنل)

بِسْمِ اللّٰہِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِیْمِ

کِتَابُ مَوَاقِیْتِ الصَّلٰوۃِ

نماز کے اوقات

(باب ۱) مَوَاقِیْتِ الصَّلٰوۃِ وَفَضْلِهَا

نماز کے اوقات اور ان کے فضائل

وَقَوْلِهٖ تَعَالٰی اِنَّ الصَّلٰوۃَ کَانَتْ عَلَی الْمُؤْمِنِیْنَ کِتٰبًا مَّوْقُوْتًا وَقَّتَهٗ عَلَیْهِمْ.

ترجمہ: خداوند تعالیٰ کا قول ہے کہ بے شک نماز اہل ایمان پر مقررہ وقت پر فرض ہے۔ یعنی خدا نے ان کے اوقات کی تعین کردی ہے۔

اَنَّ عُمَرَ بْنَ عَبْدِالْعَزِیْزِ اَخَّرَ الصَّلٰوۃَ یَوْمًا فَدَخَلَ عَلَیْهِ عُرْوَۃُ بْنُ الزُّبَیْرِ فَاَخْبَرَهٗ اَنَّ الْمُغِیْرَۃَ بْنَ شُعْبَۃَ اَخَّرَ الصَّلٰوۃَ یَوْمًا وَهُوَ بِالْعِرَاقِ فَدَخَلَ عَلَیْهِ اَبُوْ مَسْعُوْدِ الْاَنْصَارِیُّ فَقَالَ مَا هٰذَا یَا مُغِیْرَۃُ اَلَیْسَ قَدْ عَلِمْتَ اَنَّ جِبْرِیْلَ عَلَیْهِ السَّلَامُ نَزَلَ فَصَلّٰی فَصَلّٰی رَسُوْلُ اللّٰہِ ﷺ ثُمَّ صَلّٰی فَصَلّٰی رَسُوْلُ اللّٰہِ ﷺ ثُمَّ صَلّٰی فَصَلّٰی رَسُوْلُ اللّٰہِ ﷺ ثُمَّ صَلّٰی فَصَلّٰی رَسُوْلُ اللّٰہِ ﷺ ثُمَّ صَلّٰی فَصَلّٰی رَسُوْلُ اللّٰہِ ﷺ ثُمَّ قَالَ بِهٰذَا اُمِرْتُ فَقَالَ عُمَرُ لِعُرْوَۃَ اِعْلَمْ مَا تُحَدِّثُ بِهٖ وَاِنَّ جِبْرِیْلَ هُوَ اَقَامَ لِرَسُوْلِ اللّٰہِ ﷺ وَقْتَ الصَّلٰوۃِ قَالَ عُرْوَۃُ کَذٰلِکَ کَانَ بَشِیْرُ بْنُ اَبِیْ مَسْعُوْدٍ یُحَدِّثُ عَنْ اَبِیْهِ قَالَ عُرْوَۃُ وَلَقَدْ حَدَّثَتْنِیْ عَائِشَۃُ اَنَّ رَسُوْلَ اللّٰہِ ﷺ کَانَ یُصَلِّی الْعَصْرَ وَالشَّمْسُ فِیْ حُجْرَتِهَا قَبْلَ اَنْ تَظْهَرَ. ﴿۵﴾

ترجمہ: عمر بن عبدالعزیز نے ایک دن نماز میں تاخیر کی۔ پھر عروہ بن زبیر ان کے پاس گئے اور بتایا کہ (اسی طرح) مغیرہ بن شعبہ نے ایک دن نماز میں تاخیر کی تھی جب وہ عراق میں (گورنر) تھے۔ اس کے بعد ابو مسعود انصاری ان کی خدمت میں گئے اور فرمایا اے مغیرہ رضی اللہ عنہ آخر یہ کیا قصہ ہے کیا آپ کو معلوم نہیں ہے کہ جب جبریل علیہ السلام آئے اور رسول اللہ ﷺ نے نماز پڑھی، پھر جب جبریل علیہ السلام نے نماز پڑھی تو نبی کریم

ﷺ نے بھی نماز پڑھی، پھر جبریل علیہ السلام نے نماز پڑھی تو نبی کریم ﷺ نے بھی نماز پڑھی، پھر جبریل علیہ السلام نے نماز پڑھی تو نبی کریم ﷺ نے بھی نماز پڑھی، پھر جبریل علیہ السلام نے نماز پڑھی تو نبی کریم ﷺ نے بھی نماز پڑھی۔ پھر جبریل علیہ السلام نے کہا کہ مجھے اسی طرح حکم ہوا ہے۔اس پر عمر بن عبدالعزیز نے عروہ سے کہا کہ معلوم بھی ہے کہ کیا بیان کرر ہے ہو۔کیا جبریل علیہ السلام نے نبی کریم ﷺ کونماز کے اوقات (اپنے عمل کے ذریعے) بتائے تھے۔عروہ نے فرمایا کہ ہاں اسی طرح بشیر بن ابی مسعود اپنے والد کے واسطہ سے بیان کرتے تھے۔عروہ نے فرمایا کہ مجھ سے حضرت عائشہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا نے بیان کیا کہ رسول اللہ ﷺ عصر کی نماز اس وقت پڑھ لیتے تھے جب ابھی دھوپ ان کے حجرہ میں ہوتی تھی دیوار پر چڑھنے سے بھی پہلے۔

شرح: مواقیت میقات کی جمع ہے میقات دراصل مِوْقَات تھا واؤ بقانون فنِ صَرف یاء سے تبدیل کی گئی۔میقات ہوا بمعنی وقت یعنی نماز کے اوقات۔

ان ابواب میں امام بخاری رحمۃ اللہ تعالیٰ پنجگانہ نماز کے اوقات کی احادیث مبارکہ بیان کریں گے۔اوقات اصلیہ کے متعلق کسی کو اختلاف نہیں مثلاً نماز فجر کا وقت صبح صادق سے شروع ہو کر طلوع شمس سے قبل تک ہے۔نماز ظہر کا وقت زوال شمس کے بعد تا مثل اول یا مثلین تک ہے (اسکی تفصیل آئیگی ان شاءاللہ)۔نماز عصر کا وقت مثل اول یا مثلین کے بعد تا غروب شمس ہے۔نماز مغرب کا وقت بعد غروب تا غروب شفق ہے (اسکی تفصیل آئیگی ان شاءاللہ)۔نماز عشاء کا وقت بعد غروب شفق تا قبل صبح صادق ہے۔

نوٹ: ان اوقات میں ہر نماز جب بھی پڑھ لی جائے نماز بلا کراہت جائز ہوگی سوائے عصر کے کہ اسی دن کی نماز کے کہ وہ سورج کے سرخ ہونے کے وقت با کراہت جائز ہوگی۔جمعہ کا وقت ظہر کے وقت کے مطابق ہے۔

اختلاف: اب جن اوقات میں اختلاف ہے وہ افضلیت کا ہے مثلاً احناف کے نزدیک صبح کی نماز اسفار (پوری روشنی پھیل جانے) کے وقت پڑھنا افضل ہے۔امام شافعی رحمۃ اللہ علیہ کے نزدیک غلس یعنی اندھیرے میں پڑھنا افضل ہے۔

ظہر کی نماز گرمیوں میں دن کو ٹھنڈا کر کے یعنی ابراد افضل ہے۔امام شافعی رحمۃ اللہ علیہ اول وقت کو ترجیح دیتے ہیں۔

نمازِ عصر کا آخری وقت عند الاحناف افضل ہے۔ شوافع اول وقت کو افضل کہتے ہیں۔ فقیر اسی شرح میں اوقات کی تحقیق کے ساتھ احناف کی ترجیح کے دلائل قائم کریگا (ان شاء اللہ) چونکہ غیر مقلدین کو خوارج کی ادا پسند ہے اسی لئے وہ تقلید امام شافعی رحمۃ اللہ علیہ کے دامن میں پناہ لیتے ہیں اسے بھی فقیر واضح کریگا (ان شاء اللہ)۔

شرح الحدیث: امام بخاری رحمۃ اللہ علیہ نے اس حدیث کو ابتداء میں رکھا اور اوقات نماز کا بیان اس حدیث سے شروع فرمایا حالانکہ بعد میں آنے والی حدیث اوقات کی ابتداء وانتہا بتانے میں اس سے زیادہ واضح تھی کہ اس میں مابین ھٰذین وقت (ان دو وقتوں کے درمیان) نماز وقتیہ کا وقت ہے کا مضمون بھی موجود تھا۔ اس میں نکتہ یہ ہے کہ اوقات نماز اجتہادی حیثیت سے نہیں اگرچہ نبوت کا اجتہاد بھی حجت ہوتا ہے لیکن بعض شکی مزاج ہوتے ہیں اسی لئے حدیث میں نزول جبریل علیہ السلام کی حیثیت سے اوقات کا بیان ہوا تو گویا اس حدیث کو مقدم اس لئے کیا گیا تاکہ ظاہر ہو جائے کہ یہ اوقات من جانب اللہ مقرر ہوئے ہیں۔ یہاں تک کہ جبریل امین کے ذریعہ اوقات کی تعین ہوئی ہے۔ نہ یہ کہ ان کا تقرر غیر مفروض حیثیت سے از خود ہو گیا ہے۔

فائدہ: حضرت امام بخاری رضی اللہ عنہ کے ذہن مبارک میں اس حدیث کو ابتداء میں رکھنے سے کسی مؤخر الصلوٰۃ پر زجر و توبیخ پیش کرنا مقصود بھی نہیں بلکہ وہ تذکرہ بعض روایت سے کہ جس حیثیت سے پہنچی اس میں کمی بیشی نہ کرنے کی وجہ سے جو راوی نے عمر بن عبد العزیز اور ناصح نے مغیرہ بن شعبہ کی نماز میں تاخیر کرنے کا واقعہ بیان کیا تھا من وعن روایت فرمایا ہے ورنہ مصنفین کا انداز بھی روایت میں زجر و توبیخ ہوا کرتا ہے بلکہ ایضاح حقیقت جیسے ہوا کرتا ہے۔ پھر یہ کہ "اوقات نماز" کے متعلق ابھی حقیقت معلوم ہی نہیں تو توبیخ و زجر یا نصیحت بر تاخیر نماز کوئی معنی ہی نہیں۔ اگر امام بخاری رضی اللہ عنہ کے دل میں محض مسئلہ زجر بر تاخیر نماز ہی مقصود ہوتا تو پھر کوئی اور روایت پیش فرماتے کیونکہ یہاں تو دونوں واقعوں میں اور حدیث نزول جبریل علیہ السلام میں قطعاً نماز کے اندرون وقت تاخیر نماز پر یہ زجر ہونے پر استدلال صحیح نہیں ٹھہرتا۔ بہرحال امام بخاری رحمۃ اللہ علیہ نے اوقات نماز کے متعلق بیان فرمایا ہے اور بس البتہ عمر بن عبد العزیز رضی اللہ عنہ نے عروہ بن زبیر رضی اللہ عنہ سے فرمایا کہ جانتے ہو کیا کہہ رہے ہو یعنی جب تحدید وقت قول سے ہو سکتی تھی تو عمل سے بتانے کی کیا ضرورت تھی (اسکی تفصیل آگے آئیگی) حضرت عمر بن عبد العزیز کے سوال پر حضرت عروہ رضی اللہ عنہ نے حدیث سند کے ساتھ بیان کر دی تاکہ انہیں کوئی وہم نہ ہو۔ یاد رہے کہ حضرت عمر بن عبد العزیز کا نماز میں تاخیر کرنا مختلف فیہ ہے یعنی اس میں اختلاف ہے کہ آپ نے تاخیر کس وقت تک کی۔ بعض نے کہا معمول بہا وقت سے کچھ دیر ہو گئی تو اس پر حضرت

عروہ بن زبیر نے تنبیہ فرمائی جیسا کہ زہری کی روایت ابوداؤد میں واقع ہوئی۔

ان عمر بن عبدالعزیز کان قاعداً علی المنبر فأخر العصر شیئاً۔

یعنی حضرت عمر بن عبدالعزیز رضی اللہ عنہ منبر پر بیٹھے تھے کہ نماز عصر کو کچھ وقت کے لئے مؤخر کر دیا۔

غالباً اسی سے بعض محدثین کرام نے یہاں لفظ مستحب سے تاخیر کر دینے کو بیان فرمایا ہے تو پھر اس روایت کے مطابق وقت مستحب سے مؤخر کر دینا بھی سلف کے ہاں کسی قدر قابل زجر بات تھی اور اس حال میں پھر یہ حدیث ان لوگوں کیلئے بھی حجت ہے جو بعض مقررین اپنے وعظ کی لے میں مقررہ وقت سے نماز کو مؤخر کر دیتے ہیں تو اس پر بعض نمازی برانگیختہ ہو جاتے ہیں۔ علماء کو چاہئے کہ وہ وقت مقررہ کا خیال رکھا کریں اگر چہ اس میں مسلمانوں کے مصالح بھی ہوں کیونکہ یہاں بھی تو یہی مفہوم ہے کہ عمر بن عبدالعزیز منبر پر بیٹھے مصالح مسلمین میں مشغول تھے۔ چنانچہ زرقانی نے ابوداؤد سے زہری کا قول نقل کرنے کے بعد فرمایا:

"فَعُلِمَ بِهٰذَا سَبَبُ تاخِيرِهٖ وَ کَانَّهٗ کَانَ مَشْغُولاً اِذْ ذَاکَ بِشَئیٍ مِّنْ مَصَالِحِ الْمُسْلِمِیْنَ"۔

یعنی اس روایت سے عمر بن عبدالعزیز کے نماز میں تاخیر کرنے کا سبب بھی معلوم ہوا گویا کہ آپ اس وقت مسلمانوں کے مصالح سے کسی امر میں مشغول تھے۔

فائدہ: ابن عبدالبر نے اپنے بیان میں یہ بھی زیادہ کر دیا ہے کہ یہ واقعہ آپ کی امارت کے زمانہ کا ہے۔ اور اس قول یعنی وقت معہودہ سے کچھ دیر ہونے یا وقت مستحب گزار دینے کی تائید راوی کے روایت ام المومنین حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا سے استشہاد میں بھی ہے۔

اور بعض نے نہایت تاخیر یعنی یہاں تک کہ وقت گزر جانے کا وہم ہو جانے تک بیان فرمایا ہے۔ بہر حال وہ تاخیر اس وقت تک ہونا واقع ہے کہ وقت مستحب بلکہ آخری وقت بھی گزر رہا تھا چنانچہ طبرانی نے "مسی عمر قبل ان یصلیھا" یعنی عمر بن عبدالعزیز رضی اللہ عنہ نے اپنی نماز کو یہاں تک مؤخر کر دیا کہ شام پڑ گئی۔

فائدہ: علامہ زرقانی رحمۃ اللہ علیہ نے اس شام پڑ جانے کو شام کے نہایت قریب ہو جانے پر محمول کیا ہے اور کہا کہ ایسا نہیں ہے کہ غروب آفتاب کے ساتھ شام کا وقت آ گیا ہو بہر حال قرینہ سے یہی معلوم ہوتا ہے کہ عمر بن عبدالعزیز رضی اللہ عنہ نے اپنی اس نماز میں بہت زیادہ دیر کر دی تھی کہ بعض کو نماز کے وقت کے ختم ہو جانے کا گمان ہو گیا تھا۔ اس حالت بلکہ دونوں قولوں کے ماتحت اول وقت کے استحباب پر اس حدیث میں مطلقاً دلیل نہ رہی۔

قول اول میں وقت معہود یا وقت مستحب جو بھی ہے وہ مقصود ہے۔جیسا کہ علامہ سیوطی اور زرقانی نے ابن عبدالبر رضی اللہ عنہ سے یہی نقل کیا ہے۔علامہ سیوطی کی تنویر الحوالک جلد اول صفحہ ۱۱ میں یہ الفاظ ہیں۔

قال ابن عبدالبر والمراد انه اخرها حتى خرجت الوقت المرغوب فيه ولم يؤخرها حتى غربت الشمس.

یعنی ابن عبدالبر نے کہا کہ مراد اس تاخیر سے یہ ہے کہ انہوں نے اتنی تاخیر کی کہ وقت مرغوب فیہ نکل گیا۔ اور اتنا مؤخر نہیں کیا کہ سورج غروب ہو گیا۔

اس صورت میں بھی اوّل وقت کی تعجیل کی طرف کچھ دلیل نہیں بلکہ وہ وقت مراد ہے جو دلائل و براہین حقہ سے وقت مستحب ثابت ہو۔

اور دوسرے قول میں مطلق تاخیر یعنی اتنی تاخیر کہ وقت نماز ہی مشکوک ہو جائے مقصود ہے۔اس میں استحبابا جن اوقات میں جس قدر دیر سے پڑھنے کا حکم ہے وہ خارج از بحث ہے۔

تعلیم جبریل علیہ السلام کا راز: معراج شریف کے بعد جبکہ پنجگانہ نماز فرض ہو چکی تھی تو ان کے اوقات اور طریقوں کے اظہار کے لئے جبریل علیہ السلام حاضر ہوئے۔ بخاری شریف کے علاوہ دوسری کتب احادیث میں تصریح ہے کہ جبریل علیہ السلام دو دن حاضر ہوئے پہلے دن وقت کے شروع ہونے میں دوسرے دن نماز کے آخری وقت میں نماز پڑھ کر دکھائی گویا اس سے بتانا یہ تھا کہ نماز کے اصلی اوقات ان دونوں کے درمیان میں ہیں۔

امام شافعی رحمۃ اللہ علیہ کی ایک روایت میں ہے کہ آپ نے مقام ابراہیم کے پاس حضور ﷺ کو نماز پڑھ کر دکھائی۔ جبریل علیہ السلام آگے ہوئے جبریل علیہ السلام نے نماز پڑھی تو حضور ﷺ نے بھی نماز پڑھی۔

(نکتہ) اس روایت میں "**صلّی فصلّی رسول اللہ** ﷺ" کا لفظ نہ بھولئے اسی سے ہماری دلیل ہے کہ جبریل علیہ السلام نے نماز پڑھ کر دکھائی پھر حضور ﷺ نے اسی طرح پڑھی" یہاں لفظ **فاء للتعقیب ہے**" اور اہل علم کو معلوم ہے کہ فاء کا مابعد ماقبل کی تکمیل کے بعد آتا ہے اور حضرت عمر بن عبدالعزیز رضی اللہ عنہ نے عروہ بن زبیر رضی اللہ عنہ سے کہا کہ "جانتے بھی ہو کیا بیان کر رہے ہو"۔یعنی قول کے ذریعہ وقت کی تعین کی جا سکتی تھی عملاً اس کی کیا ضرورت تھی؟ پھر آپ نے بعد میں کہا "کیا جبریل علیہ السلام نے حضور ﷺ کو نماز پڑھائی تھی" در

حقیقت حضرت عمر بن عبدالعزیز رضی اللہ عنہ کو اس سلسلہ میں کوئی حدیث معلوم نہیں تھی اور جب عروہ رضی اللہ عنہ نے یہ حدیث سنائی تو انہیں کچھ تھوڑا سا تأمل ہوا۔ حضرت عروہ رضی اللہ عنہ نے جب اس تأمل کو محسوس کیا تو فوراً اس کی سند بیان کر دی تا کہ پوری طرح اطمینان ہو جائے۔

اوقات نماز کی تعلیم بجائے قول کے فعل کے ذریعہ اس لیے کی گئی کہ وقت کی تحدید قول کے ذریعہ خاص طور سے اس دور میں پوری طرح نہیں تھی یہی وجہ ہے کہ احادیث میں صحابہ کی اس سلسلے میں تعبیرات مختلف ہیں اس لیے عملی طور پر ان کی تعلیم کی ضرورت محسوس کی گئی اس کی تفصیل آگے آتی ہے۔

فائدہ: پانچ نمازیں مجموعی طور امتِ رسول اکرم ﷺ کا خاصہ ہے ہاں یہ پانچ نمازیں سابقہ انبیاء علیہم السلام کی یادگاریں ہیں۔ جس کی تفصیل فقیر کے رسالے ''پانچ نمازیں انبیاء کی یادگاریں'' میں ہے۔

انتباہ: حضرت جبریل علیہ السلام نے نماز کی کیفیت بارگاہ حبیب ﷺ میں پیش کی اس سے منکرین کمالات مصطفیٰ ﷺ ثابت کرتے ہیں کہ جبریل علیہ السلام حضور ﷺ کے استاد ہیں (معاذ اللہ) کیا ان کو بھی اور ہم سب کو معلوم نہیں کہ جبریل علیہ السلام تو رسول ﷺ کے خادم و دربان ہیں، نسیم الریاض میں ہے، جبریل علیہ السلام خلق لخدمۃ محمد ﷺ، اس کی تفصیل فقیر نے شرح حدائق بخشش میں لکھی ہے اور یہ بھی سب کو یقین ہے کہ جبریل علیہ السلام سفیر محض ہیں جو انہیں حکم ربانی ملا وہی پیش کیا یہاں بھی وہی بات ہے اسی لئے وَبھٰذا امرتُ کی تاء پر پیش پڑھنا ضروری ہے اور جو زبر سے پڑھتا ہے وہ بعید تر ہے چنانچہ امام عینی لکھتے ہیں کہ **ومن قال فی وجه الضم یرجع الی النبی ﷺ فقد ابعد وانکان الترکیب یقتضی هذا ایضا** (حاشیہ بخاری)

اس لئے اس پر سیدنا عمر بن عبدالعزیز رضی اللہ عنہ کو شبہ ہوا کہ جبریل علیہ السلام کون ہیں حضور ﷺ کے امام بننے والے۔ کیوں کہ آپ ﷺ امام الاولین والآخرین ہیں۔ شب معراج تو یہی جبریل علیہ السلام آپ ﷺ کے مؤذن تھے اور تمام انبیاء علیہم السلام مقتدی اور خود جبریل علیہ السلام بھی مقتدی۔ اس میں سوچنے کی بات ہے کہ جو سب کو پہلے امام بن کر نماز پڑھ کر آئے ہیں اب مکہ شریف پہونچتے ہی امامت کے مسئلے بھول گئے پھر جبریل علیہ السلام سے سیکھ رہے ہیں توبہ۔ توبہ۔ اسی لئے روایت میں **صلّی فصلّی** ہے اور دوسری روایت میں امّنی ہے۔ وہاں بھی یہی معنی کرنا پڑیگا کہ امام بن کر دکھایا۔

حکیم الامت حضرت مفتی احمد یار خان صاحب گجراتی رحمۃ اللہ علیہ لکھتے ہیں کہ معراج کی نماز نمازِ عشق تھی نہ کہ نمازِ شرعی ورنہ گزشتہ انبیاء یہ نماز نہ پڑھتے کہ بعد وفات احکامِ شرعیہ ختم ہو جاتے ہیں۔ احکام شرعیہ لانے والے جبریل علیہ السلام تھے۔ عشق حضور ﷺ نے حضرت جبریل علیہ السلام کو سکھایا اور شریعت کے احکام جبریل علیہ السلام نے عرض کر دیئے۔ (مرآت جلد ا صفحہ ۳۷۵)

اسی لئے حضرت عروہ رضی اللہ عنہ نے بھی یہ نہ کہا کہ حضور ﷺ کو جبریل علیہ السلام نے نماز پڑھائی بلکہ کہا "اقام رسول اللہ ﷺ" رسول اللہ ﷺ کے لئے آگے کھڑے ہو کر نماز پڑھکر دکھائی یہ حضرت عروہ رضی اللہ عنہ سیدہ عائشہ رضی اللہ عنہا کے بھانجے اور حضرت اسماء بنت صدیق رضی اللہ عنہما کے صاحبزادے ہیں۔ الحمد للہ ہمارے اکابر ہمیں ادب سکھا گئے اس لئے نماز کے طریقہ عرض کرنے سے جبریل علیہ السلام استاد نہیں بن گئے، ہاں اس میں راز یہ تھا کہ جبریل علیہ السلام کے لئے سب کو یقین تھا کہ یہ انبیاء علیہم السلام کے ہاں اللہ کی جانب سے سفیر بن کر آتے ہیں تو حضرت جبریل علیہ السلام بہت سے مواقع ان لوگوں کو اور بالخصوص اہل کتاب یہود و نصاریٰ کو باور کراتے تھے کہ یہ وہی نبی آخر الزمان ﷺ ہیں جن کا تمہاری کتابوں میں ذکر ہے اور جن کا چرچا تم سنتے رہے تو اس سے ثابت ہوا کہ یہ جملہ امور جبریل علیہ السلام کی حاضری کا ثبوت نبی آخر الزمان ﷺ کی علامت کے لئے تھا نہ تو اس سے جبریل علیہ السلام کا استاد ہونا ثابت ہوتا ہے اور نہ ہی حضور ﷺ کے علم غیب و اختیار پر حرف آتا ہے۔ یہ تقریر فقیر کی ہر موڑ پر کام آئیگی۔ (ان شاء اللہ)

منکرین حدیث کا رد: یہ فرقہ ہمارے دور میں چکڑالوی کہلایا جب چکڑالہ کا مردود مرا تو اس کی سیٹ پرویز نے سنبھالی تو یہ فرقہ پرویزی کہلایا لیکن ہے یہ کہ فرقہ پرانا مختلف ناموں میں موسوم رہا اکثر خوارج کے اصول پر چلتے ہیں۔ سب سے ان کا بڑا حربہ یہی ہے کہ ہم صرف قرآن ہی مانتے ہیں اور بس۔ ان کو ہمارا جواب بھی یہی ہے کہ قرآن میں صرف نماز کا حکم ہے پھر صراحت سے اس کا طریقہ ادائیگی تعداد رکعات اور اوقات مقررہ نہیں اگر کچھ ہے احادیث مبارکہ کی تصریحات سے ہے اس کی تفصیل فقیر نے منکرین حدیث کے عقائد و مسائل کی تردیدی تصانیف میں عرض کر دی ہے۔

پانچ نمازیں: وہ تین نمازوں کے قائل ہیں وہ بھی اپنے فاسد اجتہاد سے ورنہ قرآن میں صریح الفاظ ایسے نہیں کہ جن سے وہ اپنے مقصد میں کامیاب ہوں لیکن الحمد للہ وہ پانچ نمازیں قرآن مجید سے صریح الفاظ ثابت کرتے ہیں۔ وہ اس طرح ہے کہ ادائے نماز کے لئے قرآن مجید نے زیادہ تین الفاظ استعمال کئے ہیں۔

صلوٰۃ، تسبیح، ذکر اللہ، پہلا لفظ اوقات صلوٰۃ کے لئے مخصوص ہے۔ لیکن دوسرا اور تیسرا لفظ عام تسبیح وتحمید و یاد الٰہی اور نماز کے لئے بولا جاتا ہے۔ احادیث میں بھی تسبیح کے معنی نماز پڑھنے کے ہیں (مسلم باب صلوٰۃ) اور اشعار عرب اور لغت عرب سے بھی اس کا ثبوت ملتا ہے۔ قرآن میں جب تسبیح کے ساتھ وقت کی تخصیص ہوگی۔ تو اس سے کسی شبہ کے بغیر نماز کے علاوہ کوئی اور چیز مراد نہیں ہو سکتی کیونکہ وقت مخصوص کے ساتھ اسلام میں نماز کے علاوہ کوئی تسبیح فرض نہیں ہے۔ البتہ اوقات تخصیص کے بغیر جہاں تسبیح کا حکم قرآن میں دیا گیا ہے۔ اس سے اللہ عزوجل کی عام یاد تو صیف مراد ہو سکتی ہے۔

قرآن پاک کی متعدد آیات میں پانچ وقت نماز پڑھنے کے اوقات کا بالتصریح اور بالاجمال ذکر ہے مثلاً سورہ طٰہٰ کی صرف ایک آیت سے اوقات پنجگانہ کی تفصیل کا استدلال کیا جا سکتا ہے۔

وَسَبِّحْ بِحَمْدِ رَبِّکَ قَبْلَ طُلُوْعِ الشَّمْسِ وَقَبْلَ غُرُوْبِهَا وَ مِنْ اٰنَآئِ الَّيْلِ فَسَبِّحْ وَاَطْرَافَ النَّهَارِ. (طٰہٰ، آیت ۱۳۰)

ترجمہ: اور اپنے پروردگار کی حمد و تسبیح کر آفتاب نکلنے سے پہلے اور آفتاب کے ڈوبنے سے پہلے اور رات کے کچھ وقت میں تسبیح پڑھ اور دن کے کناروں میں۔

آفتاب نکلنے سے پہلے فجر ہے، ڈوبنے سے پہلے عصر ہے، رات کے وقت سے مراد عشاء ہے اور دن کے کناروں میں ظہر و مغرب ہے۔ اسی طرح علیحدہ علیحدہ آیتوں سے بھی اوقات پنجگانہ کا استدلال ہو سکتا ہے۔ مثلاً!

(i) اَقِمِ الصَّلٰوۃَ لِدُلُوْکِ الشَّمْسِ (اسراء۔ آیت ۷۸)

ترجمہ: زوال آفتاب کے وقت نماز قائم کرو۔ (یہ ظہر کی نماز ہے)

(ii) وَقَبْلَ الْغُرُوْبِ (ق۔ آیت ۳۹)

ترجمہ: اور غروب آفتاب سے پہلے خدا کی تسبیح کر۔

(iii) وَاذْکُرِ اسْمَ رَبِّکَ بُکْرَۃً وَّاَصِیْلاً (دھر۔ آیت ۲۵)

ترجمہ: اور اپنے پروردگار کا نام لو صبح کو اور عصر کو۔ یہ عصر کی نماز ہوئی۔ اسی کو والصلوۃ الوسطی یعنی بیچ کی نماز سورہ بقرہ میں کہا گیا ہے۔ کیونکہ یہ دن کی نمازوں ظہر اور مغرب کے بیچ میں واقع ہے۔

وَاَقِمِ الصَّلٰوۃَ طَرَفَیِ النَّهَارِ.

ترجمہ: اور دن کے دونوں ابتدائی اور انتہائی کناروں میں نماز قائم کرو۔ دن کا ابتدائی کنارہ صبح اور انتہائی کنارہ مغرب ہے۔ یہ فجر اور مغرب کی نماز ہوئی۔

(۴) سورۂ نور میں ہے کہ صبح کی نماز سے پہلے بے آواز دیئے زنانہ مکان میں مت جایا کرو۔ من قبل الصلوۃ الفجر (نور،۸) اس سے نماز فجر کا عملی ثبوت بھی ملتا ہے۔

(۵) پھر اسی میں یہ ہدایت بھی ہے کہ بعد صلوۃ العشاء اور "عشاء کی نماز کے بعد" کہ مسلمانوں کو عشاء کی نماز کے بعد جو آرام کرنے اور کپڑے اتارنے کا وقت ہے کسی مسلمان کے مکان میں بلا اجازت نہ جانا چاہئے۔ یہ بھی عشاء کا عملی ثبوت ہے اور یہی پانچوں اوقات نماز ہیں۔ (فیوض الباری مع اضافہ اویسی غفرلہ)۔

(باب نمبر ۲)

قَوْلِ اللّٰہِ عَزَّوَجَلَّ مُنِیْبِیْنَ اِلَیْہِ وَاتَّقُوْہُ وَاَقِیْمُو االصَّلٰوۃَ وَلَا تَکُوْنُوْا مِنَ الْمُشْرِکِیْنَ ۔

اللہ تعالیٰ کا قول ہے کہ اللہ کی طرف رجوع کرنے والے اور اللہ سے ڈرو اور نماز قائم کرو اور مشرکین میں سے نہ ہو جاؤ۔

عَنْ اِبْنِ عَبَّاسٍ قَالَ قَدِمَ وَفْدُ عَبْدِ الْقَیْسِ عَلٰی رَسُوْلِ اللّٰہِ ﷺ فَقَالُوْا اِنَّا ھٰذَا الْحَیُّ مِنْ رَبِیْعَۃَ وَلَسْنَا یَصِلُ اِلَیْکَ اِلَّا فِی الشَّھْرِ الْحَرَامِ فَمُرْنَا بِشَیْءٍ نَّاخُذُہ عَنْکَ وَنَدْعُوْا اِلَیْہِ مَنْ وَرَآئَنَا فَقَالَ آمُرُکُمْ بِاَرْبَعٍ وَّاَنْھَاکُمْ عَنْ اَرْبَعِ الْاِیْمَانَ بِاللّٰہِ ثُمَّ فَسَّرَھَالَھُمْ شَھَادَۃُ اَنْ لَّا اِلٰہَ اِلَّا اللّٰہُ وَاَنِّی رَسُوْلُ اللّٰہِ (ﷺ) وَاَقَامَ الصَّلٰوۃِ وَاِیْتَاءَ الزَّکٰوۃِ وَاَنْ تُؤَدُّوْا اِلَیَّ خُمُسَ مَاغَنِمْتُمْ وَاَنْھَاکُمْ عَنِ الدُّبَّآءِ وَالْحَنْتَمِ وَالْمُقَبَّرِ وَالنَّقِیْرِ ○

ترجمہ: ابن عباس رضی اللہ عنہ نے فرمایا کہ عبدالقیس کا وفد رسول اللہ ﷺ کی خدمت میں حاضر ہوا انہوں نے عرض کی کہ ہم اس ربیعہ کے قبیلہ سے تعلق رکھتے ہیں اور ہم آپ کی خدمت میں صرف حرمت والے مہینوں میں حاضر ہو سکتے ہیں اس لیے آپ کسی ایسی بات کا ہمیں حکم دیجئے جسے ہم سیکھ لیں اور اپنے قبیلے کے دوسرے لوگوں کو بھی اس کی دعوت دیں۔ آپ نے فرمایا کہ تمہیں چار چیزوں کا حکم دیتا ہوں اور چار چیزوں سے روکتا ہوں (حکم دیتا ہوں) خدا پر ایمان لانے کا پھر آپ نے اس کی تفصیل فرمائی کہ اس بات کی شہادت کہ اللہ کے سوا کوئی معبود نہیں اور یہ کہ میں اللہ کا رسول ہوں، اور نماز کے قائم کرنے زکوٰۃ دینے کا اور جو مال تمہیں غنیمت میں ملے اس میں خمس ادا کرنے کا (حکم دیتا ہوں) اور تمہیں میں تو نبڑی حنتم (سبز رنگ کی مرتبان جیسی گھریا جس پر روغن لگا ہوا ہو،) اور قار (ایک قسم کا تیل جو بصرہ سے لایا جاتا تھا،) لگے ہوئے برتن اور نقیر (کھجور کی جڑ سے برتن کی طرح بنایا جاتا تھا)، کے استعمال سے روکتا ہوں۔

شرح: یہ عبدالقیس کا وفد دو بار حاضرِ حضور ہوا (۱) ۵ھ میں (۲) فتح مکہ کے سال۔ حدیث شریف میں جن برتنوں کے استعمال کی ممانعت کی گئی ہے اس کی وجہ یہ تھی کہ لوگ ان ہی برتنوں میں شراب تیار کرتے۔ عرب دورِ جاہلیت میں شراب کے رسیا تھے اسی لئے جب شراب کی حرمت نازل ہوئی تو ان برتنوں کے استعمال سے بھی روکا گیا جس میں وہ شراب پیتے تھے تا کہ شراب کا تصور ذہنوں سے مکمل طور اتر جائے اس کے بعد اجازت دی گئی۔

(باب نمبر ۳) اَلْبَیْعَۃُ عَلٰی اِقَامِ الصَّلٰوۃِ
نماز قائم کرنے پر بیعت

عَنْ جَرِیْرِ بْنِ عَبْدِ اللہِ قَالَ بَایَعْتُ النَّبِیَّ ﷺ عَلٰی اِقَامِ الصَّلٰوۃِ وَاِیْتَاءِ الزَّکٰوۃِ وَالنُّصْحِ لِکُلِّ مُسْلِمٍ o

ترجمہ: جریر بن عبداللہ رضی اللہ عنہ نے فرمایا کہ میں نے رسول اللہ ﷺ سے نماز قائم کرنے، زکوٰۃ دینے اور ہر مسلمان کے ساتھ خیر خواہی کرنے پر بیعت کی تھی۔

شرح: اس حدیث کے متعلق مختصراً ہم نے شرح بخاری (پ۱) میں عرض کر دیا یہاں صرف بیعت کے متعلق عرض کرنا ہے۔ اس موضوع میں فقیر کے چار رسالے ہیں (۱) پیری مریدی (۲) اصلی نقلی پیر کا فرق (۳) بے عمل پیر اور جاہل مرید (مطبوعہ) اور (۴) بیعت کا ثبوت۔

اس حدیث شریف میں یہ ثبوت ملتا ہے کہ کسی عالم باعمل اور صالح انسان سے دین پر قائم رہنے اور فرائض اسلامیہ کی ادائیگی کے عہد کرنے میں نجات کی امید ہوسکتی ہے۔

بیعت بیع سے نکلا ہے۔ بیع کے معنی عربی میں فروخت کرنے کے ہیں۔ یعنی جس نے بیعت کی اس نے خود کو اپنی تمام اشیاء کو فروخت کر دیا اور درحقیقت بیعت اللہ کے لئے کی جاتی ہے کیونکہ اللہ تعالیٰ نے رسول اللہ ﷺ سے بیعت کو اللہ سے بیعت قرار دیا ہے اس لئے حضور ﷺ کے نائبین کے ذریعہ یہ بیعت کرنے کا سلسلہ جاری ہے۔ اس کا ثبوت قرآن مجید کی آیتِ ذیل سے ہے۔

اِنَّ الَّذِیْنَ یُبَایِعُوْنَکَ اِنَّمَا یُبَایِعُوْنَ اللہَ یَدُ اللہِ فَوْقَ اَیْدِیْھِمْ فَمَنْ نَّکَثَ فَاِنَّمَا یَنْکُثُ عَلٰی نَفْسِہٖ وَمَنْ اَوْفٰی بِمَا عٰھَدَ عَلَیْہُ اللہَ فَسَیُؤْتِیْہِ اَجْرًا عَظِیْمًا o (الفتح، آیت ۱۰)

ترجمہ: وہ جوتمہاری بیعت کرتے ہیں وہ تو اللہ ہی سے بیعت کرتے ہیں ان کے ہاتھوں پر اللہ کا ہاتھ ہے تو جس نے عہد توڑا اس نے اپنے بڑے عہد کو توڑا اور جس نے پورا کیا وہ عہد جو اس نے اللہ سے کیا تھا تو بہت جلد اللہ اسے بڑا ثواب دے گا۔ (کنزالایمان)

تفصیل فقیر نے ''بیعت کا ثبوت'' تصنیف میں لکھدی ہے۔ بزرگان دین کے اقوال پر اکتفا کرتا ہوں۔

دست تو از دست آں بیعت شود
کہ ید اللہ فوق ایدی بود

یداللہ فوق ایدی کلام اللہ میں پڑھ دیکھو خدا کا ہاتھ دستِ پیشوا معلوم ہوتا ہے۔

گرتو خواہی در دو عالم سروری
باش در دنیا غلامِ قادری

اگر تو دونوں عالم کی سرداری چاہتا ہے تو دنیا میں قادری غلام ہو جا۔

فقیر کہتا ہے کسی بھی سلسلہ کے شیخ کامل کا مرید ہو جا چنانچہ علامہ اقبال مرحوم نے فرمایا:

بوسہ زن بر آستانے کاملے
کیمیا پیدا کن مشتِ گلے

کسی کامل کی آستان بوسی کر ایک مشتِ گل (حضرت انسان کامل) سے کیمیا پیدا کر۔

مرد کامل کی بیعت سے یہی مقصود ہوتا ہے کہ اللہ تعالیٰ کی رضامندی کو حاصل کرے اور خطرات کو دل سے نکال دے۔ اللہ تعالیٰ کے سب حکموں کو بجالائے۔ عبادت الٰہی پابندی سے کرے اور اپنے شیخ کے بتائے ہوئے وظائف سے زیادہ وظائف نہ کرے اس لئے کہ شیخ کامل مرید میں جتنی استطاعت دیکھتا ہے اتنی ہی اس کے لئے مشقت مقرر کرتا ہے۔ بیعت کرتے وقت مرید کے دل میں یہ گمان بھی پیدا نہیں ہونا چاہئے کہ پیر کی ایک نظر ہی مجھے کامل کر دے گی اور مجھے مجاہدے اور ریاضت نہیں کرنی پڑے گی بلکہ بیعت کے بعد بعینہٖ وہ ذمہ داریاں عائد ہوتی ہیں جو ایک عام مسلمان پر عائد ہوتی ہیں کیونکہ شیخ کامل کبھی بھی یہ برداشت نہیں کر سکتا کہ مرید جادۂ شریعت سے ذرہ برابر باہر نہ ہو۔

لیکن افسوس کہ اب اکثریت اسی رسمی پیری مریدی میں خوش ہے۔ اللہ تعالیٰ ہم سب کو سچی اور صحیح پیری مریدی نصیب فرمائے۔ (آمین)

(باب ٤) اَلصَّلٰوۃُ کَفَّارَۃٌ

نماز کفارہ ہے

حُذَیْفَۃَ قَالَ کُنَّا جُلُوْساً عِنْدَ عُمَرَ فَقَالَ اَیُّکُمْ یَحْفَظُ قَوْلَ رَسُوْلِ اللّٰہِ ﷺ فِی الْفِتْنَۃِ قُلْتُ اَنَا کَمَا قَالَ اِنَّکَ عَلَیْہِ اَوْعَلَیْھَا لَجَرِیٌٔ قُلْتُ فِتْنَۃُ الرَّجُلِ فِیْ اَھْلِہٖ وَمَالِہٖ وَوَلَدِہٖ وَجَارِہٖ تُکَفِّرُھَاالصَّلٰوۃُ وَالصَّوْمُ وَالصَّدَقَۃُ وَالاَمْرُوَالنَّھْیُ قَالَ لَیْسَ ھٰذَا اُرِیْدُ وَلٰکِنِ الْفِتْنَۃُ الَّتِیْ تَمُوْجُ کَمَا یَمُوْجُ الْبَحْرُ قَالَ لَیْسَ عَلَیْکَ مِنْھَا بَاْس یَااَمِیْرَالْمُؤْمِنِیْنَ اِنَّ بَیْنَکَ وَبَیْنَھَا لَبَاباً مُغْلَقاً قَالَ اَیُکْسَرُاَمْ یُفْتَحُ قَالَ یُکْسَرُ قَالَ اِذاً لاَ یُغْلَقُ اَبَداً قُلْنَا اَکَانَ عُمَرُ یَعْلَمُ الْبَابَ قَالَ نَعَمْ کَمَآ اَنَّ دُوْنَ الْغِدِ اللَّیْلَۃَ اِنِّیْ حَدَّثْتُہٗ بِحَدِیْثٍ لَّیْسَ بِالاَ غَالِیْطِ فَھِبْنَا اَنْ نَّسْاَلَ حُذَیْفَۃَ فَاَمَرْنَا مَسْرُوْقاً فَسَاَلَہٗ فَقَالَ الْبَابُ عُمَرُ(٥)

ترجمہ: حذیفہ رضی اللہ عنہ نے فرمایا کہ عمر رضی اللہ عنہ کی خدمت میں حاضر تھے۔عمر رضی اللہ عنہ نے پوچھا کہ فتنہ سے متعلق رسول اللہ ﷺ کی حدیث کو تم میں سے کس نے یاد رکھا ہے؟ میں بولا کہ میں نے (اسی طرح یاد رکھا ہے) جیسے آنحضور ﷺ نے فرمایا تھا۔عمر رضی اللہ عنہ نے فرمایا کہ تم رسول اللہ ﷺ سے فتن کو معلوم کرنے میں بہت نڈر تھے۔ میں نے کہا کہ انسان کے گھر والے، مال، اولاد اور پڑوسی فتنہ وآزمائش کی چیز ہیں۔اور نماز ،روزہ صدقہ اچھی باتوں کے لئے لوگوں سے کہنا اور بری باتوں سے روکنا ان کا کفارہ ہیں۔عمر رضی اللہ عنہ نے فرمایا کہ میں تم سے اس کے متعلق نہیں پوچھتا مجھے تم اس فتنہ کے متعلق بتاؤ جو سمندر کی طرح ٹھاٹھیں مارتا ہوا بڑھے گا۔اس پر میں نے کہا یا امیر المومنین! آپ اس سے خوف نہ کھایئے آپ کے اور اس فتنہ کے درمیان ایک بند دروازہ ہے پوچھا کیا وہ دروازہ توڑ دیا جائے گا یا (صرف) کھولا جائے گا۔میں نے کہا توڑ دیا جائے گا۔عمر رضی اللہ عنہ بول اٹھے کہ پھر تو کبھی بند نہیں ہو سکتا۔شقیق نے کہا کہ ہم نے حذیفہ سے پوچھا کہ کیا عمر رضی اللہ عنہ اس دروازے کے متعلق علم رکھتے تھے تو انہوں نے کہا کہ ہاں بالکل اس طرح جیسے دن کے بعد رات آنے کا یقین ہوتا ہے۔میں نے تم سے ایک ایسی حدیث بیان کی ہے کہ جو غلط قطعاً نہیں ہے۔ہمیں اس کے متعلق حذیفہ رضی اللہ عنہ سے کچھ پوچھنے میں خوف ہوتا تھا اس لئے مسروق سے کہا گیا (کہ وہ پوچھیں) انہوں نے دریافت کیا تو آپ نے بتایا کہ دروازہ خود عمر رضی اللہ عنہ ہی ہیں۔

شرح: حضرت حذیفہ رضی اللہ عنہ فتن وغیرہ سے متعلق احادیث میں عام صحابہ کی بہ نسبت زیادہ واقفیت رکھتے تھے اور حضرت عمر رضی اللہ عنہ آپ سے اس طرح کی احادیث اکثر پوچھا کرتے تھے جس فتنہ کا ذکر یہاں ہوا ہے یہ وہی فتنہ ہے جو عمر رضی اللہ عنہ کی وفات کے بعد حضرت عثمان رضی اللہ عنہ کے دور خلافت ہی سے شروع ہو گیا تھا آنحضور ﷺ نے فرمایا تھا کہ بند دروازہ توڑ دیا جائے گا۔ یعنی جب ایک مرتبہ فتنے اٹھ کھڑے ہوں گے تو پھر ان کا سد باب ناممکن ہوگا چنانچہ امت میں باہم اختلاف و افتراق اور دوسرے مختلف فتنوں کی جو خلیج ایک مرتبہ حائل ہوگئی وہ اب تک پاٹی نہ جاسکی، نت نئے فتنے ہیں کہ آئے دن اٹھتے رہتے ہیں۔ (تفہیم البخاری، دیوبندی)

انتبـــاہ: اس مختصر سے جملے سے مخالف نے اتنا مان لیا کہ رسول اکرم ﷺ نے جیسے فرمایا ویسے ہی ہوا اور قیامت تک یونہی ہوگا اسی کا نام علم غیب ہے اور حضور نبی پاک ﷺ کے وہ ارشادات جو آنے والے حالات کے متعلق جمع کئے جائیں تو ایک ضخیم تصنیف ہو۔ فقیر نے چند حالات جمع کر کے ایک کتاب لکھی ہے بنام ''علامتِ قیامت'' چند اسطرح کے واقعات یہاں عرض کردوں تا کہ مسئلہ علم غیب پر اہل ایمان کو پختگی نصیب ہو۔

احوالِ قربِ قیامت

فتنوں کے آغاز کا وفات سیدنا فاروق اعظم رضی اللہ عنہ سے تسلسل کے ساتھ دجال کے فتنے تک نبی پاک ﷺ نے ایک ایک فتنے کی خبر دی۔ صرف نمونے کے طور پر فتنہء دجال سے پہلے کے چند حالات فقیر عرض کرتا ہے پھر آخر میں فتنہء دجال تا کہ سُنّی مسلمان کو علم غیب کے عقیدہ کے بارے میں مضبوطی نصیب ہو۔ حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے مروی ہے:

وَالَّذِیْ نَفْسِیْ بِیَدِہٖ لَاتَذْھَبُ الدُّنْیَا حَتّٰی یَمُرَّ الرَّجُلُ عَلَی الْقَبْرِ فَیَتَمَرَّغُ عَلَیْہِ یَقُوْلُ یٰلَیْتَنِیْ کُنْتُ مَکَانَ صَاحِبَ ھٰذَا الْقَبْرِ وَلَیْسَ بِہِ الدِّیْنُ اِلَّا الْبَلَاءُ (٥)(مسلم شریف)

ترجمہ: حضور ﷺ فرماتے ہیں۔ قسم ہے اس ذات کی جس کے قبضہ میں میری جان ہے۔ دنیا کے ختم ہونے سے پہلے ایک زمانہ ایسا آئے گا کہ آدمی قبر کے پاس سے گزرے گا۔ اور قبر پر لوٹ کر حسرت سے کہے گا کاش میں اس شخص کی جگہ ہوتا جو قبر میں ہے اور اس کا دین نہ ہوگا۔ بلکہ بلاء ہوگی۔

فائدہ: جو لوگوں کی حالت زمانہ آخر میں ہونی ہے حضور اکرم ﷺ نے قسم اٹھا کر بیان فرمایا اس سے معلوم

ہوا کہ حضور ﷺ کو زمانہ آخر کے لوگوں کی اس حسرت پر تمنا کا علم ہے۔ جس کی آپ نے پہلے ہی خبر دے دی ہے، اور جیسا آپ نے فرمایا ہے ویسی ہی لوگوں کی حالت ہوگی۔

حضرت ابوسعید خدری رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ حضور نبی پاک ﷺ نے فرمایا کہ

(۲) وَالَّذِیْ نَفْسِیْ بِیَدِہٖ لَا تَقُوْمُ السَّاعَۃُ حَتّٰی یَتَکَلَّمَ السِّبَاعُ الْاِنْسَ وَحَتّٰی تَکَلَّمَ الرَّجُلَ عَذَبَۃُ سَوْطِہٖ وَشِرَاکُ نَعْلِہٖ یُخْبِرُہٗ فَخِذُہٗ بِمَا اَحْدَثَ اَھْلُہٗ۔ (ترمذی)

ترجمہ: حضور ﷺ فرماتے ہیں قسم ہے اس ذات کی جس کے قبضہ میں میری جان ہے۔ قیامت نہ آئے گی جب تک درندے آدمیوں سے باتیں نہ کرلیں گے اور جب تک کہ آدمی کے چابک کی رسی کا پھندنا اور جوتی کا تسمہ اس سے کلام نہ کرے گا، یہاں تک کہ آدمی کی ران اس کو یہ بتلائے گی کہ اس کے اہل وعیال نے اس کی عدم موجودگی میں کیا کیا۔

فائدہ: اس حدیث مبارک میں حضور نبی پاک ﷺ نے زمانہ آخر کی تین باتیں بیان فرمائی ہیں۔

(۱) آخر زمانہ میں درندے بھی آدمیوں سے باتیں کریں گے۔ (۲) آدمی کے چابک کی رسی کا پھندنا اور جوتے کا تسمہ بھی اُس سے کلام کرے گا۔ (۳) آدمی کی ران اُس کو یہ بتلائے گی کہ اُس کے اہل وعیال نے اُس کی عدم موجودگی میں کیا کیا ہے۔

فائدہ: منکرینِ علم نبی ﷺ تو نہیں مانیں گے لیکن ایک دیانتدار انسان سوچے کہ وہ امور ابھی معرضِ وجود میں نہیں آئے لیکن آئینگے ضرور اور اسی طرح جیسے حضور نبی پاک ﷺ نے فرمایا ذرہ برابر بھی فرق نہ آئیگا اس کا نام علم غیب نہیں تو اور کس شے کا نام ہے؟

حضرت معاذ بن جبل رضی اللہ عنہ سے مروی ہے۔

(۳) قَالَ رَسُوْلُ اللّٰہِ ﷺ خُرُوْجُ الْمَلْحَمَۃِ فَتْحِ قُسْطُنْطُنِیَّۃِ وَفَتْحِ قُسْطُنْطُنِیَّۃِ خُرُوْجِ الدَّجَّالِ۔ (ابوداؤد)

ترجمہ: فرمایا رسول اللہ ﷺ نے جنگ عظیم کا وقوع قسطنطنیہ کے فتح کا سبب ہوگا اور قسطنطنیہ کی فتح دجال کے خروج کا سبب ہوگا۔

فائدہ: حدیث ھٰذا سے معلوم ہوا کہ حضور ﷺ کو اس عالمی جنگ کا بھی علم ہے اور یہ بھی علم ہے کہ مسلمان قسطنطنیہ کو فتح کرلیں گے اور اس کے بعد فتنہ دجال کا ظہور ہونا شروع ہوجائیگا اس لئے ایسے واقعات کی حضور ﷺ نے قبل از وقت اطلاع فرمادی ہے۔

نوٹ: یادرہے کہ حضور نبی غیب دان عالم ماکان وما یکون ﷺ نے قیامت سے قبل کی بہت سی علامتیں بیان فرمائی ہیں۔جن کا اس کتاب میں ذکر خوفِ طوالت کی وجہ سے دشوار ہے۔
اس لئے مختصر طور پر یادرکھیئے کہ علاماتِ قیامت دو قسم پر منقسم ہیں۔اوّل علاماتِ صغریٰ جو حضور ﷺ کے وصال شریف سے حضرت امام مہدی رضی اللہ عنہ کے ظہور تک وجود میں آئیں گی۔جن کا کچھ ذکر اسی شرح بخاری میں بیان ہو چکا ہے۔ان کا مختصر بیان کچھ یوں ہے۔

لواطت کا عام ہونا،گالی گلوچ بکنا،جھوٹ کو ہنر سمجھنا،کم تولنا اور کم ناپنا،دھوکا و بددیانتی کا عام ہونا،بے غیرتی و بے حیائی کا عام ہونا،بے پردگی و فاحشہ چیزوں کا عام ہونا،زبان درازی کا عام ہو جانا،بے ادبی و گستاخی کا عام ہو جانا،آپس میں ہمدردی وسلوک کا اُٹھ جانا،آپس میں السلام علیکم کا سلسلہ ختم ہو جانا،لڑائی جھگڑا فساد و فتنے کا زور ہو جانا،اچھی بات کی کوئی قدر و منزلت نہ رہنا،علماءِ حق کی عزت کا احساس لوگوں کے دلوں سے اُٹھ جانا،دینِ اسلام سے بہت دُور ہو جانا،احکام شرعیہ کا خاتمہ ہو جانا،عورتوں کا خاوند کی ناشکری کرنا،عورتوں کی بدزبانی زبان درازی کا فتنہ عام ہو جانا،باطل فرقوں کا بہت عام ہو جانا،کفار ممالک اسلامیہ پر قابض ہونے کے لئے اس طرح کوششیں کریں گے جیسا کہ دسترخوان پر کھانے کے لئے۔یہ سب چیزیں نبی کریم ﷺ کے علم غیب کی دلیل ہیں۔جب یہ تمام علامات وآثار ونشانیاں نمایاں ہو جائیں،تو عیسائی بہت سے ملکوں پر غلبہ کرکے قبضہ کرلیں گے۔پھر ایک مدت کے بعد عرب اور شام کے ملک میں ابوسفیان کی اولاد سے ایک شخص پیدا ہوگا،جو سادات کو قتل کرے گا۔اُس کا حکم ملک شام ومصر کے اطراف میں جاری ہو جائے گا۔اس دوران بادشاہ روم کی عیسائیوں کے ایک فرقہ کے ساتھ جنگ اور دوسرے فرقے سے صلح ہوگی پھر ایک فرقہ قسطنطنیہ پر قبضہ کرے گا۔بادشاہ روم دارالخلافہ کو چھوڑ کر ملک شام میں آجائے گا۔اور عیسائیوں کے مذکورہ فرقہ دوم کی اعانت سے اسلامی فوج ایک خون ریز جنگ کے بعد فرقہ مخالف پر فتح مند ہوگی۔دشمن کی شکست کے بعد فرقہ موافق میں سے ایک شخص بول اُٹھے گا کہ صلیب غالب ہوئی اور اسی کی برکت سے فتح کی شکل دکھائی دی۔یہ سن کر اسلامی لشکر میں سے ایک شخص اُس سے مار پیٹ کرے گا،اور کہے گا کہ نہیں دین اسلام غالب ہوا،اور اسی کی برکت سے فتح ہوئی۔یہ دونوں اپنی اپنی قوم کو مدد کے لئے پکاریں گے۔جس کی وجہ سے فوج میں خانہ جنگی شروع ہو جائے گی۔بادشاہ اسلام شہید ہو جائے گا۔عیسائی ملک شام پر قبضہ کرلیں گے۔اور آپس میں دونوں عیسائی قوموں کی صلح ہو جائے گی۔بقایا مسلمان مدینہ منورہ چلے جائیں گے۔عیسائیوں کی حکومت خیبر تک پھیل

جائے گی۔ اُس وقت مسلمان اس تجسّس میں ہوں گے کہ حضرت امام مہدی رضی اللہ عنہ کو تلاش کرنا چاہئے، تا کہ ان مصائب کے دفاع کے موجب ہوں، اور دشمن کے پنجہ سے نجات ہو۔

﴿ظہور امام مہدی (رضی اللہ عنہ) تا، یاجوج ماجوج﴾

علاماتِ کبریٰ: جو حضرت امام مہدی رضی اللہ عنہ کے ظہور سے نفخ صور تک وجود میں آتی رہیں گی اور آغاز قیامت یہیں سے شروع ہوگا۔

(۱) حضرت علی رضی اللہ عنہ نے اپنے بیٹے حضرت امام حسن رضی اللہ عنہ کی طرف دیکھتے ہوئے فرمایا، کہ میرا بیٹا جیسا کہ رسول ﷺ نے فرمایا ہے سردار ہے اور فرمایا۔

سَيَخْرُجُ مِنْ صُلْبِهٖ رَجُلٌ يُسَمّٰى بِاِسْمِ نَبِيِّكُمْ۔ (ابوداؤد)

ترجمہ: عنقریب اس کی پُشت سے ایک شخص پیدا ہوگا۔ (یعنی امام مہدی رضی اللہ عنہ) جس کا نام تمہارے نبی کے نام پر ہوگا۔

(۲) حضرت عبداللہ ابن مسعود رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ حضور ﷺ نے فرمایا:

حَتّٰى يَبْعَثَ فِيْهِ رَجُلاً مِنِّيْ اَوْمِنْ اَهْلِ بَيْتِيْ يُوَاطِئُ اسْمُهٗ اِسْمِيْ وَاسْمُ اَبِيْهِ اسْمَ اَبِيْ يَمْلَاُ الْاَرْضَ قِسْطًا وَعَدْلاً كَمَا مُلِئَتْ ظُلْمًا۔ (ابوداؤد)

ترجمہ: یہاں تک کہ اللہ تعالیٰ میرے خاندان میں سے ایک شخص (یعنی امام مہدی رضی اللہ عنہ) کو بھیجے گا۔ جس کا نام میرے نام پر ہوگا اور جس کے باپ کا نام میرے باپ کے نام پر ہوگا وہ زمین کو عدل وانصاف سے معمور کردے گا۔ جس طرح وہ اس وقت سے پہلے ظلم وستم سے معمور تھی۔

(۳) حضرت ابی سعید خدری رضی اللہ عنہ سے مشکوٰۃ شریف میں مروی ہے۔

قَالَ رَسُوْلَ اللهِ ﷺ اَلْمَهْدِيُّ مِنِّيْ اَجْلَى الْجَبْهَةِ اَقْنَى الْاَنْفِ۔ (ابوداؤد)

ترجمہ: رسول اللہ ﷺ نے فرمایا ہے کہ مہدی رضی اللہ عنہ میری اولاد میں سے ہیں۔ ان کی پیشانی روشن و کشادہ اور بلند ناک ہوگی۔

فائدہ: مذکورہ تین احادیث شریفہ میں حضور ﷺ نے حضرت امام مہدی رضی اللہ عنہ کے پیدا ہونے کی خبر دی اور آپ کے ماں باپ کے نام کی بھی خبر دی۔ اور آپ کے حلیہ کی بھی خبر دی۔ معلوم یہ ہوا کہ حضرت امام مہدی رضی اللہ عنہ کے خاندان اور ان کے اسماء والدین اور ان کے حلیہ تک کا آپ کو علم ہے۔

حضرت امام مہدی رضی اللہ عنہ رکن و مقام ابراہیم (علیہ السلام) کے درمیان خانہ کعبہ کا طواف کرتے ہوں گے کہ آدمیوں کی ایک جماعت آپ کو پہچان کر آپ کے ہاتھ پر بیعت کرے گی۔ اس واقعہ کی علامت یہ ہے کہ اس سے قبل گزشتہ ماہ رمضان میں چاند و سورج کو گرہن لگ چکے گا اور بیعت کے وقت آسمان سے یہ نداء آئے گی۔ هٰذَا خَلِيْفَةُ اللهِ الْمَهْدِيُّ فَاسْتَمِعُوْا لَهٗ وَاَطِيْعُوْا ۔ بیعت کے وقت آپ کی عمر چالیس سال ہوگی۔ خلافت کے مشہور ہونے پر مدینہ پاک کی فوجیں آپ کے پاس مکہ معظمہ چلی آئیں گی۔ شام و عراق و یمن کے اولیائے کرام و ابدال عظام اور ملک عرب کے لوگ آپ کی افواج میں داخل ہو جائیں گے۔ اور کعبہ شریف میں جو خزانہ مدفون ہے جس کو تاج الکعبۃ کہتے ہیں۔ آپ اس کو نکال کر مسلمانوں میں تقسیم فرمائیں گے۔ اسی اثناء میں خراسان سے مسلمان منصور نامی ایک بہت بڑی مسلمان فوج لے کر آپ کی مدد کیلئے آئے گا۔ جو راستہ میں بہت سے عیسائیوں بے دینوں کا صفایا کر دے گا۔ اور اُدھر سفیانی شخص مسلمانوں کا دشمن بہت بڑی فوج حضرت امام مہدی رضی اللہ عنہ کے مقابلہ کیلئے بھیجے گا۔ یہ فوج جب مکہ مکرمہ و مدینہ منورہ کے درمیان ایک میدان میں آکر پہاڑ کے دامن میں مقیم ہوگی۔ تو اُسی جگہ قدرت خداوندی سے سب فوج زمین میں ہی دھنس جائے گی۔ مگر دو آدمی بچ جائیں گے۔ ایک حضرت مہدی رضی اللہ عنہ کو اور دوسرا سفیانی دشمن کو مطلع کرنے کیلئے۔ افواج مسلمانوں کو خبر سن کر عیسائی چاروں طرف سے اور روم کے ممالک سے فوج لے کر حضرت امام مہدی رضی اللہ عنہ کے مقابلہ کیلئے شام میں مجتمع ہو جائیں گے۔ ان کی فوج کے ستر جھنڈے ہوں گے، ہر جھنڈے کے نیچے بارہ بارہ ہزار آدمی (840000) سپاہ ہوگی۔ (مسلم)

حضرت امام مہدی رضی اللہ عنہ مکہ شریف سے کوچ فرما کر مدینہ منورہ پہنچیں گے۔ اور رسول خدا احمد مجتبیٰ جناب سیدنا محمد رسول اللہ ﷺ کے گنبد خضریٰ روضہ انور پر حاضری و زیارت سے مشرف ہو کر شام کی جانب روانہ ہو جائیں گے۔ اور دمشق کے قرب و جوار عیسائیوں کی فوج کا آمنا سامنا ہو جائے گا تو حضرت امام مہدی رضی اللہ عنہ کی فوج کے تین گروہ ہو جائیں گے۔ ایک تو نصاریٰ کے ڈر سے بھاگ جائے گا۔ جن کی توبہ کبھی قبول نہ ہوگی۔ دوم وہ گروہ جو شہید ہو کر بدر و اُحد کے شہداء کے مراتب کو پہنچیں گے۔ سوم وہ جو فتحیابی حاصل کرنے یا انجام بد سے بچنے کیلئے چھٹکارا پالیں گے۔ آپ کے ساتھ زندہ ہی ہوں گے۔ دوسرے روز پھر جنگ ہوگی جس میں آپ کے ساتھیوں نے موت یا فتح کا عہد کیا ہوا تھا۔ وہ سب شہید ہو جائیں گے۔ حضرت امام

مہدی رضی اللہ عنہ باقی ماندہ قلیل فوج کے ساتھ تیسرے روز لڑیں گے۔وہ بھی شہادت کا جام نوش کر لیں گے۔پھر چوتھے روز حضرت امام مہدی رضی اللہ عنہ محافظ جماعت کو لے کر جو بہت کم ہوں گے دشمن سے لڑیں گے اسی دن خدا تعالیٰ ان کو فتح مبین عطا فرمائے گا۔عیسائی تباہ و برباد ہو جائیں گے۔جو تھوڑے بہت رہ جائیں گے وہ ذلت و رسوائی کے ساتھ بھاگیں گے۔مسلمان ان کا تعاقب کر کے بہتوں کو جہنم رسید کر دیں گے۔اس کے بعد حضرت امام مہدی رضی اللہ عنہ بے انتہاء غنیمت اس فوج کو انعام و کرام تقسیم فرمائیں گے۔اور حضرت امام مہدی رضی اللہ عنہ بلاد اسلام کے نظم و نسق اور فرائض اور حقوق العباد کی انجام دہی میں مصروف ہوں گے۔چاروں طرف اپنی فوجیں پھیلا دیں گے۔ان مہمات سے فارغ ہو کر فتح قسطنطنیہ کیلئے کوچ فرمائیں گے۔بحیرۂ روم کے ساحل پر پہنچ کر قبیلۂ بنو اسحاق کے ستر ہزار بہادروں کو کشتیوں پر سوار کر کے اس شہر کی خلاصی کے لئے جس کو استنبول بھی کہتے ہیں،متعین فرمائیں گے۔جب یہ فصیل شہر کے قریب پہنچ کر نعرہ تکبیر اللہ اکبر بلند کریں گے تو ان کی فصیل نام خدا کی برکت سے منہدم ہو جائے گی،مسلمان شہر میں داخل ہو جائیں گے سرکشوں کو قتل کر کے ملک کا نظام نہایت عدل و انصاف کے ساتھ کریں گے ابتدائی بیعت سے اس وقت تک چھ سات سال کا عرصہ گزرے گا۔آپ ملک شام کی طرف روانہ ہو جائیں گے۔

فتنۂ دجّال: حضور نبی پاک ﷺ نے نہ صرف خبر دی ہے بلکہ اس کے مکمل حالات اور اس کا تعارف بھی کرایا ہے۔فقیر کا رسالہ ''دجال کا حال'' پڑھیئے،چند روایات حاضر ہیں۔

(۱) ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ حضور ﷺ نے فرمایا ہے۔

قَالَ الدَّجَّالُ يَخْرُجُ مِنْ اَرْضٍ بِالْمَشْرِقِ يُقَالُ لَهَا خُرَاسَانُ۔(ترمذی)

ترجمہ: فرمایا کہ دجّال مشرق کی ایک زمین سے نکلے گا جس کا نام خراسان ہوگا۔

(۲) حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ حضور ﷺ نے فرمایا:

قَالَ يَخْرُجُ الدَّجَّالُ عَلٰى حِمَارٍ اَقْمَرَ مَابَيْنَ اُذُنَيْهِ سَبْعُوْنَ بَاعاً۔(بیہقی)

ترجمہ: فرمایا ہے کہ دجال ایک سفید گدھے پر سوار ہو کر نکلے گا جس کے دونوں کانوں کے درمیان کا حصہ ستر باع چوڑا ہوگا۔

(۳) حضرت حذیفہ رضی اللہ عنہ سے مسلم شریف میں مروی ہے کہ نبی ﷺ نے فرمایا ہے۔

اَلدَّجَّالُ اَعْوَرُ الْعَيْنِ الْيُسْرٰى جُفَالُ الشَّعَرِ مَعَهُ جَنَّتُهُ وَنَارُهُ فَنَارُهُ جَنَّةٌ وَجَنَّتُهُ نَارٌ۔ (مسلم)

ترجمہ: دجال کی بائیں آنکھ کانی ہوگی۔ بہت کثرت سے بال ہوں گے۔ اس کے ساتھ جنت و دوزخ ہوگی۔ اس کی آگ حقیقت میں جنت ہوگی اور اس کی جنت حقیقت میں آگ ہوگی۔ آگے حضور ﷺ فرماتے ہیں۔

اِنَّ الدَّجَّالَ مَمْسُوْحُ الْعَيْنِ عَلَيْهَا ظُفْرَةٌ غَلِيْظَةٌ مَكْتُوْبٌ بَيْنَ عَيْنَيْهِ كَافِرٌ (ک،ف،ر) يَقْرَءُهُ كُلُّ مُؤْمِنٍ كَاتِبٌ وَغَيْرُ كَاتِبٍ۔ (مسلم)

ترجمہ: بے شک دجال کی آنکھ بیٹھی ہوئی ہوگی۔ اور دوسری آنکھ پر موٹا سا ناخونہ ہوگا۔ اسکی آنکھوں کے درمیان کافر، ک، ف، ر، لکھا ہوا ہوگا۔ جس کو ہر مومن خواہ وہ پڑھا لکھا ہو یا نہ ہو پڑھ لے گا۔

فائدہ: مذکورہ احادیث سے معلوم ہوا کہ حضور ﷺ کو یہ بھی معلوم ہے کہ دجال کون ہے اور کہاں سے خروج کرے گا۔ اور یہ بھی معلوم ہے کہ گدھے پر سوار ہو کر نکلے گا۔ اور یہ بھی جانتے ہیں کہ اس کے ساتھ جنت و دوزخ ہوگی (لیکن حقیقت میں نہیں) اور یہ بھی معلوم ہے کہ دجال کانا ہوگا۔ اس کی آنکھوں کے درمیان کافر لکھا ہوگا۔ جسے ہر مومن خواہ ان پڑھ ہو پڑھ لے گا۔ ثابت ہوا کہ آپ کو تمام حالات کا علم ہے جس کی آپ نے پہلے ہی خبر فرما دی ہے۔

دجال خدائی اور نبوت کا جھوٹا دعویٰ بھی کرے گا۔ اور ستر ہزار یہودی لوگ اس پر ایمان لے آئیں گے اور اس کے پاس خزانہ کا بہت بڑا ذخیرہ ہوگا۔ جو لوگ اس کی الوہیت کا اقرار کر لیں گے ان کے لئے اس کے حکم سے بارش ہوگی، اناج پیدا ہوگا، درخت پھل دار اور مویشی موٹے تازے ہوں گے جو اس کی مخالفت کریں گے ان کیلئے اپنے حکم سے اشیاء خوردہ بند کر دے گا۔ مگر خداداد بندوں کی غذا تسبیح وتہلیل ہو جائے گی۔ زمین کے خزانوں کو حکم دے گا وہ اس کے ساتھ ہو جائیں گے۔ بعض آدمیوں سے کہے گا میں تمہارے مُردہ ماں باپ کو زندہ کرتا ہوں تا کہ تم اس قدرت کو دیکھ کر میری خدائی کا یقین کرلو۔ پھر یہ یمن میں جائے گا۔ بد دین لوگ اس کے ساتھ ہو جائیں گے۔ پھر لوٹ کر مکہ معظمہ کے قریب سُن ہو جائے گا۔ اور پھر یہ مدینہ منورہ کی طرف قصد کرے گا، تو خدا کے ملائکہ اس کو اس میں داخل نہ ہونے دیں گے اور دجال کی فوج بھی مدینہ اقدس میں داخل نہ

ہو سکے گی۔ پھر ایک بزرگ آ کر دجال سے کہیں گے۔ خدا کی قسم تو وہی دجال ہے جس کے متعلق رسولِ خدا ﷺ نے فرمایا ہے۔ دجال غصہ میں کہے گا اس کو آرے سے چیر دو۔ پس وہ ٹکڑے کر کے دائیں بائیں جانب پھینک دے گا اور لوگوں سے کہے گا کہ اگر میں دونوں ٹکڑوں کو جوڑ کر پھر اس شخص کو زندہ کر دوں تو میری الوہیت کا اقرار کرو گے۔ اس کے ساتھی کہیں گے ہم پہلے ہی سے مان رہے ہیں۔ ہاں اگر ایسا ہو جائے تو مزید یقین ہو گا۔ پس دجال دونوں ٹکڑوں کو حکم دے گا کہ جمع ہو کر زندہ ہو جائے، وہ شخص زندہ ہو جائے گا۔ دجال کہے گا بتاؤ اب بھی میری خدائی میں شک کرتے ہو۔ تو وہی شخص پھر کہے گا واقعی خدا کی قسم تو ہی مردود دجال ہے۔ پھر دجال غصہ میں آ کر کہے گا اس کی گردن پر چھری چلاؤ تو بحکم رب تعالیٰ ان کی گردن پر چھری نہ چلے گی تو دجال شرمندہ ہو کر کہے گا اس کو آگ میں پھینک دو تو اس شخص پر آگ نہیں بلکہ بہار ہو جائے گی۔ اس کے بعد دجال کی طاقت زندہ مردہ وزندہ ختم ہو جائے گی۔ (مشکوٰۃ، ابوداؤد) اور ملک شام کی طرف روانہ ہو جائے گا اور قبل اس کے حضرت امام مہدی رضی اللہ عنہ دمشق آ چکے ہوں گے اور جنگ کی پوری تیاری و ترتیب فوج کر چکے ہوں گے اسباب اور حرب تقسیم کرتے ہوں گے۔

امام مہدی کے فوجی اور ان کے گھوڑے: حضرت عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ سے مشکوٰۃ شریف باب الملاحم میں مروی ہے کہ نبی ﷺ نے فرمایا ہے کہ جب دجال خروج کرے گا تو اس وقت جو مجاہدین دجال کا مقابلہ کرنے کیلئے تیاری کریں گے۔

اِنِّیْ لَاَعْرِفُ اَسْمَآءَ هُمْ وَاَسْمَآءَ اٰبَائِهِمْ وَاَلْوَانَ خُيُوْلِهِمْ خَيْرُفَوَارِسَ اَوْمِنْ خَيْرِ فَوَارِسَ عَلٰى الظَّهْرِ الْاَرْضِ۔ (مشکوٰۃ شریف)

ترجمہ: میں ان کے نام اور ان کے باپ دادوں کے نام اور ان کے گھوڑوں کے رنگ کو پہچانتا ہوں۔ وہ روئے زمین پر بہترین سوار ہیں۔

فائدہ: حضور ﷺ ان مجاہدین اسلام کے اسماء اور ان کے آباء کے اسماء اور ان کے گھوڑوں کے رنگ تک کو جانتے ہیں۔ جب آپ قرب قیامت کے لوگوں کو جانتے ہیں جو ابھی پیدا بھی نہیں ہوئے۔

نزول عیسٰی علیہ السلام کا علم: حضور سرور کائنات ﷺ فرماتے ہیں۔ (مؤذن عصر کی نماز کی اذان دے گا۔ لوگ نماز کی تیاری میں ہوں گے)

إِذَا بَعَثَ اللّٰهُ الْمَسِيْحَ ابْنَ مَرْيَمَ فَيَنْزِلُ عِنْدَ الْمَنَارَةِ الْبَيْضَاءِ شَرْقِيِّ دِمَشْقَ بَيْنَ مَهْرُوْذَتَيْنِ وَاضِعًا كَفَّيْهِ عَلٰى اَجْنِحَتَيْنِ مَلَكَيْنِ إِذَا طَأْطَأَ رَأْسَهٗ وَإِذَا رَفَعَهٗ تَحَدَّرَ مِنْهُ مِثْلُ جُمَانٍ كَاللُّؤْلُؤِ فَلَا يَحِلُّ لِكَافِرٍ يَجِدُ مِنْ رِيْحِ نَفَسِهٖ إِلَّا مَاتَ(o) (ترمذی)

ترجمہ: اچانک اللہ تعالیٰ حضرت مسیح بن مریم علیہ السلام کو بھیجے گا جو دمشق کے مشرقی سفید منارہ پر نازل ہوں گے۔اور اپنے دونوں ہاتھوں کو فرشتوں کے پروں پر رکھے ہوئے آسمان سے نازل ہوں گے۔وہ اپنا سر جھکائیں گے،تو پسینہ ٹپکے گا۔اور سر اُٹھائیں گے تو ان کے سر سے چاندی کے دانوں کی مانند جو موتیوں جیسے ہوں گے،قطرے گریں گے جو کافر آپ کے سانس کی ہوا پائے گا مر جائے گا۔

فائدہ: معلوم ہوا کہ حضور سرورِ دوعالم ﷺ کو حضرت عیسیٰ علیہ السلام کے نازل ہونے کے تمام حالات کا بھی علم ہے۔جب ہی آپ نے ان کے نزول کے متعلق پہلے سے خبر فرمادی ہے۔معلوم ہوا کہ حضور ﷺ کو عالمین میں جو کچھ ہو چکا ہے اور جو کچھ ہونے والا ہے۔سب کا آپ کو علم ہے۔

حضرت سیدنا عیسیٰ علیہ السلام آسمان سے دمشق کی جامع مسجد کے مشرقی منارہ پر جلوہ افروز ہو کر آواز دیں گے،سُلَّم یعنی سیڑھی لے آؤ۔پس سیڑھی حاضر کردی جائے گی۔آپ اس کے ذریعہ سے فروکش ہو کر حضرت امام مہدی رضی اللہ عنہ سے ملاقات فرمائیں گے۔پھر آپ نماز میں شامل ہوں گے۔آپ رات امن و امان کے ساتھ بسر کریں گے۔دوسرے دن حضرت عیسیٰ علیہ السلام فرمائیں گے میرے لئے گھوڑا و نیزہ لاؤ تاکہ اس دجال ملعون کے شر سے زمین کو پاک کردوں۔پس دجال پر حضرت عیسیٰ علیہ السلام اور اسلامی فوج اس کے لشکر پر حملہ آور ہوگی،جہاں تک حضرت عیسیٰ علیہ السلام کے سانس کی ہوا جائے گی۔وہ وہیں نیست و نابود ہو جائیں گے۔(مسلم شریف)

دجال آپ کے مقابلہ سے بھاگے گا اور مقام لُد (ملک شام میں ایک پہاڑ ہے)،وہاں جا کر چھپے گا تو آپ اس کا تعاقب کر کے وہاں پہنچیں گے اور دجال کو قتل کردیں گے۔اگر آپ جلدی نہ کریں گے تو دجال آپ کے سانس سے ہی پگھل جائے گا (جیسے نمک پانی میں) اس کے بعد حضرت عیسیٰ علیہ السلام جو لوگ دجال کے فتنہ سے تکالیف اٹھاتے رہے اور اس کی پیروی نہ کی ان کو جنت و اجرِ عظیم کی بشارتیں دیں گے اور حضرت عیسیٰ علیہ السلام قتلِ خنزیر اور شکستِ صلیب اور کفار سے جزیہ نہ قبول کرنے کے احکام صادر فرما کر تمام کفار کو اسلام کی

طرف موعود فرمائیں گے۔ اللہ تعالیٰ کے فضل سے کوئی کافر بلادِ اسلام میں نہ رہے گا۔ بعد ازاں حضرت امام مہدی رضی اللہ عنہ کا انتقال ہو جائے گا۔ حضرت عیسیٰ علیہ السلام ہی آپ کی نماز جنازہ پڑھا کر دفن فرمائیں گے۔ (مشکوٰۃ)

فتنۂ یاجوج وماجوج: حضور نبی پاک شاہ لولاک ﷺ نے فرمایا:

اِذْاَوْحَی اللّٰہُ اِلٰی عِیْسٰی اَنِّی قَدْاَخْرَجْتُ عِبَادًلِّیْ لَا یَدَانِ لَا حَدٍ بِقِتَالِھِمْ فَحَرِّزْ عِبَادِیْ اِلَی الطُّوْرِ وَیَبْعَثُ اللّٰہُ یَاجُوْجَ وَمَاجُوْجَ وَھُمْ مِنْ کُلِّ حَدَبٍ یَنْسِلُوْنَ فَیَمُرُّ اَوَائِلُھُمْ عَلٰی الْبُحَیْرَۃِ طَبَرِیَّۃِ فَیَشْرَبُوْنَ مَافِیْھَا. (ترمذی)

ترجمہ: حضرت عیسیٰ علیہ السلام اسی حال میں ہوں گے کہ اللہ تعالیٰ اُن کی طرف وحی بھیجے گا کہ میں نے اپنے بہت سے بندے پیدا کیے ہیں۔ جن سے لڑنے کی طاقت نہیں تم میرے بندوں کو کوہ طور کی طرف لے جاؤ (جہاں مضبوط قلعہ ہے) پھر خدا تعالیٰ یاجوج اور ماجوج کو بھیجے گا جو ہر بلند زمین سے اتریں گے اور وہ دوڑیں گے اور ان کی جماعت طبریہ (یعنی واقع شام) کے تالاب پر پہنچے گی اور اس کا سارا پانی پی جائے گی۔

فائدہ: حضور اکرم ﷺ نے قوم یاجوج اور ماجوج کے بھی حالات بیان فرما دیئے ہیں۔

یاجوج و ماجوج ایسی خطرناک قوم ہوگی کہ لوگوں کو قتل کرنے میں ذرا دریغ نہ کرے گی، وہی لوگ محفوظ رہیں گے جو کوہ طور کے ایک قلعہ میں ہوں گے۔ یہ یاجوج اور ماجوج بحیرہ طبریہ میں پہنچے گی جو اس کا تمام پانی پی کر خشک کر دے گی۔ بحیرہ طبریہ طبرستان میں ایک مربع چشمہ ہے۔ یہ قوم چلتے چلتے جبل خمر پر پہنچے گی جو بیت المقدس کا ایک پہاڑ ہے تو یہاں آکر یہ قوم کہے گی کہ زمین کے تمام لوگ تو ہم نے مار ڈالے، اب آسمان والوں کو قتل کریں۔ وہ آسمان پر تیر پھینکیں گے۔ اللہ تعالیٰ اپنی قدرت سے ان تیروں کو ویسے ہی خون آلودہ کر کے لوٹا دے گا۔ قوم یاجوج و ماجوج بڑی خوش ہوگی کہ ہم نے تو آسمان والوں کو بھی مار دیا ہے۔ اس فتنہ میں حضرت عیسیٰ علیہ السلام کے ہمراہیوں پر غلّہ کی زبردست تنگی ہوگی۔ (ابوداؤد و مشکوٰۃ) حضرت عیسیٰ علیہ السلام اللہ تعالیٰ سے دعا فرمائیں گے اور ہمراہی آمین کہیں گے تو اللہ تعالیٰ قوم یاجوج و ماجوج پر ایک بیماری نازل فرمائے گا (مثل طاعون) جس سے تمام قوم یاجوج و ماجوج رات میں ہی تباہ ہو جائے گی۔ پھر ایک جانور اور پرندے اللہ تعالیٰ بھیجے گا جو ان لاشوں کو جزیروں اور دریاؤں میں پھینک دے گی اور بارش بھی ہوگی، پھر لوگ بڑی اچھی زندگی بسر کریں گے۔ یہ سب واقعات حضرت عیسیٰ علیہ السلام کے عہد میں ہوں گے۔ دنیا میں آپ کا قیام چالیس برس رہے گا۔ (ترمذی و ابوداؤد)

یاد رہے کہ قصہ یاجوج و ماجوج کے متعلق قرآن کریم نے بھی سورۂ کہف میں بیان فرمایا ہے۔جس کے ساتھ حضرت ذوالقرنین کی دیوار بنانے کا ذکر ہے اور اس دیوار سے ہی اپنے وقت کے مطابق یہ قوم خروج کرے گی۔اس کی مزید تفصیل فقیر کے رسالہ ''یاجوج وماجوج'' میں پڑھیئے۔

فائدہ: حدیث الباب المذکور میں فرمایا کہ مال واولاد وغیرہ فتنہ ہیں یہ قرآن مجید کی آیت **انما اموالکم واولادکم فتنہ** کی تفسیر ہے اس کی وجہ یہ ہے کہ انسان عموماً ان ہی کی وجہ سے بے قابو ہو کر حدود احکام الٰہیہ کی پرواہ نہیں کرتا، ہاں اگر کوئی واقعی دین کا پابند ہے اور کسی ایسے اضطراب کی وجہ سے دین کی حدود میں اس سے کمی واقع ہوگئی تو نماز و روزہ وغیرہ ان گناہوں کا کفارہ بن جاتے ہیں ویسے اصل عبادت یعنی نماز، روزہ کا ثواب بھی ملے گا اور یہ دوسرے گناہوں کا کفارہ بھی بنے گی۔

عَنِ ابْنِ مَسْعُوْدٍ اَنَّ رَجُلاً اَصَابَ مِنْ امْرَاَةٍ قُبْلَةً فَاَتَى النَّبِيَّ ﷺ فَاَخْبَرَه، فَاَنْزَلَ اللّٰهُ عَزَّوَجَلَّ اَقِمِ الصَّلٰوةَ طَرَفِي النَّهَارِ وَزُلَفًا مِّنَ الَّيْلِ اِنَّ الْحَسَنٰتِ يُذْهِبْنَ السَّيِّاٰتِ فَقَالَ الرَّجُلُ يَارَسُوْلَ اللّٰهِ اِلَيَّ هٰذَا قَالَ لِجَمِيْعِ اُمَّتِيْ كُلِّهِمْ۔(٥)

ترجمہ: ابن مسعود رضی اللہ عنہ نے فرمایا کہ ایک شخص نے کسی عورت کا بوسہ لے لیا اور پھر نبی کریم ﷺ کی خدمت میں حاضر ہو کر اس کی اطلاع دیدی، اس پر خداوند تعالیٰ نے یہ آیت نازل فرمائی (ترجمہ) نماز دن کے دونوں جانبوں میں قائم کرو اور کچھ رات گئے اور بلاشبہ نیکیاں برائیوں کو ختم کر دیتی ہیں، اس شخص نے پوچھا کہ یارسول اللہ ﷺ! کیا یہ صرف میرے لئے ہے تو آپ ﷺ نے فرمایا نہیں، میری تمام امت کے لئے۔

شرح: مفسرین نے بھی آیت مذکورہ کا شان نزول یونہی بیان فرمایا ہے کہ ایک شخص نے کسی عورت کو دیکھا اور اس سے کوئی خفیف سی حرکت بے حجابی کی سرزد ہوئی تو اس پر وہ نادم ہوا اور رسول کریم ﷺ کی خدمت میں حاضر ہو کر اپنا حال عرض کیا اس پر یہ آیت نازل ہوئی۔اس شخص نے عرض کیا صغیرہ گناہوں کیلئے نیکیوں کا کفارہ ہونا کیا خاص میرے لئے ہے۔فرمایا نہیں سب کیلئے۔

فائدہ: آیت مذکورہ میں الحسنات سے مراد یہی پنجگانہ نمازیں ہیں جو آیت میں ذکر ہوئیں یا مطلق اطاعتیں یا سبحان اللہ والحمد للہ ولا الہ الا اللہ واللہ اکبر پڑھنا۔

فائدہ: آیت سے معلوم ہوا کہ نیکیاں صغیرہ گناہوں کیلئے کفارہ ہوتی ہیں خواہ نیکیاں نماز ہوں یا صدقہ یا ذکر استغفار یا اور کچھ۔مسلم شریف کی حدیث میں ہے کہ پانچوں نمازیں اور جمعہ دوسرے جمعہ تک اور ایک روایت میں ہے کہ رمضان دوسرے رمضان تک یہ سب کفارہ ہیں ان گناہوں کیلئے جو ان کے درمیان واقع ہوں جبکہ آدمی کبیرہ گناہوں سے بچے۔

(باب نمبر ۵) فَضْلِ الصَّلٰوةِ لِوَقْتِهَا

نماز وقت پر پڑھنے کی فضیلت

اَبَا عَمْرٍو نِ الشَّيْبَانِي يَقُوْلُ حَدَّثَنَا صَاحِبُ هٰذِهِ الدَّارِ وَاَشَارَ اِلٰى دَارِ عَبْدُاللهِ قَالَ سَاَلْتُ النَّبِيَّ ﷺ اَيُّ الْعَمَلِ اَحَبُّ اِلَى اللهِ قَالَ الصَّلٰوةُ عَلٰى وَقْتِهَا قَالَ ثُمَّ بِرُّ الْوَالِدَيْنِ قَالَ ثُمَّ اَيٌّ قَالَ الْجِهَادُ فِيْ سَبِيْلِ اللهِ قَالَ حَدَّثَنِيْ بِهِنَّ وَلَوِ اسْتَزَدْتُهٗ لَزَادَنِيْ۔(۵)

ترجمہ: ابوعمر شیبانی کہتے تھے کہ میں نے اس گھر کے مالک سے سنا آپ عبداللہ بن مسعود کے گھر کی طرف اشارہ کررہے تھے کہ انہوں نے فرمایا کہ میں نے نبی کریم ﷺ سے پوچھا کہ اللہ تعالیٰ کی بارگاہ میں کون سا عمل زیادہ پسندیدہ ہے۔ آپ ﷺ نے فرمایا کہ اپنے وقت پر نماز پڑھنا۔ پوچھا، اس کے بعد، فرمایا کہ پھر والدین کے ساتھ حسن معالمت رکھنا، پوچھا اس کے بعد۔ آنحضور ﷺ نے فرمایا کہ اللہ کی راہ میں جہاد کرنا۔ ابن مسعود نے فرمایا کہ آنحضور ﷺ نے مجھے یہ تفصیل بتائی اور اگر میں مزید سوالات کرتا تو آپ اور زیادہ بتادیتے۔

شرح: فضائل اعمال میں احادیث مختلف ہیں بعض میں ہے کہ افضل عمل جہاد ہے بعض میں ہے کہ خدمتِ والدین وغیرہ وغیرہ ایسی روایت پڑھ کر عام آدمی کا دماغ چکرا جاتا ہے۔ اصول حدیث پڑھنے سے ایسے اشکالات خود بخود حل ہوجاتے ہیں ایک قاعدہ تو یہ ہے افضلیت دو قسم کی ہوتی ہے کلّی واضافی۔ جہاں ایسی روایات ہوں تو وہاں افضلیت اضافی مدنظر ہوتی ہے مثلاً اعمال میں نماز کو افضل کہا گیا یونہی دوسرے اعمال کو بھی تو یونہی کہا جائیگا اعمال میں مُطلقاً افضل تو نماز ہے باقی اعمال کی افضلیت اضافی ہے کہ بعض دوسرے اعمال افضل ہیں ایک قاعدہ یہ بھی ہے کہ کبھی ہنگامی حالات کے پیشِ نظر افضلیت ہوتی ہے مثلاً جہاد کی افضلیت یونہی خدمتِ والدین وغیرہ وغیرہ کہ جیسا سائل ہوگا اس کے حال کے پیشِ نظر افضلیت کا اظہار ہوگا۔ کبھی خدمتِ والدین تو کبھی جہاد تو کبھی کلمۂ طیبہ افضل وغیرہ وغیرہ۔

(باب نمبر ٦) اَلصَّلٰوتُ الْخَمْسُ کَفَّارَۃٌ لِّلْخَطَایَا

پانچوں وقت کی نمازیں گناہوں کا کفارہ بنتی ہیں

عَنْ اَبِیْ ھُرَیْرَۃَ اَنَّہٗ سَمِعَ رَسُوْلَ اللّٰہِ ﷺ یَقُوْلُ اَرَاَیْتُمْ لَوْ اَنَّ نَھْرًا بِبَابِ اَحَدِکُمْ یَغْتَسِلُ فِیْہِ کُلَّ یَوْمٍ خَمْسًا مَّا تَقُوْلُ ذٰلِکَ یُبْقِیْ مِنْ دَرَنِہٖ قَالُوْا لَا یُبْقِیْ مِنْ دَرَنِہٖ شَیْئًا قَالَ فَذٰلِکَ مِثْلُ الصَّلٰوَاتِ الْخَمْسِ یَمْحُو اللّٰہُ بِھَا الْخَطَایَا۔(٥)

ترجمہ: حضرت ابوھریرہ نے رسول اللہ ﷺ سے سنا، آپ نے فرمایا کہ اگر کسی شخص کے دروازے پر نہر ہو اور وہ روزانہ اس میں پانچ مرتبہ نہائے تو تمہارا کیا خیال ہے۔کیا اس کے بدن پر کچھ بھی میل باقی رہ سکتا ہے۔صحابہ نے عرض کی کہ نہیں یارسول اللہ (ﷺ) ہرگز نہیں۔آنحضور (ﷺ) نے فرمایا کہ یہی حال پانچوں وقت کی نمازوں کا ہے کہ اللہ تعالیٰ ان کے ذریعہ گناہوں کو دھلا دیتا ہے۔

شرح: یہ نماز کے بے شمار فضائل میں سے ایک فضیلت ہے چند اور احادیث مبارکہ فقیر یہاں درج کرتا ہے۔

حدیث(۱) بیہقی نے حضرت عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت کی کہ ایک صاحب نے عرض کی یارسول اللہ ﷺ! اسلام میں سب سے زیادہ اللہ کے نزدیک محبوب کیا چیز ہے۔فرمایا وقت میں نماز پڑھنا اور جس نے نماز چھوڑ دی اس کا کوئی دین نہیں، نماز دین کا ستون ہے۔

حدیث(۲) ابوداؤد نے روایت کی کہ حضور ﷺ نے فرمایا جب تمہارے بچے سات برس کے ہوں تو انہیں نماز کا حکم دو اور جب دس برس کے ہو جائیں تو مار کے پڑھاؤ۔

حدیث(۳) امام احمد روایت کرتے ہیں کہ ابوذر رضی اللہ تعالیٰ عنہ فرماتے ہیں نبی ﷺ جاڑوں میں باہر تشریف لے گئے پت جھڑ کا زمانہ تھا دو ٹہنیاں پکڑلیں پتے گرنے لگے فرمایا اے ابو ہریرہ! میں نے عرض کی لبیک یارسول اللہ ﷺ! فرمایا مسلمان بندہ اللہ کیلئے نماز پڑھتا ہے تو اس سے گناہ ایسے گرتے ہیں جیسے اس درخت سے یہ پتے۔

حدیث(۴) صحیح مسلم شریف میں ابوہریرہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے مروی ہے کہ حضور ﷺ نے فرمایا جو شخص اپنے گھر میں طہارت (وضو وغسل) کر کے فرض ادا کرنے کیلئے مسجد کو جاتا ہے تو ایک قدم پر ایک گناہ محو ہوتا ہے دوسرے پر ایک درجہ بلند ہوتا ہے۔

حدیث(۵) امام احمد زید بن خالد جہنی رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے راوی کہ حضور ﷺ نے فرمایا جو دو رکعت نماز پڑھے اور ان میں سہو نہ کرے تو جو کچھ پیشتر اس کے گناہ ہوئے ہیں اللہ تعالیٰ معاف فرما دیتا ہے یعنی صغائر۔

حدیث(۶) طبرانی ابوامامہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے راوی کہ حضور ﷺ نے فرمایا بندہ جب نماز کیلئے کھڑا ہوتا ہے اس کیلئے جنتوں کے دروازے کھول دیئے جاتے ہیں اور اس کے اور پروردگار کے درمیان حجاب ہٹا دیئے جاتے ہیں اور حورعین اس کا استقبال کرتی ہیں جب تک نہ ناک سنکے نہ کھنکارے۔

(باب نمبر ۷) فِیْ تَضِیِیعِ الصَّلٰوۃِ عَنْ وَّقْتِھَا

بے وقت نماز پڑھنا نماز کو ضائع کر دینا ہے

عَنْ اَنَسٍ (رضی اللہ تعالیٰ عنہ) قَالَ مَا اَعْرِفُ شَیْئًا مِّمَّا کَانَ عَلٰی عَھْدِی النَّبِیِ ﷺ قِیْلَ الصَّلٰوۃُ قَالَ اَلَیْسَ صَنَعْتُمْ مَا صَنَعْتُمْ فِیْھَا۔(o)

ترجمہ: حضرت انس رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے فرمایا کہ میں نبی کریم ﷺ کے عہد کی کوئی بات اس زمانہ میں نہیں پاتا۔لوگوں نے کہا کہ نماز تو ہے۔فرمایا کہ اس کے ساتھ بھی تم نے کیا کچھ نہیں کر ڈالا ہے۔

اَلزُّھْرِیَّ یَقُوْلُ دَخَلْتُ عَلٰی اَنَسِ ابْنِ مَالِکٍ بِدِمِشْقَ وَھُوَ یَبْکِیْ فَقُلْتُ مَایُبْکِیْکَ فَقَالَ لَآاَعْرِفُ شَیْئًا مِّمَّا اَدْرَکْتُ اِلَّا ھٰذِہِ الصَّلٰوۃَ وَھٰذِہِ الصَّلٰوۃُ قَدْ ضُیِّعَتْ۔(o)

ترجمہ: زہری نے کہا کہ میں دمشق میں انس بن مالک رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی خدمت میں حاضر ہوا۔اس وقت آپ رو رہے تھے۔میں نے عرض کی کہ آپ کیوں رو رہے ہیں؟ فرمایا کہ نبی کریم ﷺ کے عہد کی کوئی چیز اس نماز کے علاوہ اب نہیں پاتا اور اس کو بھی ضائع کیا جا رہا ہے۔

شرح: اس حدیث میں حضرت انس رضی اللہ تعالیٰ عنہ کا ذکر خیر ہے۔آپ دمشق میں تھے۔حجاج ظالم کی امارت کا دور تھا اور خلافت ولید بن عبدالملک کی تھی۔حضرت ثابت بنانی رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں کہ ایک دفعہ ہم حضرت انس رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے ساتھ تھے۔حجاج نے نماز پڑھانے میں دیر کی۔حضرت انس رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے کھڑے ہو کر اس کی حرکت پر ٹوکنا چاہا تو رفقاء نے روک دیا۔جب باہر تشریف لائے تو فرمایا اب رسول اکرم ﷺ کے زمانہ کی کوئی شے سوائے کلمہ شہادت کے اپنی حالت پہ باقی نہیں رہی۔اس پر کسی نے کہا کہ نماز تو

پڑھی جاتی ہے۔آپ رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے فرمایا کہ ظہر کو تو مغرب کے وقت پڑھتے ہو تو کیا رسول اللہ ﷺ کی یہی نماز تھی۔

یہاں سے ایک قاعدہ ذہن نشین فرمالیں کہ صحابہ کرام رضی اللہ عنہم رسول اللہ ﷺ کے دور کے خلاف عمل پر یونہی ناراضگی کا اظہار فرماتے یہاں تک کہ کبھی اسے بدعت سے تعبیر کر دیتے کبھی اس سے بڑھ کر۔لیکن جب بالکل معاملہ برعکس دیکھتے تو خون کے آنسو بہاتے۔حضرت انس رضی اللہ تعالیٰ عنہ کا رونا اسی قبیل ثانی سے تھا۔جسے وہ بدعت سے تعبیر کرتے تو اس میں صرف ایک کی بات پر فتویٰ نہیں ہوتا بلکہ جمہور کی آراء پر عمل ہوتا جیسے مسجد نبوی شریف کے اضافہ پر بہت سے صحابہ کرام نے اظہار رنج فرمایا لیکن چونکہ جمہور کی آراء جواز پر تھیں اسی لئے اسی پر عمل ہوا اس طرح دیگر امور جنہیں فقیر اپنے موقعہ پر عرض کرتا چلا جائے گا۔

انتباہ: حضرت انس رضی اللہ تعالیٰ عنہ تو اپنے دور کے حکام وافسران کی تضیع اوقات پر رو پڑے ہمارے دور کے حکام وآفیسروں کو دیکھتے تو ان کا کیا عمل ہوتا جب کہ یہ صاحبان سرے سے نماز پڑھتے ہی نہیں بلکہ بعض بدبخت اس پر پھبتیاں اڑاتے ہیں لیکن "خدا انگشت یکساں نکرد" کی طرح تمام حکام وآفیسر بھی ایسے نہیں بلکہ الحمد للہ بہت سے خوش قسمت ایسے بھی ہیں جو نماز باجماعت کی پابندی کے علاوہ تہجد واشراق واوّابین ودیگر نوافل تک کی پابندی کرتے ہیں۔

(باب نمبر۸) اَلْمُصَلِّیْ یُنَاجِیْ رَبَّہٗ

نماز پڑھنے والا اپنے رب سے مناجات کرتا ہے

عَنْ اَنَسٍ (رضی اللہ عنہ) قَالَ قَالَ النَّبِیُّ ﷺ اِنَّ اَحَدَ کُمْ اِذَا صَلّٰی یُنَاجِیْ رَبَّہٗ فَلَا یَتْفِلَنَّ عَنْ یَمِیْنِہٖ وَلٰکِنْ تَحْتَ قَدَمِہِ الْیُسْرٰی(۵)

ترجمہ:حضرت انس رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا کہ جب کوئی نماز میں ہوتا ہے تو وہ اپنے رب سے مناجات کرتا رہتا ہے اس لیے اسے اپنی داہنی جانب نہ تھوکنا چاہیے،بائیں پاؤں کے نیچے تھوک سکتا ہے۔

عَنْ اَنَسٍ (رضی اللہ عنہ) عَنِ النَّبِیِّ ﷺ اَنَّہٗ قَالَ اَعْتَدِلُوْا فِی السُّجُوْدِ وَلَا یَبْسُطْ اَحَدُکُمْ ذِرَاعَیْہِ کَالْکَلْبِ وَاِذَا بَزَقَ فَلَا یَبْزُقَنَّ بَیْنَ یَدَیْہِ وَلَا عَنْ یَمِیْنِہٖ فَاِنَّہٗ یُنَاجِیْ رَبَّہٗ وَقَالَ سَعِیْدٌ عَنْ قَتَادَۃَ لَا یَتْفِلُ قُدَّامَہٗ اَوْبَیْنَ یَدَیْہِ وَلٰکِنْ عَنْ یَسَارِہٖ اَوْتَحْتَ قَدَمِہٖ وَقَالَ شُعْبَۃُ لَا یَبْزُقُ بَیْنَ یَدَیْہِ وَلَا عَنْ یَمِیْنِہٖ وَلٰکِنْ عَنْ یَسَارِہٖ اَوْ تَحْتَ قَدَمِہٖ وَقَالَ حُمَیْدٌ عَنْ اَنَسٍ عَنِ النَّبِیِّ ﷺ لَا یَبْزُقُ فِی الْقِبْلَۃِ وَلَا عَنْ یَمِیْنِہٖ وَلٰکِنْ عَنْ یَسَارِہٖ اَوْتَحْتَ قَدَمِہٖ (ٍ٥)

ترجمہ: انس بن مالک رضی اللہ عنہ نے بیان کیا: آپ نبی کریم ﷺ سے روایت کرتے تھے کہ حضور ﷺ نے فرمایا کہ سجدہ کرنے میں اعتدال رکھواور کوئی شخص اپنے بازوؤں کو کتے کی طرح نہ پھیلائے، جب کسی کو تھوکنا ہی ہوتو سامنے یا اپنے داہنی طرف نہ تھوکے کیونکہ وہ اپنے رب سے سرگوشی کرتا رہتا ہے۔ سعید نے قتادہ سے روایت کرکے بیان کیا کہ آگے یا سامنے نہ تھوکے، البتہ بائیں طرف تھوک سکتا ہے اور حمید انس بن مالک سے وہ نبی کریم ﷺ سے روایت کرتے ہیں کہ قبلہ کی طرف نہ تھوکے اور نہ دائیں طرف البتہ بائیں طرف یا پاؤں کے نیچے تھوک سکتا ہے۔

(باب نمبر ۹) اَلْاِبْرَادِ بِالظُّھْرِ فِیْ شِدَّۃِ الْحَرِّ

گرمی کی شدت میں ظہر کو ٹھنڈے وقت پڑھنا

عَنْ اَبِیْ ھُرَیْرَۃَ وَنَافِعٌ مَوْلٰی عَبْدِاللّٰہِ بْنِ عُمَرَ عَنْ عَبْدِاللّٰہِ بْنِ عُمَرَ اَنَّھُمَا حَدَّثَاہُ عَنْ رَسُوْلِ اللّٰہِ ﷺ اَنَّہٗ قَالَ اِذَا اشْتَدَّ الْحَرُّ فَاَبْرِدُوْا بِالصَّلٰوۃِ فَاِنَّ شِدَّۃَ الْحَرِّ مِنْ فَیْحِ جَھَنَّمَ (٥)

ترجمہ: ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ روایت کرتے تھے اور ابن عمر کے مولیٰ نافع عبداللہ بن عمر سے اس حدیث کی روایت کرتے ہیں کہ ان دونوں صحابہ رضی اللہ عنہما نے رسول اکرم ﷺ سے روایت کی کہ آپ ﷺ نے فرمایا جب گرمی شدید ہوجائے تو نماز کو ٹھنڈے وقت میں پڑھو۔ کیوں کہ گرمی کی شدت جہنم کے بھڑکنے سے ہوتی ہے۔(٥)

عَنْ اَبِیْ ذَرٍّ قَالَ اَذَّنَ مُؤَذِّنُ النَّبِیِّ ﷺ الظُّھْرَ فَقَالَ اَبْرِدْ اَبْرِدْ اَوْ قَالَ اِنْتَظِرْ اِنْتَظِرْ وَقَالَ شِدَّۃُ الْحَرِّ مِنْ فَیْحِ جَھَنَّمَ فَاِذَا اشْتَدَّ الْحَرُّ فَاَبْرِدُوْا عَنِ الصَّلٰوۃِ حَتّٰی رَاَیْنَا فَیْءَ التُّلُوْلِ (٥)

ترجمہ: حضرت ابوذر رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ نبی کریم ﷺ کے مؤذن نے ظہر کی اذان دی تو آپ ﷺ نے فرمایا کہ ٹھنڈا ہونے دو، ٹھنڈا ہونے دو۔ یا یہ فرمایا کہ ٹھہر جاؤ، ٹھہر جاؤ، کیونکہ گرمی کی شدت جہنم کی آگ بھڑکنے سے ہے۔ اس لیے جب گرمی شدید ہو جائے تو نماز ٹھنڈے وقت میں پڑھا کرو (پھر ظہر کی اذان اس وقت کہی گئی) جب ہم نے ٹیلوں کے سائے دیکھ لیے۔

عَنْ اَبِیْ هُرَیْرَۃَ عَنِ النَّبِیِّ ﷺ اَنَّہٗ قَالَ اِذَا اشْتَدَّ الْحَرُّ فَاَبْرِدُوْا بِالصَّلٰوۃِ فَاِنَّ شِدَّۃَ الْحَرِّ مِنْ فَیْحِ جَهَنَّمَ وَاشْتَکَتِ النَّارُ اِلٰی رَبِّهَا فَقَالَتْ یَارَبِّ اَکَلَ بَعْضِیْ بَعْضاً فَاَذِنَ لَهَا بِنَفَسَیْنِ نَفَسٍ فِی الشِّتَآءِ وَنَفَسٍ فِی الصَّیْفِ وَهُوَ اَشَدُّ مَا تَجِدُوْنَ مِنَ الْحَرِّ وَهُوَ اَشَدُّ مَا تَجِدُوْنَ مِنَ الزَّمْهَرِیْرِ (٥)

ترجمہ: حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ نبی کریم ﷺ نے فرمایا کہ جب گرمی شدید ہو جائے تو نماز کو ٹھنڈے وقت میں پڑھا کرو کیونکہ گرمی کی تیزی جہنم کی آگ کی تیزی کی وجہ سے ہے۔ جہنم نے اپنے رب سے شکایت کی کہ میرے رب (آگ کی شدت کی وجہ سے) میرے بعض نے بعض کو کھالیا، اس پر خداوند تعالیٰ نے اسے دو سانس لینے کی اجازت دی۔ ایک سانس جاڑے میں اور ایک سانس گرمی میں، انتہائی سخت گرمی اور انتہائی سخت سردی جو تم لوگ محسوس کرتے ہو وہ اسی سے پیدا ہوتی ہے۔

عَنْ اَبِیْ سَعِیْدٍ قَالَ قَالَ رَسُوْلُ اللّٰہِ ﷺ اَبْرِدُوْا بِالظُّهْرِ فَاِنَّ شِدَّۃَ الْحَرِّ مِنْ فَیْحِ جَهَنَّمَ (٥)

ترجمہ: حضرت ابوسعید خدری رضی اللہ عنہ نے بیان کیا کہ نبی کریم ﷺ نے فرمایا ظہر کو ٹھنڈے وقت میں پڑھا کرو کیونکہ گرمی کی شدت جہنم کی بھاپ سے پیدا ہوتی ہے۔

(باب نمبر ١٠) اَلْاِبْرَادِ بِالظُّهْرِ فِی السَّفَرِ

سفر میں ظہر کو ٹھنڈے وقت میں پڑھنا

عَنْ اَبِیْ ذَرِّ الْغِفَارِیِّ رضی اللّٰہُ عَنْهُ قَالَ کُنَّا مَعَ رَسُوْلِ اللّٰہِ ﷺ فِیْ سَفَرٍ فَاَرَادَ الْمُؤَذِّنُ اَنْ یُؤَذِّنَ لِلظُّهْرِ فَقَالَ النَّبِیُّ ﷺ اَبْرِدْ ثُمَّ اَرَادَ اَنْ یُؤَذِّنَ فَقَالَ لَہٗ اَبْرِدْ حَتّٰی رَاَیْنَا فَیْءَ التُّلُوْلِ فَقَالَ النَّبِیُّ ﷺ اِنَّ شِدَّۃَ الْحَرِّ مِنْ فَیْحِ جَهَنَّمَ فَاِذَا اشْتَدَّ الْحَرُّ فَاَبْرِدُوْا بِالصَّلٰوۃِ وَقَالَ ابْنُ عَبَّاسٍ (رضی اللہ عنہ) یَتَفَیَّؤُا یَتَمَیَّلُ (٥)

ترجمہ: حضرت ابوذر غفاری رضی اللہ عنہ نے کہا ہم رسول اللہ ﷺ کے ساتھ ایک سفر میں تھے۔ مؤذن نے چاہا کہ ظہر کی اذان دے لیکن نبی کریم ﷺ نے فرمایا کہ ٹھنڈا ہونے دو۔ مؤذن نے (تھوڑی دیر بعد) پھر دوبارہ چاہا کہ اذان دے لیکن آپ ﷺ نے پھر فرمایا کہ ٹھنڈا ہونے دو، جب ٹیلے کا سایہ ہم نے دیکھ لیا (تب اذان کہی گئی) پھر نبی کریم ﷺ نے فرمایا کہ گرمی کی تیزی جہنم کی طرح سے ہے اس لیے جب گرمی سخت ہو جایا کرے تو ظہر کی نماز ٹھنڈے وقت میں پڑھا کرو۔ ابن عباس رضی اللہ عنہ نے فرمایا کہ یتفیا کے معنی یتمیل ہیں۔

حل لغات: یَتَمِیَّلُ (جھکنا، مائل ہونا ہیں (یعنی حدیث میں جو لفظ فیٔ (سایہ) آتا ہے وہ تفیأ سے مشتق ہے اور تفیأ کے معنی جھکنے کے ہیں، سایہ چونکہ ایک طرف سے دوسری طرف جھکتا اور مائل ہوتا رہتا ہے اس لئے اسے فیٔ کہا گیا)۔

شرح: ابراد فی الظھر: ظہر کی نماز گرمیوں میں ٹھنڈا کر کے پڑھنا مستحب ہے۔ اس باب میں امام بخاری رحمۃ اللہ علیہ کی بیان کردہ روایات احناف کی تائید میں ہیں لیکن افسوس ہے کہ غیر مقلدین ایک طرف بخاری کی روایات کا ڈھنڈورہ پیٹتے ہیں دوسری طرف اس کے خلاف چلتے ہیں۔ اصل مسئلہ یہ ہے کہ احناف کے نزدیک سردیوں میں نماز ظہر جلدی پڑھی جائے اور گرمیوں میں دن ٹھنڈا کر کے اور یہ مستحب اور افضل ہے، اور غیر مقلدین گرمیوں اور سردیوں دونوں موسموں میں زوال کے بعد پڑھ لیتے ہیں اور وہ بھی احادیث پیش کرتے ہیں۔ ہماری تائید کے لئے تو بخاری شریف کے علاوہ متعدد روایات ہیں جنہیں فقیر نے اپنے رسالہ "القول الیسر فی ابراد صلوۃ الظہر" میں جمع کر دی ہیں ان کی پیش کردہ روایات کے اجمالی جوابات حاضر ہیں۔

(۱) ہماری پیش کردہ روایات قولی بھی ہیں اور فعلی بھی اور علم الحدیث کا قاعدہ ہے کہ ترجیح احادیثِ قولی کو ہوتی ہے جب فعلی و قولی میں تعارض ہے یہاں تو الحمد للہ احناف کے پاس قولی احادیث بھی ہیں فعلی بھی۔

(۲) نبی پاک ﷺ کی دائمی عادت کریمہ سفر و حضر میں موسم گرما میں ظہر کی نماز ٹھنڈا کر کے پڑھتے، ہاں جواز اور ضرورت اور تسہیل امت کیلئے کبھی گرمی میں پڑھ لیتے اور علم الحدیث کا قاعدہ ہے کہ ان احادیث پر عمل کو ترجیح ہے جو حضور سرور عالم ﷺ کا دائمی عمل ہو، مثلاً آپ ﷺ کی عادت کریمہ تھی کہ پیشاب ہمیشہ بیٹھ کر کرتے لیکن کبھی کھڑے ہو کر بھی روایات میں ہیں تو اس کا مطلب یہی ہے کہ بیٹھ کر ہی پیشاب کرنا سنت ہے اور مجبوری اور ضرورت والی روایت لیکر ہمیشہ کھڑے ہو کر پیشاب نہ کیا جائے گا۔ غیر مقلدین دائمی سنت کو چھوڑ کر جواز والی روایات پر بضد ہیں۔

(۴) وہ احادیث جن میں گرمی میں اول وقت نماز پڑھ لینا جیسے اسی باب میں حضرت جابر رضی اللہ عنہ کی روایت ہے تو یہ منسوخ ہیں (نیل الاوطار، ص ۳۰۵ ، ۲ج)
مزید تفصیل و تحقیق کے لئے فقیر کا رسالہ القول الیسر فی ابراد صلوۃ الظہر پڑھئے۔

(باب نمبر ۱۱) وَقْتِ الظُّهْرِ عِنْدَ الزَّوَالِ

ظہر کا وقت زوال کے بعد سے

وَقَالَ جَابِرٌ كَانَ النَّبِيُّ ﷺ يُصَلِّيْ بِالْهَاجِرَةِ(٥)

ترجمہ: حضرت جابر رضی اللہ عنہ نے فرمایا کہ نبی کریم ﷺ بھری دوپہر میں (ظہر کی) نماز پڑھتے تھے۔

اَنَسُ بْنُ مَالِكٍ اَنَّ رَسُوْلَ اللّٰهِ ﷺ خَرَجَ حِيْنَ زَاغَتِ الشَّمْسُ فَصلَّى الظُّهْرَ فَقَامَ عَلَى الْمِنْبَرِ فَذَكَرَ السَّاعَةَ وَذَكَرَ اَنَّ فِيْهَا اُمُوْرًا عِظَامًا ثُمَّ قَالَ مَنْ اَحَبَّ اَنْ يَّسْئَلَ عَنْ شَيْءٍ فَلْيَسْئَلْ فَلَا تَسْئَلُوْنِي عَنْ شَيْءٍ اِلَّا اَخْبَرْتُكُمْ مَادُمْتُ فِيْ مَقَامِيْ هٰذَا فَاَكْثَرَ النَّاسُ فِي الْبُكَاءِ وَاَكْثَرَ اَنْ يَقُوْلَ سَلُوْنِيْ فَقَامَ عَبْدُاللّٰهِ بْنُ حُذَافَةَ السَّهْمِيْ فَقَالَ مَنْ اَبِيْ قَالَ اَبُوْكَ حُذَافَةُ ثم اَكْثَرَ اَنْ يَقُوْلَ سَلُوْنِيْ فَبَرَكَ عُمَرُ رَضِيَ اللّٰهُ عَنْهُ عَلٰى رُكْبَتَيْهِ فَقَالَ رَضِيْنَا بِاللّٰهِ رَبًّا وَ بِالْاِسْلَامِ دِيْنًا وَبِمُحَمَّدٍ نَبِيًّا فَسَكَتَ ثُمَّ قَالَ عُرِضَتْ عَلَيَّ الْجَنَّةُ وَالنَّارُ آنِفًا فِيْ عُرْضِ هٰذَا الْحَائِطِ فَلَمْ اَرَ كَالْخَيْرِ وَالشَّرِّ(٥)

ترجمہ: حضرت انس بن مالک رضی اللہ عنہ نے خبر دی کہ جب سورج مغرب کی طرف جھکا تو نبی کریم ﷺ باہر تشریف لائے اور ظہر کی نماز پڑھی۔ پھر ممبر پر تشریف لائے اور قیامت کا تذکرہ کیا۔ آپ ﷺ نے فرمایا کہ قیامت میں بڑے عظیم حوادث پیش آئیں گے۔ پھر آپ ﷺ نے فرمایا کہ اگر کسی کو کچھ پوچھنا ہو تو پوچھ لے کیونکہ جب تک میں اس جگہ پر ہوں تم مجھ سے جو بھی سوال کرو گے میں اس کا جواب دوں گا۔ لوگ بہت زیادہ آہ وزاری کرنے لگے اور آپ ﷺ برابر فرماتے جاتے تھے کہ جو کچھ پوچھنا ہو پوچھو، عبداللہ بن حذافہ سہمی کھڑے ہوئے اور دریافت کیا کہ میرے باپ کون ہیں۔ آپ ﷺ نے فرمایا کہ تمہارے باپ حذافہ ہیں۔ آپ اب بھی برابر فرما رہے تھے کہ پوچھو کیا پوچھتے ہو۔ اتنے میں حضرت عمر رضی اللہ عنہ گھٹنوں کے بل بیٹھ گئے

اورانہوں نے فرمایا کہ ہم اللہ تعالیٰ کے رب ہونے، اسلام کے دین ہونے اور محمد ﷺ کے نبی ہونے سے خوش اور راضی ہیں۔اس پر آنحضور ﷺ چپ ہوگئے۔پھر آپ ﷺ نے فرمایا کہ ابھی میرے سامنے جنت اور دوزخ پیش کی گئی تھیں۔اس دیوار پر خیر (جنت میں) اور شر (جہنم میں) جیسا میں نے اس مقام میں دیکھا اور کہیں نہیں دیکھا تھا۔

عَنْ اَبِیْ بَرْزَۃَ قَالَ کَانَ النَّبِیُّ ﷺ یُصَلِّی الصُّبْحَ وَاَحَدُنَا یَعْرِفُ جَلِیْسَہٗ وَیَقْرَاُ فِیْھَامَابَیْنَ السِّتِّیْنَ اِلَی الْمِائَۃِ وَیُصَلِّی الظُّھْرَ اِذَا زَالَتِ الشَّمْسُ وَالْعَصْرَ وَاَحَدُنَا یَذْھَبُ اِلٰی اَقْصَی الْمَدِیْنَۃِ رَجَعَ وَالشَّمْسُ حَیَّۃٌ وَنَسِیْتُ مَاقَالَ فِی الْمَغْرِبِ وَلَا یُبَالِی بِتَاخِیْرِ الْعِشَاءِ اِلٰی ثُلُثِ اللَّیْلِ ثُمَّ قَالَ اِلٰی شَطْرِ اللَّیْلِ وَقَالَ مُعَاذٌ قَالَ شُعْبَۃُ ثُمَّ لَقِیْتُہٗ مَرَّۃً فَقَالَ اَوْثُلُثِ اللَّیْلِ(٥)

ترجمہ: حضرت ابو برزہ نے کہا کہ نبی کریم ﷺ صبح کی نماز اس وقت پڑھتے تھے جب ہمارے لئے اپنے پاس بیٹھے ہوئے شخص کو پہچاننا ممکن تھا۔صبح کی نماز میں آنحضور ﷺ ساٹھ سے سوتک آیتیں پڑھتے تھے اور ظہر اس وقت پڑھتے تھے جب سورج ڈھل جاتا، اور عصر کی نماز اس وقت ہوتی کہ ہم مدینہ منورہ کی آخری حد تک (نماز پڑھنے کے بعد) جاتے اور پھر واپس آجاتے لیکن دن ابھی بھی باقی رہتا تھا، مغرب کا حضرت انس رضی اللہ عنہ نے جو وقت بتایا تھا وہ مجھے یاد نہیں رہا اور سرور عالم ﷺ عشاء کو تہائی رات تک مؤخر کرنے میں کوئی حرج نہیں سمجھتے تھے۔پھر حضرت ابو ہریرہ نے فرمایا کہ نصف شب تک (مؤخر کرنے میں کوئی حرج نہیں سمجھتے تھے) اور معاذ کا بیان ہے کہ شعبہ نے فرمایا کہ میں دوبارہ ابوالمنہال سے ملا تو انہوں نے (شک کے اظہار کے ساتھ) فرمایا" یا تہائی رات تک"۔

عَنْ اَنَسِ بْنِ مَالِکٍ قَالَ کُنَّا اِذَا صَلَّیْنَا خَلْفَ رَسُوْلِ اللّٰہِ ﷺ بِالظَّھَائِرِ سَجَدْنَا عَلٰی ثِیَابِنَا اِتِّقَاءَ الْحَرِّ(٥)

ترجمہ: انس بن مالک نے فرمایا کہ جب ہم (گرمیوں میں) نبی ﷺ کے پیچھے ظہر کی نماز پڑھتے تو گرمی سے بچنے کے لیے کپڑوں پر سجدہ کرتے تھے۔

شرح: سب کو معلوم ہے کہ سورج طلوع ہوتے ہی دوپہر تک اوپر کو چڑھتا ہے اور دوپہر کے بعد بجانب مغرب اترتا ہے۔سورج کی حد جہاں چڑھنے کی ختم ہوجائے اور اس کے بعد اترنا شروع ہوجائے اسے عرف میں

نصف النہار کہا جاتا ہے اس نصف النہار کے آگے بڑھنے کا نام زوال ہے یہی زوال ہی ظہر کی نماز کا ابتداء ہے۔اس کے بعد احناف کے نزدیک مثلین تک اصلی سایہ کے سوا ظہر کا وقت ہے اور امام شافعی سایہ اصلی کے سوا ایک مثل کے قائل ہیں۔

وقت ظہر و جمعہ: آفتاب ڈھلنے سے اس وقت تک ہے کہ ہر شے کا سایہ اصلی سایہ کے علاوہ دو چند ہو جائے، ہر دن کا سایہ اصلی وہ ہے کہ اس دن آفتاب کے خط نصف النہار پر پہنچنے کے وقت ہوتا ہے اور وہ موسم اور بلاد کے مختلف ہونے سے مختلف ہوتا ہے۔دن جتنا گھٹتا ہے سایہ بڑھتا جاتا ہے اور دن جتنا بڑھتا ہے سایہ کم ہوتا جاتا ہے یعنی جاڑوں میں زیادہ ہوتا ہے اور گرمیوں میں کم اور ان شہروں میں کہ خط استواء کے قرب میں واقع ہیں کم ہوتا ہے بلکہ بعض جگہ بعض موسم میں بالکل ہوتا ہی نہیں۔جب آفتاب بالکل سمت راس پر ہوتا ہے چنانچہ موسم سرما ماہ دسمبر میں ہمارے ملک کے عرض البلد پر کہ ۲۸ درجہ کے قریب پر واقع ہے ساڑھے آٹھ قدم سے زائد یعنی سوائے کے قریب سایہ اصلی ہو جاتا ہے اور مکہ معظمہ میں جو ۲۱ درجہ پر واقع ہے ان دنوں میں ۷ قدم سے کچھ ہی زائد ہوتا ہے اس سے زائد پھر نہیں ہوتا اسی طرح موسم گرما میں مکہ معظمہ میں ۲۷ مئی سے ۳۰ مئی تک دوپہر کے وقت بالکل سایہ نہیں ہوتا اس کے بعد پھر وہ سایہ الٹا ظاہر ہوتا ہے یعنی سایہ جو شمال کو پڑتا تھا اب مکہ معظمہ میں جنوب کو ہوتا ہے اور ۲۲ جون تک پاؤ قدم تک بڑھ کر پھر گھٹتا ہے یہاں تک کہ پندرہ جولائی سے ۱۸ جولائی تک پھر معدوم ہو جاتا ہے اس کے بعد پھر شمال کی طرف ظاہر ہوتا ہے اور ہمارے ملک میں نہ کبھی جنوب میں پڑتا ہے نہ کبھی معدوم ہوتا بلکہ سب سے کم سایہ ۲۲ جون کو نصف قدم باقی رہتا ہے۔(از افادات رضویہ)

فائدہ: آفتاب ڈھلنے کی پہچان یہ ہے کہ برابر زمین میں ہموار لکڑی اس طرح سیدھی نصب کریں کہ مشرق یا مغرب کو اصلاً نہ جھکی ہو۔آفتاب جتنا بلند ہوتا جائے گا اس لکڑی کا سایہ کم ہوتا جائے گا جب کم ہونا موقف ہو جائے تو اس وقت خط نصف النہار پر پہنچا اور اس وقت کا سایہ سایہ اصلی ہے۔اس کے بعد بڑھنا شروع ہوگا اور یہ دلیل ہے کہ خط نصف النہار سے متجاوز ہوا اب ظہر کا وقت ہوا یہ ایک تخمینہ ہے اس لئے کہ سایہ کم و بیش ہونا خصوصاً موسم گرما میں جلد متمیز نہیں ہوتا اس بہتر طریقہ خط نصف النہار کا ہے کہ ہموار زمین میں نہایت صحیح کمپاس سے سوئی کی سیدھ پر خط نصف النہار کھینچ دیں اور ان ملکوں میں اس خط کے جنوبی کنارے پر کوئی مخروطی شکل کی نہایت باریک نوک دار لکڑی خوب سیدھی نصب کریں کہ شرق یا غرب کو اصلاً نہ جھکی ہو اور وہ خط نصف النہار اس

کے قاعدے کے عین وسط میں ہو جب اس کی نوک کا سایہ اس خط پر منطبق ہو ٹھیک دوپہر ہو گیا جب بال برابر پورب کو جھکے دوپہر ڈھل گیا ظہر کا وقت آ گیا۔ (بہار شریعت)

حدیث جابر: امام بخاری رضی اللہ عنہ اس روایت سے استدلال کرتے ہیں کہ ظہر گرمیوں میں گرم وقت میں پڑھی جاتی تھی اس کے جوابات اجمالی حدیث سابق میں فقیر نے عرض کر دیئے۔ تفصیلی جوابات فقیر کے رسالے **"القول الیسر فی ابراد صلوة الظهر"** میں پڑھیے۔

حدیث انس: اس حدیث کا شان ورود امام قسطلانی نے لکھا کہ حضور نبی پاک ﷺ کو معلوم ہوا کہ منافقین آپ ﷺ سے بطور امتحان سوالات کرنا چاہتے ہیں اور ان کا خیال تھا کہ آپ ﷺ سے ایسے سوال کریں گے، جن کے جواب سے آپ عاجز آ جائیں گے (قسطلانی شرح بخاری) اس سے معلوم ہوا کہ نبی پاک ﷺ کی لاعلمی کا الزام منافقین کو تھا اور اب بھی جس پارٹی کو رسول اللہ ﷺ کے علوم غیبیہ پر شکوک و شبہات ہوں یقین کر لیں یہ پارٹی منافقین کی وارث ہے، اسی قسطلانی میں ہے کہ حضور نبی پاک ﷺ منافقین کی سازش کو بھانپ گئے اسی لئے منبر پر جلوہ افروز ہو کر اعلان فرمایا **سلونی ماشئتم** جو چاہو مجھ سے پوچھو، اس سے معلوم ہوا کہ جسے رسول اکرم ﷺ کے علم مبارک پر حرف گیری کا شوق ہو اس سے آپ ﷺ سخت ناراض ہوتے ہیں اسی لئے جو پارٹیاں اس دھندے میں لگی ہوئی ہیں وہ اپنا انجام سوچ لیں۔

صحابہ کی وراثت: اسی حدیث شریف سے یہ بھی ثابت ہوا کہ حضور نبی پاک ﷺ کے علوم غیبیہ پر صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کا ایمان تھا اسی لئے اہلسنت مبارکباد کے مستحق ہیں کہ انہیں صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کا طریقہ نصیب ہے کہ ان کا صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کی طرح رسول اکرم ﷺ کے علوم غیبیہ پر ایمان ہے۔ اس کی تفصیل دیکھئے فقیر کا رسالہ "صحابہ کرام کے وارث کون؟"

نکتہ: نبی پاک ﷺ نے **"فلاتسئلو عن شیء الااخبرته"** میں اپنے علم غیب کا دعویٰ فرمایا ہے اس لئے کہ علم معانی کا قاعدہ ہے کہ نکرہ نفی کے جز میں ہو اس میں عموم ہوتا ہے اور خود لفظ شی عام ہے جو ما سوی اللہ پر بولا جاتا ہے تو مطلب واضح ہے کہ اگر اس عموم کے تحت کوئی آپ سے علوم خمسہ یا کوئی اور علم غیب کا سوال کرتا تو کیا معاذ اللہ یہ کہتے اس کا مجھے کیا علم تو پھر عموم کا دعویٰ کیسا۔ اسی لئے اس دعویٰ کے عموم کا اظہار من وجہ ہو بھی گیا کہ حضرت عبد اللہ رضی اللہ عنہ نے سوال کیا کہ میرے باپ کا نام کیا ہے۔ آپ نے فرمایا "حذافہ" یہ ایسا علم ہے کہ جسے غیب سے ہی تعلق ہے تو آپ ﷺ نے فوراً جواب دیا ورنہ اس میں فرماتے کہ یہ لایعنی سوال ہے۔

تائید احناف: حضرت انس رضی اللہ عنہ کی روایت سے ثابت ہو گیا کہ گرمی کے وقت کپڑے پر سجدہ جائز ہے۔ اور وہ کپڑا نمازی نے پہن رکھا ہو یا کوئی علیحدہ کپڑا بچھایا جائے، امام شافعی دوسری صورت کے قائل ہیں لیکن انہیں یہی جواب کافی ہے کہ اس زمانے میں علیحدہ کپڑے بچھانے کا رواج نہ تھا تو لازماً اس سے احناف کی تائید ہوتی ہے۔

سوال: حدیث ابو برزہ رضی اللہ عنہ سے ثابت ہوتا ہے کہ نماز ظہر مثل اول تک ہو اور بس کیونکہ صحابی کی گواہی ہے کہ ظہر کے بعد عصر کی نماز پڑھ لی جاتی تو اس کے بعد ہمارا کوئی ایک عصر کی نماز پڑھ کر شہر کے دوسرے حصے میں جاتا تو اس وقت بھی سورج زندہ (موجود) ہوتا؟

جواب: یہ غلط فہمی حدیث کے جملہ "احدنا يذهب الى اقصى المدينة" سے ہوئی ہے اور اس سے آنا جانا دونوں طرفین لی گئی ہیں حالانکہ طرف واحد مراد ہے اور بقاعدہ (المفسر الحدیث الحدیث) حدیث حدیث کی تفسیر کرتی ہے، سے مراد لی گئی جیسا کہ دوسری روایت بخاری میں ہے کہ "يرجع احدنا الى رحله في اقصى المدينة والشمس حية" عصر کی نماز کے بعد جب ہم میں سے کوئی اپنے گھر جاتا تو اس وقت بھی سورج زندہ (موجود) ہوتا۔ دوسری غلط فہمی حوالی مدینہ یعنی اقصی المدینۃ کے لفظ سے ہوئی۔ حوالی مدینہ تین میل کا فاصلہ ہوتا ہے اور یہ اس کا مؤید ہے کہ عصر کی نماز ایک مثل کے بعد ہو۔ کیونکہ اتنا فاصلہ اسی صورت میں ہو سکتا ہے دو مثلوں کے بعد سورج اتنا دیر موجود نہیں رہ سکتا۔

(جواب): یہ غلط فہمی سفر کی مسافت طے کرنے پر مبنی ہے۔ اگر یہ مسافت سواری پر ہو تو سرے سے غلط فہمی نہیں ہو سکتی کیونکہ اس دور کی سواری اونٹ گھوڑا وغیرہ کے مطابق تین میل ان کیلئے کوئی بڑی مسافت نہیں وہ تو اس سے بھی زیادہ ایسے وقت میں سفر طے کر جاتے تھے۔ اگر پیدل سفر کی بات ہے تو بھی دور سابق کے لوگ تو گزر گئے آج بھی تجربہ کر لیں کہ پیدل چلنے والے عادی لوگوں کے لئے کوئی بڑی مسافت نہیں، ہم بارہا مدینہ طیبہ میں تجربہ کر چکے ہیں کہ مدینہ شہر سے مسجد قبا شریف پیدل جاتے ہیں پھر سورج زندہ (موجود) ہوتا ہے جب کہ ہم نماز حنفی مسلک کے مطابق پڑھ کر جاتے ہیں۔

سوال: حدیث انس رضی اللہ عنہ سے مخالفین احناف کی تائید ہوتی ہے جب کہ سخت گرمی میں نماز پڑھتے تو گرمی کے بچاؤ سے کپڑا سجدہ کی جگہ پر رکھتے۔

جواب: گرمی میں نماز ظہر کی احادیث منسوخ ہیں اور اتقاء الحر کے دیگر جوابات اور نسخ کے حوالہ جات کیلئے فقیر کا رسالہ "القول الیسر فی ابراد صلوۃ الظهر" پڑھئے۔

(باب نمبر ۱۲)

مَایُصَلّٰی بَعْدَ الْعَصْرِ مِنَ الْفَوَائِتِ وَنَحْوِهَا

عصر کے بعد قضا وغیرہ پڑھنا

وَقَالَ كُرَيْبٌ عَنْ أُمِّ سَلَمَةَ صَلّٰى النَّبِيُّ ﷺ بَعْدَ الْعَصْرِ الرَّكْعَتَيْنِ وَقَالَ شَغَلَنِيْ نَاسٌ مِّنْ عَبْدِالْقَيْسِ عَنِ الرَّكْعَتَيْنِ بَعْدَ الظُّهْرِ (٥)

ترجمہ: کریب نے ام سلمہ کے واسطہ سے بیان کیا ہے کہ نبی کریم ﷺ نے عصر کے بعد دو رکعتیں پڑھیں پھر فرمایا کہ بنو عبدالقیس کے وفد سے گفتگو کی وجہ سے میں ظہر کی دو رکعتیں نہیں پڑھ سکا تھا۔

عَائِشَةَ قَالَتْ وَالَّذِیْ ذَهَبَ بِهٖ مَاتَرَكَهُمَا حَتّٰى لَقِيَ اللهَ وَمَا لَقِيَ اللهَ حَتّٰى ثَقُلَ عَنِ الصَّلٰوةِ وَكَانَ يُصَلِّيْ كَثِيْراً مِّنْ صَلٰوتِهٖ قَاعِداً تَعْنِي الرَّكْعَتَيْنِ بَعْدَ الْعَصْرِ وَكَانَ النَّبِيُّ ﷺ يُصَلِّيْهِمَا وَلَا يُصَلِّيْهِمَا فِي الْمَسْجِدِ مَخَافَةَ اَنْ يُثْقِلَ عَلٰى اُمَّتِهٖ وَكَانَ يُحِبُّ مَايُخَفِّفُ عَنْهُمْ (٥)

ترجمہ: حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا نے فرمایا کہ اس ذات کی قسم جس نے رسول اللہ ﷺ کو اپنے یہاں بلالیا۔ آپ نے عصر کے بعد کی دو رکعتوں کو کبھی ترک نہیں فرمایا۔ یہاں تک کہ اللہ تعالیٰ سے جا ملے اور آپ ﷺ کو وفات سے پہلے نماز پڑھنے میں بڑی دشواری پیش آتی تھی اور اکثر آپ ﷺ بیٹھ کر نماز ادا فرمایا کرتے تھے۔ اگر چہ نبی کریم ﷺ انہیں پوری پابندی سے پڑھتے تھے لیکن اس خوف سے کہ کہیں (صحابہ بھی پڑھنے لگیں اور اس طرح) امت کو گراں باری ہو۔ انہیں آپ ﷺ مسجد میں نہیں پڑھتے تھے۔ آپ ﷺ اپنی امت کے لئے تخفیف پسند کرتے تھے۔

قَالَتْ عَائِشَةُ رَضِيَ اللهُ عَنْهَا ابْنَ اُخْتِيْ مَاتَرَكَ النَّبِيُّ ﷺ السَّجْدَتَيْنِ بَعْدَ الْعَصْرِ عِنْدِيْ قَطُّ (٥)

ترجمہ: عائشہ رضی اللہ عنہا نے فرمایا، بھتیجے! نبی کریم ﷺ نے عصر کے بعد کی دو رکعتیں میرے یہاں کبھی ترک نہیں کیں۔

قَالَتْ رَكْعَتَانِ لَمْ يَكُنْ رَسُوْلُ اللّٰهِ ﷺ يَدَعُهُمَا سِرًّا وَعَلَانِيَةً رَكْعَتَانِ قَبْلَ صَلٰوةِ الصُّبْحِ وَرَكْعَتَانِ بَعْدَ الْعَصْرِ (٥)

ترجمہ: عائشہ رضی اللہ عنہا سے روایت ہے کہ آپ ﷺ نے فرمایا کہ دو رکعتوں کو رسول اللہ ﷺ نے کبھی ترک نہیں فرمایا۔ پوشیدہ ہو یا عام لوگوں کے سامنے صبح کی نماز سے پہلے دو رکعتیں اور عصر کی نماز کے بعد دو رکعتیں۔

اَسْوَدَ وَمَسْرُوْقًا شَهِدَا عَلٰى عَائِشَةَ قَالَتْ كَانَ النَّبِيُّ ﷺ لَا يَاْتِيْنِيْ فِيْ يَوْمٍ بَعْدَ الْعَصْرِ اِلَّا صَلّٰى رَكْعَتَيْنِ (٥)

ترجمہ: اسود و مسروق عائشہ رضی اللہ عنہا کی خدمت میں حاضر تھے۔ آپ رضی اللہ عنہا نے فرمایا کہ نبی کریم ﷺ جب بھی میرے پاس عصر کے بعد تشریف لاتے تو دو رکعت ضرور پڑھتے۔

شرح: اس باب میں بتانا چاہتے ہیں کہ عصر کے بعد کوئی نوافل نہیں لیکن رسول اللہ ﷺ خود پڑھتے تھے اس کی وجہ بھی بتا دی ہے اور قضاء وغیرہ جائز ہے اس کی تفصیل گزر چکی ہے۔

(باب نمبر ۱۳) تَاخِيْرِ الظُّهْرِ اِلَى الْعَصْرِ

ظہر کی نماز عصر کے وقت

عَنِ ابْنِ عَبَّاسٍ اَنَّ النَّبِيَّ ﷺ صَلّٰى بِالْمَدِيْنَةِ سَبْعًا وَثَمَانِيًا الظُّهْرَ وَالْعَصْرَ وَالْمَغْرِبَ وَالْعِشَآءَ فَقَالَ اَيُّوْبُ لَعَلَّهٗ فِيْ لَيْلَةٍ مَّطِيْرَةٍ قَالَ عَسٰى (٥)

ترجمہ: ابن عباس رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ نبی پاک ﷺ نے مدینہ میں سات رکعتیں (ایک ساتھ) اور آٹھ رکعتیں (ایک ساتھ) پڑھیں، ظہر اور عصر (کی آٹھ رکعتیں) اور مغرب اور عشاء (کی سات رکعتیں) ایوب نے پوچھا شاید برسات کا موسم رہا ہو، جابر بن یزید نے جواب دیا کہ شاید ایسا ہی ہوگا۔

شرح: اس باب اور حدیث میں جمع بین الصلوٰتین کا بیان ہے فقیر پہلے اپنے مسلک حنفی کا موقف اور غیر مقلدین کا نظریہ پیش کرتا ہے۔ حنفیوں کے نزدیک سفر و حضر میں مقیم و مسافر اور تندرست اور مریض کو دو نمازیں جمع کرنا جائز ہے بایں طور کہ ظہر کو ایسے وقت میں پڑھے کہ بعد فراغت عصر کا وقت شروع ہو جائے یونہی مغرب کو ایسے وقت میں پڑھے کہ عشاء کا وقت شروع ہو جائے۔ اسے احناف جمع صوری کہتے ہیں یعنی صرف صورۃ

جمع الصلوٰتین ہے ورنہ درحقیقت ہر نماز علیحدہ علیحدہ اپنے وقت میں ہے، اور صرف جواز کیلئے ہے نہ یہ کہ اس کی عادت بنائی جائے اور حضور سرورِ عالم ﷺ نے بھی محض امت کی خیر خواہی کیلئے کیا۔

مسلم کی روایت میں ہے حضرت سعید نے ابن عباس رضی اللہ عنہ سے دریافت کیا کہ حضور ﷺ نے ایسا کیوں کیا تھا کہ ظہر کی نماز میں اتنی تاخیر کر دی اور اسی طرح مغرب کی نماز میں تاخیر کی۔ ابن عباس رضی اللہ عنہ نے جواب دیا کہ آپ ﷺ چاہتے تھے کہ امت تنگی میں مبتلا نہ ہو جائے۔ اس سے بھی زیادہ صراحت ایک دوسری حدیث میں ہے جو اسی حدیث کے راوی جابر بن عبداللہ یعنی ابوالشعشاء سے مروی ہے۔ یہ ابن عباس رضی اللہ عنہ کے مخصوص تلامذہ میں سے ہیں ان سے پوچھا گیا کہ غالباً آنحضور ﷺ نے ظہر کی نماز آخر وقت میں پڑھی ہوگی اور عصر کی شروع وقت میں اسی طرح مغرب کی نماز میں بھی آپ نے تاخیر کی ہوگی اور عشاء کی جلدی پڑھ لی ہوگی اس پر ابوالشعشاء نے فرمایا کہ میرا بھی یہی خیال ہے، خود ابن عباس رضی اللہ عنہ سے بھی نسائی میں اسی طرح روایت ہے۔

مزید روایات فقیر آگے چل کر عرض کرے گا۔ غیر مقلدین وہابیوں کا طریقہ ہے کہ وہ صرف بحالت سفر ظہر و عصر ایسے ہی مغرب و عشاء جمع کر کے پڑھتے ہیں یعنی عصر کے وقت میں ظہر و عصر ملا کر اور عشاء کے وقت میں مغرب و عشاء ادا کرتے ہیں۔

اہل انصاف فیصلہ فرمائیں کہ ہمارے (احناف) کے موقف میں کوئی نماز قضاء نہیں ہوتی اپنے وقت پر ہر نماز ادا ہوتی ہے۔ اور غیر مقلدین ایک نماز کا وقت قضاء کر کے دوسری نماز کے وقت میں پڑھتے ہیں اور جو دلائل دیتے ہیں ایسے ہیں جیسے وہ خود ہیں جن کی تفصیل فقیر نے رسالہ "جمع بین الصلوٰتین" میں عرض کر دی ہے اور اس شرح بخاری میں موقعہ بموقعہ عرض کرونگا (ان شاء اللہ)

شرح الحدیث المذکور: یہ حدیث احناف کی مؤید ہے اس لیے کہ ہم سفر و حضر میں صوری جمع الصلوٰتین کے قائل ہیں اس میں غیر مقلدین کا رد ہے کہ وہ جمع الصلوٰتین صرف سفر میں جائز رکھتے ہیں حالانکہ یہ روایت ان کی تردید کرتی ہے اس لئے کہ یہ جمع الصلوٰتین حضور اکرم ﷺ نے اپنے شہر مدینہ پاک میں فرمایا۔

یاد رہے کہ ان کا (غیر مقلدین کا) سفر کا بھی ایک بہانہ ہے ان کے مذہب میں سفر عام ہے اس کی میلوں و منزلوں کی کوئی قید نہیں بس گھر سے باہر نکلے تو سفر، کھیت دیکھنے گئے تو سفر، سیر و تفریح کے لئے گئے تو سفر حالانکہ

احادیث مبارکہ میں سفر تین دن کی راہ کا نام ہے جیسا کہ ہم اسی شرح میں تحقیق کریں گے اور ان کا یہ سفر کا قاعدہ شرعی نہیں مذاق ہے اور نماز خوری کا ایک بہانہ ہے کہ گھر سے باہر نکلے تو مسافر بن کر جمع الصلوتین کا ارتکاب کیا اس سے کئی نمازیں قضاء کرنے کے مرتکب ہوئے اور عمداً نماز قضاء کرنے یعنی بے وقت نماز پڑھنے کا گناہ سب کو معلوم ہے فقیر محض اتماما للحجۃ چند روایات لکھتا ہے۔

(۱) طبرانی اوسط میں اور ضیاء نے انس رضی اللہ عنہ سے روایت کی کہ حضور ﷺ نے فرمایا سب سے پہلے قیامت کے دن بندہ سے نماز کا حساب لیا جائے گا اگر یہ درست ہوئی تو باقی اعمال بھی ٹھیک رہیں گے اور یہ بگڑی تو سبھی بگڑے اور ایک روایت میں ہے کہ وہ خائب و خاسر ہوا۔

(۲) فاروق اعظم رضی اللہ عنہ نے اپنے صوبوں میں فرمان بھیجا کہ تمہارے سب کاموں سے اہم میرے نزدیک نماز ہے جس نے اس کا تحفظ کیا اور اس پر محافظت کی اس نے اپنا دین محفوظ رکھا، اور جس نے اسے ضائع کیا وہ اوروں کو بدرجہ اولیٰ ضائع کرے گا۔

(۳) ترمذی عبداللہ بن شقیق رضی اللہ عنہ سے راوی کہ صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کسی عمل کے ترک کو کفر نہیں جانتے سوائے نماز کے۔ بہت سی ایسی حدیثیں آئیں جن کا ظاہر یہ ہے کہ قصداً نماز کا ترک کفر ہے اور بعض صحابہ کرام مثلاً امیر المؤمنین حضرت عمر فاروق و عبدالرحمٰن بن عوف و عبداللہ بن مسعود و عبداللہ بن عباس و جابر بن عبداللہ و معاذ بن جبل و ابو ہریرہ و ابوالدرداء رضی اللہ عنہم کا یہی مذہب تھا اور بعض ائمہ مثلاً امام احمد بن حنبل و اسحٰق بن راہویہ و عبداللہ بن مبارک و امام نخعی کا بھی یہی مذہب تھا اگرچہ ہمارے امام اعظم و دیگر ائمہ نیز صحابہ کرام اس کی تکفیر نہیں کرتے پھر بھی یہ کیا تھوڑی بات ہے کہ ان جلیل القدر حضرات کے نزدیک ایسا شخص کافر ہے۔ بلکہ خود غیر مقلدین کا فتویٰ ہے کہ عمداً تارک نماز کافر ہے۔ اس پر ان کے کئی رسائل و تصانیف شاہد ہیں اسکے باوجود وہ عمداً سفر کا بہانہ بنا کر یا واقعی سفر میں ایک نماز قضاء کر کے دوسری ادا نماز کے وقت میں پڑھتے ہیں۔ اور اس غلط توجیہہ پر میاں نذیر حسین دہلوی (غیر مقلد وہابی) نے ضخیم رسالہ لکھا معیار الحق۔ امام احمد رضا محدث بریلوی قدس سرہ نے اسکے رد میں ضخیم کتاب لکھی جو قابلِ مطالعہ ہے۔ فقیر نے امام احمد رضا اور دیگر بزرگوں رحمہم اللہ کے فیض سے ضخیم تصنیف لکھی ''جمع بین الصلوتین'' جس میں اپنے موقف کی تائید قرآن و احادیث مبارکہ اور محدثین کرام کے اقوال سے مزین ہے۔

سات آٹھ: حدیث شریف سبعاً (۷) ثمانیاً (۸) لف نشر غیر مرتب ہے۔ پہلے آپ ﷺ کے صلوٰۃ الظہر والعصر کا نام لیا ان کی تعداد آٹھ ہے اسے ترتیب میں مؤخر کر دیا اور پھر والمغرب والعشاء کو بیان کر کے ان کی تعداد سات کو مقدم کر دیا۔ اب مطلب یہ ہوا کہ حضور نبی کریم ﷺ نے ظہر و عصر کو صورۃً جمع فرمایا کہ پہلے چار رکعت ظہر پڑھی یہاں تک کہ عصر کا وقت آ گیا تو آپ نے چار رکعت عصر ادا فرمائی یوں آٹھ رکعات ہوئیں پھر مغرب ایسے وقت میں پڑھی کہ اس کے اختتام پر عشاء کی نماز کا وقت شروع ہو گیا تو یہ کل سات ہوئیں۔

وقت العصر: اس کے وقت نماز میں اختلاف ہے دورِ حاضر میں نجدیوں کی دیکھا دیکھی اور اختلاف بڑھ گیا وہابی غیر مقلد نجدیوں کی تقلید احادیث بخاری وغیرہ پیش کرتے ہیں ان کے تفصیلی جواب فقیر نے اپنے رسالہ ''القول الیسر فی ابراد صلوۃ الظہر'' میں لکھ دیئے ہیں اپنی اس شرح بخاری میں بھی اجمالی جوابات مرقوم ہو چکے ہیں یہاں امام بخاری رحمۃ اللہ علیہ کی مرویہ روایات کے جوابات بھی اجمالی عرض کرونگا لیکن اس سے قبل احناف کا موقف وقت صلوۃ العصر کے بارے میں ملاحظہ ہو۔

وقت عصر: بعد ختم ہونے وقت ظہر کے یعنی سوا سایہ اصلی کے دو مثل سایہ ہونے سے آفتاب ڈوبنے تک ہے۔ (متون)

فائدہ: ان بلاد ہندوپاک میں وقت عصر کم از کم ایک گھنٹہ ۳۵ منٹ اور زیادہ سے زیادہ دو گھنٹے ۶ منٹ ہے اس کی تفصیل یہ ہے ۲۴ اکتوبر تحویل عقرب سے آخر ماہ تک ایک گھنٹہ ۳۶ منٹ، پھر یکم نومبر سے ۱۸ فروری یعنی پونے چار مہینے تک تقریباً ایک گھنٹہ ۳۵ منٹ۔ سال میں یہ سب سے چھوٹا وقت عصر ہے۔ ان بلاد میں عصر کا وقت کبھی اس سے کم نہیں ہوتا، پھر ۱۹ فروری تحویل حوت سے ختم ماہ تک ایک گھنٹہ ۳۶ منٹ، پھر مارچ کے ہفتہ اول میں ایک گھنٹہ ۳۷ منٹ ہفتہ دوم میں ایک گھنٹہ ۳۸ منٹ ہفتہ سوم میں ایک گھنٹہ ۴۰ منٹ، پھر ۲۱ مارچ تحویل حمل سے آخر ماہ تک ایک گھنٹہ ۴۱ منٹ، پھر اپریل کے پہلے ہفتہ میں ایک گھنٹہ ۴۳ منٹ، دوسرے ہفتہ میں ایک گھنٹہ ۴۵ منٹ، تیسرے ہفتہ میں ایک گھنٹا ۴۸ منٹ، پھر ۲۰۔۲۱ اپریل تحویل ثور سے آخر ماہ تک ایک گھنٹہ ۵۰ منٹ، پھر مئی کے ہفتہ اول میں ایک گھنٹہ ۵۳ منٹ، ہفتہ دوم میں ایک گھنٹہ ۵۵ منٹ، ہفتہ سوم میں ایک گھنٹہ ۵۸ منٹ، پھر مئی ۲۲۔۲۳ مئی تحویل جوزا سے آخر ماہ تک دو گھنٹے ایک منٹ، پھر جون کے پہلے ہفتہ میں دو گھنٹے ۳ منٹ، ہفتہ دوم میں دو گھنٹے ۴ منٹ، ہفتہ سوم میں دو گھنٹے ۵ منٹ، پھر ۲۲ جون تحویل سرطان سے آخر ماہ تک ۲ گھنٹے ۶ منٹ، پھر ہفتہ اول جولائی میں دو گھنٹے ۵ منٹ، ہفتہ دوم میں دو گھنٹہ ۴ منٹ، تیسرے ہفتہ میں ۲ گھنٹہ ۲

منٹ، پھر ۲۳ جولائی تحویل اسد کو ۲ گھنٹے ایک منٹ، اس کے بعد سے آخر ماہ تک ۲ گھنٹے۔ پھر اگست کے پہلے ہفتہ میں ایک گھنٹہ ۵۸ منٹ، دوسرے ہفتہ میں ایک گھنٹہ ۵۵ منٹ، تیسرے ہفتہ میں ایک گھنٹہ ۵۱ منٹ، پھر ۲۳۔۲۴ اگست تحویل سنبلہ کو ایک گھنٹہ ۵۰ منٹ، پھر اس کے بعد آخر ماہ تک ایک گھنٹہ ۴۸ منٹ، پھر ہفتہ اول ستمبر میں ایک گھنٹہ ۴۶ منٹ، دوسرے ہفتہ میں ایک گھنٹہ ۴۴ منٹ، تیسرے ہفتہ میں ایک گھنٹہ ۴۲ منٹ، پھر ۲۳۔۲۴ ستمبر میں تحویل میزان میں ایک گھنٹہ ۴۱ منٹ، پھر اس کے بعد آخر ماہ تک ایک گھنٹہ ۴۰ منٹ، پھر ہفتہ اول اکتوبر میں ایک گھنٹہ ۳۹ منٹ ہفتہ دوم میں ایک گھنٹہ ۳۸ منٹ، ہفتہ سوم میں ۲۳ ۱ اکتوبر ایک گھنٹہ ۳۷ منٹ غروب آفتاب سے پیشتر وقت عصر شروع ہوتا ہے۔ (افادات رضویہ، بہار شریعت)

خلاصہ یہ کہ سایہ اصلی کے سوا دو مثلوں کے بعد نماز عصر دو گھنٹے رہتا ہے ہاں سورج ڈوبنے سے پہلے پندرہ منٹ عصر کا وقت مکروہ ہو جاتا ہے اس کا خیال ضروری ہے۔

حجرۂ حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا کی دھوپ: اس روایت سیدہ عائشہ سے بھی شوافع اور دور حاضر کے خوارج (وہابی) استدلال کرتے ہیں کہ عصر نماز مثل اول کے بعد ہے اس لئے کہ بی بی صاحبہ رضی اللہ عنہا فرماتی ہیں کہ نبی پاک ﷺ جب عصر کی نماز پڑھتے تو دھوپ ان کے حجرہ میں باقی رہتی تھی۔ امام شافعی رحمۃ اللہ علیہ کے استدلال اور وہابیہ غیر مقلدین کے وہم کا جواب حضرت امام طحاوی رحمۃ اللہ علیہ نے لکھا ہے کہ چونکہ ازواج مطہرات کے حجروں کی دیواریں بہت چھوٹی تھیں اس لئے غروب سے پہلے کچھ نہ کچھ دھوپ حجرہ میں باقی رہتی تھی اور اگر چہ حجرے بہت تنگ اور چھوٹے تھے لیکن دھوپ دیواروں کے چھوٹے ہونے کی وجہ سے برابر آتی رہتی تھی اس لئے حضور ﷺ کی نماز عصر کے وقت حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا کے حجرہ میں دھوپ رہتی تھی تو اس سے یہ ثابت نہیں ہوتا کہ آپ نماز سویرے ہی پڑھ لیتے تھے۔

فائدہ: اس باب کی بعض روایات سے مخالفین نے استدلال کیا ہے ان کے اجمالی جوابات "**ابراد صلوۃ الظھر**" میں گزرے ہیں تفصیل رسالہ "**القول الیسر فی ابراد صلوۃ الظھر**" میں ہے۔ دراصل یہ اختلاف جو روایات میں ہے وہ وقت کے بتانے میں اختلاف ہے۔ صحابہ رضوان اللہ علیہم نے اپنے مشاہدات بیان فرمائے ہیں اور نماز کے اوقات کی ابتداء اور انتہا کی تعبیر مختلف الفاظ سے کی ہے مثلاً ظہر کی نماز کیلئے "حتی رأینا فی التلول" (اس وقت نماز پڑھی گئی جب ٹیلے کے سائے نظر آنے لگے) کہا۔ عصر کے لئے کسی

نے کہا کہ "مرتفعة حية" (عصر کی نماز ہوتی تو سورج ابھی بلندی پر اور زندہ وروشن ہوتا تھا)۔ حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا نے فرمایا "عصر کے وقت دھوپ میرے حجرہ میں رہتی تھی" کسی نے کہا کہ عصر پڑھ کے ہم اپنے گھر آتے تھے مدینہ کے سب سے آخری کونے پر اور سورج ابھی باقی رہتا تھا۔ مغرب کے لئے کہا "ہم نماز پڑھ کر واپس ہوتے تو تیر گرنے کی جگہ کو دیکھ سکتے تھے" کسی نے صرف اسی پر اکتفا کیا کہ "مغرب کا وقت ہوتے ہی نماز پڑھ لی جاتی ان تمام تعبیرات سے جن میں مافی الضمیر کیلئے مختلف الفاظ بیان کئے گئے ہیں اور دوسرے قرائن کے پیش نظر آئمہ کرام نے نماز کے اوقات کی تعیین کی ہے۔

(باب نمبر ۱٤) وَقْتِ الْعَصْرِ

عصر کے وقت کا بیان

عَنْ عَائِشَةَ (رضی الله عنها) كَانَ النَّبِیُّ ﷺ يُصَلِّي الْعَصرَوَالشَّمْسُ لَمْ تَخْرُجْ مِنْ حُجْرَتِهَا (٥)

ترجمہ: عائشہ رضی اللہ عنہا نے فرمایا کہ نبی کریم ﷺ عصر کی نماز ایسے وقت پڑھتے تھے کہ ان کے حجرہ میں ابھی دھوپ باقی رہتی تھی۔

حَدَّثَنَا قُتَيْبَةُ قَالَ حَدَّثَنَا اللَّيْثُ عَنْ اِبْنِ شِهَابٍ عَنْ عُرْوَةَ عَنْ عَائِشَةَ (رضی الله عنها) اَنَّ رَسُوْلَ اللهِ ﷺ صَلَّى الْعَصْرِ وَالشَّمْسُ فِيْ حُجْرَتِهَا لَمْ يَظْهَرِ الْفَيُّ مِنْ حُجْرَتِهَا(٥)

ترجمہ: ہم سے قتیبہ نے بیان کیا، کہا کہ ہم سے لیث نے ابن شہاب کے واسطہ سے بیان کیا، وہ عروہ سے وہ عائشہ رضی اللہ عنہا سے کہ رسول اللہ ﷺ نے عصر کی نماز پڑھی تو دھوپ ان کے حجرہ ہی میں تھی۔ سایہ دیوار پر بھی نہ چڑھا تھا۔

عَنْ عَائِشَةَ (رضی الله عنها) قَالَتْ كَانَ النَّبِیُّ ﷺ يُصَلِّيْ صَلٰوةَ الْعَصْرِ وَالشَّمْسُ طَالِعَةٌ فِيْ حُجْرَتِيْ وَلَمْ يَظْهَرِ الْفَيْ ءُ بَعْدُ قَالَ اَبُوْ عَبْدِاللهِ وَقَالَ مَالِكٌ وَيَحْيٰى بْنُ سَعِيْدٍ وَشُعَيْبٌ وَّابْنُ اَبِيْ حَفْصَةَ وَالشَّمْسُ قَبْلَ اَنْ تَظْهَرَ (٥)

ترجمہ: عائشہ رضی اللہ عنہا نے فرمایا کہ نبی کریم ﷺ جب عصر کی نماز پڑھتے تھے تو سورج ابھی میرے حجرے

میں جھانکتا رہتا تھا۔ ابھی سایہ چڑھا بھی نہ ہوتا تھا۔ ابوعبداللہ (امام بخاری رحمۃ اللہ علیہ) کہتے ہیں کہ مالک یحیی بن سعید شعیب اور ابن ابی حفصہ کی روایت میں (زہری سے) والشمس قبل ان تظھر کے الفاظ ہیں (مطلب وہی ہے۔ دونوں روایتوں کی توجیہ حافظ ابن حجر نے تفصیل سے بیان کی ہے۔ عربی دان اصحاب اسے ملاحظہ کر سکتے ہیں)

عَنْ سَيَّارِبْنِ سَلَامَةَ قَالَ دَخَلْتُ اَنَا وَاَبِیْ عَلٰی اَبِیْ بَرْزَةَ لاَ سْلَمِّي فَقَالَ لَهٗ اَبِیْ كَيْفَ كَانَ رَسُوْلُ اللهِ ﷺ يُصَلِّي الْمَكْتُوْبَةَ فَقَالَ كَانَ يُصَلِّي الْهَجِيْرَ الَّتِي تَدْعُوْنَهَا الْاُوْلٰى حِيْنَ تَدْحَضُ الشَّمْسُ وَيُصَلِّي الْعَصْرَ ثُمَّ يَرْجِعُ اَحَدُنَا اِلٰى رَحْلِهٖ فِيْ اَقْصَى الْمَدِيْنَةِ وَالشَّمْسُ حَيَّةٌ وَنَسِيْتُ مَا قَالَ فِي الْمَغْرِبِ وَكَانَ يَسْتَحِبُّ اَنْ يُؤَخِّرَ مِنَ الْعِشَاءِ الَّتِيْ تَدْعُوْنَهَا الْعَتَمَةَ وَكَانَ يَكْرَهُ النَّوْمَ قَبْلَهَا وَالْحَدِيْثِ بَعْدَهَا وَكَانَ يَنْفَتِلَ مِنْ صَلٰوةِ الْغَدَاةِ حِيْنَ يَعْرِفُ الرَّجُلُ جَلِيْسَهٗ وَيَقْرَأُ بِالسِّتِّيْنَ اِلَى الْمِائَةِ (٥)

ترجمہ: سیار بن سلامہ نے بیان کیا کہ میں میرے والد ابو برزہ اسلمی کے یہاں گئے۔ میرے والد نے پوچھا کہ حضور ﷺ کس طرح نماز پڑھتے تھے۔ انہوں نے فرمایا کہ دوپہر کی نماز جسے تم "صلوٰۃ اولیٰ" کہتے ہو سورج ڈھلنے کے بعد پڑھتے تھے، اور جب عصر پڑھتے اس کے بعد کوئی شخص مدینہ کے انتہائی کنارہ پر اپنے گھر واپس آجاتا اور سورج اب بھی موجود ہوتا تھا۔ مغرب کے وقت سے متعلق آپ نے جو کچھ کہا تھا مجھے وہ یاد نہیں رہا اور عشاء جسے تم "عتمہ" کہتے ہو اس میں تاخیر کو پسند فرماتے تھے اور اس سے پہلے سونے کو اور اس کے بعد بات چیت کرنے کو ناپسند فرماتے تھے اور صبح کی نماز سے اس وقت فارغ ہوجاتے تھے جب آدمی اپنے قریب بیٹھے ہوئے دوسرے شخص کو پہچان سکتا اور صبح کی نماز میں آپ ﷺ ساٹھ سے سو تک آیتیں پڑھتے تھے۔

عَنْ اَنَسِ بْنِ مَالِكٍ (رضی الله عنه) قَالَ كُنَّا نُصَلِّي الْعَصْرَ ثُمَّ يَخْرُجُ الْاِنْسَانُ اِلٰى بَنِيْ عَمْرِو بْنِ عَوْفٍ فَيَجِدُ هُمْ يُصَلُّوْنَ الْعَصْرَ (٥)

ترجمہ: انس بن مالک (رضی اللہ عنہ) نے فرمایا کہ ہم عصر کی نماز پڑھ چکتے اور اس کے بعد کوئی بنی عمرو بن عوف (قبا) کی مسجد میں جاتا تو لوگ ابھی عصر پڑھتے رہتے تھے۔

اَبَا اُمَامَةَ يَقُوْلُ صَلَّيْنَا مَعَ عُمَرَ بْنِ عَبْدِالْعَزِيْزِ الظُّهْرَ ثُمَّ خَرَجْنَا حَتّٰى دَخَلْنَا عَلٰى اَنَسِ بْنِ

مَالِکٍ فَوَجَدْنَاهُ يُصَلِّي الْعَصْرَ فَقُلْتُ يَاعَمِّ مَاهٰذِهِ الصَّلٰوةُ الَّتِيْ صَلَّيْتَ قَالَ الْعَصْرَ وَهٰذِهٖ صَلٰوةُ رَسُوْلِ اللّٰهِ ﷺ الَّتِيْ كُنَّا نُصَلِّي مَعَهٗ (٥)

ترجمہ: ابوامامہ کہتے تھے کہ ہم نے عمر بن عبدالعزیز رحمۃ اللہ علیہ کے ساتھ ظہر کی نماز پڑھی پھر واپسی میں حضرت انس بن مالک رضی اللہ عنہ کی خدمت میں حاضر ہوئے کیا دیکھا کہ آپ عصر کی نماز پڑھ رہے ہیں، میں نے عرض کی کہ عم مکرم! یہ کونسی نماز آپ پڑھ رہے تھے۔ فرمایا کہ عصر اور اسی وقت ہم رسول اللہ ﷺ کے ساتھ یہ نماز پڑھتے تھے۔

عَنْ اَنَسِ بْنِ مَالِكٍ (رضی اللہ عنہ) قَالَ كُنَّا نُصَلِّي الْعَصْرَ ثُمَّ يَذْهَبُ الذَّاهِبُ مِنَّا اِلٰى قُبَاءَ فَيَاْتِيْهِمْ وَالشَّمْسُ مُرْتَفِعَةٌ (٥)

ترجمہ: انس بن مالک (رضی اللہ عنہ) نے فرمایا ہم عصر کی نماز پڑھتے (نبی کریم ﷺ کیساتھ) اس کے بعد کوئی شخص قبا جاتا اور جب وہاں پہنچ جاتا تو سورج ابھی بلندی پر ہوتا تھا۔

اَنَسِ بْنِ مَالِكٍ قَالَ كَانَ رَسُوْلُ اللّٰهِ ﷺ يُصَلِّي الْعَصْرَ وَالشَّمْسُ مُرْتَفِعَةٌ حَيَّةٌ فَيَذْهَبُ الذَّاهِبُ اِلَى الْعَوَالِيْ فَيَاْتِيْهِمْ وَالشَّمْسُ مُرْتَفِعَةٌ وَبَعْضُ الْعَوَالِيْ مِنَ الْمَدِيْنَةِ عَلٰى اَرْبَعَةِ اَمْيَالٍ اَوْ۔۔۔۔۔

ترجمہ: حضرت انس بن مالک نے بیان کیا، انہوں نے فرمایا کہ رسول اللہ ﷺ جب عصر کی نماز پڑھتے تو سورج بلندی پر اور روشن ہوتا تھا پھر ایک شخص مدینہ کے بالائی علاقہ کی طرف جاتا تو وہاں پہنچنے کے بعد بھی سورج بلند رہتا تھا۔ مدینہ کے بالائی علاقہ کے بعض مقامات تقریباً چار میل دور ہیں۔

باب نمبر ١٥ اِثْمِ مَنْ فَاتَتْهُ الْعَصْرُ

عصر کے چھوٹ جانے پر گناہ

عَنْ عَبْدِاللّٰهِ بْنِ عُمَرَ اَنَّ رَسُوْلَ اللّٰهِ ﷺ قَالَ الَّذِيْ تَفُوْتُهٗ صَلٰوةُ الْعَصْرِ فَكَاَنَّمَا وُتِرَ اَهْلُهٗ وَمَالُهٗ.

ترجمہ: حضرت عبداللہ بن عمر سے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا جس کی نماز عصر چھوٹ گئی اس کا گھر اور مال ضائع ہوگیا۔

(باب نمبر ۱۶) اِثْمِ مَنْ تَرَکَ الْعَصْرَ

نمازِ عصر قصداً چھوڑ دینے پر گناہ

عَنْ اَبِیْ مَلِیْحٍ قَالَ کُنَّا مَعَ بُرَیْدَۃَ فِیْ یَوْمٍ ذِیْ غَیْمٍ فَقَالَ بَکِّرُوْا بِصَلٰوۃِ الْعَصْرِ فَاِنَّ النَّبِیَّ ﷺ قَالَ مَنْ تَرَکَ صَلٰوۃَ الْعَصْرِ فَقَدْ حَبِطَ عَمَلُہٗ۔

ترجمہ: ابوملیح سے کہا کہ ہم بریدہ رضی اللہ عنہ کے ساتھ ایک غزوہ میں تھے، بارش کا دن تھا۔ آپ فرمانے لگے کہ عصر کی نماز سویرے پڑھ لو کیونکہ نبی کریم ﷺ نے فرمایا ہے کہ جس نے عصر کی نماز چھوڑ دی اس کا عمل ضائع ہو جاتا ہے۔

(باب نمبر ۱۷) فَضْلِ صَلٰوۃِ الْعَصْرِ

نمازِ عصر کی فضیلت

عَنْ جَرِیْرِ بْنِ عَبْدِ اللّٰہِ قَالَ کُنَّا عِنْدَ النَّبِیِّ ﷺ فَنَظَرَ اِلَی الْقَمَرِ لَیْلَۃً فَقَالَ اِنَّکُمْ سَتَرَوْنَ رَبَّکُمْ کَمَا تَرَوْنَ ھٰذَا الْقَمَرَ لَا تُضَامُّوْنَ فِیْ رُؤْیَتِہٖ فَاِنِ اسْتَطَعْتُمْ اَنْ لَّا تُغْلَبُوْا عَلٰی صَلٰوۃٍ قَبْلَ طُلُوْعِ الشَّمْسِ وَقَبْلَ غُرُوْبِھَا فَافْعَلُوْا ثُمَّ قَرَأَ فَسَبِّحْ بِحَمْدِ رَبِّکَ قَبْلَ طُلُوْعِ الشَّمْسِ وَقَبْلَ الْغُرُوْبِ قَالَ اِسْمٰعِیْلُ افْعَلُوْا لَا تَفُوْتَنَّکُمْ (۵)

ترجمہ: جریر بن عبداللہ نے کہا کہ ہم نبی کریم ﷺ کی خدمت میں حاضر تھے، آپ ﷺ نے چاند پر ایک نظر ڈالی پھر فرمایا کہ تم اپنے رب کو (آخرت میں) اسی طرح دیکھو گے جیسے اس چاند کو دیکھ رہے ہو اس دیکھنے میں کوئی دھکا پیل بھی نہیں ہوگی پس اگر تم ایسا کر سکتے ہو کہ سورج طلوع ہونے سے پہلے (فجر) اور سورج غروب ہونے سے پہلے (عصر) کی نمازوں سے تمہیں کوئی چیز نہ روک سکے تو ایسا ضرور کرو۔ پھر آپ نے اس آیت کی تلاوت کی (ترجمہ) پس اپنے رب کی حمد و تسبیح کرو سورج طلوع ہونے اور غروب ہونے سے پہلے۔ اسمٰعیل (راوی حدیث) نے کہا کہ ایسا کرلو کہ (عصر اور فجر کی نمازیں) چھوٹنے نہ پائیں۔

عَنْ اَبِیْ ھُرَیْرَۃَ اَنَّ رَسُوْلَ اللّٰہِ ﷺ قَالَ یَتَعَاقَبُوْنَ فِیْکُمْ مَلٰٓئِکَۃٌ بِاللَّیْلِ وَمَلٰٓئِکَۃٌ بِالنَّھَارِ

وَیَجْتَمِعُوْنَ فِی صَلٰوۃِ الْفَجْرِ وَصَلٰوۃِ الْعَصْرِ ثُمَّ یَعْرُجُ الَّذِیْنَ بَاتُوْا فِیْکُمْ فَیَسْاَلُھُمْ رَبُّھُمْ وَھُوَ اَعْلَمُ بِھِمْ کَیْفَ تَرَکْتُمْ عِبَادِیْ فَیَقُوْلُوْنَ تَرَکْنَاھُمْ وَھُمْ یُصَلُّوْنَ وَاَتَیْنَاھُمْ وَھُمْ یُصَلُّوْنَ(٥)

ترجمہ: ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا کہ رات اور دن میں ملائکہ کی ڈیوٹیاں بدلتی رہتی ہیں اور فجر اور عصر کی نمازوں میں (ڈیوٹی پر آنے والوں اور رخصت پانے والوں) کا اجتماع ہوتا ہے۔ پھر تمہارے پاس رہنے والے ملائکہ جب رب کی بارگاہ میں حاضر ہوتے ہیں تو اللہ تعالیٰ پوچھتا ہے حالانکہ وہ ان سے زیادہ اپنے بندوں کے متعلق جانتا ہے، کہ میرے بندوں کو تم لوگوں نے کس حال میں چھوڑا۔ وہ جواب دیتے ہیں کہ ہم نے جب انہیں چھوڑا تو وہ نماز پڑھ رہے تھے اور جب ان کے پاس گئے تب بھی وہ نماز پڑھ رہے تھے۔

شرح: ہر نماز کی بہت بڑی فضیلتیں ہیں اور ہر نماز کے ترک پر بے شار وعیدیں ہیں لیکن یہاں عصر کی تخصیص اس لئے کہ یہ وقت کاروبار میں مصروفیت کا ہے اسی لئے اس کے ترک کی وعیدیں سنائی گئی ہیں لیکن امام سیوطی رحمۃ اللہ علیہ نے فرمایا کہ فجر وعصر کی تخصیص اس لئے کہ جنت میں دیدار الٰہی اسی وقت نصیب ہوگا اور جنت میں رات دن اس طرح ہوں گے کہ اہل جنت اور اللہ تعالیٰ کے درمیان پردہ کھینچ دیا جائے گا تو رات ہو جائے گی اسے ہٹا دیا جائے گا تو دن ہوگا (البدور السافرہ للسیوطی)

دیدار الٰہی: آخرت میں اہل ایمان کو دیدار الٰہی ہوگا۔ معتزلہ منکر ہیں، ہاں دنیا میں سوائے ہمارے نبی پاک ﷺ کے بلا پردہ کسی کو دیدار نصیب نہیں ہوا۔ ہاں خواب میں بہت سے خوش بختوں کو بار ہا زیارت نصیب ہوئی ہمارے امام اعظم ابوحنیفہ رضی اللہ عنہ کو سو بار زیارت ہوئی۔

ملائکہ کرام کی ڈیوٹی: یہ وہ دو فرشتے ہیں جنہیں کراماً کاتبین کہا جاتا ہے یا انسان کے محافظ ملائکہ جو ہر نابالغ کے ساتھ اور بالغ کے ساتھ ہر وقت ساتھ رہتے ہیں ان کی ڈیوٹی بدلتی رہتی ہے، کسی وقت بھی انسان سے کہیں نہیں جاتے۔ ہاں جب ایک گروپ ڈیوٹی دے کر اللہ تعالیٰ کے حضور پہونچتا ہے تو ان سے اللہ تعالیٰ بندوں کا حال پوچھتا ہے حالانکہ وہ علیم وخبیر ہے۔ صرف عبادت کی عظمت کی وجہ سے یا ملائکہ کو گواہ بنانے کیلئے یا اس لئے کہ وہ انسان کی عظمت سے آگاہ ہوں کہ ملائکہ نے انسان کی تخلیق کے وقت انہیں فسادی وغیرہ سمجھا تھا۔

اس سے وہابیوں دیوبندیوں کا بھی رد ہوا کہ وہ رسول اکرم ﷺ کے صحابہ کرام سے پوچھنے کو لاعلمی پر محمول کرتے ہیں حالانکہ مُسلّم قاعدہ ہے کہ پوچھنا لاعلمی سے نہیں ہوتا بلکہ اس میں ہزاروں حکمتیں ہوتی ہیں۔ ولکن الوھابیۃ قوم لایعقلون۔

(باب نمبر ۱۸)

مَنْ اَدْرَکَ رَکْعَةً مِنَ الْعَصْرِ قَبْلَ الْغُرُوْبِ

جو عصر کی ایک رکعت غروب سے پہلے پہلے پڑھ سکا

عَنْ اَبِیْ هُرَیْرَةَ قَالَ قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ ﷺ اِذَا اَدْرَکَ اَحَدُکُمْ سَجْدَةً مِّنْ صَلٰوةِ الْعَصْرِ قَبْلَ اَنْ تَغْرُبَ الشَّمْسُ فَلْیُتِمَّ صَلٰوتَهٗ وَاِذَا اَدْرَکَ سَجْدَةً مِّنْ صَلٰوةِ الصُّبْحِ قَبْلَ اَنْ تَطْلُعَ الشَّمْسُ فَلْیُتِمَّ صَلٰوتَهٗ (o)

ترجمہ: حضرت ابو ہریرہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا کہ اگر عصر کی نماز کی ایک رکعت بھی کوئی شخص سورج غروب ہونے سے پہلے پڑھ سکا تو پوری نماز پڑھے۔ اسی طرح اگر سورج طلوع ہونے سے پہلے ایک رکعت پڑھ سکے تو پوری نماز پڑھے۔

عَنْ سَالِمِ بْنِ عَبْدِاللّٰهِ عَنْ اَبِیْهِ اَنَّهٗ اَخْبَرَهٗ سَمِعَ رَسُوْلَ اللّٰهِ ﷺ یَقُوْلُ اِنَّمَا بَقَآؤُکُمْ فِیْمَا سَلَفَ قَبْلَکُمْ مِنَ الْاُمَمِ کَمَا بَیْنَ صَلٰوةِ الْعَصْرِ اِلٰی غُرُوْبِ الشَّمْسِ اُوْتِیَ اَهْلَ التَّوْرٰیةِ التَّوْرٰیةَ فَعَمِلُوْا حَتّٰی اِذَا انْتَصَفَ النَّهَارُ عَجَزُوْا فَاُعْطُوْا قِیْرَاطاً قِیْرَاطاً ثُمَّ اُوْتِیَ اَهْلَ الْاِنْجِیْلِ الْاِنْجِیْلَ فَعَمِلُوْا اِلَی الصَّلٰوةِ الْعَصْرِ ثُمَّ عَجَزُوْا فَاُعْطُوْا قِیْرَاطاً قِیْرَاطاً ثُمَّ اُوْتِیْنَا الْقُرْاٰنَ فَعَمِلْنَا اِلٰی غُرُوْبِ فَاُعْطِیْتُ قِیْرَاطَیْنِ قِیْرَاطَیْنِ فَقَالَ اَهْلُ الْکِتَابَیْنِ اَیْ رَبَّنَا اَعْطَیْتَ هٰؤُلَآءِ قِیْرَاطَیْنِ قِیْرَاطَیْنِ وَاَعْطَیْتَنَا قِیْرَاطاً قِیْرَاطاً وَنَحْنُ کُنَّا اَکْثَرَ عَمَلاً قَالَ اللّٰهُ عَزَّوَجَلَّ هَلْ ظَلَمْتُکُمْ مِنْ اَجْرِکُمْ مِنْ شَیْءٍ قَالُوْا لَا قَالَ وَهُوَ فَضْلِیْ اُوْتِیْهِ مَنْ اَشَاءُ (o)

ترجمہ: سالم بن عبداللہ سے وہ اپنے والد سے کہ آپ نے رسول اللہ ﷺ سے سنا آپ فرماتے تھے کہ تم سے

پہلے کی امتوں کے مقابلہ میں تمہاری زندگی (مثلاً صرف) اتنی ہے جتنا عصر سے سورج غروب ہونے تک کا وقت ہوتا ہے۔ توراۃ والوں کو توراۃ دی گئی تو انہوں نے اس پر عمل کیا۔ آدھے دن تک وہ بے بس ہو چکے تھے، ان لوگوں کو ان کے عمل کا بدلہ ایک ایک قیراط (بقول بعض دینار کا ۴/۶ حصہ اور بعض کے قول کے مطابق دینار کا بیسواں حصہ) دیا گیا۔ پھر انجیل والوں کو انجیل دی گئی۔ انہوں نے (آدھے دن سے) عصر تک اس پر عمل کیا اور عاجز ہو گئے۔ انہیں بھی ایک ایک قیراط کے عمل کا بدلہ دیا گیا پھر (عصر کے وقت) ہمیں قرآن دیا گیا۔ ہم نے اس پر سورج کے غروب تک عمل کیا اور ہمیں دو دو قیراط ملے۔ اس پر دو کتابوں والوں نے کہا اے رب تو نے انہیں دو دو قیراط دیئے اور ہمیں صرف ایک ایک قیراط۔ حالانکہ عمل ہم نے ان سے زیادہ کیا تھا۔ اللہ عزوجل نے فرمایا تو میں نے اجر دینے میں تم پر کچھ زیادتی کی ہے، انہوں نے عرض کی نہیں، خداوند تعالیٰ نے فرمایا کہ پھر زیادہ اجر دینا میرا فضل ہے جسے میں چاہوں دے سکتا ہوں۔

عَنْ اَبِیْ مُوْسیٰ عَنِ النَّبِیِّ ﷺ قَالَ مَثَلُ الْمُسْلِمِیْنَ وَالْیَهُوْدِ وَالنَّصٰرٰی کَمَثَلِ رَجُلٍ اِسْتَاجَرَ قَوْماً یَعْمَلُوْنَ لَهٗ عَمَلاً اِلَی اللَّیْلِ فَعَمِلُوْا اِلٰی نِصْفِ النَّهَارِ فَقَالُوْا لَاحَاجَةَ لَنَا اِلٰی اَجْرِکَ فَاسْتَاْجَرَ آخِرِیْنَ فَقَالَ اَکْمِلُوْا بَقِیَّةَ یَوْمِکُمْ وَلَکُمُ الَّذِیْ شَرَطْتُ فَعَمِلُوْا حَتّٰی اِذَا کَانَ حِیْنَ صَلٰوةِ الْعَصْرِ قَالُوْا لَکَ مَاعَمِلْنَا فَاسْتَاجَرَ قَوْماً فَعَمِلُوْا بَقِیَّةَ یَوْمِهِمْ حَتّٰی غَابَتِ الشَّمْسُ فَاسْتَکْمَلُوْا اَجْرَ الْفَرِیْقَیْنِ(۵)

ترجمہ: ابوموسیٰ اشعری رضی اللہ عنہ سے ہے کہ وہ نبی کریم ﷺ سے کہ آپ نے فرمایا کہ مسلمانوں اور یہود و نصاریٰ کی مثال ایک ایسے شخص کی سی ہے جس نے کچھ لوگوں سے اجرت پر رات تک کام کرنے کیلئے کہا، انہوں نے آدھے دن تک کام کیا اور پھر جواب دے دیا کہ ہمیں تمہاری اجرت کی ضرورت نہیں، پھر اس شخص نے دوسرے لوگوں کو اجرت پر کام کیلئے تیار کیا اور ان سے کہا کہ دن کا جو حصہ باقی بچ گیا ہے (یعنی آدھا دن) اس کو پورا کر دو، مقررہ مزدوری تمہیں ملے گی، انہوں نے بھی کام شروع کیا لیکن عصر تک وہ بھی جواب دے بیٹھے۔ پھر ایک تیسری قوم کو اجرت پر تیار کیا اور انہوں نے دن کے اس باقی حصہ کو پورا کیا اور سورج غروب ہو گیا پس اس تیسرے گروہ نے پہلے دو گروہوں کے کام کی پوری اجرت کا اپنے آپ کو مستحق بنا لیا۔

شرح: اس حدیث میں ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ کا مطلب یہ ہے کہ جس نے ایک رکعت نماز امام کے ساتھ پالی اس نے پوری نماز پالی۔ مختلف احادیث کے الفاظ میں اگرچہ اختلاف ہے لیکن مطلب سب کا یہی ہے کہ اگر کوئی شخص بعد میں آیا اور کچھ رکعتیں ہو چکی تھیں۔ آنے والا صرف ایک رکعت میں امام کے ساتھ شریک ہو سکا تو وہ جماعت کی فضیلت حاصل کرلے گا لیکن یہ قید اتفاقی ہے فجر اور عصر کی بھی کوئی قید نہیں بلکہ جس نماز کی جماعت میں شامل ہوا سے جماعت کی فضیلت حاصل ہوگی۔

لاڈلی اُمت: ان روایتوں میں نبی پاک ﷺ کی امت کی فضیلت کا اظہار ہے کہ ان کا کام تھوڑا لیکن اجر و ثواب زیادہ، یہ محض رسول اللہ ﷺ کا صدقہ ہے اسی لئے اس امت کیلئے کہنا پڑتا ہے تو نہ تو تیرے (سائیں)، مالک وآقا کا منہ۔ اس موضوع پر فقیر کا ایک رسالہ ہے ''لاڈلی امت''۔

سوال: حدیث الباب یعنی حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ کی حدیث سے ثابت ہوتا ہے کہ عصر کی نماز ڈوبتے سورج کے وقت جائز ہے تو صبح کی نماز بھی سورج نکلتے وقت جائز ہے اگر ایک رکعت پہلے پڑھ چکا ہے۔ عصر کی نماز کیلئے تو سب کا اتفاق ہے لیکن فجر کی نماز میں طلوع الشمس کے وقت نماز ناجائز ہے یہی احناف کہتے ہیں؟

جواب: علم الحدیث کا قاعدہ ہے کہ دو قسم کی احادیث متعارض ہوں جیسے یہاں ہے کہ اس روایت سے طلوع و غروب کے وقت نماز جائز ہے، لیکن دوسری روایات میں ناجائز ہے، تو دونوں روایتیں ساقط ہو جاتی ہیں جیسے مشہور ہے **اذا تعارضا تساقطا** پھر دوسرے ایک قاعدہ پر عمل کیا جاتا ہے وہ یہ کہ قیاس سے کسی جانب کو ترجیح دیجائے۔ قیاس سے عصر کی نماز کا جواز بایں معنی نکلا کہ غروب سے پہلے شروع کردہ نماز مکروہ وقت میں شروع ہوئی ہے یعنی ناقص ہو کر شروع ہوئی تو ناقص وقت ختم ہوئی لیکن فجر کی نماز آخر تک کامل ہے اس صورت میں نماز کامل وقت میں شروع ہوئی لیکن ناقص وقت ختم ہوئی اسی لئے عصر جائز ہو گئی کہ اس کا اسی حدیث پر عمل ہوا اور فجر نہ ہوئی تو ان احادیث پر عمل ہوا جن میں ان اوقات میں نماز پڑھنا ممنوع ہے۔ علامہ عینی شارح بخاری رحمۃ اللہ علیہ نے فرمایا کہ صبح کی نماز میں ادراک رکعت کا حکم منسوخ ہے۔ دوسرا قاعدہ یہ لکھا کہ مذکورہ بالا تعارض میں محرم مُبیح جمع ہوئے تو محرم کو ترجیح ہے اور مُبیح منسوخ سمجھا جائے گا۔

(باب نمبر ۱۹) وَقْتِ الْمَغْرِبِ

مغرب کا وقت

وَقَالَ عَطَآءٌ يَجْمَعُ الْمَرِيْضُ بَيْنَ الْمَغْرِبِ وَالعِشَآءِ(o)

ترجمہ: عطاء نے فرمایا ہے کہ مریض عشاء اور مغرب دونوں کو ایک ساتھ پڑھ سکتا ہے۔

رَافِعِ بْنِ خَدِيْجٍ يَقُوْلُ كُنَّا نُصَلِّي الْمَغْرِبِ مَعَ النَّبِيِّ ﷺ فَيَنْصَرِفُ اَحَدُنَا وَاِنَّهٗ مَوَاقِعِ(o)

ترجمہ: رافع بن خدیج نے فرمایا کہ ہم مغرب کی نماز نبی کریم ﷺ کے ساتھ پڑھ کر جب واپس ہوتے تو اتنا اجالا (پھر بھی باقی رہتا تھا کہ ہم میں سے ہر) ایک شخص تیر گرنے کی جگہ کو دیکھ سکتا تھا۔

عَنْ مُحَمَّدِ بْنِ عَمْرِو بْنِ الْحَسَنِ بْنِ عَلِيٍّ قَالَ قَدِمَ الْحَجَّاجُ فَسَاَلْنَا جَابِرَ بْنَ عَبْدِاللهِ فَقَالَ كَانَ النَّبِيُّ ﷺ يُصَلِّي الظُّهْرَ بِالْهَاجِرَةِ وَالْعَصْرَ وَالشَّمْسُ نَقِيَّةٌ وَالْمَغْرِبَ اِذَا وَجَبَتْ وَالْعِشَآءَ اَحْيَانًا وَّاَحْيَانًا اِذَا رَآهُمْ اجْتَمَعُوْا عَجَّلَ وَاِذَا رَآهُمْ اَبْطَاُوْا اَخَّرَ وَالصُّبْحَ كَانُوْا اَوْكَانَ النَّبِيُّ ﷺ يُصَلِّيْهَا بَغَلَسٍ(o)

ترجمہ: محمد بن عمرو بن حسن بن علی سے انہوں نے کہا کہ حجاج کا دور آیا (اور وہ نماز بہت تاخیر سے پڑھتا تھا) ہم نے جابر بن عبداللہ سے اس کے متعلق دریافت کیا تو آپ نے فرمایا کہ نبی کریم ﷺ ظہر کی نماز دوپہر کو پڑھایا کرتے تھے۔ ابھی سورج صاف اور روشن ہوتا تو عصر پڑھاتے، مغرب وقت آتے ہی پڑھاتے اور عشاء کو کبھی جلدی پڑھاتے اور کبھی تاخیر سے۔ جب دیکھتے کہ لوگ جمع ہو گئے ہیں تو جلدی پڑھا دیتے اور اگر لوگ جلدی جمع نہ ہوتے تو نماز میں تاخیر فرماتے (اور لوگوں کا انتظار کرتے) اور صبح کی نماز صحابہ یا (یہ کہا کہ) نبی کریم ﷺ منہ اندھیرے پڑھتے تھے۔

عَنْ سَلَمَةَ قَالَ كُنَّا نُصَلِّي مَعَ النَّبِيِّ ﷺ الْمَغْرِبَ اِذَا تَوَارَتْ بِالْحِجَابِ(o)

ترجمہ: سلمہ نے بیان کیا کہ ہم نماز مغرب نبی کریم ﷺ کیساتھ اس وقت پڑھتے تھے جب سورج ڈوب جاتا تھا۔

عَنْ اِبْنِ عَبَّاسٍ (رضی اللہ عنہ) قَالَ صَلَّى النَّبِيُّ ﷺ سَبْعًا جَمِيْعًا وَّثَمَانِيًا جَمِيْعًا(o)

ترجمہ: ابن عباس رضی اللہ عنہ نے فرمایا کہ نبی کریم ﷺ نے سات رکعت (مغرب اور عشاء کی نمازیں) ایک ساتھ اور آٹھ رکعت (ظہر اور عصر کی نمازیں) ایک ساتھ پڑھیں۔

(باب نمبر ۲۰) مَنْ کَرِہَ اَنْ یُّقَالَ لِلْمَغْرِبِ الْعِشَآءُ

مغرب کوعشاء کہنا ناپسندیدہ ہے

عَبْدِاللّٰہِ الْمُزَنِیُّ اَنَّ النَّبِیَّ ﷺ قَالَ لَا یَغْلِبَنَّکُمُ الْاَعْرَابُ عَلٰی اسْمِ صَلٰوتِکُمُ الْمَغْرِبَ قَالَ وَیَقُوْلُ الْاَعْرَابُ ھِیَ الْعِشَآءُ(۵)

ترجمہ: عبداللہ مزنی نے بیان کیا کہ نبی کریم ﷺ نے فرمایا ایسا نہ ہو کہ تمہاری ''مغرب'' کی نماز کے لئے اعراب (بدوی، دیہاتی عرب) کا محاورہ تمہاری زبانوں پر چڑھ جائے۔ فرمایا کہ اعراب مغرب کوعشاء کہتے تھے۔

شرح: وقت مغرب۔ غروب آفتاب سے غروب شفق تک ہے۔ (متون)

مسئلہ: شفق ہمارے مذہب میں اس سپیدی کا نام ہے جو جانب مغرب میں سرخی ڈوبنے کے بعد جنوباً شمالاً صبح صادق کی طرح پھیلی ہوئی رہتی ہے، (ہدایہ شرح وقایہ عالمگیری افادات رضویہ) اور یہ وقت ان شہروں میں کم سے کم ایک گھنٹہ ۱۸ منٹ اور زیادہ سے زیادہ ایک گھنٹہ ۳۵ منٹ ہوتا ہے (فتاوٰی رضویہ) فقیر نے اس کا بکثرت تجربہ کیا۔

فائدہ: ہر روز کے صبح اور مغرب دونوں کے وقت برابر ہوتے ہیں۔ (بہار شریعت)

شرعی اصطلاح کی عزت و احترام: شریعت کی اصطلاح میں جن نمازوں کو مغرب اور عشاء کہا جاتا ہے۔ بدوی عرب اوقات کیلئے عشاء اور عتمہ کا لفظ بولتے تھے مغرب کو عشاء کہتے تھے اور عشاء کو عتمہ۔ شریعت چاہتی ہے کہ اسی کے رکھے ہوئے نام مسلمانوں کی زبان پر رہیں اس لئے اس کی تعلیم دی جارہی ہے۔ مدینہ کا قدیم نام یثرب تھا۔ حضور ﷺ کی ہجرت کے بعد ''مدینۃ النبی'' نام رکھا گیا، احادیث میں اس کیلئے بھی آیا ہے کہ یثرب نہ کہا جائے بلکہ مدینہ ہی کے نام سے پکارا جائے۔ جو اصطلاح شریعت نے مقرر کردی ہے اس کے خلاف قدیم نام لینے سے اگرچہ معمولی سی ایک درجہ میں کراہیت ضرور ہوگی لیکن آداب کے حدود میں۔ یہی وجہ ہے کہ ''عتمہ'' کے بجائے شریعت نے عشاء کی اصطلاح خاص کردی لیکن پھر بھی احادیث میں عشاء کی بجائے عتمہ بعض مواقع پر کہا گیا ہے۔ لیکن مدینہ طیبہ کو تو کسی وقت بھی یثرب نہیں کہا جاسکتا بلکہ جو کہے اسے استغفار اور تین بار طیبہ کہنا چاہئے۔ تفصیل دیکھئے فقیر کی کتاب (محبوبِ مدینہ)

(باب نمبر ۲۱) ذِكْرِ الْعِشَاءِ وَمَنْ رَآهُ وَاسِعًا

عشاء اور عتمہ کا ذکر اور وہ جو اس کی وسعت کے قائل ہیں

اَبُوْ هُرَيْرَةَ عَنِ النَّبِيِّ ﷺ اَثْقَلُ الصَّلٰوةِ عَلَى الْمُنَافِقِيْنَ الْعِشَآءُ وَالْفَجْرُ وَقَالَ لَوْ يَعْلَمُوْنَ مَا فِي الْعَتَمَةِ وَالْفَجْرِ قَالَ اَبُوْ عَبْدِ اللّٰهِ وَالْاِخْتِيَارُ اَنْ يَّقُوْلَ الْعِشَآءُ لِقَوْلِ اللّٰهِ تَعَالٰى وَمِنْ بَعْدِ صَلٰوةِ الْعِشَآءِ وَيُذْكَرُ عَنْ اَبِيْ مُوْسٰى قَالَ كُنَّا نَتَنَاوَبُ النَّبِيَّ ﷺ عِنْدَ صَلٰوةِ الْعِشَاءِ فَاَعْتَمَ بِهَا وَقَالَ ابْنُ عَبَّاسٍ وَعَآئِشَةُ اَعْتَمَ النَّبِيُّ بِالْعِشَاءِ وَقَالَ بَعْضُهُمْ عَنْ عَائِشَةَ اَعْتَمَ النَّبِيُّ ﷺ بِالْعَتَمَةِ وَقَالَ جَابِرٌ كَانَ النَّبِيُّ ﷺ يُصَلِّي الْعِشَاءَ وَقَالَ اَبُوْ بَرْزَةَ كَانَ النَّبِيُّ ﷺ يُؤَخِّرُ الْعِشَاءَ وَقَالَ اَنَسٌ اَخَّرَ النَّبِيُّ ﷺ الْعِشَاءَ الْاٰخِرَةَ(٥)

ترجمہ: ابوہریرہ رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ نبی کریم ﷺ نے فرمایا کہ منافقین پر عشاء اور فجر تمام نمازوں سے زیادہ گراں ہیں اور آپ نے فرمایا کہ کاش وہ سمجھ سکتے کہ عتمہ (عشاء) اور فجر کی نمازوں میں کتنا بڑا ثواب ہے۔ ابوعبداللہ (امام بخاری) کہتا ہے عشاء کہنا ہی پسندیدہ ہے کیونکہ خداوند تعالیٰ کا ارشاد ہے ومن بعد صلوۃ العشاء (پس قرآن نے اس کا جو نام رکھ دیا ہے اسی سے پکارنا چاہیئے) ابوموسیٰ اشعری رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ ہم نے عشاء کی نماز نبی کریم ﷺ کی مسجد میں پڑھنے کیلئے باری مقرر کر لی تھی، ایک مرتبہ آپ نے اسے بہت رات گئے بعد پڑھا اور ابن عباس اور عائشہ رضی اللہ عنہما نے فرمایا کہ نبی کریم ﷺ نے نماز عشاء تاخیر سے پڑھی (اعتم) بعض نے عائشہ رضی اللہ عنہا کے حوالہ سے کہا ہے کہ نبی کریم ﷺ نے "عتمہ" کو تاخیر سے پڑھا۔ جابر رضی اللہ عنہ نے فرمایا کہ نبی کریم ﷺ "عشاء" میں تاخیر کرتے تھے۔ انس رضی اللہ عنہ نے فرمایا کہ نبی کریم ﷺ "آخری عشاء" کو دیر سے پڑھتے تھے۔

وَقَالَ ابْنُ عُمَرَ وَاَبُوْ اَيُّوْبَ وَابْنُ عَبَّاسٍ صَلَّى النَّبِيُّ ﷺ الْمَغْرِبَ وَالْعِشَاءَ(٥)

ترجمہ: ابن عمر، ابوایوب اور ابن عباس رضی اللہ عنہم نے فرمایا کہ نبی کریم ﷺ نے "مغرب اور عشاء" پڑھی۔

عَبْدُ اللّٰهِ قَالَ صَلّٰى لَنَا رَسُوْلُ اللّٰهِ ﷺ لَيْلَةً صَلٰوةَ الْعِشَاءِ وَهِيَ الَّتِيْ يَدْعُوا النَّاسُ الْعَتَمَةَ ثُمَّ انْصَرَفَ فَاَقْبَلَ عَلَيْنَا فَقَالَ اَرَاَيْتَكُمْ لَيْلَتَكُمْ هٰذِهٖ فَاِنَّ رَاْسَ مِائَةِ سَنَةٍ مِّنْهَا لَا يَبْقٰى مِمَّنْ هُوَ الْيَوْمَ عَلٰى ظَهْرِ الْاَرْضِ اَحَدٌ(٥)

عبداللہ بن عمر نے خبر دی کہ ایک رات نبی کریم ﷺ نے ہمیں عشاء کی نماز پڑھائی۔ یہی جسے لوگ عتمہ کہتے ہیں پھر ہمیں خطاب فرمایا۔ آپ نے فرمایا کہ تم اس رات کو جانتے ہو؟ آج جو لوگ زندہ ہیں ایک سو سال کے بعد روئے زمین پر ان میں سے کوئی بھی باقی نہیں رہے گا۔

(باب نمبر ۲۲) وَقْتِ الْعِشَآءِ اِذَا اجْتَمَعَ النَّاسُ اَوْتَاَخَّرُوْا

عشاء کا وقت جب لوگ (جلدی) جمع ہو جائیں یا تاخیر کریں

عَنْ مُحَمَّدِ بْنِ عَمْرٍو وَهُوَ ابْنُ الْحَسَنِ عَلِيِّ ابْنِ اَبِیْ طَالِبٍ رَضِیَ اللهُ عَنْهُمَ قَالَ سَاَلْنَا جَابِرَ بْنَ عَبْدِ اللهِ عَنْ صَلٰوةِ النَّبِیِّ ﷺ فَقَالَ كَانَ النَّبِیُّ ﷺ يُصَلِّی الظُّهْرَ بِالْهَاجِرَةِ وَالْعَصْرَ وَالشَّمْسُ حَيَّةٌ وَالْمَغْرِبَ اِذَا وَجَبَتْ وَالْعِشَآءِ اِذَا كَثُرَ النَّاسُ عَجَّلَ وَاِذَا اَقَلُّوْا آخَّرَ وَالصُّبْحَ بِغَلَسٍ(٥)

ترجمہ: محمد بن عمرو سے یہ حسن بن علی بن ابی طالب نے جابر بن عبداللہ رضی اللہ عنہم سے نبی کریم ﷺ کی نماز کے بارے میں دریافت کیا آپ نے فرمایا کہ آپ ﷺ ظہر دوپہر میں پڑھتے تھے اور جب عصر پڑھتے تو سورج صاف اور روشن ہوتا۔ مغرب واجب ہوتے ہی ادا فرماتے اور ''عشاء'' میں اگر لوگ جلدی زیادہ تعداد میں جمع ہو جاتے تو سویرے پڑھتے اور اگر ابھی نماز کے لئے آنے والوں کی تعداد کم ہوتی تو نماز پڑھنے میں تاخیر کرتے اور صبح منہ اندھیرے پڑھتے۔

شرح: اس باب میں امام بخاری نے عتمہ کو عشاء کے بجائے عتمہ نہ کہنے کی روایات جمع فرمائی ہیں اس میں حضرت ابوموسیٰ اشعری کی باری کا ذکر بھی فرمایا جیسے مسجد نبوی سے دور رہنے والوں کا طریقہ تھا کہ وہ حضور ﷺ کی خدمت میں باری باری آتے تھے جیسے عمر رضی اللہ عنہ نے عوالی سے حاضری کی باری دوسرے صحابی سے مقرر کر رکھی تھی یونہی حضرت ابوموسیٰ اشعری حبشہ سے جب مدینہ تشریف لائے تو مدینہ میں جہاں نبی کریم ﷺ قیام پذیر تھے۔ اس سے کافی فاصلہ پر ٹھہرنا پڑا اس لئے آپ نے دوسرے ساتھیوں کے ساتھ مسجد نبوی میں عشاء پڑھنے کی باری مقرر کر لی تھی۔ مسجد نبوی سے دور رہنے والے صحابہ کا عام طور سے یہی طرز عمل تھا، کیونکہ دور رہنے کی وجہ سے ہر نماز میں حاضری سب کے لئے دشوار تھی۔ ادھر نبی کریم ﷺ کی تمام تازہ ہدایات سے مطلع

رہنا اپنے لئے ضروری خیال کرتے تھے اس لیے ایک ساتھ رہنے والوں میں سے کوئی نہ کوئی مسجد نبوی میں ضرور حاضری دیتا اور آنحضور ﷺ کی احادیث اور نئی باتوں سے اپنے ساتھیوں کو بھی مطلع رکھتا۔ حضرت ابوموسیٰ اشعری رضی اللہ عنہ نے اپنی گفتگو میں دونوں الفاظ استعمال فرمائے ہیں۔ العشاء بھی اور اعتم بھی لیکن خاص لفظ عتمہ نہیں کہا ہاں اس کا صرف اشارہ کر دیا اور اس نماز میں تاخیر کی وجہ یہ ہوئی کہ نبی پاک ﷺ، حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ کے ساتھ مسلمانوں کے بعض معاملات میں مشورہ کرنے میں مشغول ہو گئے تھے۔

فائدہ: عتمہ اس دودھ کو کہتے ہیں جو اونٹنی کے تھنوں میں باقی رہنے دیتے ہیں اور کچھ رات گزرنے کے بعد اسے دوہتے ہیں بعض نے کہا کہ عتم کا معنی ہے شفق کے غروب کے بعد تہائی رات کا حصہ گزر جانا اور عشاء کو اسی لئے اس نام سے موسوم کرتے ہیں کہ یہ نماز اسی وقت پڑھی جاتی ہے۔

سوسال کے بعد: دیوبندی نے اس حدیث پاک کا حاشیہ لکھا کہ:

مطلب یہ ہے کہ روئے زمین پر آج جو لوگ زندہ ہیں ایک سوسال تک ان سب کی وفات ہو چکی ہوگی اور سوسال بعد کوئی بھی زندہ باقی نہیں رہے گا اس لئے یہاں یہ سوال ہی پیدا نہیں ہوتا کہ حضرت عیسیٰ اور حضرت خضر علیہما السلام تو اب بھی زندہ ہیں (تفہیم البخاری دیوبندی)

اس حاشیہ میں متعدد سوالات کے جوابات بھی دیدیئے اور اپنے مذہب کے خلاف بھی لکھ دیا۔ دیوبندیوں کا عقیدہ ہے کہ یہ عقیدہ رکھنا کہ کل کیا ہوگا یہ علم اللہ کے سوا کوئی نہیں جانتا لیکن حضور نبی کریم ﷺ نے اس روایت میں صاف بتادیا جیسا کہ حدیث میں صریح ہے اور دیوبندی نے اس کا خلاصہ حاشیہ مذکورہ میں صاف لکھ دیا۔

(باب نمبر ۲۳) فَضْلِ الْعِشَآءِ

عشاء (میں نماز کے انتظار) کی فضیلت

اَنَّ عَآئِشَةَ قَالَتْ اَخْبَرَتْهُ اَنَّ اَعْتَمَ رَسُوْلُ اللّٰهِ ﷺ لَيْلَةً بِالْعِشَآءِ وَذٰلِكَ قَبْلَ اَنْ يَّفْشُوَ الْاِسْلَامُ فَلَمْ يَخْرُجْ حَتّٰى قَالَ عُمَرُ رَضِيَ اللّٰهُ عَنْهُ نَامَ النِّسَآءُ وَالصِّبْيَانُ فَخَرَجَ فَقَالَ لِاَهْلِ الْمَسْجِدِ مَا يَنْتَظِرُهَا اَحَدٌ مِّنْ اَهْلِ الْاَرْضِ غَيْرُكُمْ(٥)

ترجمہ: عائشہ رضی اللہ عنہا نے فرمایا کہ رسول اللہ ﷺ نے عشاء کی نماز تاخیر سے پڑھی۔ یہ اسلام کے اقصائے عرب میں پھیلنے سے پہلے کا واقعہ ہے۔ آپ اس وقت تک باہر تشریف نہیں لائے جب تک حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے یہ نہ فرمایا ”عورتیں اور بچے سو گئے“ پھر آپ تشریف لائے اور فرمایا کہ تمہارے علاوہ دنیا کا کوئی فرد بھی اس نماز کا انتظار نہیں کرتا۔

عَنْ اَبِيْ مُوْسٰى قَالَ كُنْتُ اَنَا وَاَصْحَابِيَ الَّذِيْنَ قَدِمُوْا مَعِيَ فِي السَّفِيْنَةِ نُزُوْلًا فِيْ بَقِيْعِ بُطْحَانَ وَالنَّبِيُّ ﷺ بِالْمَدِيْنَةِ فَكَانَ يَتَنَاوَبُ النَّبِيَّ ﷺ عِنْدَ صَلٰوةِ الْعِشَاءِ كُلَّ لَيْلَةٍ نَفَرٌ مِّنْهُمْ فَوَافَقْنَا النَّبِيَّ ﷺ اَنَا وَاَصْحَابِيْ وَلَهٗ بَعْضُ الشُّغْلِ فِيْ بَعْضِ اَمْرِهٖ فَاَعْتَمَ بِالصَّلٰوةِ حَتّٰى ابْهَآرَّ اللَّيْلُ ثُمَّ خَرَجَ النَّبِيُّ ﷺ فَصَلّٰى بِهِمْ فَلَمَّا قَضٰى صَلٰوتَهٗ قَالَ لِمَنْ حَضَرَهٗ عَلٰى رِسْلِكُمْ اَبْشِرُوْا اِنَّ مِنْ نِعْمَةِ اللّٰهِ عَلَيْكُمْ اَنَّهٗ لَيْسَ اَحَدٌ مِّنَ النَّاسِ يُصَلِّيْ هٰذِهِ السَّاعَةَ اَحَدٌ غَيْرُكُمْ لَا يَدْرِيْ اَيَّ الْكَلِمَتَيْنِ قَالَ قَالَ اَبُوْ مُوْسٰى فَرَجِعْنَا فَرِحٰى بِمَا سَمِعْنَا مِنْ رَّسُوْلِ اللّٰهِ ﷺ(٥)

ترجمہ: ابوموسیٰ رضی اللہ عنہ نے فرمایا ہے کہ میں نے اپنے ان ساتھیوں کی معیت میں جو کشتی میں میرے ساتھ (حبشہ سے) آئے تھے۔ ”بقیع بطحان“ میں قیام کیا۔ اس وقت نبی کریم ﷺ مدینہ میں تشریف رکھتے تھے۔ ہم میں سے کوئی نہ کوئی عشاء کی نماز میں روزانہ باری مقرر کر کے نبی کریم ﷺ کی خدمت میں حاضر ہوتا تھا۔ اتفاق سے میں اور میرے ایک ساتھی ایک مرتبہ آپ کی خدمت میں حاضر ہوئے، آپ ﷺ کسی کام میں مشغول تھے (مسلمانوں کے کسی معاملہ میں ابوبکر رضی اللہ عنہ سے مشورہ کر رہے تھے) جس کی وجہ سے نماز میں تاخیر ہوئی اور تقریباً آدھی رات ہو گئی پھر نبی کریم ﷺ تشریف لائے اور نماز پڑھائی۔ نماز پوری کر چکے تو

حاضرین سے فرمایا کہ اپنی اپنی جگہ پر وقار کے ساتھ بیٹھے رہو اور ایک بشارت سنو۔ تمہارے سوا دنیا میں کوئی بھی ایسا نہیں جو اس وقت نماز پڑھتا ہو یا آپ ﷺ نے فرمایا کہ تمہارے سوا اس وقت کسی نے بھی نماز نہیں پڑھی تھی یہ یقین نہیں کہ آپ ﷺ نے دو جملوں میں سے کون سا جملہ فرمایا تھا کہا کہ ابو موسیٰ نے فرمایا، پس ہم نبی کریم ﷺ سے یہ سن کر بہت خوش خوش لوٹے۔

شرح: وقت عشاء و وتر: غروب سپیدی مذکور سے طلوع فجر تک ہے اس جنوباً شمالاً پھیلی ہوئی سپیدی کے بعد جو سپیدی شرقاً غرباً طویل باقی رہتی ہے اس کا کچھ اعتبار نہیں وہ جانب شرق میں صبح کاذب کی مثل ہے۔

مسئلہ: اگرچہ عشاء و وتر کا وقت ایک ہے مگر باہم ان میں ترتیب فرض ہے کہ عشاء سے پہلے وتر کی نماز پڑھ لی تو ہوگی ہی نہیں البتہ بھول کر اگر وتر پہلے پڑھ لئے یا بعد کو معلوم ہوا کہ عشاء کی نماز بے وضو پڑھی تھی اور وتر وضو کے ساتھ تو وتر ہو گئے۔ (درمختار عالمگیری)

مسئلہ: جن شہروں میں عشاء کا وقت ہی نہ آئے کہ شفق ڈوبتے ہی یا ڈوبنے سے پہلے فجر طلوع کر آئے (جیسے بلغار وغیرہ کہ ان جگہوں میں ہر سال چالیس راتیں ایسی ہوتی ہیں کہ عشاء کا وقت آتا ہی نہیں اور بعض دنوں میں سیکنڈوں اور منٹوں کے لئے ہوتا ہے) تو وہاں والوں کو چاہیے کہ ان دنوں کی عشاء و وتر کی قضا پڑھیں۔

(درمختار ردالمحتار، بہار شریعت)

ماینتظر ھا احد الخ اس میں علم غیب کا استدلال کیا جا سکتا ہے کہ نبی پاک ﷺ نے صحابہ کرام سے فرمایا کہ اس وقت تمہارے سوا روئے زمین پر کوئی بھی نماز کا انتظار نہیں کر رہا اور یہ تو ادنیٰ سا کمال ہے ورنہ آپ کی شان تو یہ ہے کہ چودہ طبق آپ کی نگاہ میں ہیں۔

نزولِ ابو موسیٰ رضی اللہ عنہ: پہلے عرض کیا گیا ہے کہ حضرت ابو موسیٰ رضی اللہ عنہ مسجد نبوی سے دور ٹھہرے اس حدیث شریف کے مطابق ان کا نزول بقیع بطحان میں ہوا۔ بقیع دراصل اس جگہ کو کہتے ہیں جہاں قسم قسم کے درخت ہوں۔ امتیاز کے لئے آگے اضافت کی جاتی ہے جیسے بقیع بطحان۔ آج کل یہ جنت البقیع شریف مشہور ہے اسے بقیع الغرقد بھی کہا جاتا ہے۔ لیکن اب رسول اللہ ﷺ سے نسبت نے ایسا اجاگر کر دیا ہے کہ اب مطلق بقیع سے یہی جنت البقیع مراد ہوتی ہے اسکے فضائل میں فقیر کا ایک رسالہ ہے "**المکان الرفیع ممن دفن فی البقیع**" (الحمد للہ علیٰ ذلک)

ابشروا: نبی پاک ﷺ نے صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کو نماز کے انتظار بسیار پر نوید سنائی اس کے شارحین نے کئی وجوہات بیان فرمائے۔

(ا) یہ نماز عشاء سوائے حضور ﷺ کی امت کے اور کسی امت کو نصیب نہ فرمائی گویا ایک خاص نماز ہے جس کے انتظار میں یہ حضرات بیٹھے رہے اسی لئے نوید کے مستحق ٹھہرے۔

(۲) یہ نوید اس لئے تھی کہ اس وقت تم اہل اسلام ہی نماز کیلئے انتظار کر رہے ہو کفار کو یہ دولت کہاں نصیب ہو اور یہ ابتدائے اسلام کی بات ہے جب کہ اسلام صرف مکہ و مدینہ تک محدود تھا۔

(۳) اس وقت چونکہ عشاء کی با جماعت نماز صرف اہل مدینہ پر خاص تھی کیونکہ اہل مکہ مغلوب تھے۔

(۴) اس وقت مدینہ طیبہ میں صرف نو مساجد تھیں۔ آپ ﷺ کی مسجد کے سوا باقی مساجد میں نماز عشاء ہو گئی اسی لئے آپ نے ان حضرات کو خوش خبری سنائی کہ باقی لوگ سو گئے ابھی تک بیداری کی دولت تمہیں نصیب ہے۔

اور صحابہ کرام رضی اللہ عنہم بھی اس نوید سے بہت خوش ہوئے اس لئے حضرت ابو موسیٰ رضی اللہ عنہ نے فرمایا "فرحی بما سمعنا" ہم یہ نوید سن کر جھوم اٹھے۔

(باب نمبر ۲٤) مَایُکْرَہُ مِنَ النَّوْمِ قَبْلَ الْعِشَآءِ

عشاء سے پہلے سونا مکروہ ہے

عَنْ اَبِیْ بَرْزَۃَ اَنَّ رَسُوْلَ اللہِ ﷺ کَانَ یَکْرَہُ النَّوْمَ قَبْلَھَا وَالْحَدِیْثَ بَعْدَھَا (۵)

ترجمہ: ابو برزہ سے کہ رسول اللہ ﷺ عشاء سے پہلے سونے اور اس کے بعد بات چیت کرنے کو ناپسند فرماتے تھے۔

(باب نمبر ۲۵) اَلنَّوْمِ قَبْلَ الْعِشَآءِ لِمَنْ غُلِبَ

نیند کا غلبہ ہو جائے عشاء سے قبل تو کیا کرے

اَنَّ عَائِشَةَ قَالَتْ اَعْتَمَ رَسُوْ لُ اللهِ ﷺ بِالْعِشَآءِ حَتّٰى نَادَاهُ عُمَرُ الصَّلٰوةُ نَامَ النِّسَآءُ وَالصِّبْيَانُ فَخَرَجَ فَقَالَ مَايَنْتَظِرُهَا مِنْ اَهْلِ الْاَرْضِ اَحَدٌ غَيْرُكُمْ قَالَ وَلَايُصَلّٰى يَوْمَئِذٍ اِلَّا بِالْمَدِيْنَةِ قَالَ وَكَانُوْا يُصَلُّوْنَ فِيْمَابَيْنَ اَنْ يَّغِيْبَ الشَّفَقُ اِلٰى ثُلُثِ اللَّيْلِ الْاَوَّلِ(٥)

ترجمہ: عائشہ رضی اللہ عنہا نے فرمایا کہ رسول اللہ ﷺ نے ایک مرتبہ عشاء کی نماز میں تاخیر فرمائی، آخر کار عمر رضی اللہ عنہ نے پکارا نماز! عورتیں اور بچے سو گئے۔ تب رسول اللہ ﷺ باہر تشریف لائے آپ ﷺ نے فرمایا کہ روئے زمین پر تمہارے علاوہ اور کوئی اس نماز کا انتظار نہیں کرتا کہ اس وقت یہ نماز (با جماعت) مدینہ کے سوا اور کہیں نہیں پڑھی جاتی تھی۔ صحابہ اس نماز کو شفق کے غائب ہونے کے بعد رات کے پہلے تہائی حصہ تک (کسی وقت بھی) پڑھتے تھے۔

عَبْدُ اللهِ بْنِ عُمَرَ اَنَّ رَسُوْ لَ اللهِ ﷺ شُغِلَ عَنْهَا لَيْلَةً فَاَ خَّرَ هَا حَتّٰى رَقَدْنَا فِي الْمَسْجِدِ ثُمَّ اسْتَيْقَظْنَا ثُمَّ رَقَدْنَا ثُمَّ اسْتَيْقَظْنَا ثُمَّ خَرَجَ عَلَيْهِ النَّبِيُّ ﷺ ثُمَّ قَالَ لَيْسَ اَحَدٌ مِّنْ اَهْلِ الْاَرْضِ يَنْتَظِرُ الصَّلٰوةَ غَيْرُكُمْ وَكَانَ ابْنُ عُمَرَ لَايُبَالِيْ اَقَدَّ مَهَااَمْ اَخَّرَهَا اِذَا كَانَ لَا يَخْشٰى اَنْ يَغْلِبَهُ النَّوْمِ عَنْ وَّقْتِهَا وَقَدْ كَانَ يَرْقُدُ قَبْلَهَا قَالَ ابْنُ جُرَيْجٍ قُلْتُ لِعَطَاءٍ قَالَ سَمِعْتُ ابْنَ عَبَّاسٍ يَّقُوْلُ اَعْتَمَ رَسُوْلُ اللهِ ﷺ لَيْلَةً بِالْعِشَاءِ حَتّٰى رَقَدَ النَّاسُ وَاسْتَيْقَظُوْا وَرَقَدُوْا وَاسْتَيْقَظُوْا فَقَامَ عُمَرُ بن الْخَطَّابِ فَقَالَ الصَّلٰوةَ قَالَ عَطَاءٌ قَالَ ابْن عَبَّاسٍ خَرَجَ النَّبِيُّ ﷺ كَاَنِّيْ اَنْظُرُ اِلَيْهِ الْاٰنَ يَقْطُرُ رَاْسُهُ مَآءً وَّاضِعًايَدَهُ عَلٰى رَاْسِهٖ فَقَالَ لَوْلَا اَنْ اَشُقَّ عَلٰى اُمَّتِيْ لَاَمَرْتُهُمْ اَن يُصَلُّوْهَا هٰكَذَا فَاسْتَثْبَتُّ عَطَآءَ كَيْفَ وَضَعَ النَّبِيُّ ﷺ عَلٰى رَاْسِهٖ يَدَهُ كَمَآ اَنْبَاَهُ ابْنُ عَبَّاسٍ فَبَدَّ دَلِيْ عَطَآءٌ بَيْنَ اَصَابِعِهٖ شَيْئًا مِّنْ تَبْدِيْدٍ ثُمَّ وَضَعَ اَطْرَافَ اَصَابِعِهٖ عَلٰى قَرْنِ الرَّاسِ ثُمَّ ضَمَّهَا يَمُرُّهَا كَذٰلِكَ عَلَى الرَّاسِ حَتّٰى مَسَّتْ اِبْهَامُهُ طَرَفَ الْاُذُنِ مِمَّايَلِي الْوَجْهَ الصُّدْغِ وَنَاحِيَةِ اللِّحْيَةِ لَايُقَصِّرُ وَلَايَبْطِشُ اِلَّا كَذٰلِكَ وَقَالَ لَوْلَا اَنْ اَشُقَّ عَلٰى اُمَّتِيْ لَاَمَرْتُهُمْ اَنْ يُّصَلُّوْا هٰكَذَا(٥)

ترجمہ: عبداللہ بن عمر نے خبر دی کہ رسول اللہ ﷺ ایک رات کسی کام میں مشغول ہو گئے اور بہت دیر کی۔ ہم (نماز کے انتظار میں بیٹھے بیٹھے) مسجد ہی میں سو گئے۔ پھر بیدار ہوئے پھر سو ئے۔ پھر بیدار ہوئے پھر کہیں جا کر نبی کریم ﷺ باہر تشریف لائے اور فرمایا کہ دنیا کا کوئی شخص بھی تمہارے سوا اس نماز کا انتظار نہیں کرتا۔ اگر نیند کے غلبہ کا ڈر نہ ہوتو ابن عمر نماز عشاء کو پہلے پڑھنے یا بعد میں پڑھنے کو اہمیت نہیں دیتے تھے۔ نماز سے پہلے آپ سو بھی لیتے تھے۔ ابن جریج نے بیان کیا کہ میں نے عطا سے دریافت کیا تو انہوں نے فرمایا کہ میں نے ابن عباس رضی اللہ عنہ سے سنا تھا کہ نبی کریم ﷺ نے ایک رات عشاء کی نماز میں دیر کی جس کے نتیجہ میں لوگ (مسجد ہی میں) سو گئے، پھر بیدار ہوئے۔ آخر عمر بن خطاب رضی اللہ عنہ اٹھے اور پکارا ''نماز''! عطاء نے بیان کیا کہ ابن عباس نے فرمایا، اس کے بعد نبی کریم ﷺ تشریف لائے وہ منظر میری نظروں کے سامنے ہے۔ سر مبارک سے پانی کے قطرے ٹپک رہے تھے اور آپ ہاتھ سر پر رکھے ہوئے تھے۔ آپ ﷺ نے فرمایا کہ اگر میری امت کے لئے دشواری نہ ہوتی تو میں انہیں حکم دیتا کہ عشاء کو اسی وقت پڑھیں، میں نے عطاء سے مزید تحقیق چاہی کہ نبی کریم ﷺ کے ہاتھ سر پر رکھنے کی کیفیت کیا تھی۔ ابن عباس رضی اللہ عنہ نے انہیں اس سلسلے میں کس طرح بتایا تھا اس پر حضرت عطاء نے اپنے ہاتھ کی انگلیاں تھوڑی سی کھول دیں اور انہیں سر کے ایک کنارے پر رکھا پھر انہیں ملا کر یوں سر پر پھیرنے لگے کہ ان کا انگوٹھا کان کے اس کنارے پر جو چہرے سے متصل ہے اور داڑھی سے جا لگا، نہ سستی کی اور نہ جلدی بلکہ اسی طرح کیا جیسے (اوپر بیان ہوا) اور فرمایا کہ اگر میری امت پر شاق نہ گزرتا تو میں حکم دیتا کہ اس نماز کو اسی وقت پڑھیں۔

شرح: نماز عشاء سے پہلے سونا مکروہ ہے اس کی کئی وجوہ ہیں۔ (۱) اگر پہلے سو گیا تو نماز فوت ہو جانے کا خطرہ ہے اور نماز با جماعت سے محرومی تو یقینی ہے اور یہ دونوں باتیں دین کے عشاق کیلئے سخت بری ہیں۔ اسی طرح نماز عشاء کے بعد باتوں میں لگے رہنے کا حال ہے کیونکہ اگر وہ اسی طرح بات چیت کرتا رہا تو ممکن ہے کہ دیر میں سونے کی وجہ سے صبح کی نماز نہ ملے اور دیر تک سوتا رہے ورنہ اگر کسی ضرورت و نیک مقصد لیے رات کو عشاء کے بعد بات چیت کی یا جاگتا رہا تو اس میں کوئی کراہت نہیں۔ چنانچہ بعد میں حدیث آئے گی کہ خود حضور ﷺ نے بھی عشاء کے بعد گفتگو دینی مقاصد کیلئے فرمائی ہے۔ یونہی طلبہ اسلامی کا مطالعہ اور علمائے دین کا وعظ و تقریر اور مسائل کی گفتگو یا مہمان کی خاطر داری اور میاں بیوی کی گھریلو گفتگو اور مسافر وغیرہ لیکن اس میں بہتر ہے کہ

کسی کو جگانے کیلئے مقرر کردے یا خود اپنا نام لیکر ہمزاد کو جگانے کیلئے کہہ دے تو وہ بھی بیدار کردیگا لیکن طبیعت پر پھر بھی بوجھ رہے گا، بہتر ہے نماز پڑھ کر سوئے اور بعد نماز بھی جلد سونے کی کوشش کرے تا کہ صبح کی نماز باجماعت پڑھنے میں آسانی ہو۔

(باب نمبر ٢٦) وَقْتِ الْعِشَاءِ اِلٰى نِصْفِ اللَّيْلِ

عشاء کا وقت آدھی رات تک ہے

وَقَالَ اَبُوْ بَرْزَةَ كَانَ النَّبِيُّ ﷺ يَسْتَحِبُّ تَاخِيْرَهَا (٥)

ترجمہ: ابو برزہ نے فرمایا کہ نبی کریم ﷺ اس میں تاخیر پسند فرماتے تھے۔

عَنْ اَنَسٍ قَالَ اَخَّرَ النَّبِيُّ ﷺ صَلٰوةَ الْعِشَآءِ اِلٰى نِصْفِ اللَّيْلِ ثُمَّ صَلّٰى ثُمَّ قَالَ قَدْ صَلَّى النَّاسُ وَنَامُوْا اَمَا اِنَّكُمْ فِيْ صَلٰوةٍ مَّا انْتَظَرْتُمُوْهَا وَزَادَ ابْنُ مَرْيَمَ قَالَ اَخْبَرَنَا يَحْيَى بْنُ اَيُّوْبَ قَالَ حَدَّثَنِيْ حُمَيْدٌ سَمِعَ اَنَسًا كَاَنِّيْ اَنْظُرُ اِلٰى وَبِيْصِ خَاتَمِهٖ لَيْلَتَئِذٍ (٥)

ترجمہ: انس رضی اللہ عنہ نے فرمایا کہ نبی کریم ﷺ نے (ایک دن) عشاء کی نماز نصف شب میں پڑھی اور فرمایا لوگ نماز پڑھ کر سو گئے ہوں گے اور تم جب تک نماز کا انتظار کرتے رہے (گویا) نماز ہی پڑھتے رہے۔ ابن مریم نے اس میں یہ زیادتی کی ہے کہ ہمیں یحیٰی بن ایوب نے خبر دی کہا کہ مجھ سے حمید نے بیان کیا انہوں نے انس رضی اللہ عنہ سے یہ سنا "گویا اس رات میں آپ کی انگوٹھی کی چمک کا منظر میری نظروں کے سامنے ہے"۔

شرح: عشاء کا مستحب وقت تو وہی ہے جو ہم نے پہلے عرض کیا ہے ہاں بوقت مجبوری طلوع صبح صادق سے پہلے تک جائز ہے لیکن سستی وغفلت کی وجہ سے عمداً ایسے کیا تو مکروہ ہے تفصیل کتب فقہ میں ہے۔

(باب نمبر ۲۷) فَضْلِ صَلٰوۃِ الْفَجْرِ

نمازِ فجر کی فضیلت

جَرِیْرُ بْنُ عَبْدِ اللّٰہِ کُنَّا عِنْدَ النَّبِیِّ ﷺ اِذْ نَظَرَ اِلَی الْقَمَرِ لَیْلَۃَ الْبَدْرِ فَقَالَ اَمَا اِنَّکُمْ سَتَرَوْنَ رَبَّکُمْ کَمَا تَرَوْنَ ھٰذَا لَا تُضَامُّوْنَ اَوْ لَا تُضَاھُوْنَ فِیْ رُؤْیَتِہٖ فَاِنِ اسْتَطَعْتُمْ اَلَّا تُغْلَبُوْا عَلٰی صَلٰوۃٍ قَبْلَ طُلُوْعِ الشَّمْسِ وَقَبْلَ غُرُوْبِھَا فَافْعَلُوْا ثُمَّ قَالَ فَسَبِّحْ بِحَمْدِ رَبِّکَ قَبْلَ طُلُوْعِ الشَّمْسِ وَقَبْلَ غُرُوْبِھَا قَالَ اَبُوْ عَبْدِ اللّٰہِ زَادَ ابْنُ شِھَابٍ عَنْ اِسْمٰعِیْلَ عَنْ قَیْسٍ عَنْ جَرِیْرٍ قَالَ النَّبِیُّ ﷺ سَتَرَوْنَ رَبَّکُمْ عِیَانًا(٥)

ترجمہ: جریر بن عبداللہ نے کہا کہ ہم نبی کریم ﷺ کی خدمت میں حاضر تھے۔ آپ نے چاند کی طرف نظر اٹھائی ماہ کامل تھا۔ پھر فرمایا کہ تم لوگ اپنے رب کو اسی طرح دیکھو گے جیسے اس چاند کو دیکھ رہے ہو (اسے دیکھنے کے لئے) کسی مزاحمت کی ضرورت نہیں ہوگی یا یہ فرمایا کہ تمہیں اس کی رویت میں شبہ نہ ہوگا۔ اس لیے اگر تم میں اس کی قدرت ہو کہ سورج کے طلوع اور غروب سے پہلے (فجر اور عصر) کی نمازوں میں کوتاہی نہ ہو سکے تو ایسا ضرور کرو (کہ کوئی کوتاہی نہ ہو سکے) پھر تلاوت فرمائی (ترجمہ) پس اپنے رب کی حمد کی تسبیح پڑھو سورج نکلنے اور اس کے غروب ہونے سے پہلے۔ ابوعبداللہ نے کہا کہ ابن شہاب نے اسمٰعیل کے واسطہ سے جو قیس سے بواسطہ جریر (راوی ہیں) یہ زیادتی کی کہ نبی کریم ﷺ نے فرمایا "تم اپنے رب کو صاف دیکھو گے"۔

عَنْ اَبِیْ بَکْرِ بْنِ اَبِیْ مُوْسٰی عَنْ اَبِیْہِ اَنَّ رَسُوْلَ اللّٰہِ ﷺ قَالَ مَنْ صَلَّی الْبَرْدَیْنِ دَخَلَ الْجَنَّۃَ(٥)

ترجمہ: ابوبکر بن ابی موسیٰ اپنے والد سے کہ نبی کریم ﷺ نے فرمایا کہ جس نے ٹھنڈے وقت کی دو نمازیں پڑھیں (فجر اور عصر) تو وہ جنت میں داخل ہوگا۔

شرح: بردین (صبح و عصر کی نمازیں مراد ہیں) چونکہ ان کا وقت دن کے لحاظ سے ٹھنڈا ہے اسی لئے انہیں بردین کہا گیا اور چونکہ دیدار الٰہی ان دونوں وقتوں میں نصیب ہوگا جیسا کہ گزرا اس لئے ان کی ادائیگی کی فضیلت بیان کی گئی۔

(باب نمبر ۲۸) وَقْتِ الْفَجْرِ

فجر کا وقت

عَنْ اَنَسِ رَضِیَ اللّٰہُ عَنْہُ زَیْدَبْنَ ثَابِتٍ حَدَّثَہٗ اَنَّھُمْ تَسَحَّرُوْا مَعَ النَّبِیِّ ﷺ ثُمَّ قَامُوْآ اِلَی الصَّلٰوۃِ قُلْتُ کَمْ بَیْنَھُمَا قَالَ قَدْرُ خَمْسِیْنَ اَوْ سِتِّیْنَ یَعْنِیْ اٰیَۃً(٥)

ترجمہ: انس رضی اللہ عنہ سے ہے کہ زید بن ثابت رضی اللہ عنہ نے بیان فرمایا کہ ان لوگوں نے (ایک مرتبہ) نبی کریم ﷺ کیساتھ سحری کھائی پھر نماز کیلئے کھڑے ہوگئے۔ میں نے دریافت کیا کہ ان دونوں کے درمیان میں کتنا فاصلہ رہا ہوگا۔ فرمایا کہ پچاس یا ساٹھ آیت (تلاوت کرنے کا)

عَنْ اَنَسِ بْنِ مَالِکٍ اَنَّ نَبِیَّ اللّٰہِ ﷺ وَزَیْدَ بْنَ ثَابِتٍ تَسَحَّرَا فَلَمَّا فَرَغَا مِنْ سُحُوْرِھِمَا قَامَ النَّبِیُّ ﷺ اِلَی الصَّلٰوۃِ فَصَلّٰی قُلْنَا لِاَنَسٍ کَمْ کَانَ بَیْنَ فَرَاغِھِمَا مِنْ سُحُوْرِھِمَا وَدُخُوْلِھِمَا فِی الصَّلٰوۃِ قَالَ قَدْرُ مَایَقْرَؤُا الرَّجُلُ خَمْسِیْنَ اٰیَۃً(٥)

ترجمہ: انس بن مالک رضی اللہ عنہ سے کہ نبی کریم ﷺ اور زید بن ثابت نے سحری کھائی۔ اس سے فارغ ہو کر نبی کریم ﷺ نماز کے لئے اٹھے اور نماز پڑھی۔ ہم نے انس رضی اللہ عنہ سے پوچھا کہ سحری سے فراغت اور نماز کی ابتداء میں کتنا فاصلہ رہا ہوگا تو انہوں نے فرمایا کہ اتنا کہ ایک شخص پچاس آیتیں پڑھ سکے۔

سَھْلَ بْنَ سَعْدٍ یَّقُوْلُ کُنْتُ اَتَسَحَّرُ فِیْ اَھْلِیْ ثُمَّ تَکُوْنُ سُرْعَۃٌ بِیْ اَنْ اُدْرِکَ صَلٰوۃَ الْفَجْرِ مَعَ رَسُوْلِ اللّٰہِ ﷺ(٥)

ترجمہ: سہل بن سعد نے فرمایا کہ میں اپنے گھر سحری کھاتا تھا پھر نبی کریم ﷺ کے ساتھ نماز فجر پڑھنے کے لئے مجھے جلدی کرنی پڑتی تھی۔

اَنَّ عَائِشَۃَ رَضِیَ اللّٰہُ عَنْھَا اَخْبَرَتْہُ قَالَتْ کُنَّ نِسَآءُ الْمُؤْمِنَاتِ یَشْھَدْنَ مَعَ رَسُوْلِ اللّٰہِ ﷺ صَلٰوۃَ الْفَجْرِ مُتَلَفِّعَاتٍ بِمُرُوْطِھِنَّ ثُمَّ یَنْقَلِبْنَ اِلٰی بُیُوْتِھِنَّ حِیْنَ یَقْضِیْنَ الصَّلٰوۃَ لَا یَعْرِفُھُنَّ اَحَدٌ مِنَ الْغَلَسِ(٥)

ترجمہ: عائشہ رضی اللہ عنہا نے خبر دی کہ مسلمان عورتیں رسول اللہ ﷺ کے ساتھ نماز فجر پڑھنے چادریں اوڑھ کر آتی تھیں۔ پھر نماز سے فارغ ہو کر جب اپنے گھروں کو واپس ہوتیں تو انہیں اندھیرے کی وجہ سے کوئی شخص پہچان نہیں سکتا تھا۔

شرح: نماز فجر کا وقت بعد طلوع صبح صادق سے قبل طلوع شمس تک ہے۔ تمام ائمہ ان دونوں وقتوں کے درمیان جواز کے قائل ہیں ہاں استحباب میں اختلاف ہے۔ امام شافعی رحمۃ اللہ علیہ وغیرہ کے نزدیک جن سے غیر مقلدین ادھار کھاتے ہیں صبح کی نماز اندھیرے میں پڑھنا افضل ہے۔ ہمارے نزدیک عورتوں کیلئے اندھیرے میں افضل ہے لیکن مردوں کیلئے امام ابوحنیفہ اور امام ابو یوسف رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں کہ نماز فجر کی ابتداء بھی اسفار میں کرے اور اختتام بھی اسفار ہی میں ہو۔ اسفار کی انتہاء یہ ہے کہ نماز سے فارغ ہونے کے بعد اگر کسی وجہ سے دوبارہ پڑھنے کی ضرورت پیش آجائے تو اطمینان کے ساتھ سورج نکلنے سے پہلے پہلے پڑھنا ممکن ہو۔ یہاں یہ یاد رکھنا چاہئے کہ صرف استحباب میں اختلاف ہے۔ جواز اور عدم جواز کا کوئی سوال نہیں۔ احادیث نماز فجر کو اسفار میں پڑھنے کیلئے بکثرت مذکور ہوئی ہیں اور الحمدللہ احناف کی احادیث قولی بھی ہیں اور فعلی بھی اور امام شافعی کی پیش کردہ روایات جن سے غیر مقلدین استدلال کرتے ہیں صرف فعلی احادیث ہیں اور فقیر پہلے قاعدہ عرض کر چکا ہے کہ احادیث قولی کو احادیث فعلی پر ترجیح ہوتی ہے اور الحمدللہ ہمارے پاس تو احادیث قولی کے علاوہ احادیث فعلی بھی ہیں۔ اکثر کو فقیر نے اپنی تصنیف "کحل الابصار فی صلوٰۃ الفجر الاسفار" عرف "فجر اجالے میں" نقل کر دیا ہے بقدر ضرورت یہاں ملاحظہ ہوں۔

(۱) لا تزال امتي على الفطرة ماسفروا بالفجر (طبرانی عن ابوھریرہ)

ترجمہ: میری امت اس وقت تک فطرت پر رہے گی جب تک فجر کی نماز اجالے میں پڑھے گی۔

(۲) اصبحو ابصلاة الصبح فانه اعظم لاجور (نسائی، ابن ماجہ)

ترجمہ: فجر کی نماز روشن وقت میں پڑھو۔ کیونکہ اس میں ثواب زیادہ ہے۔

اس مضمون کی حدیث کو ابوداؤد نے رافع بن خدیج سے روایت کیا۔ ترمذی نے کہا یہ حدیث حسن ہے۔ نیز ابن حبان، طبرانی، نسائی اور ابن ماجہ نے بھی روایت کیا۔

(۳) **اسفروا بصلاۃ الصبح فانہ اعظم لاجر۔(بزار)**

ترجمہ: حضور ﷺ نے فرمایا فجر اسفار میں پڑھو۔ اس میں زیادہ ثواب ہے۔

(۴) **یا بلال نور بصلاۃ الصبح حتی یبصر القوم مواقع نبلھم** (ابوداؤد، طیالسی، طبرانی)

ترجمہ: حضور ﷺ نے فرمایا اے بلال! نماز فجر اتنے اجالے میں ادا کرو کہ لوگ تیر گرنے کی جگہ کو دیکھ لیں۔

فائدہ: ان مضامین کی احادیث کو حسب ذیل صحابہ کرام نے روایت کیا ہے:۔

حضرت بلال (بزار)، حضرت انس (بزار)، قتادہ بن نعمان (بزار)، ابن مسعود (طبرانی)، ابو ہریرہ و ابن عباس (طبرانی)، ابودرداء (ابواسحٰق) (عینی جلد ۲ صفحہ ۲۵۲ تا ۲۵۶)۔

(۵) نسائی کی ایک روایت میں ہے کہ جتنا زیادہ اسفار کرو گے۔ اجر اتنا ہی زیادہ ملے گا۔

فائدہ: یہ تمام قولی حدیثیں ہیں جن میں حضور ﷺ نے نماز فجر اجالے میں پڑھنے کا حکم دیا۔ اور جب قولی اور فعلی حدیث میں تعارض ہو تو قولی کو ترجیح دی جاتی ہے، جیسا کہ بار بار یہ قاعدہ عرض کیا گیا ہے۔

معمولات صحابہ کرام

صحابہ کرام رضی اللہ عنہم حضور نبی کریم ﷺ کے عمل کے صحیح ترجمان ہو سکتے ہیں چنانچہ ان کا عمل بھی فجر کی نماز میں اسفار ہے، چند روایات حاضر ہیں۔

(۱) حضرت انس رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ ہم کو حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ نے نماز پڑھائی اور اس میں سورۂ آل عمران پڑھی۔ **فقالوا کادت الشمس تطلع** تو لوگوں نے کہا سورج نکلنے کے قریب ہے۔ (بیہقی)

(۲) حضرت عبدالرحمٰن بن یزید کہتے ہیں کہ ہم حضرت عبداللہ بن مسعود کے ساتھ نماز پڑھتے **فکان یسفر بصلوٰۃ الصبح** تو آپ نماز فجر اجالے میں ادا کرتے تھے (طحاوی شریف)

(۳) حضرت ابن مسعود رضی اللہ عنہ کی ایک حدیث میں ہے کہ رسول اللہ ﷺ کو میں نے صرف ایک دن نماز وقت کے خلاف پڑھتے دیکھا، مزدلفہ کے دن فجر کی نماز آپ نے اندھیرے میں پڑھی تھی۔ ابن مسعود رضی اللہ عنہ حضور ﷺ کے ساتھ ان کے گھر کے ایک فرد کی طرح رہتے تھے اور آپ سے بہت کم جدا ہوتے تھے آپ کی یہ شہادت کافی ہے کہ آنحضور ﷺ نے مزدلفہ میں جو اندھیرے میں نماز پڑھی تھی وہ آپ کے معمول کے خلاف تھی۔ ابن مسعود رضی اللہ عنہ کی حدیث حنفیہ کے مسلک کی حمایت میں صاف اور واضح ہے۔

(۴) ابوعثمان نہدی سے روایت ہے کہ ہم نے حضرت عمر فاروق اعظم رضی اللہ عنہ کے پیچھے نماز پڑھی تو جب آپ نے سلام پھیرا تو عقل والے لوگوں نے خیال کیا کہ اِنَّ الشمس طلعت سورج نکلا ہی چاہتا ہے (بیہقی)

(۵) علی ابن ربیعہ کہتے ہیں، میں نے علی المرتضیٰ کو یہ کہتے ہوئے سنایا **قنبر اسفر اسفر** (طحاوی)

ترجمہ: اے قنبر اجالا کرو اجالا کرو (یعنی نماز فجر اجالے میں پڑھی جائے)۔

(۶) حضرت علی ابن ابی طالب رضی اللہ عنہ کی ایک حدیث طحاوی میں ہے کہ نبی کریم ﷺ کے ساتھ فجر کی نماز پڑھنے کے بعد ہم سورج کو دیکھنے لگتے تھے کہ کہیں طلوع تو نہیں ہو گیا۔

عمل صحابہ کرام

عامہ صحابہ کرام نماز فجر اجالے میں ادا کرتے تھے۔ ظاہر ہے کہ صحابہ کرام حضور ﷺ کے عمل کے خلاف متفق نہیں ہو سکتے۔ صحابہ کا یہ عمل اس امر کی وضاحت کرتا ہے کہ افضل یہی ہے کہ نماز فجر اجالے میں پڑھی جائے۔ اور (غلس) اندھیرے میں پڑھنا گو جائز ہے مگر افضل نہیں۔

امام طحاوی نے ابراہیم نخعی سے باسناد صحیح روایت کیا۔

قال ما اجتمع اصحاب رسول الله ﷺ علی شئ کا جتما عھم علی التنویر فی الفجر (۵)

ترجمہ: حضور ﷺ کے صحابہ کسی مسئلہ پر ایسے متفق نہ ہوئے، جیسے نماز فجر کو اجالے میں پڑھنے پر متفق ہوئے ہیں۔

غرضیکہ صحابہ کرام کا اتفاق بھی اس امر پر دال ہے کہ نماز فجر کو اجالے میں پڑھنا افضل ہے۔ واضح ہو کہ فجر کی نماز اندھیرے یا اجالے میں پڑھنے کے متعلق جو اختلاف ہے۔ وہ جواز و عدم جواز کا نہیں یعنی اگر کسی نے نماز فجر (غلس) اندھیرے میں ادا کی تو یہ نہیں کہہ سکتے کہ نماز نہ ہوئی کیونکہ غلس میں پڑھنا بھی وقت ہی میں پڑھنا ہے۔ اختلاف محض اس بات میں ہے کہ نماز فجر کا جو وقت ہے اس کے بالکل اولین وقت (غلس) میں نماز ادا کرنا افضل ہے یا اسفار میں جب خوب اجالا ہو جائے اس میں افضل ہے تو احادیث و آثار کے غائر مطالعہ کے بعد نتیجہ یہ نکلتا ہے کہ فجر کے اولین لمحہ میں فجر کی نماز پڑھنا گو جائز ہے مگر افضل یہ ہے کہ اسفار میں پڑھے جیسا کہ احادیث قولیہ سے ثابت ہے۔

اور اسفار کا مطلب یہ ہے کہ خوب اجالا ہو زمین روشن ہو جائے تو نماز شروع کرے مگر ایسا وقت ہونا مستحب ہے کہ چالیس سے ساٹھ آیت تک ترتیل کے ساتھ پڑھ سکے پھر سلام پھیرے تو اتنا وقت باقی رہے کہ

اگر نماز میں فساد ظاہر ہو تو طہارت کر کے ترتیل کے ساتھ چالیس سے ساٹھ آیت دوبارہ پڑھ سکے اور اتنی تاخیر مکروہ ہے کہ طلوع آفتاب کا شک ہو جائے حضرت امام اعظم ابوحنیفہ رضی اللہ عنہ کا یہی مسلک ہے۔

اجمالی جوابات

احناف نے صبح کی نماز اجالے میں پڑھی انہیں تین فضیلتیں نصیب ہوئیں۔

(۱) احادیث مذکورہ پر عمل (۲) ڈھیروں ڈھیروں اجر و ثواب جیسا کہ مذکورہ بالا احادیث میں ہے (۳) جلدی اور اندھیرے میں نماز پڑھ لینے میں مقتدیوں کی قلت اور اجالے میں پڑھنے میں دور حاضرہ کے سُست لوگوں کو جماعت میں حاضری کی کثرت اور قاعدہ ہے کہ جماعت میں جماعت کثیر ہوں تو ثواب میں اضافہ ہوتا ہے بعض محدثین نے یہ بھی لکھا ہے کہ ابتدا میں جب مسلمانوں کی قلت تھی تو فجر اندھیرے ہی میں پڑھی جاتی تھی کیونکہ عمل میں شدت کی وجہ سے سب مسجد میں سویرے ہی پہنچ جاتے تھے لیکن کثرت ہوگئی تو لوگوں کے انتظار کے خیال سے اسفار میں نماز پڑھی جانے لگی۔ اندھیرے میں اور جلدی نماز پڑھنے والے ان ڈھیروں ڈھیر اور فضیلت نماز صبح سے محروم ہو گئے۔ ہاں کبھی کبھی ضرورت کے وقت اول وقت میں نماز پڑھ لی جائے تو وہ ضرورت ہے مثلاً کسی کو سفر پر جانا ہے گاڑی وغیرہ کا ٹائم ہے تو بے شک اندھیرے میں صبح کی نماز پڑھ کر جائے یا جیسے آجکل عام لوگوں کا معمول ہے کہ رمضان میں سحری کھانے کے بعد اندھیرے میں صبح کی نماز پڑھ کر جاتے ہیں۔

امام بخاری رحمۃ اللہ علیہ نے جن احادیث کا ذکر کیا ہے ان میں بعض احادیث رمضان کے مہینہ میں نماز فجر پڑھنے سے متعلق ہیں کیونکہ ان تینوں میں ہے کہ ہم سحری کھانے کے بعد نماز پڑھتے تھے اس لیے یہ بھی ممکن ہے کہ رمضان کی ضرورت کی وجہ سے سحری کے بعد فوراً پڑھ لی جاتی رہی ہو کہ سحری کے لئے جو لوگ اٹھے ہیں کہیں درمیان شب کی اس بیداری کے نتیجہ میں وہ غافل نیند نہ سو جائیں اور نماز ہی فوت ہو جائے اسی لئے اکثر جگہ طریقہ ہے کہ رمضان میں سحر کے فوراً بعد نماز فجر شروع ہو جاتی ہے یہ بھی کہا گیا ہے۔

(باب نمبر ۲۹) مَنْ اَدْرَکَ مِنَ الْفَجْرِ رَکَعَۃً

فجر کی ایک رکعت کا پانے والا

عَنْ اَبِیْ هُرَیْرَۃَ اَنَّ رَسُوْلَ اللهِ ﷺ قَالَ مَنْ اَدْرَکَ مِنَ الصُّبْحِ رَکْعَۃً قَبْلَ اَنْ تَطْلَعُ الشَّمْسُ فَقَدْ اَدْرَکَ الصُّبْحِ وَمَنْ اَدْرَکَ رَکْعَۃً مِنَ الْعَصْرِ قَبْلَ اَنْ تَغْرُبَ الشَّمْسُ فَقَدْ اَدْرَکَ الْعَصْرَ(٥)

ترجمہ: ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ نے حدیث بیان کی کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا کہ جس نے فجر کی ایک رکعت (جماعت کے ساتھ) سورج طلوع ہونے سے پہلے پالی اس نے فجر کی نماز (باجماعت کا ثواب) پالیا اور جس نے عصر کی ایک رکعت (جماعت کے ساتھ) سورج غروب ہونے سے پہلے پالی اس نے عصر کی نماز (باجماعت کا ثواب) پالیا۔

(باب نمبر ۳۰) مَنْ اَدْرَکَ مِنَ الصَّلٰوۃِ رَکْعَۃً

نماز میں ایک رکعت کا پانے والا

عَنْ اَبِیْ هُرَیْرَۃَ اَنَّ رَسُوْلَ اللهِ ﷺ قَالَ مَنْ اَدْرَکَ رَکْعَۃً مِّنَ الصَّلٰوۃِ فَقَدْ اَدْرَکَ الصَّلٰوۃ(٥)

ترجمہ: ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا جس نے ایک رکعت نماز (باجماعت) پالی اس نے نماز (باجماعت کا ثواب) پالیا۔

(باب نمبر ۳۱) اَلصَّلٰوۃِ بَعْدَ الْفَجْرِ حَتّٰی تَرْتَفِعَ الشَّمْسُ

فجر کے بعد سورج بلند ہونے تک نماز نہ پڑھنی چاہیے

عَنْ ابْنِ عَبَّاسٍ قَالَ شَهِدَ عِنْدِیْ رِجَالٌ مَّرْضِیُّوْنَ وَاَرْضَاهُمْ عِنْدِیْ عُمَرُ اَنَّ النَّبِیَّ ﷺ نَهٰی عَنِ الصَّلٰوۃِ بَعْدَ الصُّبْحِ حَتّٰی تُشْرِقَ الشَّمْسُ وَبَعْدَ الْعَصْرِ حَتّٰی تَغْرُبَ(٥)

ترجمہ: ابن عباس نے فرمایا کہ مجھے چند حضرات نے جن کی سچائی اور دینداری میں کسی قسم کا شک نہیں کیا جا سکتا اور جن میں سب سے زیادہ میرے محبوب حضرت عمر رضی اللہ عنہ تھے بتایا کہ نبی کریم ﷺ نے فجر کی نماز کے بعد سورج بلند ہونے تک اور عصر کی نماز کے بعد سورج ڈوبنے تک نماز پڑھنے سے منع فرمایا ہے۔

اِبْنُ عُمَرَ قَالَ قَالَ رَسُوْلُ اللهِ ﷺ لَا تَحَرَّوْا بِصَلٰوتِكُم طُلُوْعَ الشَّمْسِ وَلَا غُرُوْبَهَا قَالَ وَ حَدَّثَنِي ابْنُ عُمَرَ قَالَ قَالَ رَسُوْلُ اللهِ ﷺ اِذَا طَلَعَ حَاجِبُ الشَّمْسِ فَاَخِّرُوا الصَّلٰوةَ حَتّٰى تَرْتَفِعَ وَاِذَا غَابَ حَاجِبُ الشَّمْسِ فَاَخِّرُوا الصَّلٰوةَ حَتّٰى تَغِيْبَ تَابَعَهُ عَبْدَةُ(٥)

ترجمہ: ابن عمر نے خبر دی کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا کہ نماز پڑھنے کیلئے سورج کے طلوع ہونے اور غروب ہونے کے انتظار میں نہ بیٹھے رہو (کہ سورج ابھی طلوع ہوا یا غروب ہونے کے قریب ہے اور نماز پڑھنے کیلئے کھڑے ہو گئے) حضرت عروہ نے کہا کہ مجھ سے ابن عمر نے بیان کیا کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا کہ سورج طلوع ہونے لگے تو نماز نہ پڑھو یہاں تک کہ وہ بلند ہو جائے اور جب سورج غروب ہونے لگے اس وقت بھی نماز نہ پڑھو یہاں تک کہ غروب ہو جائے۔ اس حدیث کی عبدہ نے متابعت کی ہے۔

عَنْ اَبِيْ هُرَيْرَةَ اَنَّ رَسُوْلَ اللهِ ﷺ نَهٰى عَنْ بَيْعَتَيْنِ وَعَنْ لِبْسَتَيْنِ وَعَنْ صَلٰوتَيْنِ نَهٰى عَنِ الصَّلٰوةِ بَعْدَ الْفَجْرِ حَتّٰى تَطْلُعَ الشَّمْسُ وَبَعْدَ الْعَصْرِ حَتّٰى تَغْرُبَ الشَّمْسُ وَعَنِ اشْتِمَالِ الصَّمَّآءِ وَعَنِ الاحْتِبَاءِ فِيْ ثَوْبٍ وَّاحِدٍ يُفْضِيْ بِفَرْجِهٖ اِلَى السَّمَآءِ وَعَنِ الْمُنَابَذَةِ وَالْمُلَامَسَةِ(٥)

ترجمہ: ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے نبی کریم ﷺ نے دو طرح کی بیع و فروخت، دو طرح کے لباس اور دو طرح کی نمازوں سے منع فرمایا ہے۔ آپ ﷺ نے نمازِ فجر کے بعد سورج نکلنے تک اور نمازِ عصر کے بعد غروب ہونے تک نماز پڑھنے سے منع فرمایا (اور کپڑوں میں) اشتمال صماء اور ایک کپڑا اپنے اوپر اس طرح لپیٹ لینا کہ شرمگاہ کھل جائے (احتباء) سے منع فرمایا ہے (اور بیع و فروخت میں) آپ نے منابذہ اور ملامسہ سے منع فرمایا۔

شرح: امام بخاری رحمۃ اللہ علیہ اوقات مستحبہ سے فراغت پا کر اوقات ممنوعہ و مکروہہ کا بیان فرماتے ہیں۔ فقیر یہاں پر مکمل طور پر تفصیل عرض کرتا ہے۔

مسائل: پانچ اوقات ایسے ہیں جن میں نماز نہ پڑھنی چاہیئے، جب سورج طلوع ہو رہا ہو، جب غروب ہو رہا ہو اور ٹھیک آدھے دن پر جب کہ سورج سر کے بالکل اوپر ہوتا ہے۔ یہ تین اوقات وہ ہیں جن میں کسی قسم کی کوئی نماز جائز نہیں، نہ نماز جنازہ نہ سجدہ تلاوت۔ البتہ اگر کسی نے عصر نہ پڑھی ہو تو اسی دن کی حد تک سورج غروب ہونے کے وقت پڑھ سکتا ہے مگر اتنا تاخیر حرام ہے۔ حدیث میں اسے منافق کہا گیا ہے۔ طلوع سے مراد آفتاب کا کنارہ ظاہر ہونے سے اس وقت تک ہے کہ اس پر نگاہ خیرہ ہونے لگے جس کی مقدار کنارہ چمکنے سے ۲۰ منٹ تک ہے اس وقت سے کہ آفتاب پر نگاہ ٹھہرنے لگے ڈوبنے تک غروب ہے۔ یہ وقت بھی ۲۰ منٹ ہے نصف النہار سے مراد نصف النہار شرعی سے نصف النہار حقیقی یعنی آفتاب ڈھلنے تک ہے جس کو ضحوۂ کبریٰ کہتے ہیں یعنی طلوع فجر سے غروب آفتاب تک آج جو وقت ہے اس کے برابر برابر دو حصے کریں پہلے حصہ کے ختم پر ابتدائے نصف النہار شرعی ہے اور اس وقت سے آفتاب ڈھلنے تک وقت استواء و ممانعتِ ہر نماز ہے۔ (عالمگیریہ، درمختار، ردالمحتار، فتاویٰ رضویہ)

مسئلہ: عوام اگر صبح کی نماز آفتاب نکلنے کے وقت پڑھیں تو منع نہ کیا جائے۔ (درمختار)

مسئلہ: جنازہ اگر اوقات ممنوعہ میں لایا گیا تو اسی وقت پڑھیں کوئی کراہت نہیں، کراہت اس صورت میں ہے کہ پہلے سے جنازہ موجود ہے اور تاخیر کی یہاں تک کہ وقت کراہت آ گیا۔ (عالمگیری، ردالمحتار)

مسئلہ: ان اوقات میں آیت سجدہ پڑھی تو بہتر یہ ہے کہ سجدہ میں تاخیر کرے یہاں تک کہ وقت کراہت جاتا رہے اور اگر وقت مکروہ ہی میں کر لیا تو بھی جائز ہے اور اگر وقت غیر مکروہ میں پڑھی تھی تو وقت مکروہ میں سجدہ کرنا مکروہ تحریمی ہے۔ (عالمگیری)

مسئلہ: ان اوقات میں قضا نماز ناجائز ہے اور اگر قضا شروع کر لی تو واجب ہے کہ توڑ دے اور وقت غیر مکروہ میں پڑھے اور اگر توڑی نہیں اور پڑھ لی تو فرض ساقط ہو جائے گا اور گنہگار ہوگا۔ (عالمگیری، درمختار)

مسئلہ: کسی نے خاص ان اوقات میں نماز پڑھنے کی نذر مانی یا مطلقاً نماز پڑھنے کی منت مانی دونوں صورتوں میں ان اوقات میں اس نذر کا پورا کرنا جائز نہیں بلکہ وقتِ کامل میں اپنی منت پوری کرے۔ (درمختار، عالمگیری)

مسئلہ: ان وقتوں میں نفل نماز شروع کی تو وہ نماز واجب ہو گئی مگر اس وقت پڑھنا جائز نہیں لہٰذا واجب ہے کہ توڑ دے اور وقت کامل میں قضا کرے اور اگر پوری کر لی تو گنہگار ہوا اور قضا واجب نہیں۔ (غنیۃ، درمختار)

مسئلہ: جو نماز وقت مباح یا مکروہ میں شروع کر کے فاسد کر دی تھی اس کو بھی ان اوقات میں پڑھنا ناجائز ہے۔(درمختار)

مسئلہ: ان اوقات میں قرآن مجید کی تلاوت بہتر نہیں۔ بہتر یہ ہے کہ ذکر و درود شریف میں مشغول رہے۔(درمختار)

مسئلہ: بارہ وقتوں میں نوافل پڑھنا منع ہے اور ان کے بعض یعنی ۶،۱۲ میں فرائض و واجبات و نماز جنازہ و سجدہ تلاوت کی بھی ممانعت ہے۔

(۱) طلوع فجر سے طلوع آفتاب تک کہ اس درمیان میں سوا دو رکعت سنت فجر کے کوئی نفل نماز جائز نہیں۔

مسئلہ: اگر کوئی شخص طلوع فجر سے پیشتر نماز نفل پڑھ رہا تھا ایک رکعت پڑھ چکا تھا کہ فجر طلوع کر آئی تو دوسری بھی پڑھ کر پوری کر لے اور یہ دونوں رکعتیں سنت فجر کے قائم مقام نہیں ہو سکتیں اور اگر چار رکعت کی نیت کی تھی اور ایک رکعت کے بعد طلوع فجر ہوا اور چاروں رکعتیں پوری کر لیں تو پچھلی دو رکعتیں سنت فجر کے قائم مقام ہو جائیں گی۔(عالمگیری)

مسئلہ: نماز فجر کے بعد سے طلوع آفتاب تک اگر چہ وقت وسیع باقی ہو اگر چہ سنت فجر فرض سے پہلے نہ پڑھی تھی اور اب پڑھنا چاہتا ہو جائز نہیں۔(عالمگیری، ردالمحتار)

مسئلہ: فرض سے پیشتر سنت فجر شروع کر کے فاسد کر دی تھی اور اب فرض کے بعد اس کی قضا پڑھنا چاہتا ہے یہ بھی جائز نہیں۔(عالمگیری)

(۲) اپنے مذہب کی جماعت کے لئے اقامت ہوئی تو اقامت سے ختم جماعت تک نفل و سنت پڑھنا مکروہ تحریمی ہے البتہ اگر نماز فجر قائم ہو چکی اور جانتا ہے کہ سنت پڑھے گا جب بھی جماعت مل جائے گی اگر چہ قعدہ میں شرکت ہوگی تو حکم ہے کہ جماعت سے الگ اور دور سنت فجر پڑھ کر شریک جماعت ہو اور جو جانتا ہے کہ سنت میں مشغول ہوگا تو جماعت جاتی رہے گی اور سنت کے خیال سے جماعت ترک کی یہ ناجائز و گناہ ہے اور باقی نمازوں میں اگر چہ جماعت ملنا معلوم ہو سنتیں پڑھنا جائز نہیں۔(عالمگیری، درمختار)

(۳) نماز عصر سے آفتاب زرد ہونے تک نفل منع ہے۔ نفل نماز شروع کر کے توڑ دی تھی اس کی قضا بھی اس

وقت میں منع ہے اور پڑھ لی تو نا کافی ہے قضا اس کے ذمہ سے ساقط نہ ہوئی۔(درمختار، عالمگیری)

(۴) غروب آفتاب سے فرض مغرب تک (عالمگیری، درمختار) مگر امام ابن الہمام نے دو رکعت خفیف کا استثنا فرمایا۔

(۵) جس وقت امام اپنی جگہ سے خطبہ جمعہ کے لئے کھڑا ہو اس وقت سے فرض ختم ہونے تک نماز نفل مکروہ ہے یہاں تک کہ جمعہ کی سنتیں بھی۔(درمختار)

(۶) عین خطبہ کے وقت اگر چہ پہلا ہو یا دوسرا اور جمعہ کا ہو یا خطبہ عیدین یا کسوف و استسقا و حج و نکاح کا ہو ہر نماز حتیٰ کہ قضاء بھی ناجائز ہے مگر صاحبِ ترتیب کیلئے خطبہ جمعہ کے وقت قضاء کی اجازت ہے۔(درمختار)

مسئلہ: جمعہ کی سنتیں شروع کی تھیں کہ امام خطبہ کے لئے اپنی جگہ سے اٹھا چاروں رکعتیں پوری کر لے۔(عالمگیری)

(۷) نماز عیدین سے پیشتر نفل مکروہ ہے خواہ گھر میں پڑھے یا عیدگاہ و مسجد میں۔(عالمگیری، درمختار)

(۸) نماز عیدین کے بعد نفل مکروہ ہے جب کہ عیدگاہ یا مسجد میں پڑھے گھر میں پڑھنا مکروہ نہیں۔ (عالمگیری، درمختار)

(۹) عرفات میں جو ظہر و عصر ملا کر پڑھتے ہیں ان کے درمیان میں اور بعد میں بھی نفل و سنت مکروہ ہے۔

(۱۰) مزدلفہ میں جو مغرب و عشاء جمع کئے جاتے ہیں فقط انکے درمیان میں نفل و سنت پڑھنا مکروہ ہے بعد میں مکروہ نہیں۔(عالمگیری، درمختار)

(۱۱) فرض کا وقت تنگ ہو تو ہر نماز یہاں تک کہ سنت فجر و ظہر مکروہ ہے۔

(۱۲) جس بات سے دل بٹے اور دفع کر سکتا ہو اسے بے دفع کئے ہر نماز مکروہ ہے مثلاً پاخانے یا پیشاب یا ریاح کا غلبہ ہو مگر جب وقت جاتا ہو تو پڑھ لے پھر پھیرے (عالمگیری وغیرہ) یونہی کھانا سامنے آگیا اور اس کی خواہش ہو غرض کوئی ایسا امر درپیش ہو جس سے دل بٹے خشوع میں فرق آئے ان وقتوں میں بھی نماز پڑھنا مکروہ ہے۔(درمختار وغیرہ) فجر اور ظہر کے پورے وقت اول سے آخر تک بلا کراہت ہیں (بحرالرائق) یعنی یہ نمازیں اپنے وقت کے جس حصے میں پڑھی جائیں اصلاً مکروہ نہیں۔(بہار شریعت)

مستحبات: فرائض وسنن پر عمل کرنا ضروری وتاکیدی ہے لیکن مستحبات پر عمل کرنا اوران پر مداومت کرنا ولایت وقرب الٰہی نصیب ہوتا ہے افسوس ہے کہ اکثر لوگ فرائض وسنن سے محروم اور مستحبات پر عمل کرنا تو دور کی بات ہے کسی خوش قسمت کو مستحبات پر عمل کرنے کی دولت نصیب ہو تو فقیر شرح ھذا میں عرض کرتا ہے۔

اوقات مستحبہ: فجر میں تاخیر مستحب ہے یعنی اسفار میں (جب خوب اجالا ہو یعنی زمین روشن ہو جائے) شروع کرے مگر ایسا وقت ہونا مستحب ہے کہ چالیس سے ساٹھ آیت تک ترتیل کے ساتھ پڑھ سکے پھر سلام پھیرنے کے بعد اتنا وقت باقی رہے کہ اگر نماز میں فساد ظاہر ہو تو طہارت کر کے ترتیل کے ساتھ چالیس سے ساٹھ آیت تک دوبارہ پڑھ سکے اور اتنی تاخیر مکروہ ہے کہ طلوع آفتاب کا شک ہو جائے۔ (درمختار، ردالمختار، عالمگیری)

مسئلہ: حاجیوں کیلئے مزدلفہ میں نہایت اول وقت فجر پڑھنا مستحب ہے۔ (عالمگیری)

مسئلہ: عورتوں کیلئے ہمیشہ فجر کی نماز غلس (یعنی اول وقت) میں مستحب ہے اور باقی نمازوں میں بہتر یہ ہے کہ مردوں کی جماعت کا انتظار کریں جب جماعت ہو چکے تو پڑھیں۔ (درمختار)

مسئلہ: جاڑوں کی ظہر میں جلدی مستحب ہے۔ گرمی کے دنوں میں تاخیر مستحب ہے خواہ تنہا پڑھے یا جماعت کے ساتھ ہاں گرمیوں میں ظہر کی جماعت اوّل وقت میں ہوتی ہو تو مستحب وقت کیلئے جماعت کا ترک جائز نہیں۔ موسم ربیع جاڑوں کے حکم میں ہے اور خریف گرمیوں کے حکم میں۔ (درمختار، ردالمختار)

مسئلہ: جمعہ کا وقت مستحب وہی ہے جو ظہر کیلئے ہے۔ (بحر)

مسئلہ: عصر کی نماز میں ہمیشہ تاخیر مستحب ہے مگر نہ اتنی تاخیر کہ خود قرص آفتاب میں زردی آجائے کہ اس پر بے تکلف بے غبار و بخار نگاہ قائم ہونے لگے دھوپ کی زردی کا اعتبار نہیں۔ (عالمگیری درمختار وغیرہما)

مسئلہ: بہتر یہ ہے کہ ظہر مثل اول میں پڑھیں اور عصر مثل ثانی کے بعد (غنیۃ)

مسئلہ: تجربہ سے ثابت ہے کہ قرص آفتاب میں یہ زردی اس وقت آجاتی ہے جب غروب میں بیس منٹ باقی رہتے ہیں تو اسی قدر وقت کراہت ہے یوں ہی بعد طلوع بیس منٹ کے بعد جواز نماز کا وقت ہو جاتا ہے۔ (فتاویٰ رضویہ)

مسئلہ: تاخیر سے مراد یہ ہے کہ وقت مستحب کے دو حصے کئے جائیں پچھلے حصہ میں ادا کریں۔(بحرالرائق)

مسئلہ: عصر کی نماز وقتِ مستحب میں شروع کی تھی مگر اتنا طول دیا کہ وقت مکروہ آ گیا تو اس میں کراہت نہیں۔(بحر عالمگیری، درمختار)

مسئلہ: روز ابر کے سوا مغرب میں ہمیشہ تعجیل مستحب ہے اور دو رکعت سے زائد کی تاخیر مکروہ تنزیہی اور اگر بغیر عذر سفر و مرض وغیرہ اتنی تاخیر کی کہ ستارے گتھ گئے تو مکروہ تحریمی۔(درمختار، عالمگیری، فتاویٰ رضویہ)

مسئلہ: عشاء میں تہائی رات تک تاخیر مستحب ہے اور آدھی رات تک تاخیر مباح یعنی جب کہ آدھی رات ہونے سے پہلے فرض پڑھ چکے اور اتنی تاخیر کہ رات ڈھل گئی مکروہ ہے کہ باعث تقلیل جماعت ہے۔(بحر درمختار)

مسئلہ: نماز عشاء سے پہلے سونا اور بعد نماز عشاء دنیا کی باتیں کرنا قصے کہانی کہنا سننا مکروہ ہے۔ ضروری باتیں و تلاوت قرآن مجید اور ذکر اور دینی مسائل اور صالحین کے قصے اس سے مستثنیٰ ہیں۔

(باب نمبر ۳۲)

لا تَتَحَرَّى الصَّلٰوۃَ قَبْلَ غُرُوْبِ الشَّمْسِ

سورج ڈوبنے سے پہلے نماز نہ پڑھنی چاہئے

حَدَّثَنَا عَبْدُاللهِ بْنُ يُوْسُفَ قَالَ اَخْبَرَنَا مَالِكٌ عَنْ نَافِعٍ عَنِ ابْنِ عُمَرَ اَنَّ رَسُوْلَ اللهِ ﷺ قَالَ لَا يَتَحَرّٰى اَحَدُكُمْ فَيُصَلِّيَ عِنْدَ طُلُوْعِ الشَّمْسِ وَلَا عِنْدَ غُرُوْبِهَا (٥)

ترجمہ: ہم سے عبداللہ بن یوسف نے حدیث بیان کی۔ کہا کہ ہمیں مالک نے نافع کے واسطہ سے خبر دی وہ ابن عمر سے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا کوئی شخص انتظار میں نہ بیٹھا رہے کہ سورج طلوع ہوتے ہی نماز کے لئے کھڑا ہو جائے اسی طرح سورج کے ڈوبنے کے انتظار میں بھی نہ رہنا چاہئے۔

اَبَا سَعِيْدِ الْخُدْرِيَّ يَقُوْلُ سَمِعْتُ رَسُوْلَ اللهِ ﷺ يَقُوْلُ لَا صَلٰوۃَ بَعْدَ الصُّبْحِ حَتّٰى تَرْتَفِعَ الشَّمْسُ وَلَا صَلٰوۃَ بَعْدَ الْعَصْرِ حَتّٰى تَغِيْبَ الشَّمْسُ (٥)

ترجمہ: ابوسعید خدری نے فرمایا کہ میں نے نبی کریم ﷺ سے سنا آپ فرما رہے تھے کہ فجر کی نماز کے بعد کوئی نماز سورج کے بلند ہونے تک نہ پڑھنی چاہئے اسی طرح عصر کی نماز کے بعد سورج کے ڈوبنے تک کوئی نماز نہ پڑھنی چاہئے۔

عَنْ مُعَاوِيَةَ رَضِيَ اللهُ عَنْهُ قَالَ اِنَّكُمْ لَتُصَلُّوْنَ صَلٰوۃً لَقَدْ صَحِبْنَا رَسُوْلَ اللهِ ﷺ فَمَا رَاَيْنَاهُ يُصَلِّيْهِمَا وَلَقَدْ نَهٰى عَنْهُمَا يَعْنِي الرَّكْعَتَيْنِ بَعْدَ الْعَصْرِ (٥)

ترجمہ: معاویہ رضی اللہ عنہ نے فرمایا کہ تم لوگ ایک نماز پڑھتے ہو۔ ہم رسول اللہ ﷺ کی صحبت میں بہت رہے ہیں لیکن ہم نے کبھی آپ ﷺ کو وہ نماز پڑھتے نہیں دیکھا۔ آپ ﷺ نے تو اس سے منع فرمایا تھا حضرت معاویہ رضی اللہ عنہ کی مراد عصر کے بعد دو رکعتوں سے تھی (جیسے آپ کے زمانہ میں بعض لوگ پڑھتے تھے، تفصیل آئے گی)

عَنْ اَبِيْ هُرَيْرَةَ قَالَ نَهٰى رَسُوْلُ اللهِ ﷺ عَنْ صَلٰوتَيْنِ بَعْدَ الْفَجْرِ حَتّٰى تَطْلُعَ الشَّمْسُ وَبَعْدَ الْعَصْرِ حَتّٰى تَغْرُبَ الشَّمْسُ (٥)

ترجمہ: حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے کہ نبی کریم ﷺ نے دو وقت نماز پڑھنے سے منع فرمایا۔ نماز فجر کے بعد سورج نکلنے تک اور نماز عصر کے بعد سورج غروب ہونے تک۔

(باب نمبر ۳۳)

مَنْ لَمْ يَكْرَهِ الصَّلٰوةَ اِلَّا بَعْدَ الْعَصْرِ وَالْفَجْرِ

جن کے نزدیک صرف فجر اور عصر کے بعد نماز مکروہ ہے

رَوَاهُ عُمَرُ وَابْنُ عُمَرَ وَ اَبُوْ سَعِيْدٍ وَّاَبُوْ هُرَيْرَةَ

ترجمہ: حضرت عمر، ابن عمر، ابوسعید اور ابو ہریرہ رضوان اللہ علیہم سے یہی منقول ہے۔

عَنِ ابْنِ عُمَرَ قَالَ اُصَلِّي كَمَا رَاَيْتُ اَصْحَابِيْ يُصَلُّوْنَ لَا اَنْهٰى اَحَداً يُصَلِّي بِلَيْلٍ اَوْنَهَارٍ مَا شَاءَ غَيْرَاَنْ لَّا تَحَرُّوْا طُلُوْعَ الشَّمْسِ وَلَا غُرُوْبَهَا(٥)

ترجمہ: ابن عمر نے فرمایا کہ جس طرح میں نے اپنے ساتھیوں کو نماز پڑھتے دیکھا میں بھی اسی طرح نماز پڑھتا ہوں۔ کسی کو میں روکتا نہیں دن اور رات کے جس حصہ میں جی چاہے نماز پڑھ سکتا ہے، البتہ سورج کے طلوع اور غروب کے وقت نماز نہ پڑھا کرو۔

شرح: اس باب کی تمام روایات امام ابوحنیفہ رضی اللہ عنہ کی مؤید ہیں کہ ان کے نزدیک کوئی نوافل وغیرہ نہیں ہیں۔ اس کی تفصیل گذشتہ باب میں فقیر نے مفصلاً عرض کردی ہے جو لوگ جواز کے قائل ہیں۔ ان روایات کا جواب آئندہ ابواب میں عرض کروں گا (ان شاءاللہ)

(باب نمبر ۳۴) مَایُصَلِّیْ بَعْدَالْعَصْرِ مِنَ الْفَوَائِتِ وَنَحْوِهَا

عصر کے بعد قضاوغیرہ پڑھنا

وَقَالَ کُرَیْبٌ عَنْ اُمِّ سَلَمَۃَ صَلَّی النَّبِیُّ ﷺ بَعْدَ الْعَصْرِ الرَّکْعَتَیْنِ وَقَالَ شَغَلَنِیْ نَاسٌ مِنْ عَبْدِالْقَیْسِ عَنِ الرَّکْعَتَیْنِ بَعْدَ الظُّهْرِ (٥)

ترجمہ: کریب نے ام سلمہ کے واسطہ سے بیان کیا ہے کہ نبی کریم ﷺ نے عصر کے بعد دو رکعتیں پڑھیں پھر فرمایا کہ بنو عبدالقیس کے وفد سے گفتگو کی وجہ سے میں ظہر کی دو رکعتیں نہیں پڑھ سکا تھا۔

عَائِشَۃُ قَالَتْ وَالَّذِیْ ذَهَبَ بِهٖ مَاتَرَکَهُمَا حَتّٰی لَقِیَ اللّٰهَ وَمَا لَقِیَ اللّٰهَ حَتّٰی ثَقُلَ عَنِ الصَّلٰوۃَ وَکَانَ یُصَلِّیْ کَثِیْراً مِنْ صَلٰوتِهٖ قَاعِدًا تَعْنِیْ الرَّکْعَتَیْنِ بَعْدَ الْعَصْرِ وَ کَانَ النَّبِیُّ ﷺ یُصَلِّیْهِمَا وَلَا یُصَلِّیْهِمَا فِی الْمَسْجِدِ مَخَافَۃَ اَنْ یُثْقِلَ عَلٰی اُمَّتِهٖ وَکَانَ یُحِبُّ مَایُخَفِّفُ عَنْهُمْ (٥)

ترجمہ: حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا نے فرمایا کہ اس ذات کی قسم جس نے رسول اللہ ﷺ کو اپنے یہاں بلا لیا۔ آپ نے عصر کے بعد کی دو رکعتوں کو کبھی ترک نہیں فرمایا۔ یہاں تک کہ اللہ تعالیٰ سے جا ملے اور آپ ﷺ کو وفات سے پہلے نماز پڑھنے میں بڑی دشواری پیش آتی تھی اور اکثر آپ ﷺ بیٹھ کر نماز ادا فرمایا کرتے تھے۔ اگرچہ نبی کریم ﷺ انہیں پوری پابندی سے پڑھتے تھے لیکن اس خوف سے کہ کہیں (صحابہ بھی پڑھنے لگیں اور اس طرح) امت کو گراں باری ہو۔ انہیں آپ ﷺ مسجد میں نہیں پڑھتے تھے۔ آپ ﷺ اپنی امت کیلئے تخفیف پسند کرتے تھے۔

قَالَتْ عَائِشَۃُ رَضِیَ اللّٰهُ عَنْهَا اَبْنَ اُخْتِیْ مَاتَرَکَ النَّبِیُّ ﷺ السَّجْدَتَیْنِ بَعْدَ الْعَصْرِ عِنْدِیْ قَطُّ (٥)

ترجمہ: عائشہ رضی اللہ عنہا نے فرمایا، بھتیجے! نبی کریم ﷺ نے عصر کے بعد کی دو رکعتیں میرے یہاں کبھی ترک نہیں کیں۔

قَالَتْ رَکْعَتَانِ لَمْ یَکُنْ رَسُوْلُ اللّٰہِ ﷺ یَدَعُھُمَا سِرًّا وَلَا عَلَانِیَۃً رَکْعَتَانِ قَبْلَ صَلٰوۃِ الصُّبْحِ وَرَکْعَتَانِ بَعْدَ الْعَصْرِ۔

ترجمہ: عائشہ رضی اللہ عنہا سے روایت ہے کہ آپ ﷺ نے فرمایا کہ دو رکعتوں کو رسول اللہ ﷺ نے کبھی ترک نہیں فرمایا۔ پوشیدہ ہو یا عام لوگوں کے سامنے۔ صبح کی نماز سے پہلے دو رکعتیں اور عصر کی نماز کے بعد دو رکعتیں۔

اسود ومسروقا شھدا علی عائشۃ قالت کان النبی ﷺ لا یاتینی فی یوم بعد العصر الا صلی رکعتین۔(۵)

ترجمہ: اسود و مسروق عائشہ رضی اللہ عنہا کی خدمت میں حاضر ہوئے۔ آپ رضی اللہ عنہا نے فرمایا کہ نبی کریم ﷺ جب بھی میرے پاس عصر کے بعد تشریف لاتے تو دو رکعت ضرور پڑھتے۔

شرح: اس باب میں بتانا چاہتے ہیں کہ عصر کے بعد کوئی نوافل نہیں لیکن رسول اللہ ﷺ خود پڑھتے تھے اس کی وجہ بھی بتادی ہیں اور قضاء وغیرہ جائز ہے اس کی تفصیل گزر چکی ہے۔

(باب نمبر ۳۵) اَلتَّکْبِیْرِ بِالصَّلٰوۃِ فِیْ یَوْمٍ غَیْمٍ

بارش کے دنوں میں نماز جلدی پڑھ لینی چاہیئے

اَنَّ اَبَا الْمَلِیْحِ حَدَّثَہٗ قَالَ کُنَّا مَعَ بُرَیْدَۃَ فِیْ یَوْمٍ ذِیْ غَیْمٍ فَقَالَ بَکِّرُوْا بِالصَّلٰوۃِ فَاِنَّ النَّبِیَّ ﷺ قَالَ مَنْ تَرَکَ صَلٰوۃَ الْعَصْرِ حَبَطَ عَمَلُہٗ(۵)

ترجمہ: ابوالملیح نے کہا ہم بارش کے دن ایک مرتبہ بریدہ کے ساتھ تھے۔ انہوں نے فرمایا کہ نماز جلدی پڑھ لو کیونکہ نبی کریم ﷺ نے فرمایا ہے کہ جس نے عصر کی نماز چھوڑ دی اس کا عمل غارت گیا۔

شرح: چونکہ عصر کا وقت ہو چکا تھا اور بادل میں سورج نظر نہیں آتا تھا اسی لئے آپ نے اسے جلدی ادا کرنے کا فرمایا تا کہ تاخیر سے سورج غروب نہ کر جائے اس لئے اس کی وعید بھی سنا دی اس کا یہ معنی نہیں کہ ابھی نماز کا وقت نہ ہوا تو آپ نے فرمایا ہو۔

(باب نمبر ۳٦) اَلْاَ ذَانَ بَعْدَ ذِهَابِ الْوَقْتِ

وقت نکل جانے کے بعد اذان

عَنْ عَبْدِاللهِ ابْنِ اَبِیْ قَتَادَةَ عَنْ اَبِیْهِ قَالَ سِرْنَا مَعَ النَّبِیِّ ﷺ لَیْلَةً فَقَالَ بَعْضُ الْقَوْمِ لَوْ عَرَّسْتَ بِنَا یَارَسُوْلَ اللهِ قَالَ اَخَافُ اَنْ تَنَامُوْا عَنِ الصَّلٰوةِ قَالَ بِلَالٌ اَنَا اُوْقِظُکُمْ فَاضْطَجَعُوْا وَاَسْنَدَ بِلَالٌ ظَهْرَهٗ اِلٰی رَاحِلَتِهٖ فَغَلَبَتْهُ عَیْنَاهُ فَنَامَ فَاسْتَیْقَظَ النَّبِیُّ ﷺ وَقَدْ طَلَعَ حَاجِبُ الشَّمْسِ فَقَالَ یَابِلَالُ اَیْنَ مَاقُلْتَ قَالَ مَااُلْقِیَتْ عَلَیَّ نَوْمَةٌ مِّثْلُهَا قَطُّ قَالَ اِنَّ اللهَ قَبَضَ اَرْوَاحَکُمْ حِیْنَ شَآءَ وَرَدَّهَا عَلَیْکُمْ حِیْنَ شَآءَ یَابِلَالُ قُمْ فَاَذِّنْ بِالنَّاسِ بِالصَّلٰوةِ فَتَوَضَّاَ فَلَمَّا ارْتَفَعَتِ الشَّمْسُ وَابْیَاضَّتْ قَامَ فَصَلّٰی(٥)

ترجمہ: عبداللہ بن ابی قتادہ نے اپنے والد سے کہ آپ نے فرمایا ہم نبی کریم ﷺ کے ساتھ ایک رات چل رہے تھے کسی نے کہا کہ یارسول اللہ ﷺ کاش آپ اب پڑاؤ ڈال دیتے۔ فرمایا کہ مجھے ڈر ہے کہ کہیں نماز کے وقت بھی سوتے نہ رہ جاؤ۔ اس پر حضرت بلال رضی اللہ عنہ بولے کہ میں آپ لوگوں کو جگا دوں گا۔ چنانچہ سب حضرات لیٹ گئے اور حضرت بلال رضی اللہ عنہ نے بھی اپنی پیٹھ کجاوہ سے لگالی پھر کیا تھا ان کی بھی آنکھ لگ گئی اور جب نبی کریم ﷺ بیدار ہوئے تو سورج طلوع ہو چکا تھا۔ آپ ﷺ نے فرمایا بلال! تمہاری یقین دہانی کہاں گئی۔ بولے آج جیسی نیند مجھے کبھی نہیں آئی تھی۔ پھر آپ ﷺ نے فرمایا کہ اللہ تعالیٰ تمہاری ارواح کو جب چاہتا ہے قبض کر لیتا ہے (جس کے نتیجے میں تم سو جاتے ہو) اور جس وقت چاہتا ہے واپس کر دیتا ہے (جس کے نتیجے میں تم جاگ جاتے ہو) بلال اٹھو اور اذان دو۔ پھر آپ ﷺ نے وضو کیا اور جب سورج بلند ہو گیا اور خوب روشن ہو گیا تو آپ ﷺ نے نماز پڑھی۔

شرح: اس باب میں نماز قضا کیلئے اذان کا مسئلہ بتانا چاہتے ہیں اس بارے میں امام ابوحنیفہ رضی اللہ عنہ کا مسلک یہ ہے کہ جماعت سے نماز قضا ہوگئی تو اذان و اقامت پڑھی جائے اور اکیلا بھی قضا کیلئے اذان و اقامت کہہ سکتا ہے جب جنگل میں ہو۔

لیلۃ التعریس

تعریس کا معنی ہے رات کے آخری حصہ میں سو جانا یہ واقعہ دو بار ہوا۔ پہلا واقعہ خیبر اور مدینہ طیبہ کے درمیان پیش آیا تھا۔ دوسرا مدینہ طیبہ اور مکہ معظمہ کے درمیان ہوا۔ مشکوٰۃ شریف میں دو فصل باندھ کر حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ کی روایت سے اجمالاً بیان فرمایا۔ تیسری فصل میں دوسرا واقعہ بیان فرمایا اس میں قدرے تفصیل ہے بعض لوگوں نے ایک واقعہ سمجھا لیکن مؤطا و مشکوٰۃ کا مطالعہ رکھنے والے سمجھ جاتے ہیں کہ یہ دو واقعے ہیں۔ بخاری شریف میں بلا تخصیص اور اجمالاً بیان کیا تو اس سے منکرین کمالاتِ مصطفیٰ ﷺ نے دھوکہ دیا (معاذ اللہ) کہ حضور ﷺ کی نماز قضاء ہوگئی علم ہوتا کہ نماز قضاء ہوگی تو سوتے ہی نہ اور معاذ اللہ غفلت چھا گئی ورنہ وقت پر اٹھ بیٹھتے۔ فقیر پہلے قصہ عرض کرتا ہے پھر اس کے جوابات عرض کرے گا۔

قصۂ تعریس

حضرت بلال رضی اللہ عنہ کی زندگی کے لمحات سرور کائنات ﷺ کے زیر سایہ بسر ہوئے۔ تفصیل سیرت نبوی ﷺ کے مطالعہ سے معلوم ہوگی فقیر کی تصنیف ''سیرت بلال'' پڑھیے۔ ان میں قصۂ لیلۃ التعریس ہے۔ تعریس آخر شب میں سونے کیلئے مسافر کے اترنے اور ٹھہرنے کو کہتے ہیں۔ حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ حضور اکرم ﷺ پر غزوہ خیبر کی واپسی میں ایک رات صحابہ کو نیند کا غلبہ ہوا تو حضور ﷺ نے ان کی التجاء پر آخر شب میں خواب و استراحت کیلئے قیام فرمایا اور حضرت بلال رضی اللہ عنہ کو حکم فرمایا کہ ہم سو جائیں تو ہمارے لئے رات کی نگہبانی کرنا اور جاگتے رہنا جب صبح ہو جائے تو ہمیں بیدار کر دینا تا کہ صبح کی نماز ہاتھ سے نہ جائے لیکن نماز تہجد سونے سے پہلے ادا فرمائی تھی یہاں تک کہ نیند کا اتنا غلبہ ہوا کہ اُس نے مہلت نہ دی۔ حضرت بلال رضی اللہ عنہ شب بیداری کے لئے آمادہ ہوئے اور نماز میں مشغول ہو گئے اور اتنی نمازیں پڑھیں جتنی خدا نے توفیق دی اور حضور اکرم ﷺ اور آپ کے صحابہ جن میں حضرت ابو بکر صدیق رضی اللہ عنہم بھی تھے سو گئے۔ روایت میں یہ بھی آیا ہے کہ حضرت ابو بکر صدیق نے بھی حضرت بلال سے تاکیداً فرمایا تھا کہ اے بلال اپنی آنکھوں کو نیند سے خبردار رکھنا یہ بارگراں حضرت بلال کی گردن پر پڑا۔ جب صبح کا وقت قریب ہوا تو حضرت بلال نے اپنے کجاوے سے ٹیک لگالی اور طلوع

فجر کی طرف متوجہ ہوئے اور غور سے آسمان کی طرف دیکھنے لگے کہ اچانک حضرت بلال کی آنکھ بوجھل ہونے لگی اور بے اختیار نیند آگئی حالانکہ اپنے اونٹ سے تکیہ لگائے ہوئے تھے اور ایک روایت میں ہے کہ اپنی دستار کو کھول کر اس سے احتباء کیا چنانچہ نہ حضور اکرم ﷺ بیدار ہوئے اور نہ کوئی اور صحابی یہاں تک کہ سورج طلوع ہو گیا اس کے بعد سب سے پہلے رسول اللہ ﷺ بیدار ہوئے اور حضور ﷺ سونے اور نماز کے فوت ہو جانے سے حق تعالیٰ کے قہر و جلال سے اور اسکی تجلی سے ڈرے۔ حضور اکرم ﷺ کے بعد اور حضرات بھی بیدار ہو گئے۔ حضور اکرم ﷺ نے بلال کو آواز دی اور فرمایا کہ اے بلال یہ کیا ہوا تم کیوں سو گئے تھے اور اس پر حضرت بلال نے عرض کیا کہ میں کیا عرض کروں مجھے بھی اُس نے آگھیرا تھا جس نے آپ کو گھیرا تھا۔ اُس قوتِ بیداری کے باوجود جو آپ کو حاصل ہے۔ (یہ اجمالی روایت ہے)

دوسری حدیث میں ہے کہ حضور اکرم ﷺ نے حضرت ابو بکر صدیق رضی اللہ عنہ سے فرمایا بلال کے پاس شیطان آیا حالانکہ وہ نماز میں کھڑے تھے، شیطان نے بلال کے سینہ پر ہاتھ مارا اور انہیں اس طرح تھپک تھپک کر سُلا دیا جس طرح بچے کو تھپک تھپک کر سلاتے ہیں اور بلال سو گئے۔ اس کے بعد حضور اکرم ﷺ نے حضرت بلال کو بلایا اور اُن کے سو جانے کی کیفیت دریافت فرمائی تو انہوں نے ویسا ہی عرض کیا جیسا کہ حضور اکرم ﷺ نے حضرت صدیق سے فرمایا تھا۔ حضرت صدیق نے کہا اشھد انک رسول اللہ والحق یہ مقام تجدید و تصدیق شہادت و رسالت کا ہے تا کہ کسی قسم کا وسوسۂ شیطانی دخل انداز نہ ہو اس کے بعد حضور اکرم ﷺ نے صحابہ سے فرمایا اپنے اونٹوں کو یہاں سے اٹھا کر لے چلو۔ صحابہ نے اپنے اونٹوں کو اٹھایا اور وہاں سے چل دیئے۔

اوہام باطلہ

واقعہ تعریس کو لے کر مخالفین حضور نبی اکرم ﷺ کے خلاف ذیل کے سوالات اٹھاتے ہیں۔

(۱) اگر حضور ﷺ کو علم ہوتا کہ میری نماز قضا ہو گی تو سرے سے نہ سوتے۔

(۲) سو گئے تو نماز کے وقت فوراً اُٹھ کھڑے ہوتے۔

(۳) (معاذ اللہ) آپ (ﷺ) پر شیطان کا حملہ ہو جاتا ہے تب ہی تو آپ (ﷺ) نے اس رات نماز نہ پڑھی۔

جواباتِ کاملہ

(۱) لاعلمی کی تہمت تو خیر خانہ ساز ہے کیونکہ مشکوٰۃ شریف میں دونوں روایات موجود ہیں۔ دوسری روایت میں ہے کہ حضور ﷺ نے آرام فرمانے کے بعد حضرت بلال رضی اللہ عنہ کے جملہ حالات دیکھے اور پھر مِن وعَن حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ کو بتادیئے جیسا کہ اوپر گزرا اور پھر اسی معجزہ اور خبر غیبی کی تصدیق حضرت بلال نے کی تو حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ نے کہا۔ اشھد انک رسول اللہ الخ اور یہ معجزہ دیکھنے کے وقت صحابہ کرام کا معمول تھا کہ وہ اس طرح کے الفاظ پڑھ دیتے۔ اگر اسی کا نام لاعلمی ہے تو پھر علم اس دنیا میں پیدا نہیں ہوا بلکہ شرم وحیاء کی آنکھ اور حق شناس عقل نصیب ہو تو یہاں علم غیب کا اتنا زبردست ثبوت ہے کہ معمولی سی سمجھ رکھنے والا بھی انکار نہ کرے وہ یہ کہ حضور ﷺ نے نہ صرف حضرت بلال رضی اللہ عنہ کے کوائف بتائے بلکہ وہ ابلیس اور اس کی کاروائی جسے کوئی بھی نہیں دیکھ سکتا وہ بھی حضور ﷺ نے بتادی۔

(۲) نماز کیلئے نہ اٹھنا اس لئے نہ تھا کہ آپ ﷺ خوابِ غفلت میں تھے بلکہ اس کے وجوہ ہیں۔ چند وجوہ ملاحظہ ہوں۔

سب کو معلوم ہے کہ حضور نبی پاک ﷺ کو اپنی امت سے کتنا پیار ہے اسی شفقت ورافت ورحمت کے پیش نظر دیکھا امت غفلت کا شکار ہو کر نمازیں قضا کردے گی اور قضائے نماز کی سزا سخت ہے ان کو اسی سزا سے بچانے کے لئے نماز قضا ہو جانے کو عملی سنت کا جامہ پہنایا تا کہ امت کی قضا نمازوں کو پناہ مل جائے کہ جہاں اللہ تعالیٰ اپنے پیارے رسول ﷺ کی قضا نمازوں کو قبول فرمائے گا اس کے طفیل امت کی قضا نمازوں کو بھی شرفِ قبولیت نصیب ہوگا۔

چنانچہ حدیث شریف میں ہے کہ حضور نبی پاک ﷺ نے صحابہ کو شب تعریس کے بیدار ہونے کے بعد مضطرب اور پریشان دیکھا تو ان کی تسلی کیلئے فرمایا کہ اے لوگوں اللہ تعالیٰ نے ہماری ارواح کو قبض کرلیا تھا اگر وہ چاہتا تو ہمیں وقت پر بیدار فرماتا اور فرمایا کہ جب تم سے کوئی نماز بھول جائے تو اسے چاہئے کہ جب یاد آئے تو اسی وقت پڑھ لے۔ اس سے واضح ہوا کہ اس نماز قضا سے آقائے کونین ﷺ نے امت پر احسانِ عظیم فرمایا لیکن افسوس کہ بعض احسان فراموش امتی ہونے کا دعویٰ کر کے اس واقعہ سے اپنے آقا ومولیٰ کے نقص وعیب بیان کرتے ہیں۔

(۳) نیند تو اس وقت غفلت لاتی ہے جب انسان پر غفلت کا امکان ہو۔ آقا و مولیٰ حضرت محمد مصطفیٰ ﷺ پر غفلت کا الزام کسی بد بخت اور منحوس دماغ کی چھاپ ہے اور پھر یہ بھی سب کو معلوم ہے کہ غفلت نسیان سے پیدا ہوتی ہے اور نسیان دماغی کمزوری سے اور ہمارے حضور سرور عالم ﷺ نسیان سے کوسوں دور کیونکہ دماغ عالی انسانی کمزوریوں اور ایسی بیماریوں سے پاک ہے۔ فقیر اویسی غفرلہ، نے اسی موضوع پر ایک رسالہ لکھا ہے "این النسیان فی النبی آخر الزمان"۔

(۴) سرورکائنات ﷺ تو ہر وقت بیدار رہتے تھے۔ چنانچہ حدیث شریف میں ہے "تنام عینا ی ولاینام قلبی" میری آنکھ سوتی ہے اور دل جاگتا ہے۔ اس کا مطلب یہ ہے کہ میری نیند اتنی ہے کہ میں آنکھیں بند کر لیتا ہوں لیکن میرا دل آگاہ اور خبر دار رہتا ہے اور فرمایا کہ میں اپنی خواب کی حالت میں بھی تمہاری باتیں سنتا رہتا ہوں، یہی وجہ ہے کہ حضور ﷺ کے لئے نیند ناقضِ وضو نہیں اور پہلا وضو ہی باقی رہتا ہے۔

فائدہ: بتایئے کہ جس کا دل بیدار ہو اور صرف آنکھ بند ہو تو اُسے کیسے بے خبر کہا جا سکتا ہے جب کہ ایک معمولی انسان بھی اپنے تخمینے اور اندازے سے سورج کے طلوع و غروب سے غافل نہیں رہ سکتا ہے۔ تو امام الانبیاء ﷺ کو کس طرح الزام لگایا جا سکتا ہے۔

سوال: جب حضور ﷺ کا قلب مبارک بیدار تھا تو پھر عمداً نماز قضا کی اور یہ گناہ ہے ورنہ ماننا پڑے گا کہ آپ کو واقعی نیند تھی۔

جواب ۱: خود حضور ﷺ اس کا جواب دے چکے ہیں یعنی اس میں حکمتِ ایزدی تھی اسی لئے وحی والہام کے ذریعے بھی اپنے محبوب ﷺ کو آگاہ نہ فرمایا تا کہ قضائے فوائت کا سبب اور امت کو شرف اتباع سنت نصیب ہو اور یہی جواب نسیان وسہو کے امور میں بھی یاد رکھنا۔

جواب ۲: تحقیقی جواب یہ ہے کہ حضور نبی اکرم ﷺ اس وقت مشاہدۂ ربانی میں تھے اور آپ ﷺ جب مشاہدہ ربانی میں مستغرق ہوتے تو ماسوی اللہ کی ہر شے یعنی ہر صور و معانی سے بے نیاز اور غیر ملتفت ہو جاتے تھے۔ جیسے بعض اوقات بحالتِ وحی ایسی کیفیت طاری ہو جاتی تھی۔ اس کیفیت کو عدم ادراک یا نسیان یا غفلت سے تعبیر کرنا جہالت بلکہ سفاہت ہے بلکہ یوں عقیدہ ہونا چاہئے کہ اس وقت قلبِ نبوی ﷺ پر ایک عظیم حالت کا طاری ہو جانا ہے جسے خدائے عزوجل کے سوا اور کوئی نہیں جان سکتا (کذا قال سیدی شاہ عبدالحق فی مدارج النبوۃ)

حضرت مولانا روم قدس سرہ بھی اسی عارفانہ توجیہہ کے قائل ہیں چنانچہ فرمایا

در شب تعریس پیش آمد عروس ۔۔۔ یافت جان پاک ایشان دستبوس

ترجمہ: شب تعریس میں تجلیات عروس تشریف لائی ۔۔۔ ان کی جان پاک اس کی دست بوس ہوئی

سر از ان خواب مبارک بر نداشت ۔۔۔ تا نماز صبحدم آمد بچاشت

ترجمہ: سر اس خواب سے نہ اٹھایا یہاں تک کہ ۔۔۔ صبح کے وقت کے بجائے چاشت میں نماز پڑھی

ان اشعار اور شب تعریس کی مزید تحقیق فقیر کی ''شرح مثنوی بہ صدائے نوی'' حصہ سوم میں پڑھئے۔

محقق دماغ اور منصف مزاج کے لئے فقیر کی یہ مختصر تحقیق کافی و وافی ہے اور ضدی ہٹ دھرمی کیلئے غیر شافی۔ اس کے لئے حضرت شاہ عبدالحق محدث دہلوی قدس سرہ کا یہ مشورہ ملاحظہ ہو۔

خلاصہ کلام یہ ہے کہ سید کائنات علیہ افضل الصلوۃ واکمل التسلیمات کے حال شریف میں عقلی قیاس حُسن ادب کے دائرے سے باہر ہے اور اس کا حکم متشابہات میں حکم کرنے کی مانند ہے۔ (مدارج جلد ۲، صفحہ ۴۳۴)

تبصرۂ اویسی غفرلہٗ: چونکہ صحاح ستہ ہماری درسی کتب ہیں اور ان میں صحیح بخاری کا نمبر اوّل ہے، جہالت کا غلبہ ہے اس سے مخالفین فائدہ اٹھا کر عوام کو گمراہ کرتے ہیں اور یہ حالت بخاری شریف میں اجمالاً ہے حالانکہ علم الحدیث کا قاعدہ ہے کہ اجمالی حدیث پر عمل نہیں تفصیلی پر ہوتا ہے اور تفصیلی ضروری نہیں اسی بخاری شریف میں ہی ہو دوسری کتب احادیث میں ہوتی ہے۔ الحمد للہ ہمارے دلائل بخاری شریف کی اسی اجمالی روایت میں بھی ہیں مثلاً:

(۱) جب صحابہ کرام نے عرض کی ''لو عرشت'' کاش آپ ﷺ آرام فرمائیں۔ آپ نے اپنا علم مبارک یوں ظاہر فرمایا کہ ''اخاف ان تنام'' مجھے خطرہ ہے کہ تمہاری آنکھ لگ جائے اور نماز فجر قضاء ہو جائے یہ ایسے ہے جیسے یعقوب علیہ السلام نے بیٹوں سے فرمایا ''اخاف ان یاکلہ الذئب'' تو جیسے یعقوب علیہ السلام نے اپنے علم سے آگے کی خبر دی ویسے ہوا (دیکھئے فقیر کا رسالہ ''علم یعقوب'') یونہی یہاں جیسے حضور نبی پاک ﷺ نے فرمایا ویسے ہوا۔

(۲) یہ خطاب (ان تناموا الخ) صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کو اسی لئے ہے کہ تم خوابِ غفلت میں چلے

جاؤ گے اپنے لئے نہیں فرمایا کیونکہ آپ ﷺ پر جریانِ غفلت کا تصور بھی نہیں کیا جا سکتا۔ اسکی تفصیل گزری ہے۔

(۳) امام بخاری کی روایت اجمالی ہے جس میں سے مخالفین کو اعتراض کی سوجھی حالانکہ لازم تھا کہ تفصیلی روایت کو سامنے رکھتے حالانکہ تفصیلی روایت مئوطا مالک میں ہے جو بقول بعض محدثین مئوطا بخاری سے زیادہ صحیح ہے اور بخاری سے پہلے کی تصنیف ہے اس میں امام مالک نے زید بن اسلم کی روایت سے اور ہم نے سابقاً سیدنا ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے بحوالہ مشکوٰۃ عرض کر دیا ہے اور اس پر تبصرہ و تحقیق بھی عرض کر دی ہے۔

اس پر اہلِ علم نے تو یقین کر لیا ہوگا کہ مخالفین کو رسول اللہ ﷺ سے نامعلوم کیوں ضد ہے کہ عمداً یا خطأً آپ کے علم مبارک کی معمولی سی کمی (وہ بھی ان کی اپنی کم فہمی کی وجہ سے) دیکھ کر بغلیں بجانے لگ جاتے ہیں حالانکہ ان کی اپنی کم فہمی کا جواب دوسری روایت میں موجود ہوتا ہے۔

(باب نمبر ۳۷) مَنْ صَلّٰى بِالنَّاسِ جَمَاعَةً بَعْدَ ذَهَابِ الْوَقْتِ

جس نے وقت نکل جانے کے بعد باجماعت نماز پڑھی

اَنَّ عُمَرَ بْنَ الْخَطَّابِ رَضِيَ اللّٰهُ عَنْهُ جَآءَ يَوْمَ الْخَنْدَقِ بَعْدَ مَاغَرَبَتِ الشَّمْسُ فَجَعَلَ يَسُبُّ كُفَّارَ قُرَيْشٍ قَالَ يَارَسُوْلَ اللّٰهِ مَا كِدْتُ اُصَلِّي الْعَصْرَ حَتّٰى كَادَتِ الشَّمْسُ تَغْرُبُ قَالَ النَّبِيُّ ﷺ وَاللّٰهِ مَاصَلَّيْتُهَا فَقُمْنَا اِلٰى بُطْحَانَ فَتَوَضَّا لِلصَّلٰوةِ وَتَوَضَّانَا لَهَا فَصَلِّي الْعَصْرَ بَعْدَ مَاغَرَبَتِ الشَّمْسُ ثُمَّ صَلّٰى بَعْدَهَا الْمَغْرِبَ(٥)

ترجمہ: عمر بن خطاب رضی اللہ عنہ غزوہ خندق کے موقعہ پر (ایک مرتبہ) سورج غروب ہونے کے بعد تشریف لائے۔ آپ کفارِ قریش کو برا بھلا کہہ رہے تھے۔ آپ نے کہا کہ یا رسول اللہ ﷺ سورج غروب ہو گیا اور نماز پڑھنا میرے لئے ممکن نہ ہو سکا۔ اس پر نبی کریم ﷺ نے فرمایا کہ میں نے بھی نہیں پڑھی ہے پھر ہم وادئ بطحان کی طرف گئے اور آپ ﷺ نے نماز کے لئے وضو کیا ہم نے بھی کیا۔ سورج ڈوب چکا تھا۔ پہلے آپ ﷺ نے عصر پڑھی اس کے بعد مغرب۔

(باب نمبر ۳۸)

مَنْ نَّسِیَ صَلٰوۃً فَلْیُصَلِّ اِذَا ذَکَرَ وَلَا یُعِیْدُ اِلَّا تِلْکَ الصَّلٰوۃَ وَقَالَ اِبْرَاھِیْمُ مَنْ تَرَکَ صَلٰوۃً وَاحِدَۃً عِشْرِیْنَ سَنَۃً لَمْ یُعِدْ اِلَّا تِلْکَ الصَّلٰوۃِ الْوَاحِدَۃَ(o)

ترجمہ: اگر کسی کو نماز پڑھنا یاد نہ رہے تو جب بھی یاد آئے پڑھ لے (ان اوقات کے علاوہ جن میں نماز مکروہ ہے) اور قضا صرف ایک ہی مرتبہ پڑھی جائے گی۔ ابراہیم نے فرمایا کہ اگر کوئی شخص بیس سال تک ایک نماز برابر چھوڑتا رہا تو صرف اس ایک نماز کی قضا ہوگی۔

عَنْ اَنَسِ بْنِ مَالِکٍ عَنِ النَّبِیِّ ﷺ قَالَ مَنْ نَّسِیَ صَلٰوۃً فَلْیُصَلِّ اِذَا ذَکَرَ لَا کَفَّارَۃَ لَھَا اِلَّا ذٰلِکَ وَاَقِمِ الصَّلٰوۃَ لِذِکْرِیْ قَالَ مُوْسٰی قَالَ ھَمَّامٌ سَمِعْتُہٗ یَقُوْلُ بَعْدُ اَقِمِ الصَّلٰوۃَ لِذِکْرِیْ وَقَالَ حَبَّانُ ثَنَا ھَمَّامٌ ثَنَا قَتَادَۃُ قَالَ حَدَّثَنَا اَنَسٌ عَنِ النَّبِیِّ ﷺ نَحْوَہٗ(o)

ترجمہ: حضرت انس بن مالک سے وہ نبی کریم ﷺ سے کہ آپ نے فرمایا اگر کوئی نماز پڑھنا بھول جائے تو جب بھی یاد آجائے پڑھ لینی چاہئے۔ اس قضاء کے سوا اور کوئی کفارہ اس کی وجہ سے نہیں ہوتا (اور خداوند تعالیٰ کا ارشاد ہے کہ) نماز میرے ذکر کے لئے قائم کرو۔ حبان نے کہا کہ ہم سے ہمام نے حدیث بیان کی ان سے قتادہ نے بیان کی۔ کہا کہ ہم سے انس (رضی اللہ عنہ) نے نبی کریم ﷺ سے نقل کر کے حدیث بیان کی اسی حدیث کی طرح۔

(باب نمبر ۳۹) قَضَآءِ الصَّلَوَاتِ الاُوْلٰی فَالاُوْلٰی

متعدد نمازوں کی قضا میں ترتیب قائم رکھنا

جَعَلَ عُمَرُ رَضِیَ اللّٰہُ عَنْہُ یَوْمَ الْخَنْدَقِ یَسُبُّ کُفَّارَھُمْ فَقَالَ مَا کِدْتُ اُصَلِّی الْعَصْرَ حَتّٰی غَرَبَتِ الشَّمْسِ قَالَ فَنَزَلْنَا بُطْحَانَ فَصَلّٰی بَعْدَ مَاغَرَبَتِ الشَّمْسُ ثُمَّ صَلَّی الْمَغْرِبِ(٥)

ترجمہ: حضرت عمر رضی اللہ عنہ غزوۂ خندق کے موقعہ پر (ایک دن) کفار کو برا بھلا کہنے لگے۔ فرمایا کہ سورج غروب ہوگیا لیکن میں (لڑائی میں مشغولیت کی وجہ سے) نماز عصر نہ پڑھ سکا۔ جابر نے بیان کیا کہ پھر ہم وادی بطحان کی طرف گئے اور (عصر کی نماز) غروب شمس کے بعد پڑھی اس کے بعد مغرب کی پڑھی۔

شرح: اگر کسی کی کئی وقت کی نمازیں قضا ہوگئیں ہیں تو امام ابوحنیفہ رحمۃ اللہ علیہ کے نزدیک ان کی قضا میں ترتیب قائم رکھنا واجب ہے یعنی پہلے ظہر قضا ہوئی ہے تو ظہر پڑھنی چاہیے۔ عصر اس کے بعد پڑھی جائے اور مغرب اس کے بعد اور اسی طرح آگے بڑھتے جایئے۔ امام مالک رحمۃ اللہ علیہ کا بھی یہی مسلک ہے لیکن دوسرے ائمہ ترتیب کو صرف مستحب بتاتے ہیں یہ ایک اجتہادی اختلاف ہے۔ آں حضور ﷺ نے اس طرح کے بعض مواقع پر ترتیب قائم رکھی تھی۔

امام ابوحنیفہ رضی اللہ عنہ کا مذہب عقلی تقاضے پر راجح ہے اس لئے کہ قضا ادا کی نائب ہے تو جو حکم ادا کا ہوگا وہی قضا کا تو جس طرح ادا میں ترتیب واجب ہے قضا میں بھی یونہی۔ مزید تفصیل کتب فقہ میں ہے۔ ہاں شوکانی (غیر مقلد) نے نیل الاوطار میں امام ابوحنیفہ رضی اللہ عنہ کی تائید میں دوسرے ائمہ کے اسماء بھی لکھے ہیں وہ یہ ہیں، امام مالک، امام نخعی وامام ربیعہ طرفہ یہ کہ خود امام بخاری بھی اس مسئلہ میں امام ابو حنیفہ رضی اللہ عنہ کے ساتھ ہیں صرف امام شافعی رحمۃ اللہ علیہ کے نزدیک ترتیب واجب نہیں۔

(باب نمبر ٤٠) مَايُكْرَهُ مِنَ السَّمَرِ بَعْدَالْعِشَآءِ

عشاء کے بعد باتیں کرنا پسندیدہ نہیں

اَلسَّامِرُ مِنَ السَّمَرِ وَالْجَمْعُ السُّمَّارُ وَالسَّامِرُ هٰهُنَا فِىْ مَوْضِعِ الْجَمْعِ وَاَصْلُ السَّمَرِ ضَوْءُ لَوْنِ الْقَمَرِ وَكَانُوْا يَتَحَدَّثُوْنَ فِيْهِ(ہ)

ترجمہ: سامر سمر سے مشتق ہے، سُمّار اس کی جمع ہے یہاں پر سامر جمع کے موقع میں آیا ہے (یہ لفظ واحد اور جمع دونوں کیلئے استعمال ہوتا ہے) سمر اصل میں چاند کی روشنی کو کہتے ہیں۔ اہل عرب چاندنی راتوں میں باتیں کیا کرتے تھے۔

اَبُو الْمِنْهَالِ قَالَ انْطَلَقْتُ مَعَ اَبِىْ اِلٰى اَبِىْ بَرْزَةَ الْاَسْلَمِىِّ فَقَالَ لَهٗ اَبِىْ حَدِّثْنَا كَيْفَ كَانَ رَسُوْلُ اللّٰهِ ﷺ يُصَلِّى الْمَكْتُوْبَةَ قَالَ كَانَ يُصَلِّى الْهَجِيْرَ وَهِىَ الَّتِىْ تَدْعُوْنَهَا الْاُوْلٰى حِيْنَ تَدْحَضُ الشَّمْسُ وَيُصَلِّى الْعَصْرَ ثُمَّ يَرْجِعُ اَحَدُنَآ اِلٰى اَهْلِهٖ فِىْ اَقْصَى الْمَدِيْنَةِ وَالشَّمْسُ حَيَّةٌ وَّنَسِيْتُ مَا قَالَ فِى الْمَغْرِبِ قَالَ وَكَانَ يَسْتَحِبُّ اَنْ يُّؤَخِّرَ الْعِشَآءَ قَالَ وَكَانَ يَكْرَهُ النَّوْمَ قَبْلَهَا وَالْحَدِيْثَ بَعْدَهَا وَكَانَ يَنْفَتِلُ مِنْ صَلٰوةِ الْغَدَاةِ حِيْنَ يَعْرِفُ اَحَدُنَا جَلِيْسَهٗ وَيَقْرَاُمِنَ السِّتِّيْنَ اِلَى الْمِائَةِ(ہ)

ترجمہ: ابوالمنہال نے کہا کہ میں اپنے والد کے ساتھ ابو برزہ اسلمی کی خدمت میں حاضر ہوا۔ ان سے والد نے پوچھا کہ رسول اللہ ﷺ فرض نمازیں کس طرح پڑھتے تھے، ہم سے اس کے متعلق حدیث بیان فرمایئے۔ انہوں نے فرمایا کہ آپ ﷺ ہجیر (ظہر) جسے تم صلوٰۃ اولیٰ کہتے ہو، سورج کے زوال کے بعد پڑھتے تھے اور آپ ﷺ کے عصر پڑھنے کے بعد کوئی بھی شخص اپنے گھر واپس ہوتا اور وہ بھی مدینہ کے سب سے آخری کنارہ پر، تو سورج ابھی صاف اور روشن ہوتا۔ مغرب سے متعلق آپ ﷺ نے جو کچھ بتایا تھا مجھے یاد نہیں رہا۔ اور فرمایا کہ عشاء میں آپ ﷺ تاخیر پسند فرماتے تھے۔ اس سے پہلے سونے کو اور اس کے بعد بات کرنے کو پسند نہیں فرماتے تھے۔ صبح کی نماز سے جب آپ ﷺ فارغ ہوتے تو (اتنا سویرا ہو چکا ہوتا کہ) ہم اپنے قریب بیٹھے ہوئے دوسرے شخص کو پہچان لیتے تھے۔ آپ فجر میں ساٹھ سے سو تک آیتیں پڑھتے تھے۔

شرح: حضرت امام بخاری رحمۃ اللہ علیہ کی عادت ہے کہ جہاں حدیث شریف میں قرآن مجید کا لفظ آجائے تو اس کی تفسیر اور لغوی تحقیق تحریر فرمادیتے ہیں چونکہ حدیث کا مضمون عشاء کے بعد قصہ کہانیوں سے ممانعت پر مبنی ہے اور اس کا مادہ قرآنی آیت سے ہے اسی لئے اس کی لغوی تحقیق لکھ دی اور مختصر سی تفسیر بھی۔ چونکہ حدیث کے مضامین کی پہلے تشریح ہو چکی ہے فقیر یہاں آیت کے مضمون کی تفسیر عرض کرتا ہے ان شاء اللہ تعالیٰ قارئین کے لئے مفید ثابت ہوگی۔

بعض نے کہا کہ السامر اندھیری رات کو اور السمر رات کی تاریکی کو کہا جاتا ہے۔ اس لیے رات کی بات چیت کو سمر اللیل سے تعبیر کیا جاتا ہے۔ مثلاً کہتے ہیں: سمر فلان یہ اس شخص کو کہا جاتا ہے جو رات کو باتوں میں مشغول رہے۔ مشرکین کی عادت تھی کہ رات کو ایک جگہ جمع ہو کر قرآن مجید پر طعن و تشنیع کرتے رہتے تھے اور ان کی عام بات چیت قرآن مجید کے متعلق ہوتی کہ وہ سحر ہے اور شعر ہے وغیرہ۔

تفسیر:

اس آیت میں رات کو قصے کہانی اور غیر طاعت کی باتوں کی مذمت کی گئی ہے۔

(۱) امام قرطبی رحمۃ اللہ علیہ رات کے تہائی حصہ تک نماز کو مؤخر کرتے اور نماز سے پہلے نیند کرنے اور نماز کے بعد باتیں کرنے کو مکروہ سمجھتے۔

(۲) امام قرطبی نے فرمایا کہ تمام علماء متفق ہیں کہ نماز کے بعد فضول باتیں کرنا مکروہ ہے اس لیئے کہ نمازیں گناہوں کا کفارہ ہیں۔ اس لیے لازم ہے کہ انسان نیک عمل کر کے نیند کرے تاکہ کراماً کاتبین نیک عمل پر عمل نامہ کو لپیٹیں۔ اگر نیکی کے بعد فضول باتیں کرے گا تو اس کی نماز قضاء ہو جائے گی اور عمل نامہ بھی لغو اور فضول باتوں پر لپیٹا جائے گا۔

(۳) حضرت عمر رضی اللہ عنہ نماز عشاء کے بعد سختی سے باتوں سے روکتے اور فرماتے کہ چل کر آرام کرو ممکن ہے تمہیں نماز یا تہجد نصیب ہو۔ یعنی جلد سوؤ گے تو تہجد کے لئے اٹھنا نصیب ہوگا۔

فائدہ: فقیہ ابواللیث نے فرمایا نماز عشاء کے بعد باتیں تین قسم ہیں۔

(۱) مذاکرۂ علمی: یہ نیند سے افضل ہے (جیسے طلبۂ مدارس عربیہ اور علماء و مدرسین اور جلسہ ہائے اسلامی) اسی طرح وہ باتیں جو خیر و صلاح اور مبنی بر طاعت ہوں۔ حضور سرور عالم ﷺ نماز عشاء کے بعد ابوبکر رضی اللہ عنہ کے گھر میں بیٹھ کر مسلمانوں کے معاملات میں صلاح و مشورہ کیا کرتے تھے۔

(۲) بناوٹی باتیں اور جھوٹے قصے کہانیاں اور ہنسی مذاق وغیرہ مکروہ ہے۔

(۳) آپس میں ایک دوسرے سے انس پیدا کرنے کے لئے گفتگو کرنا بشرطیکہ اس میں جھوٹ اور باطل قول سے احتراز کیا جائے۔ ایسی باتیں اگرچہ مباح ہیں تاہم ان سے احتراز کرنا چاہیے کیونکہ اس کیلئے جو وارد ہوا ہے، وہ عام ہے۔

اگر فضول باتوں کا ارتکاب ہو جائے تو ان کے بعد آخر میں ذکرِ الٰہی، استغفار اور تسبیح و تہلیل یا کوئی اور نیکی کی جائے تاکہ باتوں کا خاتمہ نیکی پر ہو۔

حدیث شریف: حضور سرورِ عالم ﷺ جب مجلس برخاست کرتے تو فرماتے:

"سبحانک اللهم وبحمدک اشهد ان لا اله الا انت استغفرک واتوب الیک"۔

حدیث شریف: روضۃ الاخیار میں ہے (رسول اللہ ﷺ نے فرمایا) کہ جو شخص اپنی مجلس برخاست کرنے سے پہلے کلماتِ مذکورہ پڑھے گا وہ اس کے ان تمام گناہوں کا کفارہ ہو جائیں گے جو اس سے اس مجلس میں سرزد ہوئے۔

ارشاد عائشہ: حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا نے فرمایا کہ قصے کہانیاں صرف مسافر اور نمازی کیلئے جائز ہیں۔ وہ اس لیے کہ مسافر اپنا سفر کاٹنے کے لئے قصے کہانیاں کہے گا تو اس کا سفر آسانی سے کٹ جائے گا۔ بنابریں اس کے لئے جائز ہے، اس سے اسے ثواب وغیرہ کی امید نہیں رکھنی چاہئے۔ اسی طرح نمازی بھی جب نماز سے پہلے قصے کہانیاں کہے گا تو نماز اس کے قصے کہانیوں کا کفارہ بن جائے گی اور نماز پر اس کی مجلس کا خاتمہ ہوگا اور نماز پڑھ کر فوراً نیند کرے گا تو اس پر کسی طرح غلطی اور فضول باتوں کا جرم نہ ہوگا۔

سبق: عاقل پر لازم ہے کہ وہ فضول باتوں اور اُن جملہ امور سے احتراز کرے جو اسے حریمِ قبول سے محروم کر کے دُور پھینک دیں۔ اور ایسا کام نہ کرے جس سے اس کی زندگی ضائع ہو اور آفات و بلیات میں مبتلا نہ ہو۔

حضرت حافظ قدس سرہ نے فرمایا: ؎

ما قصۂ سکندر و دارا نخواندہ ایم ☆ از ما بجز حکایت مہر و وفا مپرس

ترجمہ: ہم نے سکندر کا قصہ پڑھا ہے لیکن ہم ☆ سے سوائے مہر و وفا کے اور کچھ نہ پوچھو۔

کسی اور نے فرمایا: ؎

جز یادِ دوست ہر چہ کنم جملہ ضائع است ☆ جز سرِ شوق ہر چہ گویم بطالت است

ترجمہ: یادِ دوست کے سوا جو کچھ کر رہا ہوں ضائع ہے۔ شوقِ محبوب کے سوا جو کچھ کہتا ہوں باطل ہے۔

(باب نمبر ٤١) اَلسَّمَرِ فِی الْفِقْہِ وَالْخَیْرِ بَعْدَ الْعِشَآءِ

عشاء کے بعد دین کے مسائل اور خیر کی گفتگو کرنا

قُرَّۃَ بْنَ خَالِدٍ قَالَ انْتَظَرْنَا الْحَسَنَ وَرَاثَ عَلَیْنَا حَتّٰی قَرُبْنَا مِنْ وَقْتِ قِیَامِہٖ فَجَآءَ فَقَالَ دَعَانَا جِیْرَانُنَا ھٰؤُلَآءِ ثُمَّ قَالَ قَالَ اَنَسُ بْنُ مَالِکٍ نَظَرْنَا النَّبِیَّ ﷺ ذَاتَ لَیْلَۃٍ حَتّٰی کَانَ شَطْرُ اللَّیْلِ یَبْلُغُہٗ فَجَاءَ فَصَلّٰی لَنَا ثُمَّ خَطَبَنَا فَقَالَ اَلَا اِنَّ النَّاسَ قَدْ صَلَّوْا ثُمَّ رَقَدُوْا وَاِنَّکُمْ لَمْ تَزَالُوْا فِیْ صَلٰوۃٍ مَا انْتَظَرْتُمُ الصَّلٰوۃَ قَالَ الْحَسَنُ وَاِنَّ الْقَوْمَ لَایَزَالُوْنَ فِیْ خَیْرٍ مَّا انْتَظَرُوْا الْخَیْرَ قَالَ قُرَّۃُ ھُوَ مِنْ حَدِیْثِ اَنَسٍ عَنِ النَّبِیِّ ﷺ(ﮧ).

ترجمہ: قرہ بن خالد نے کہا کہ ایک دن حضرت حسن بصری رحمۃ اللہ علیہ نے بڑی دیر کی اور ہم آپ کا انتظار کرتے رہے۔ جب آپ کے اٹھنے کا وقت قریب آ گیا تو تشریف لائے اور فرمایا میرے ان پڑوسیوں نے مجھے بلا لیا تھا پھر سنایا کہ انس بن مالک نے فرمایا تھا کہ ہم ایک رات نبی کریم ﷺ کا (عشاء کے وقت نماز کے لئے) انتظار کرتے رہے۔ تقریباً آدھی رات ہوگئی تو آپ ﷺ تشریف لائے پھر ہمیں نماز پڑھائی۔ اس کے بعد خطبہ دیا۔ آپ ﷺ نے فرمایا کہ دوسروں نے نماز پڑھ لی اور سو گئے لیکن تم لوگ جب تک نماز کے انتظار میں رہو درحقیقت نماز ہی کی حالت میں ہو۔ حسن نے فرمایا کہ (اس طرح) اگر لوگ کسی خیر کے انتظار میں بیٹھے تو وہ بھی خیر کی حالت ہی میں ہیں۔ قرہ نے کہا کہ حدیث کا یہ آخری ٹکڑا بھی حضرت انس (رضی اللہ عنہ) کی حدیث میں داخل ہے جو انہوں نے نبی کریم ﷺ سے سنا تھا۔

اَنَّ عَبْدَاللہِ بْنِ عُمَرَ قَالَ صَلّٰی النَّبِیُّ ﷺ صَلٰوۃَ الْعِشَآءِ فِیْ اٰخِرِ حَیٰوتِہٖ فَلَمَّا سَلَّمَ قَامَ النَّبِیُّ ﷺ فَقَالَ اَرَاَیْتَکُمْ لَیْلَتَکُمْ ھٰذِہٖ فَاِنَّ رَاْسَ مِائَۃِ سَنَۃٍ لَّا یَبْقٰی مَنْ ھُوَ الْیَوْمَ عَلٰی ظَھْرِ الْاَرْضِ اَحَدٌ فَوَھَلَ النَّاسُ فِیْ مَقَالَۃِ النَّبِیِّ ﷺ اِلٰی مَایَتَحَدَّثُوْنَ فِیْ ھٰذِہِ الْاَحَادِیْثِ عَنْ مِّائَۃِ سَنَۃٍ وَاِنَّمَا قَالَ النَّبِیُّ ﷺ لَا یَبْقٰی مِمَّنْ ھُوَ الْیَوْمَ عَلٰی ظَھْرِ الْاَرْضِ یُرِیْدُ بِذٰلِکَ اَنَّھَا تَخْرِمُ ذٰلِکَ الْقَرْنَ(ﮧ)

ترجمہ: عبداللہ بن عمر نے فرمایا کہ نبی کریم ﷺ نے عشاء کی نماز پڑھی اپنی زندگی کے آخری دنوں میں۔ سلام پھیرنے کے بعد آپ ﷺ کھڑے ہوئے اور فرمایا کہ اس رات کے متعلق تمہیں کچھ معلوم ہے؟ آج روئے زمین پر جتنے انسان زندہ ہیں سو سال بعد ان میں سے کوئی بھی باقی نہیں رہے گا۔ لوگوں نے نبی پاک ﷺ کا مقصد سمجھنے میں غلطی کی اور مختلف باتیں کرنے لگے۔ حالانکہ آپ ﷺ کا مقصد صرف یہ تھا کہ جو لوگ آج (اس گفتگو کے وقت) زندہ ہیں ان میں سے کوئی بھی آج سے ایک صدی بعد باقی نہیں رہے گا اور یہ صدی پوری ہو جائے گی۔

شرح: **(سوال)** باب مذکورہ میں امام بخاری رحمۃ اللہ علیہ نے لفظ فقہ کا اضافہ کیوں فرمایا جبکہ لفظ الخیر میں وہ بھی شامل ہے۔

(جواب) فقہ کی اہمیت کے اظہار کیلئے، جن لوگوں کو امام بخاری سے محبت کا دعویٰ ہے وہ اپنی محبت میں جھوٹے ہیں کیونکہ امام بخاری کو تو فقہ سے پیار ہے اور یہ فقہ کے دشمن ہیں اس لئے کہ یہ فن امام ابوحنیفہ رضی اللہ عنہ سے منسوب ہے۔ امام ابوحنیفہ سے بغض کی وجہ سے انہیں فقہ سے بھی بغض ہے ہم کہتے ہیں **قل موتو بغیظکم۔**

حدیث حسن رضی اللہ عنہ: یہاں حسن بصری مراد ہیں اور عموماً احادیثِ مبارکہ میں مطلقاً جہاں بھی بلا اضافہ یہ اسم آئے گا تو سیدنا حسن بصری مراد ہوں گے ہاں اگر سیدنا حسن مجتبیٰ رضی اللہ عنہ کا جہاں ذکر ہوگا تو اس کے ساتھ حسن بن علی رضی اللہ عنہما کہا جائے گا۔ اس حدیث سے حضرت حسن بصری رضی اللہ عنہ کے اپنے عمل پر اعتراض ہوا وہ یہ کہ آپ کا معمول تھا کہ روزانہ رات میں تعلیم کے لئے مسجد میں بیٹھا کرتے تھے لیکن آج آنے میں دیر کی اور اس وقت آئے جب یہ تعلیمی مجلس حسب معمول ختم ہو جانی چاہئے تھی۔ حضرت حسن نے اس کے بعد لوگوں کو نصیحت کی اور فرمایا کہ حضور ﷺ نے ایک مرتبہ دیر میں نماز پڑھائی اور پھر لوگوں سے یہ فرمایا۔

سوسال: یہ حدیث پہلے گزری ہے وہاں دیوبندی نے لکھا اس کے تحت مزید لکھا کہ نبی کریم ﷺ کی حدیث جب عام لوگوں کو معلوم ہوئی تو بہت سے خوش عقیدہ قسم کے لوگوں نے یہ کہنا شروع کر دیا کہ سو سال بعد تو قیامت آجائے گی۔ صحابہ کرام رضی اللہ عنہم نے اس کی تردید کی کہ یہ کیسا غلط خیال ہے۔ سب سے آخر میں

انتقال کرنے والے صحابی ابوالطفیل عامر بن واثلہ رضی اللہ عنہ ہیں اور ان کا انتقال ۱۱۰ھ ہجری میں ہوا یعنی آں حضور کی پیشین گوئی کے ٹھیک سو سال بعد۔ بعض علماء نے کہا ہے کہ حضرت خضر علیہ السلام زندہ نہیں اور دلیل میں یہی حدیث پیش کرتے ہیں۔ درحقیقت یہ بحث ہی نہ پیدا ہونی چاہئے کہ اس حدیث کا تعلق حضرت خضر یا حضرت عیسیٰ علیہما السلام سے بھی ہوسکتا ہے؟ حدیث میں تو صرف روئے زمین کے عام انسانوں کے متعلق بتایا گیا ہے۔ یعنی انبیاء کیلئے نہیں تو اس معنی پر سوال پیدا نہیں ہوتا۔

بہرحال دیوبندی نے مافی الغد (کل کیا ہوگا) مان کر اپنے مذہب پر ضرب کاری لگائی جب کہ وہ کہتے ہیں کہ پانچ علموں میں سے کوئی کسی کے لئے مانے تو وہ مشرک، کافر ہے وغیرہ وغیرہ۔

(باب نمبر ۴۲) اَلسَّمَرِ مَعَ الاَھْلِ وَالضَّیْفِ

گھر والوں اور مہمانوں کے ساتھ رات میں گفتگو کرنا

عَنْ عَبْدِ الرَّحْمٰنِ ابْنِ اَبِیْ بَکْرٍ اَنَّ اَصْحَابَ الصُّفَّةِ کَانُوْا اُنَاسًا فُقَرآءُ وَاَنَّ النَّبِیَّ ﷺ قَالَ مَنْ کَانَ عِنْدَهٗ طَعَامُ اثْنَیْنِ فَلْیَذْهَبْ بِثَالِثٍ وَّاِنْ اَرْبَعٌ فَخَامِسٌ اَوْسَادِسٌ وَّاَنَّ اَبَا بَکْرٍ جَآءَ بِثَلٰثَةٍ وَّانْطَلَقَ النَّبِیُّ ﷺ بِعَشَرَةٍ قَالَ فَهُوَاَنَا وَاَبِیْ وَاُمِّیْ وَلَا اَدْرِیْ هَلْ قَالَ وَامْرَاَتِیْ وَخَادِمٌ بَیْنَ بَیْتِنَا وَبَیْتِ اَبِیْ بَکْرٍ وَّاَنَّ اَبَا بَکْرٍتَعَشّٰی عِنْدَالنَّبِیِّ ﷺ ثُمَّ لَبِثَ حَیْثُ صُلِّیَتِ الْعِشَآءُ ثُمَّ رَجَعَ فَلَبِثَ حَتّٰی تَعَشَّی النَّبِیُّ ﷺ فَجَآءَ بَعْدَ مَامَضٰی مِنَ اللَّیْلِ مَاشَآءَ اللّٰهُ قَالَتْ لَهٗ امْرَاَتُهٗ مَاحَبَسَکَ عَنْ اَضْیَافِکَ اَوْقَالَتْ ضَیْفِکَ قَالَ اَوْمَاعَشَّیْتِهِمْ قَالَتْ اَبَوْا حَتّٰی تَجِیْءَ قَدْ عُرِضُوْا فَاَبَوْا قَالَ فَذَهَبْتُ اَنَا فَاخْتَبَاْتُ فَقَالَ یَاغُنْثَرُ وَجَدَّعَ وَسَبَّ وَقَالَ کُلُوْا لَاهَنِیْئًا لَّکُمْ فَقَالَ وَاللّٰهِ لَااَطْعَمُهٗ اَبَدًا وَّاَیْمُ اللّٰهِ مَاکُنَّا نَاْخُذُ مِنْ لُقْمَةٍ اِلَّا رَبَامِنْ اَسْفَلِهَا اَکْثَرُ مِنْهَاقَالَ شَبِعُوْا وَصَارَتْ اَکْثَرُ مِمَّا کَانَتْ قَبْلَ ذٰلِکَ فَنَظَرَ اِلَیْهَا اَبُوْبَکْرٍ فَاِذَا هِیَ کَمَا هِیَ اَوْ اَکْثَرُ فَقَالَ لِامْرَاَتِهٖ یَااُخْتَ بَنِیْ فِرَاسٍ مَاهٰذَا قَالَتْ لَا وَقُرَّةِ عَیْنِیْ لَهِیَ الْاٰنَ اَکْثَرُ مِنْهَا قَبْلَ ذٰلِکَ بِثَلَاثِ مِرَارٍ فَاَکَلَ مِنْهَا اَبُوْبَکْرٍ وَقَالَ اِنَّمَا کَانَ ذٰلِکَ مِنَ الشَّیْطَانِ یَعْنِیْ یَمِیْنَهٗ ثُمَّ

اَکَلَ مِنْہَا لُقْمَۃً ثُمَّ حَمَلَہَا اِلَی النَّبِیِّ ﷺ فَاَصْبَحَتْ عِنْدَہٗ وَکَانَ بَیْنَنَا وَبَیْنَ قَوْمٍ عَقْدٌ فَمَضَی الاَجَلُ فَفَرَّقَنَا اِثْنَیْ عَشَرَ رَجُلاً مَعَ کُلِّ رَجُلٍ مِنْہُمْ اُنَاسٌ وَاللّٰہُ اَعْلَمُ کَمْ مَعَ کُلِّ رَجُلٍ فَاَکَلُوْا مِنْہَا اَجْمَعُوْنَ اَوْ کَمَا قَالَ (٥)

ترجمہ: عبدالرحمٰن بن ابی بکر نے بیان کیا کہ اصحاب صفہ فقیر اور مسکین لوگ تھے اور نبی کریم ﷺ نے فرمایا کہ جس گھر میں دو آدمیوں کا کھانا ہو تو تیسرے (اصحاب صفہ میں سے کسی) کو اپنے ساتھ لیتا جائے اور اگر چار آدمیوں کا کھانا ہے تو پانچویں یا چھٹے کو اپنے ساتھ لے جاؤ۔ ابوبکر رضی اللہ عنہ تین آدمی اپنے ساتھ لائے اور نبی کریم ﷺ دس صحابہ کو لے گئے۔ عبدالرحمٰن بن ابی بکر نے بیان کیا کہ گھر کے افراد میں والد، والدہ اور میں تھا۔ راوی کا بیان ہے کہ مجھے یاد نہیں کہ انہوں نے یہ کہا یا نہیں کہ میری بیوی اور ایک خادم جو میرے اور ابوبکر رضی اللہ عنہ دونوں کے گھر کے لئے تھا، یہ بھی تھے خود ابوبکر رضی اللہ عنہ نبی کریم ﷺ کے یہاں ٹھہر گئے (اور غالباً کھانا بھی وہیں کھایا، صورت یہ ہوئی کہ) نماز عشاء تک آپ وہیں رہے پھر (مسجد سے نبی کریم ﷺ کے حجرہ مبارک میں) آئے اور وہیں ٹھہرے رہے تا آنکہ نبی کریم ﷺ نے بھی کھانا تناول فرما لیا۔ اور رات کا ایک حصہ گزر جانے کے بعد جب اللہ تعالیٰ نے چاہا تو آپ گھر تشریف لائے۔ بیوی نے کہا کہ کیا بات پیش آئی کہ مہمانوں کی خبر بھی آپ نے نہ لی۔ یا یہ کہا کہ مہمان کی خبر نہیں لی۔ آپ نے پوچھا کیا تم نے ابھی انہیں کھانا نہیں کھلایا، انہوں نے کہا کہ آپ کے آنے تک انہوں نے کھانے سے انکار کیا۔ کھانے کے لئے ان سے کہا گیا تھا لیکن وہ نہ مانے۔ عبدالرحمٰن بن ابی بکر نے بیان کیا کہ میں بھاگ کر چھپ گیا تھا۔ ابوبکر رضی اللہ عنہ نے پکارا اے غنثر! آپ نے برا بھلا کہا اور کوسنے دیئے۔ فرمایا کہ کھاؤ تمہیں مبارک نہ ہو، خدا کی قسم میں اس کھانے کو کبھی نہیں کھاؤں گا (آخر مہمانوں کو کھانا کھلایا گیا) خدا گواہ ہے کہ ہم ادھر ایک لقمہ لیتے تھے اور نیچے سے پہلے سے زیادہ کھانا ہو جاتا تھا۔ بیان کیا کہ سب لوگ شکم سیر ہو گئے اور کھانا پہلے سے بھی زیادہ بچ گیا۔ ابوبکر رضی اللہ عنہ نے دیکھا تو کھانا پہلے ہی اتنا یا اس سے بھی زیادہ تھا۔ اپنی بیوی سے بولے، بنو فراس کی بہن! یہ کیا بات ہے؟ انہوں نے کہا کہ میری آنکھ کی ٹھنڈک کی قسم یہ تو پہلے سے تگنا ہے۔ پھر ابوبکر رضی اللہ عنہ نے بھی وہ کھانا کھایا اور کہا کہ میرا قسم کھانا ایک شیطانی

وسوسہ تھا۔ پھر ایک لقمہ اس میں سے کھایا اور نبی کریم ﷺ کی خدمت میں بقیہ کھانا لے گئے اور آپ ﷺ کی خدمت میں حاضر ہوئے۔ ہم مسلمانوں کا ایک دوسرے قبیلے کے لوگوں سے معاہدہ تھا اور معاہدہ کی مدت پوری ہو چکی تھی۔ (اس قبیلہ کا وفد معاہدہ سے متعلق بات چیت کرنے آیا ہوا تھا) ہم نے وفد کو بارہ سرداروں میں تقسیم کر دیا تھا۔ ہر سردار کے ساتھ کچھ قبیلہ کے دوسرے افراد تھے جن کی تعداد خدا کو معلوم کتنی تھی۔ پھر سب نے وہ کھانا کھایا۔ اوکما قال۔

شرح: اس روایت میں سیدنا ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ کی کرامت کا بیان ہے۔ اہلسنت کے قاعدہ ''کرامات الاولیاء حق'' کی زبردست اور مضبوط دلیل ہے۔

کراماتِ صدیق اکبر رضی اللہ عنہ: حدیث مذکورہ بالا کی مناسبت سے صدیق اکبر رضی اللہ عنہ کی دو کرامات حاضر ہیں۔

(۱) بزمانۂ خلافت حضرت سیدنا صدیق اکبر رضی اللہ عنہ لشکر مجاہدین اسلام حمص کے عظیم الشان قلعہ کا محاصرہ کئے ہوئے ہیں۔ ہرقل شہنشاہ روم یرموک میں افواج قاہرہ طام سے شکستِ فاش کھا کر کسی نامعلوم مقام یا اسی قلعہ حمص میں روپوش ہے۔ ناظم قلعہ نے اس خیال سے کہ شدید سردی کا موسم آ رہا ہے سپاہِ عرب یہاں کی سردی برداشت نہ کر سکے گی وہ تدابیر اختیار کیں کہ محاصرہ کی میعاد طول پکڑتی جائے اور مسلمان سردی سے ٹھٹھر کر رہ جائیں۔ یا محاصرہ چھوڑ کر چلے جائیں۔ عرب افواج کے پاس نہ آج کل کی طرح وردیاں تھیں نہ گرم ملبوسات کی کثرت تھی۔ وہی معمولی سا سادہ پرانا لباس جسموں پر تھا۔ لیکن ان کے مبارک قلوب میں حرارتِ عشق الٰہی تھی۔ جذبۂ جہاد کی گرمی تھی۔ سردی آئی اور پورے شباب کے ساتھ آئی مگر عساکرِ اسلامیہ کی گرم جوشی کے سامنے خود سردی کی سرد بازاری ہوگئی۔ بالفاظ دیگر یوں کہیئے کہ خلیفہ رسول ﷺ حضرت سیدنا صدیق اکبر رضی اللہ عنہ کی کرامت آفریں دعاؤں کا یہ اثر تھا کہ حمص کی سردی سے کسی ایک مجاہد کو بھی نقصان نہیں پہنچا۔ ادھر سردی کے موسم نے کروٹ لی اور مجاہدین اسلام نے بارگاہ الٰہی میں تضرع وزاری کے ساتھ دعا کی۔ اے باری تعالیٰ قلعہ پر اپنی رحمت سے مسلمانوں کو فتح یاب کر دے۔

امیر لشکرِ اسلام حضرت سیدنا خالد رضی اللہ عنہ نے ایک روز سپاہِ اسلام میں خطبہ دیا۔اور قلعہ پر حملہ کا حکم دیا،فوج ظفر موج نے قلعہ کو چاروں طرف سے گھیر کر سالارِ اعظم کے ایماء سے بہ یک آواز نعرۂ تکبیر مل کر بلند کیا۔اللہ اکبر کا نعرہ جو حقیقتاً ایک جلالی نعرہ ہے۔اس وقت متحد آواز کے ساتھ فضا میں گونجا ایک دم زمین میں زلزلہ پیدا ہوا اور پہلے ہی نعرے سے حصار قلعہ کی دیواریں پاش پاش ہو کر گر گئیں۔یہ نعرہ تکبیر نہ تھا بلکہ صورِ قیامت کی گرج تھی جس نے قلعہ کی سر بفلک دیواریں آن کی آن میں ڈھا کر خاک کا ڈھیر کر دیں ۔دوبارہ پھر مسلمانوں نے نعرۂ تکبیر بلند کیا۔اللہ اکبر کی صدا فضا میں گونجی اور اس کی گرج سے قلعہ نشین نصرانیوں کے دل بیٹھ گئے اور وہ رومالوں سے ہاتھ باندھ کر افتاں وخیزاں گھروں سے باہر نکل آئے اور مصالحت کی درخواست کی۔کہاں عرصہ دراز سے قلعہ کا محاصرہ ہو رہا تھا۔اور کہاں صرف نعرۂ تکبیر کی کفر شکن ایک آواز نے فتح مُبین کی نمایاں کرامت دکھائی۔اور قلعہ فتح ہو گیا صحابہ کرام کی اجتماعی کرامت تھی جس کا ظہور عین معرکہ کارزار میں ہوا۔

(۴) امیر المؤمنین خلیفۃ المسلمین سیدنا صدیق اکبر رضی اللہ عنہ ارشاد فرماتے ہیں کہ قبل از اسلام ایک روز میں ایک درخت کے سائے میں بیٹھا ہوا تھا یکا یک درخت کی شاخیں جُھک گئیں اور میرے اردگرد حلقہ کرلیا۔درخت کی شاخوں سے آواز پیدا ہوئی۔آواز کا مفہوم یہ تھا کہ عنقریب پیغمبر آخر الزماں کا ظہور ہونے والا ہے سب سے پہلے ان کی تصدیق کر کے آپ کو صدیق بننا چاہئے۔فرماتے ہیں میں نے آواز کی طرف توجہ دی اور کہا کہ اے آواز صاف صاف تفصیل کے ساتھ یہ راز بیان کرو کہ وہ کون پیغمبر آخر الزماں ہیں ان کا اسمِ گرامی کیا ہے۔درخت نے جواب دیا کہ وہ محمد بن عبد اللہ قریشی (ﷺ)۔میں نے کہا وہ تو میرے انیس وجلیس ہیں۔اے درخت میں عہد کرتا ہوں کہ میں ضرور ان کی نبوت کا اقرار کروں گا مجھے بتاؤ کہ وہ منجانب اللہ نبوت پر معبوث کئے جائیں گے۔درخت میں سے آواز آئی کہ اے عبد اللہ بن ابی قحافہ ہوشیار ہو کہ آج ان پر وحی کا نزول عرش الٰہی سے بذریعہ روح الامین ہوا ہے۔حضرت ارشاد فرماتے ہیں فوراً میں درختِ کے سایہ سے اُٹھا اور حضور کی خدمت میں حاضر ہو کر تصدیق رسالت کی۔یہ کرامت تعلیم الٰہی تھی جو آپ کی اولیت وصدیقیت کیلئے تھی۔مزید کرامات فقیر کی کتاب ''کرامات صحابہ'' میں ملاحظہ ہوں۔

كِتَابُ الْاَذَانِ

اذان کی کتاب

(باب نمبر ۱) بَدْءِ الْاَذَانِ

اذان کی ابتداء

وَقَوْلِهٖ تَعَالٰی وَإِذَا نَادَيْتُمْ إِلَى الصَّلٰوةِ اتَّخَذُوْهَا هُزُوًا وَّلَعِبًا ج ذٰلِكَ بِأَنَّهُمْ قَوْمٌ لَّا يَعْقِلُوْنَ(o) وَقَوْلِهٖ تَعَالٰی إِذَا نُوْدِيَ لِلصَّلٰوةِ مِنْ يَوْمِ الْجُمُعَةِ(o)

ترجمہ: خداوندِ تعالیٰ کا قول ہے اور جب تم نماز کے لئے اذان دیتے ہو تو وہ اس کی ہنسی اور کھیل بنادیتے ہیں۔ ایسا اس وجہ سے کہ یہ لوگ ناسمجھ ہیں اور اللہ تعالیٰ کا قول ہے۔ جب تمہیں جمعہ کیلئے پکارا جائے۔

اَنَسٍ قَالَ ذَكَرُوا النَّارَ وَالنَّاقُوْسَ فَذَكَرُوا الْيَهُوْدَ وَالنَّصَارٰى فَاُمِرَ بِلَالٌ اَنْ يَّشْفَعَ الْاَذَانَ وَاَنْ يُّوْتِرَ الْاِقَامَةَ(o)

ترجمہ: انس رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے کہ (نماز کے اعلان کے لئے) لوگوں نے آگ اور ناقوس کا ذکر چھیڑا۔ لیکن یہود اور نصاریٰ کی بات درمیان میں آگئی (کہ یہ تو ان کے یہاں عبادت کے اعلان کا طریقہ ہے) پھر بلال کو حکم ہوا کہ اذان کے کلمات دو دو مرتبہ کہیں اور اقامت میں ایک ایک مرتبہ۔

اَنَّ ابْنَ عُمَرَ كَانَ يَقُوْلُ كَانَ الْمُسْلِمُوْنَ حِيْنَ قَدِمُوا الْمَدِيْنَةَ يَجْتَمِعُوْنَ فَيَتَحَيَّنُوْنَ الصَّلٰوةَ لَيْسَ يُنَادٰى لَهَا فَتَكَلَّمُوْا يَوْمًا فِيْ ذٰلِكَ فَقَالَ بَعْضُهُمُ اتَّخِذُوْا نَاقُوْسًا مِثْلَ نَاقُوْسِ النَّصَارٰى وَقَالَ بَعْضُهُمْ بَلْ بُوْقًا مِثْلَ قَرْنِ الْيَهُوْدِ فَقَالَ عُمَرُ اَوَلَا تَبْعَثُوْنَ رَجُلًا يُنَادِيْ بِالصَّلٰوةِ فَقَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ ﷺ يَا بِلَالُ قُمْ فَنَادِ بِالصَّلٰوةِ(o)

ترجمہ: ابن عمر فرماتے ہیں کہ جب مسلمان مدینہ ہجرت کرکے پہنچے تو وقت متعین کرکے نماز کے لئے آتے تھے۔ اذان نہیں دی جاتی تھی۔ ایک دن اس کے متعلق مشورہ ہوا کسی نے کہا کہ نصاریٰ کی طرح ناقوس بنالیا جائے۔ اور کوئی بولا کہ یہودیوں کی طرح نرسنگا بنالینا چاہیے لیکن عمر رضی اللہ عنہ نے فرمایا کہ کسی شخص کو کیوں نہ بھیجا جائے جو نماز کا اعلان کردے۔ اس پر نبی کریم ﷺ نے فرمایا کہ بلال اٹھو اور نماز کا اعلان کردو۔

شرح: امام بخاری رحمۃ اللہ علیہ اوقات الصلوۃ سے فراغت پا کر اذان کے احکام بیان فرماتے ہیں کیونکہ اوقات کی پہچان سے صحیح وقت پر اذان دی جائے گی۔

تفسیر الآیۃ

پہلی آیت کے شان نزول میں ایک دیوبندی لکھتا ہے۔ بعض مفسرین نے لکھا ہے کہ جب اذان شروع شروع میں دی گئی تو یہود نے کہا کہ محمد (ﷺ) آپ نے ایسی بدعت نکالی جو پہلے نہیں تھی۔ اس پر یہ آیت نازل ہوئی۔ (تفہیم البخاری دیوبندی)

تبصرہ اویسی غفرلہ: ثابت ہوا کہ سب سے پہلے بدعت کا فتویٰ لگانے والے یہودی تھے اس سے اہلسنت کو مبارک ہو کہ ان پر بدعت کا فتویٰ لگنے سے انہیں سنت مصطفیٰ ﷺ نصیب ہے اور بدعت کے فتویٰ لگانے والوں کو یہودیوں کی وراثت نصیب ہے۔ ؎ قسمت اپنی اپنی نصیب اپنا اپنا

یونہی یہ سلسلہ جاری رہا کہ حضرت علی رضی اللہ عنہ کو خوارج نے فتویٰ بدعت لگایا۔ امام ابوحنیفہ رضی اللہ عنہ کو بدعتی کہا گیا۔ معتزلہ اہلِ حق کو بدعتی کہتے تھے ایسے ہی ہر دور میں اہلِ حق کو بد مذاہب نے بدعت کا فتویٰ جڑا۔

اذان بروزن فعال، مصدر تفعیل ہجو سلام و کلام بمعنی اعلان، شرع مطہرہ میں مخصوص اعلان بہ کلمات مخصوصہ وہ کلمات سب کو معلوم ہیں نماز پنجگانہ و جمعہ کے لئے خارج از مسجد وقت پر ادا کرنے کے لئے یہ کلمات اذان سنت موکدہ بمثل واجب ہے اگر کسی نے اذان نہ کہی تو وہاں کے تمام لوگ گناہ گار ہوں گے بلکہ امام محمد کا قول تو ہے کہ میں جنگ کروں گا اگر چہ ایک چھوڑ دے تو اسے ماروں گا قید کردوں گا۔ (بہار شریعت) اذان واقامت کے بغیر جماعت مکروہ ہے۔

مسئلہ: اگر کوئی گھر میں نماز پڑھے اور اذان نہ کہے تو کراہت نہیں کیونکہ اذان الحی یکفیناء محلّہ کی اذان کافی ہے (مزید مسائل وتفصیل کتب فقہ میں ہے۔)

﴿اذان کی ابتداء﴾

احادیث میں ہے کہ اذان کا آغاز مدینہ میں ہوا لیکن امیر المؤمنین سیدنا علی المرتضیٰ رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ جب حضور علیہ السلام کی شب معراج سراپردۂ عزت میں حاضری ہوئی جو کہ کبریائے حق کا محل خاص تھا۔ وہاں ایک فرشتہ نمودار ہوا۔ حضور اکرم ﷺ نے جبریل سے دریافت فرمایا کہ یہ فرشتہ کون ہے۔ جبریل نے عرض کی قسم اُس خدائے ذوالجلال کی جس نے آپ (ﷺ) کو حق کے ساتھ مبعوث فرمایا بارگاہ رب العزت میں سب سے زیادہ مقرب بندہ میں ہوں، مگر میں نے اس فرشتہ کو اس ساعت سے پہلے جب سے مجھے پیدا کیا ہے نہیں دیکھا۔ پھر اس فرشتہ نے کہا۔ اللہ اکبر اللہ اکبر۔ پردۂ جلال کے پیچھے سے آواز آئی میرے بندے تو نے سچ کہا میں اکبر ہوں۔ اس کے بعد اذان کے بقیہ کلمات کو بیان کیا۔ تحقیق ہے کہ حضور اکرم ﷺ نے شب معراج میں اذان کے کلمات کو سُنا لیکن حکم نہ ہوا کہ ان کلمات اذان کو نماز کیلئے کہا جائے۔ حضور اکرم ﷺ مکہ المکرّمہ میں بغیر اذان کے نماز ادا فرماتے رہے یہاں تک کہ مدینہ المنورہ میں رونق افروز ہوئے اور یہاں اس باب میں صحابہ اکرام سے مشورہ کیا بعض نے اذان کو خواب میں سُنا اس پر وحی آئی کہ ان کلمات کو جو آسمان پر تھے زمین پر ان کو اختیار کرو۔ (مدارج النبوۃ)

اسلام کا پہلا مؤذن:

ان کے علاوہ اذان کے متعلق اور کلمات بھی وارد ہیں۔ علامہ عینی نے شرح بخاری اور علامہ حلبی نے اپنی سیرۃ میں جمع فرمائے ان سب کا خیال یہی ہے کہ اذان کی ابتداء پر سب سے پہلے مؤذن بلال ہی ہیں اور یہ انتخاب نبی کریم ﷺ کا اپنا ہے۔ چنانچہ جب حضرت عبداللہ رضی اللہ عنہ نے اپنا خواب سنایا تو حضور ﷺ نے فرمایا **انها لرؤيا حق ان شاء الله فقم مع بلال فالف عليه مارأيت فليؤذن به فانه اندى = وفي رواية احدصوتا منك اى اعلى وارفع وقيل احسن واغذ** (سیرۃ حلبی)

ترجمہ: یہ خواب ان شاء اللہ تعالیٰ سچا ہے۔ یہی کلمات (حضرت) بلال کو سکھا دو۔ وہی اذان پڑھیں کیونکہ تمہارے سے اُونچی آواز والے ہیں۔ بعض نے ان کا معنی اچھی اور پیاری آواز لیا ہے۔

علامہ حلبی نے فرمایا ہے یہ معانی یہاں پر موزونیت رکھتے ہیں۔ اس سے ثابت ہوا اسلام میں سب سے پہلے مؤذن حضرت بلال رضی اللہ عنہ ہی ہیں۔

سوال: بعض روایات میں ہے کہ سب سے پہلے مؤذن حضرت عبداللہ بن زید رضی اللہ عنہ ہیں۔ اس کا ذکر امام غزالی رحمۃ اللہ علیہ نے کیا ہے۔

جواب: سیرۃ حلبی میں فرمایا ہے کہ یہ اوّلیت اضافی ہے۔ اس لیے اذان کے کلمات سب سے پہلے حضرت عبداللہ نے پڑھے اور انہیں بصورتِ اذان حضرت بلال نے ادا کیا۔ اس لیے ان دونوں بیانات میں کوئی منافات نہیں۔ سب سے پہلے اذان صبح کے وقت جب حضرت بلال رضی اللہ عنہ نے سُنا تو خوشی سے دوڑتے ہوئے مسجد نبوی ﷺ میں پہنچے۔

الصلاۃ خیر من النوم:

شیعہ کہتے کہ یہ اضافہ حضرت عمر رضی اللہ عنہ کا ہے۔ یہ غلط ہے کیونکہ یہی کلمات حضرت بلال رضی اللہ عنہ کے بڑھائے ہوئے ہیں۔ کیونکہ اذان کے بعد نماز کے وقت حضرت بلال حضور ﷺ کو ''الصلاۃ الصلاۃ'' کہہ کر بلاتے۔ ایک صبح کو کہا ''الصلاۃ خیر من النوم'' جب جواب ملا کہ حضور ﷺ آرام فرما ہیں۔ انہوں نے اسے جہر سے پڑھا (سیرۃ حلبی) مزید تحقیق فقیر کی کتاب ''آئینہ شیعہ مذہب'' میں دیکھئے۔

تثویب: ہم اہل سنت اذان کے بعد الصلوۃ والسلام علیک یارسول اللہ کہتے ہیں تو ہمارا استدلال حضرت بلال رضی اللہ عنہ کی اسی حدیث شریف سے ہے اس کی تفصیل فقیر کے رسالہ ''تحقیق العجیب فی مشروعیہ التثویب''، ''رجم الشیطان فی الصلاۃ والسلام'' اور ''اذان کے وقت صلوۃ وسلام'' میں پڑھیے۔

حضرت بلال کا اذان کے لئے انتخاب کیوں: کتب سیر کے مطالعہ والوں کو معلوم ہے کہ خصوصیت سے اہم اعلانات حضرت بلال کے ذمہ تھے۔ چنانچہ سیرۃ مصطفیٰ ﷺ پڑھنے والوں کو معلوم ہے کہ جب حضور سرور عالم ﷺ نے کسی قسم کا اعلان کرانا چاہا تو اس خدمت کی سرانجامی حضرت بلال رضی اللہ عنہ نے دی۔ تفصیل دیکھئے فقیر کی تصنیف ''سیرت بلال''۔

مؤذن کی حیثیت سے تقرر: مکہ شریف سے ہجرت کے بعد حضور ﷺ نے حضرت بلال رضی اللہ عنہ کا ایک خاص خدمت کے لئے انتخاب کیا۔ مدینہ منورہ میں حالات مکہ سے کہیں بدلے ہوئے تھے۔ یہاں مکہ کی سی بے بسی اور مجبوری نہ تھی۔ بنیادی اصولوں کی تدوین شروع ہوگئی۔ مسجد نبوی تعمیر ہوئی۔ عبادت کو ایک

خاص شکل دی گئی۔ نماز کے لئے منادی کا ذریعہ اذان قرار پایا۔ اذان دینے پر مامور ہونا کوئی معمولی شرف نہ تھا اور حضور ﷺ نے یہ شرف بلال رضی اللہ عنہ ہی کو عطا فرمایا۔ اس کی ایک وجہ یہ تھی کہ حضرت بلال رضی اللہ عنہ کی آواز نہایت جاذب اور دلکش ہونے کے علاوہ بہت بلند تھی۔ حضرت بلال اذان دیتے اور جہاں جہاں تک آواز پہنچتی لوگ بے اختیار اپنے کام کاج چھوڑ کر اذان سننے لگ جاتے (طبقات ابن سعد قسم اول جز ثالث) میں تو یہاں تک روایت ہے کہ مرد، عورتیں اور بچے گویا کشاں کشاں ان کے پاس پہنچتے اور گرد جمع ہونے لگتے۔ اس کے بعد آستانۂ نبوت پر جا کر بصد ادب و احترام "حی علی الصلوۃ حی علی الفلاح" کہتے۔ حضور ﷺ تشریف لاتے اور تکبیر کے بعد نماز ہو جاتی۔

اذان کا آغاز: اذان کی مشروعیت سے پہلے "الصلاۃ جامعۃ" سے پکارا جاتا (یہ الفاظ بھی حضرت بلال رضی اللہ عنہ پکارتے تھے) اور اذان کا آغاز حضور ﷺ نے مدینہ طیبہ ۱ھ یا ۲ھ میں کیا۔ مشہور یہ ہے کہ تعین نماز کے لئے حضور ﷺ نے مسلمانوں سے مشورہ کیا جس کی تفصیل حدیث شریف میں موجود ہے کہ آپ ﷺ نے صحابہ سے پوچھا کہ اس کی کون سی صورت اختیار کی جائے۔ کسی نے ناقوس بجانے کا مشورہ دیا جیسا کہ نصاریٰ نماز کے لئے بجاتے ہیں۔ کسی نے کہا یہود کی طرح سینگ پھونکا جائے۔ کسی نے کہا کہ کسی بلند جگہ پر آگ روشن کرنی چاہئے۔ اس پر عبداللہ بن زید رضی اللہ عنہ (جنہیں صاحب الاذان کہا جاتا ہے) نے خواب میں دیکھا کہ ایک مرد آسمان سے نیچے اُترا۔ اُس کے ہاتھ میں ناقوس تھا۔ حضرت عبداللہ بن زید رضی اللہ عنہ نے اُس سے کہا کہ "اے بندۂ خدا اسے بیچتے ہو"۔ اُس نے پوچھا تم اسے کیا کرو گے۔ اُنہوں نے فرمایا کہ میں اس سے نماز کے لیے لوگوں کو بلاؤں گا۔ اس نے کہا کہ میں تمہیں اس سے بہتر چیز سکھاتا ہوں۔ تو اس نے اللہ اکبر اللہ اکبر آخر تک مخصوص کیفیت کے ساتھ سکھایا، اسی طرح اقامت بھی سکھائی۔ جب انہوں نے صبح کی، تو اپنا خواب حضور اکرم ﷺ سے بیان کیا۔ آپ ﷺ نے فرمایا الرؤیا حق ان شاء اللہ تعالیٰ۔ جاؤ (حضرت) بلال (رضی اللہ عنہ) کو یہ کلمات بتاؤ اس لیئے کہ ان کی آواز بلند تر، نرم تر، شیریں تر ہے۔ اور جب عمر رضی اللہ عنہ نے آواز سنی تو دوڑتے ہوئے اپنی چادر گھسیٹتے ہوئے آئے اور عرض کی یا رسول اللہ ﷺ میں نے بھی وہی کچھ دیکھا ہے جو عبداللہ بن زید نے بیان کیا۔ اس پر حضور ﷺ نے فرمایا فللّٰہ الحمد اگر ایسے ہی ہے تو ان دونوں خوابوں میں موافقت پر اللہ تعالیٰ ہی کو حمد ہے کہ اس نے اپنی طرف سے الہام فرمایا۔ اور صدق و صواب کا راستہ بتایا۔ بعض روایت کرتے ہیں کہ حضرت صدیق رضی اللہ عنہ نے بھی یہی خواب دیکھا۔ امام غزالی نے لکھا ہے کہ دس صحابہ رضوان اللہ علیہم اجمعین نے دیکھا تھا

اور بعض کہتے ہیں کہ چودہ صحابہ نے دیکھا تھا۔جن میں سے سات صحابہ انصار میں سے تھے۔بعض روایات میں ہے کہ جب حضرت عمر رضی اللہ عنہ بارگاہِ رسالت ﷺ میں آئے تو جواب دینے میں تاخیر فرمائی۔ کیونکہ اس سے قبل اس کی وحی آرہی تھی۔

ہماری اس تقریر بالا سے شیعہ کا اعتراض رفع ہوگیا وہ کہتے ہیں کہ اہل سنت کی اذان خوابِ عمر رضی اللہ عنہ سے مشروع ہوئی۔ہم کہتے ہیں کہ اس کی ابتداء تو شب معراج ہو چکی تھی اس کے بعد پھر خود حضرت عمر رضی اللہ عنہ کو فرمایا"سبقک الوحی" (فتح الباری) تمہارے سے پہلے وحی آچکی ہے اس میں تو حضرت عمر رضی اللہ عنہ کی فضیلت کا پہلو نکلتا ہے کہ ان کے خواب کی تائید خود اللہ تعالیٰ نے فرمادی اور رسول اکرم ﷺ نے بھی تصدیق فرمائی ،تو اذان مشروعیت قول اللہ قول رسول اللہ ﷺ سے ہوئی بلکہ صحابہ و تابعین وعلمائے راسخین نے اس کی مشروعیت کا استدلال آیت قرآنی جو اوپر مذکور ہوئی سے کیا، چنانچہ ابن عباس رضی اللہ عنہ نے فرمایا کہ اذان کی فرضیت اس آیت سے ہوئی،امام زہری رحمۃ اللہ علیہ نے بھی فرمایا کہ اللہ تعالیٰ نے اس آیت میں اذان کا ذکر فرمایا(وغیرہ وغیرہ)

(باب نمبر ۲) اَلاَذَانُ مَثْنٰی مَثْنٰی
اذان کے کلمات دودو بار کہنا

عَنْ اَنَسٍ (رضی اللہ عنہ) قَالَ اُمِرَ بِلاَلٌ (رضی اللہ عنہ) اَنْ یَّشْفَعَ الاَذَانَ وَاَنْ یُّوْتِرَ الاِقَامَةَ اِلاَّ الاِقَامَةَ (ہ)

ترجمہ:انس رضی اللہ عنہ سے کہ بلال رضی اللہ عنہ کو حکم دیا گیا تھا کہ اذان کے کلمات کو دو دومرتبہ کہیں اور سوا "قدقامت الصلوۃ" کے اقامت کے کلمات ایک ایک مرتبہ کہیں۔

عَنْ اَنَسِ بْنِ مَالِکٍ قَالَ لَمَّا کَثُرَ النَّاسُ ذَکَرُوْا اَنْ یَّعْلَمُوْا وَقْتَ الصَّلٰوۃِ بِشَیْءٍ یَّعْرِفُوْنَهٗ فَذَکَرُوْا اَنْ یُّوْرُوْا نَارًا اَوْیَضْرِبُوْا نَاقُوْسًا فَاُمِرَ بِلاَلٌ اَنْ یَّشْفَعَ الاَذَانَ وَاَنْ یُّوْتِرَ الاِقَامَةَ(ہ)

ترجمہ:انس بن مالک رضی اللہ عنہ سے کہ جب مسلمانوں کی تعداد بڑھی تو اس پر مشورہ ہوا کہ کسی ایسی چیز کے ذریعہ نماز کے وقت کا اعلان ہونا چاہئے جسے سب سمجھ لیں۔کسی نے مشورہ دیا کہ آگ روشن کی جائے یا ناقوس کے ذریعہ اعلان کیا جائے۔لیکن (آخر الامر قرار پایا کہ) بلال رضی اللہ عنہ کو حکم ہوا کہ اذان کے کلمات دودومرتبہ کہیں اور اقامت ایک ایک مرتبہ۔

(باب نمبر ۳) اَلاِقَامَۃَ وَاحِدَۃٌ اِلَّا قَوْلَہٗ قَدْقَامَتِ الصَّلٰوۃُ

سوائے قد قامت الصلوۃ کے اقامت کے کلمات ایک ایک مرتبہ کہنا

عَنْ اَنَسٍ (رضی اللہ عنہ) قَالَ اُمِرَ بِلَالٌ اَنْ یَّشْفَعَ لاَذَانَ وَاَنْ یُّوْتِرَ الاِقَامَۃَ قَالَ اِسْمٰعِیْلُ فَذَکَرْتُہٗ لاَیُّوْبَ فَقَالَ اِلَّا الاِقَامَۃَ(٥)

ترجمہ: انس رضی اللہ عنہ سے ہے کہ بلال رضی اللہ عنہ کو حکم تھا کہ اذان کے کلمات دو دو مرتبہ کہیں اور اقامت میں یہی کلمات ایک ایک مرتبہ کہیں۔ اسمٰعیل نے بتایا کہ میں نے ایوب سے اس کے متعلق پوچھا تو انہوں نے فرمایا کہ "قد قامت الصلوۃ" اس سے مستثنیٰ ہے۔

شرح: یہ ابواب مع احادیث امام بخاری رحمۃ اللہ علیہ نے تقلید شافعی رضی اللہ عنہ میں اپنے مذہب کی تائید میں بیان فرمائے ہیں۔

اذان سے متعلق کلمات میں ائمہ کا اختلاف ہے۔ احناف کے نزدیک اذان کے پندرہ کلمات ہیں۔ طریقہ وہی ہے جیسے آج کل اذان دی جاتی ہے۔ امام شافعی رحمۃ اللہ علیہ کے نزدیک اذان کے انیس کلمات ہیں۔ آپ اذان میں ترجیع کے قائل ہیں۔ ترجیع کا مطلب یہ ہے کہ شہادتین کو پہلے بلند آواز سے کہنے کے بعد پھر دو دو مرتبہ انہیں آہستہ سے کہنا چاہئے۔ ہمارے یہاں شہادتین کے کل چار کلمات تھے، لیکن امام شافعی رحمۃ اللہ علیہ کے یہاں بڑھ کر آٹھ ہو گئے۔ بقیہ کلمات میں وہ امام ابوحنیفہ رحمۃ اللہ علیہ کے موافق ہیں۔ امام مالک رحمۃ اللہ علیہ کا مسلک امام شافعی رحمۃ اللہ علیہ کے مطابق ہے لیکن تکبیر یعنی اللہ اکبر کے بارے میں وہ کہتے ہیں کہ ابتداء اذان میں بھی صرف اسے دو ہی مرتبہ کہنا چاہئے۔ اس طرح آپ کے نزدیک اذان کے کلمات سترہ ہیں۔ احادیث میں ان تمام ہی طریقوں سے اذان کا ذکر ملتا ہے۔

کلمات اقامت: فقیر ترجیع کی تحقیق آگے چل کر عرض کرے گا یہاں اقامت کے بارے میں احناف کی تائید میں دلائل حاضر ہیں۔

(۱) اذان و اقامت ایک شے ہے: حتی کہ اقامت کو بعض احادیث میں اذان فرمایا گیا چنانچہ حضور ﷺ

نے ارشادفرمایا کہ بین کل اذانین صلوۃ ہردواذانوں کے درمیان نماز ہے یعنی اذان واقامت کے درمیان فرق صرف قد قامت الصلوۃ کا ہے کہ اقامت میں ہے اذان میں نہیں، تو چاہئے کہ اقامت کے الفاظ بھی اذان کی طرح دودوبار ہوں۔

نیز اذان میں بعض الفاظ مکرر آئے ہیں کہ اول میں بھی آخر میں بھی جیسے تکبیر اور کلمہ، اور بعض الفاظ غیر مکرر ہیں کہ صرف ایک جگہ آئے جیسے صلوٰۃ، فلاح۔ جو الفاظ مکرر ہیں وہ پہلی بار دو بار ہیں دوسری بار اس کے نصف۔

تکبیر پہلی بار چار دفعہ ہے اور پچھلی بار دو دفعہ، شہادت توحید پہلی بار دو دفعہ اور پچھلی بار ایک دفعہ تو چاہئے کہ تکبیر میں بھی ایسا ہی ہو۔ لہٰذا حنفی اذان واقامت جو آج مسلمانوں میں رائج ہے بالکل صحیح اور سنت کے مطابق ہے۔ اس پر طعن کرنا جہالت وحماقت ہے۔

(۲) اذان کا آغاز قصہ خواب سے ہوا۔ وہ الفاظ وحی الٰہی ہیں۔ وہی کلمات حضرت بلال رضی اللہ عنہ کو سکھائے۔ ابن ابی شیبہ، ترمذی نے حضرت ابن ابی لیلیٰ تابعی سے کچھ اختلاف الفاظ سے روایت کی۔ قال کان عبداللہ ابن زید الانصاری موذن رسول اللہ ﷺ یَشْفَعُ الاذان والاِقَامَۃَ۔

ترجمہ: فرماتے ہیں کہ عبداللہ بن زید انصاری حضور ﷺ کے موذن اذان اور تکبیر دودوبار کہتے تھے۔

فائدہ: اس حدیث سے مسئلہ ثابت ہوا کہ اذان میں ترجیع نہیں دوسرے اور واضح ہوا کہ اقامت یعنی تکبیر کے کلمات دودوبار کہے جائیں نہ کہ ایک ایک بار۔

(۳) غیر مقلدوں کو حضرت ابو محذورہ رضی اللہ عنہ کی اذان پر ناز ہے اور وہ اس کے عامل بھی ہیں۔

اِنَّہٗ کَانَ یَقُوْلُ الاَذَانُ مَثْنٰی مَثْنٰی وَالاِقَامَۃُ مَثْنٰی مَثْنٰی وَمَرَّ بِرَجُلٍ یُقِیْمُ مَرَّۃً مَرَّۃً فَقَالَ اجْعَلْھَا مَثْنٰی مَثْنٰی لاَ اُمَّ لَکَ۔

ترجمہ: آپ فرماتے تھے کہ اذان بھی دوبار ہے تکبیر بھی دوبار، اور آپ (حضرت علی) ایک شخص پر گزرے جو اقامت ایک ایک کہہ رہا تھا تو آپ نے فرمایا اسے دودوبار کہہ تیری ماں نہ رہے۔

(۴) ابوداؤد شریف نے حضرت معاذ بن جبل سے ایک طویل حدیث بیان فرمائی جس میں عبداللہ بن زید

انصاری کے خواب کا واقعہ مذکور ہے جو انہوں نے اذان کے متعلق دیکھی تھی۔انہوں نے حضور ﷺ کی خدمت میں آ کر عرض کیا کہ میں نے فرشتے کو خواب میں دیکھا جس نے قبلہ کی طرف منہ کر کے اللہ اکبر ،اللہ اکبر کہا،اشھد ان لاالٰہ الااللہ الخ کہا پھر کچھ دیر ٹھہر کر اذان کی طرح تکبیر بھی کہی الخ۔حدیث کے آخری الفاظ یہ ہیں۔

قَالَ فَقَالَ رَسُوْلُ اللهِ ﷺ كَقِّنْهَا بِلَالًا فَاَذَّنَ بِهَا . ترجمہ:راوی کہتے ہیں کہ حضور ﷺ نے عبداللہ سے فرمایا کہ یہ اذان (حضرت) بلال پر تلقین کرو پس حضرت بلال نے اذان انہی کلمات سے دی۔

اس حدیث سے معلوم ہوا کہ نہ تو خواب والے فرشتے نے اذان میں ترجیع کی تعلیم دی نہ اسلام کی پہلی اذان میں ترجیع تھی جو حضرت بلال نے حضور کی موجودگی میں عبداللہ ابن زید کی تعلیم سے کہی۔یہ بھی معلوم ہوا کہ اقامت بھی اذان کی طرح دوبار ہے لیکن اس میں قد قامت الصلوۃ بھی ہے۔

(۵) ابن ابی شیبہ اور بیہقی نے عبدالرحمٰن ابن ابی لیلیٰ سے روایت کی حنفیوں کی طرح ہے چنانچہ بیہقی نے حضرت علی رضی اللہ عنہ سے روایت کی اشھد ان لا الٰہ الا اللہ اشھد ان لاالٰہ الا اللہ.اشھد ان محمد رسول اللہ،اشھد ان محمد رسول اللہ.

فائدہ: اس سے معلوم ہوا کہ خود حضور انور ﷺ نے حضرت ابومحذورہ کو اذان کی شہادتوں میں ترجیع سکھائی تو اقامت بھی سکھائی۔اور اقامت یہی تھی جو حنفیوں میں مروج ہے۔غیر مقلدین ترجیع تو کرتے ہیں لیکن اقامت کے خلاف کرتے ہیں" انہیں کہا جائے أفتؤ منو ببعض الکتاب و تکفرون ببعض۔

اقامت بلال رضی اللہ عنہ: حضرت بلال رضی اللہ عنہ بھی اقامت اسی طرح کہتے جیسے احناف میں مروج ہے۔چنانچہ عینی شرح بخاری صفحہ ۶۱۹ جلد دوم میں ہے ویقیم الاقامۃ مثنیٰ مثنیٰ حضرت بلال رضی اللہ عنہ اقامت کے الفاظ دو دو بار کہتے تھے۔

اور بیہقی شریف میں ہے کہ حضرت علی رضی اللہ عنہ نے کسی کو دیکھا وہ اقامت کے کلمات ایک ایک بار کہہ رہا تھا آپ نے ناراض ہو کر فرمایا"اجعلھا مثنی مثنی لا ام لک" تیری ماں مرے اقامت کو دو دو بار کہہ۔اختصار کے پیش نظر ان ہی دلائل پر اکتفا کرتا ہوں۔

﴿سوالات وجوابات﴾

وہ روایات جو مقلدین پیش کرتے ہیں جن میں کلمہ اقامت بہت کم ہیں، ان کے متعدد جوابات ہیں۔

(۱) روایات خواب نہایت مستند ہیں اسی لئے رسول اللہ ﷺ کے سامنے وہی اقامت پڑھی گئی جسے احناف نے اپنا عمل بنایا۔

(۲) کسی وقت اگر حضرت بلال رضی اللہ عنہ یا دوسرے صحابہ کرام نے کلمات میں تخفیف کی تو بوجہ جواز نبی پاک ﷺ نے برقرار رکھا۔ فقیر بارہا عرض کر چکا ہے کہ قابل عمل وہ احادیث مبارکہ ہیں جو حضور سرور عالم ﷺ کی دائمی سنت ہو دائمی سنت وہی ہے جو احناف نے کہا۔

(۳) نبی پاک ﷺ کی قولی روایات کو ترجیح ہوتی ہے خواب والی روایات کے علاوہ سیدنا ابومحذورہ رضی اللہ عنہ کو خود حضور نبی پاک ﷺ نے اذان واقامت سکھائی تو وہ یہی جو احناف کا عمل ہے۔

(۴) علاوہ ازیں بکثرت صحابہ وتابعین کا عمل وہی ہے جو احناف کو نصیب ہے۔

(۵) اقامت کے کلمات کو جہاں اختصار کے طور کہا گیا وہاں کامل اوقات مراد ہوتی ہے اور عرب کا دستور بلکہ سب کا کہ اختصار سے مراد کُل ہوتا ہے مثلاً احادیث میں ہے من قال لااله الا اللہ دخل الجنت تو اس سے صرف لا الہ الا اللہ مراد نہیں بلکہ پورا کلمہ لاالــه الا اللہ محــمــد رسـول اللہ مراد ہے۔ یوں ہی احادیث میں ہے کہ حضور سرور عالم ﷺ نے فرمایا کہ جو پڑھے ق والـقـرآن المجید یا اذالشمس کورت وغیرہ تو اس سے صرف یہی مراد نہیں بلکہ پوری سورۃ مراد ہوتی ہے۔

ترجیع: لغت میں آواز کو حلق میں گھمانا اور عرف میں وہی ہے جو غیر مقلدین کا اذان میں عمل ہے کہ وہ اذان کی دونوں شہادتوں کو دودو بار کی بجائے چار چار بار کہتے ہیں۔ اوّلاً دوبار آہستہ آہستہ کہتے ہیں پھر بلند آواز سے، اسے ترجیع کہتے ہیں۔ یعنی پہلے اشهــد ان لاالــه الا اللہ آہستہ کہتے ہیں۔ پھر چیخ کر۔ ایسے ہی مُـحَـمَّـدُالرَّسُوْلُ اللہ کو۔ اس حساب سے ان کے نزدیک اذان کے کلمات پندرہ کے بجائے اُنیس ہیں اور اقامت کے کلمات ایک ایک بار کہتے ہیں۔ اس طرح کہ دونوں شہادتیں اور حیّ عـلـى الصلوة اور حی عـلـى الفلاح ایک ایک بار۔ ان کے نزدیک اقامت کے کلمات بجائے سترہ کے تیرہ ہیں اور دعویٰ کرتے ہیں کہ اسلامی اذان اور اقامت وہی ہے جو وہ کہتے ہیں۔ اس کی تحقیق رسالہ اکـمـل البیـان فی الفاظ الاقامة والاذان میں دیکھئے۔

جب جمیع آئمہ متفق ہیں کہ اسلام کے پہلے مؤذن حضرت بلال رضی اللہ عنہ ہیں اور ان کے ادا کردہ الفاظ وحیٔ الٰہی سے ہیں تو پھر اس کے خلاف کر کے ابومحذورہ رضی اللہ عنہ کے کلمات کو لینا اسلام سے رو گردانی کا نتیجہ نہیں تو اور کیا ہے؟ ابومحذورہ رضی اللہ عنہ صحابی سہی لیکن اذان کے کلمات کی ادائیگی کا مرتبہ اُن کا وہ نہیں جو حضرت بلال رضی اللہ عنہ کو حاصل ہے۔ علاوہ ازیں حضرت ابومحذورہ کو جو کلمات بتلائے گئے بطور تعلیم کے تھے جسکی تفصیل آئیگی۔ (ان شاء اللہ)

(۱) حضرت ابومحذورہ رضی اللہ عنہ کی روایات سخت متعارض ہیں۔ اس حدیث میں تو وہ ترجیع کا ذکر فرماتے ہیں اور ان ہی کی جو روایت ہم پہلے بحوالہ طبرانی پیش کر چکے ہیں۔ اس میں ترجیع کا ذکر بالکل نہیں۔ طحاوی شریف نے انہیں ابی محذورہ سے جو حدیث نقل کی اُس میں اوّل اذان میں بجائے چار کے دو بار تکبیر کا ذکر ہے لہٰذا ابومحذورہ کی روایت تعارض کی وجہ سے نا قابلِ عمل ہے جیسا کہ تعارض کا حکم ہے۔

(۲) حضرت ابومحذورہ کی یہ ترجیع والی حدیث تمام اُن حدیثوں کے خلاف ہے جو ہم پہلی فصل میں پیش کر چکے ہیں۔ جن میں ترجیع کا ذکر نہیں، لہٰذا وہ احادیثِ مشہورہ قابل عمل ہیں نہ کہ یہ حدیثِ واحد۔

(۳) حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام کے مشہور مؤذن حضرتِ بلال اور حضرت ثوبان رضی اللہ عنہما ہیں۔ انہوں نے حضور ﷺ کے زمانہ میں اور بعد میں کبھی اذان میں ترجیع نہ فرمائی۔ لہٰذا اُن کا عمل زیادہ قابلِ قبول ہے۔

(۴) اس حدیث ابومحذورہ کو عام صحابہ نے ترک کر دیا، اُن کا عمل ترجیع پر نہ تھا بلکہ ترجیع کے خلاف تھا لہٰذا وہ ہی زیادہ قوی ہے۔

(۵) یہ حدیث ابومحذورہ قیاس شرعی کے بھی خلاف ہے اور ہماری پیش کردہ احادیث قیاس کے مطابق۔ لہٰذا وہ احادیث قابلِ عمل ہیں نہ کہ یہ حدیث جیسا کہ تعارض کا حکم ہے۔

وجہ ترجیع: عنایہ شرح ہدایہ نے لکھا کہ سیدنا ابومحذورہ کو زمانہ کفر میں توحید و رسالت سے سخت نفرت تھی اور حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام کی بھی سخت مخالفت کرتے اور اذانِ بلالی پر بھی پھبتیاں اُڑاتے چنانچہ خود فرماتے ہیں کہ جسے ہم آئندہ اوراق میں لکھ رہے ہیں۔

یہ اسلام لائے اور حضور علیہ السلام نے انہیں اذان دینے کا حکم دیا تو انہوں نے شرم کی وجہ سے اشھد ان لا الہ الا اللہ اور اشھدان محمد رسول اللہ آہستہ آہستہ کہا، بلند آواز سے نہ کہا، تو حضور علیہ السلام نے انہیں دوبارہ بلند آواز سے یہ کلمات ادا کرنے کا حکم دیا، یہ دوبارہ کہلوانا اُس وقت تھا تعلیم کے لئے اور شرم دور کرنے کے لئے۔ لہٰذا یہ حکم عارضی ہے، جیسے اگر آج کوئی شخص آہستہ آہستہ اذان کہہ دے، تو دوبارہ بلند آواز سے کہلوائی جاتی ہے۔ اس صورت میں ابومحذورہ رضی اللہ عنہ کی یہ حدیث ہماری بیان کردہ احادیث کے خلاف نہیں۔

دوسری وجہ: فتح القدیر نے لکھا کہ حضرت ابومحذورہ نے یہ دونوں شہادتیں بغیر مدّ کے کہہ دی تھیں، اس لئے دوبارہ مدّ کے ساتھ کہلوائیں۔ بہر حال یہ ترجیع ایک خصوصی واقعہ تھا نہ کہ سنّتِ اسلام، کیونکہ حضور سرور عالم ﷺ کے حضوری مؤذن سیدنا بلال رضی اللہ عنہ ہیں۔ مؤذنین میں تیسرا یا چوتھا نمبر ہے اور ہمارے ہاں حضرت بلال رضی اللہ عنہ کی اذان مروّج ہے، جو نہ صرف رسول اللہ ﷺ کے منتخب کردہ ہیں بلکہ دربارِ خداوندی کے بھی منظور و مقبول ہیں اور حضو[illegible] السلام کے سفر و حضر اور عمر بھر تک مؤذن ہیں لہٰذا حق یہ ہے کہ اذان و اقامت کے کلمات دو دو ہیں نہ اذان میں ترجیع ہے نہ اقامت میں اور نہ ہی اقامت کے کلمات ایک ایک بار ہیں بلکہ پہلی تکبیر چار بار اور آخر میں کلمہ لا الـــہ الا اللہ ایک بار۔ اس دعویٰ پر متعدد احادیث میں سے ایک یہ ہے کہ ابوداؤد، نسائی، ابن خزیمہ، ابن حبان، [illegible] دارقطنی نے سیدنا عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ کَانَ الاذانُ عَلٰی عَھْدِ رسول اللہ ﷺ مَرَّتَیْنِ مَرَّتَیْنِ وَالاقَامَۃُ مَرَّۃً مَرَّۃً غَیْرَ اَنَّہٗ یَقُوْلُ قَدْ قَامَتِ الصَّلٰوۃ الخ.

ترجمہ: وہ فرماتے ہیں کہ حضور ﷺ کے زمانہ میں اذان کے کلمات دو دو بار تھے اور تکبیر میں ایک ایک بار اس کے سواء کہ تکبیر میں قد قامت الصلوۃ بھی کہتے تھے۔

اس حدیث کے متعلق ابن جوزی جیسے ناقد کہتے ہیں:

ھٰذَا اسناد صَحِیْحٌ سَعِیْد المقبری وَثَّقَہٗ ابْنُ حبان وغیرہ (بہاری) ترجمہ: یہ اسناد صحیح ہے سعید المقبری کی ابن حبان نے توثیق کی۔

فائدہ: اس حدیث سے معلوم ہوا کہ اذان میں ترجیع نہیں ورنہ اذان کے کلمات دو دو نہ ہوتے شہادتیں چار چار بار ہوتیں۔ اقامت کے ایک بار ہونے کا جواب مدلل ومکمل فقیر نے پہلے عرض کر دیا ہے مزید تفصیل فقیر کے رسالہ اکمل البیان فی کلمات الاقامۃ والاذان میں پڑھئے۔

(باب نمبر ٤) فَضْلِ التَّاذِیْنِ

اذان دینے کی فضیلت

عَنْ اَبِیْ هُرَیْرَۃَ اَنَّ النَّبِیَّ ﷺ قَالَ اِذَا نُوْدِیَ لِلصَّلٰوۃِ اَدْبَرَ الشَّیْطَانُ لَهٗ ضُرَاطٌ حَتّٰی لَا یَسْمَعَ التَاذِیْنَ فَاِذَا قُضِیَ النِّدَآءُ اَقْبَلَ حَتّٰی اِذَا ثُوِّبَ بِالصَّلٰوۃِ اَدْبَرَ حَتّٰی اِذَا قُضِیَ التَّثْوِیْبَ اَقْبَلَ حَتّٰی یَخْطِرَ بَیْنَ الْمَرْءِ وَنَفْسِهٖ یَقُوْلُ اذْکُرْ کَذَا ذْکُرْ کَذَا لِمَا لَمْ یَکُنْ یَذْکُرُ حَتّٰی یَظِلَّ الرَّجُلُ لَا یَدْرِیْ کَمْ صَلّٰی (٥)

ترجمہ: ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے کہ نبی کریم ﷺ نے فرمایا۔ جب نماز کے لئے اذان دی جاتی ہے تو شیطان بڑی تیزی کے ساتھ بھاگتا ہے تا کہ اذان کی آواز نہ سن سکے اور جب اذان ختم ہو جاتی ہے تو پھر واپس آجاتا ہے لیکن جوں ہی اقامت شروع ہوئی وہ پھر بھاگ پڑتا ہے۔ جب اقامت بھی ختم ہو جاتی ہے تو شیطان دوبارہ آجاتا ہے اور مُصلّی کے دل میں وسوسے ڈالتا ہے، کہتا ہے کہ فلاں بات تمہیں یاد نہیں؟ فلاں بات تم بھول گئے۔ ان باتوں کی شیطان یاد دہانی کرتا ہے جن کا اسے خیال بھی نہیں تھا۔ اور اس طرح اس شخص کو یہ بھی یاد نہیں رہتا کہ اس نے کتنی نمازیں پڑھی تھیں۔

شرح: اذان کہنے کے بہت بڑے فضائل ہیں چند احادیث مبارکہ عرض کی جاتی ہیں۔

(۱) رسول اکرم ﷺ نے فرمایا کہ مؤذن کی گردنیں قیامت کے دن سب سے زیادہ دراز ہوں گی۔

(رواہ مسلم واحمد عن معاویہ رضی اللہ عنہ)

فائدہ: علامہ مناوی رحمۃ اللہ علیہ نے فرمایا یہ حدیث متواتر ہے اور اس کا معنی یہ بیان کیا کہ مؤذن رحمت الٰہی کے بہت امیدوار ہونگے۔ قاعدہ یہ ہے جسے جس کی امید ہوتی ہے اس کی طرف گردن دراز کرتا ہے اس کا

مطلب یہ ہے کہ مؤذن کے لئے بہت بڑا ثواب ہے اور بعض نے کہا کہ اس کا مطلب یہ ہے کہ وہ شرمندہ نہ ہوں گے کیونکہ جو شرمندہ ہوتا ہے اس کی گردن جھک جاتی ہے۔

(۲) نبی پاک ﷺ نے فرمایا کہ وہ مؤذن جو صرف ثواب کا طالب ہے اس کی مثال شہید کی ہے جو خون میں لتھڑا ہوا ہو اور جب مرے گا اس کے بدن میں کیڑے نہ پڑیں گے۔ (طبرانی)

(۳) نبی پاک ﷺ نے فرمایا جب مؤذن اذان کہتا ہے اللہ اپنا دست قدرت اس کے سر پر رکھتا ہے اور یونہی رہتا ہے یہاں تک کہ اذان سے فارغ ہو اور اس کی مغفرت کی جاتی ہے۔ (الحدیث بخاری)

(۴) نبی پاک ﷺ نے فرمایا جس بستی میں اذان کہی جائے اللہ اپنے عذاب سے اس دن سے امن دیتا ہے۔ (طبرانی)

(۵) نبی پاک ﷺ نے فرمایا کہ جس قوم میں صبح کو اذان ہوئی ان کے لئے اللہ کے عذاب سے شام تک امان ہے اور جن میں شام کو اذان ہوئی ان کے لئے اللہ کے عذاب سے صبح تک امان ہے۔ (طبرانی)

(۶) نبی پاک ﷺ نے فرمایا کہ میں جنت میں گیا اس میں موتی کے گنبد دیکھے اس کی خاک مشک ہے، فرمایا اے جبریل یہ کس کیلئے ہے۔ عرض کی حضور (ﷺ) آپ کی امت کے مؤذنوں اور اماموں کے لئے (ابویعلی)

(۷) رسول اکرم ﷺ نے فرمایا اگر لوگوں کو معلوم ہوتا کہ اذان کہنے میں کتنا ثواب ہے تو اس پر باہم تلوار چلتی۔

(۸) ترمذی و ابن ماجہ ابن عباس رضی اللہ عنہما سے راوی کہ فرماتے ہیں نبی کریم ﷺ، جس نے سات برس ثواب کیلئے اذان کہی اللہ تعالیٰ اس کے لئے نار سے برأت لکھ دے گا۔

(۹) ابن ماجہ و حاکم ابن عمر رضی اللہ عنہما سے راوی کہ فرماتے ہیں نبی کریم ﷺ، جس نے بارہ برس اذان کہی اس کے لئے جنت واجب ہوگئی اور ہر روز اس کی اذان کے بدلے ساٹھ نیکیاں اور اقامت کے بدلے تیس نیکیاں لکھی جائیں گی۔

(۱۰) بیہقی کی روایت ثوبان رضی اللہ عنہ سے یوں ہے کہ فرماتے ہیں نبی کریم ﷺ، جس نے سال بھر اذان پر محافظت کی اس کیلئے جنت واجب ہوگئی۔

(۱۱) بیہقی نے ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت کی کہ فرماتے ہیں نبی کریم ﷺ، جس نے پانچ نمازوں کی اذان ایمان کی بنا پر ثواب کے لئے کہی اس کے جو گناہ پہلے ہوئے ہیں معاف ہو جائیں گے اور جو اپنے ساتھیوں کی پانچ نمازوں میں امامت کرے ایمان کی بنا پر ثواب کے لئے اس کے گناہ جو پیشتر ہوئے معاف کر دیئے جائیں گے۔

(۱۲) ابن عساکر انس رضی اللہ عنہ سے راوی کہ فرماتے ہیں نبی کریم ﷺ، جو سال بھر اذان کہے اور اجرت طلب نہ کرے قیامت کے دن بلایا جائے گا اور جنت میں دروازہ پر کھڑا کیا جائے گا اور اس سے کہا جائے گا جس کیلئے تو چاہے شفاعت کر۔

(۱۳) ابن عساکر انس رضی اللہ عنہ سے راوی کہ فرماتے ہیں نبی کریم ﷺ، مؤذنوں کا حشر یوں ہوگا کہ جنت کی اونٹنیوں پر سوار ہوں گے ان کے آگے بلال (رضی اللہ عنہ) ہوں گے۔ سب کے سب بلند آواز سے اذان کہتے آئیں گے۔ لوگ ان کی طرف نظر کریں گے پوچھیں گے یہ کون لوگ ہیں۔ کہا جائے گا یہ امتِ محمد ﷺ کے مؤذن ہیں لوگ خوف میں ہیں اور ان کو خوف نہیں، لوگ غم میں ہیں اور ان کو غم نہیں۔

(۱۴) ابو الشیخ انس رضی اللہ عنہ سے روایت کرتے ہیں کہ فرماتے ہیں نبی کریم ﷺ جب اذان کہی جاتی ہے آسمان کے دروازے کھول دیئے جاتے ہیں اور دعا قبول ہوتی ہے، جب اقامت کا وقت ہوتا ہے دعا رد نہیں کی جاتی۔ ابو داؤد و ترمذی کی روایت انہیں سے ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا کہ اذان و اقامت کے درمیان دعا رد نہیں کی جاتی۔

(۱۵) دارمی و ابو داؤد نے سہل بن سعد رضی اللہ عنہ سے روایت کی کہ حضور اقدس ﷺ فرماتے ہیں دو دعائیں رد نہیں ہوتیں یا بہت کم رد ہوتی ہیں اذان کے وقت اور جہاد کی شدت کے وقت۔

ضراط: گوز مارنا۔ اس سے اس کی قباحت کا اظہار ہے یعنی اذان سے خوفزدہ ہو کر نہایت ذلت و خواری کے ساتھ وہاں سے بھاگتا ہے۔ اسی شیطان کے بھگانے کیلئے میّت کو دفنانے کے بعد اذان کہی جاتی ہے کیونکہ قبر میں شیطان مردے کو بہکاتا ہے۔ اذان پڑھی جائے تو وہ وہاں سے بھاگ جاتا ہے پھر مُردہ تسلی سے نکیرین کے جواب دیتا ہے بلکہ مسلمانوں کی عام عادت ہے کہ اذان کے اختتام پر کلمۂ طیبہ پڑھتے ہیں

اور یہی نکیرین کے سوالات کا جواب ہے اس سے میت کی نجات ہوجاتی ہے۔اس اذان کا وہابیوں دیوبندیوں کو انکار ہے۔اعلحضرت امام احمد رضا محدث بریلوی رحمۃ اللہ علیہ کی بہترین تصنیف ہے۔''ایذانُ الاجر''ان کے فیض و برکت سے فقیر نے بھی ایک رسالہ لکھا ہے ''اذان برقبر'' کئی بار مطبوع ہوا ہے۔

شیطان تیز رفتار اور ہر قبر میں:

مخالفین شیطان کی ایک شرارت کے قائل ہیں کہ وہ ہر قبر میں موجود ہوتا ہے لیکن رسول اللہ ﷺ کی ہر قبر میں زیارت کے منکر ہیں۔فقیر نے ان کے رد میں ایک رسالہ لکھا ہے القول الموید فیما تقول فی ھذا الرجل لمحمد بارہا مطبوع ہوا ہے اور شیطان کی تیز رفتاری کے بھی قائل ہیں کہ مؤذن کی اذان سے چھتیس میل دور بھاگ جاتا ہے لیکن اذان ختم ہوتے ہی آ جاتا ہے اور دل میں وسوسے ڈالتا ہے جیسے اسی حدیث میں مذکور ہے۔لیکن مخالفین کو انبیاء و اولیاء کی ایسی تیز رفتاری من حیث المعجزہ والکرامۃ بیان کی جائے تو ماننے کو تیار نہیں ہوتے ہیں اس سے سمجھ لیں کہ ان کی شیطان کے لئے اتنا خوش اعتقادی اور انبیاء اولیاء کے لئے بداعتقادی کیوں۔

(باب نمبر ۵) رَفْعِ الصَّوْتِ بِالنِّدَآءِ

اذان بلند آواز سے ہونی چاہئے

وَقَالَ عُمَرُ بْنُ عَبْدُالْعَزِيْزِ اَذِّنْ اَذَانًا سَمْحًا وَاِلَّا فَاعْتَزِلْنَا(٥)

ترجمہ:عمر بن عبدالعزیز نے فرمایا(اپنے مؤذن سے جو طرب ولحن کے ساتھ اذان دیتا تھا) کہ سیدھی اور رواں اذان دیا کرو ورنہ ہم سے تمہیں علیحدہ ہوجانا چاہیئے۔

اَنَّ اَبَاسَعِيْدِ نِ الْخُدْرِيَّ قَالَ لَهُ اِنِّي اَرَاكَ تُحِبُّ الْغَنَمَ وَالْبَادِيَةَ فَاِذَا كُنْتَ فِيْ غَنَمِكَ اَوْ بَادِيَتِكَ فَاَذَّنْتَ لِلصَّلٰوةِ فَارْفَعْ صَوْتَكَ بِالنِّدَاءِ فَاِنَّهُ لَا يَسْمَعُ مَدٰى صَوْتِ الْمُؤَذِّنِ جِنٌّ وَّ لَا اِنْسٌ وَّلَا شَيْءٌ اِلَّا شَهِدَ لَهُ يَوْمَ الْقِيٰمَةِ قَالَ اَبُوْ سَعِيْدٍ سَمِعْتُهُ مِنْ رَسُوْلِ اللّٰهِ ﷺ(٥)

ترجمہ: حضرت ابوسعید خدری رضی اللہ عنہ نے بیان کیا کہ میں دیکھتا ہوں کہ تمہیں بکریوں اور صحرا سے لگاؤ

ہے اس لئے جب تم صحراء میں اپنی بکریوں کو لیئے ہوئے موجود ہو اور نماز کیلئے اذان دو تو تم بلند آواز سے اذان دیا کرو کیونکہ آوازِ اذان پہنچنے کی انتہاء پر بھی جن وانس بلکہ تمام ہی چیزیں اذان کی آواز جب سنیں گی تو قیامت کے دن اس پر گواہی دیں گی۔ ابوسعید رضی اللہ عنہ نے فرمایا کہ یہ میں نے نبی کریم ﷺ سے سنا ہے۔

شرح: اذان میں رفع الصوت کی غرض وغایت تو ظاہر ہے اسی لئے رسول اکرم ﷺ نے اس کام کیلئے سیدنا بلال رضی اللہ عنہ کو منتخب فرمایا کہ وہ نہ صرف بلند آواز تھے بلکہ ایسی رسیلی آواز کے مالک تھے کہ سننے والا آپ کی اذان سن کر محظوظ ہوتا۔ ان کی اس آواز کے بڑے عجیب وغریب کرشمے تھے۔ فقیر نے ''سیرۃ بلال'' میں تفصیل سے لکھے ہیں۔ اسی لئے مؤذن متقی اور اذان کے مسائل کا عالم اور خوش الحان ہو۔

مولانا رومی رحمۃ اللہ علیہ نے کریھہ الصوت مؤذن کا واقعہ لکھ کر فرمایا کہ ایسے مؤذنین اسلام کو بدنام کرتے ہیں۔ تفصیل دیکھئے، فقیر کی ''صدائے نوی شرح مثنوی''۔

اذان کی گواہی:

قیامت میں مؤذنین کی اذان کی گواہی دینے والے انسان وجن کے سوا ہر شے یہاں تک درختوں کے پتے اور دیواروں کے ڈھیلے اور پتھر وغیرہ بھی گواہی دیں گے اس سے دو مسئلے ثابت ہوئے:

(۱) ہر شے میں اس کی شان کے لائق شعور ہے۔ فلاسفہ اور معتزلہ ودیگر گمراہ فرقے منکر ہیں ان کیلئے دلائل کتب کلامیہ میں ہیں۔

(۲) ان کو شعور ہے تو گواہی دیں گے لیکن حیرانی یہ ہے کہ انہیں خبر ہوگی یہ مؤذن فلاں مسجد کا ہے اور فلاں زمانہ میں اذان اور اتنی اذانیں کہیں۔ دور حاضرہ میں اسپیکر کی آواز تو اور زیادہ حیرت میں ڈالے گی لیکن اسلام کا عاشق اس میں شش وپنج نہیں کر سکتا اس لئے کہ جب حدیث شریف میں ہے تو انکار کیوں۔ اس سے منکرین کمالات انبیاء واولیاء کو عبرت نصیب ہو جائے تو مسئلہ آسان ہے کہ اللہ تعالیٰ کی معمولی مخلوق کیلئے اتنا علم ماننے کے لئے تیار ہیں لیکن حضور نبی پاک ﷺ کے لئے کہا جائے کہ آپ بھی اپنے امتیوں کے ایک ایک فرد کے ہر حال کو جانتے ہیں اور اولیاء کرام اپنے معتقدین متبعین کو تو شرک کے فتویٰ کے سوا ان کے پاس اور کوئی شے نہیں۔

(باب نمبر ٦) مَا يُحْقَنُ بِالْاَذَانِ مِنَ الدِّمَاءِ

اذان، حملہ اور خون ریزی کے ارادہ کے ترک کا باعث ہے

عَنْ اَنَسٍ عَنِ النَّبِيِّ ﷺ اَنَّهٗ كَانَ اِذَا غَزَا بِنَا قَوْمًا لَمْ يَكُنْ يُغِيْرُ بِنَا حَتّٰى يُصْبِحَ وَيَنْظُرَ فَاِنْ سَمِعَ اَذَانًا كَفَّ عَنْهُمْ وَاِنْ لَّمْ يَسْمَعْ اَذَانًا اَغَارَ عَلَيْهِمْ قَالَ فَخَرَجْنَا اِلٰى خَيْبَرَ فَانْتَهَيْنَا اِلَيْهِمْ لَيْلاً فَلَمَّا اَصْبَحَ وَلَمْ يَسْمَعْ اَذَانًا رَكِبَ وَرَكِبْتُ خَلْفَ اَبِىْ طَلْحَةَ وَاِنَّ قَدَمِىْ لَتَمَسُّ قَدَمَ النَّبِيِّ ﷺ قَالَ فَخَرَجُوْا اِلَيْنَا بِمَكَاتِلِهِمْ وَمَسَاحِيْهِمْ فَلَمَّا رَاَوْا النَّبِيَّ ﷺ قَالُوْا مُحَمَّدٌ وَّاللّٰهِ مُحَمَّدٌ وَّالْخَمِيْسَ قَالَ فَلَمَّا رَاٰهُمْ رَسُوْلُ اللّٰهِ ﷺ قَالَ اللّٰهُ اَكْبَرُ اللّٰهُ اَكْبَرُ خَرِبَتْ خَيْبَرُ اِنَّا اِذَا نَزَلْنَا بِسَاحَةِ قَوْمٍ فَسَآءَ صَبَاحُ الْمُنْذَرِيْنَ(٥)

ترجمہ: انس رضی اللہ عنہ سے مروی ہے نبی کریم ﷺ سے کہ جب نبی کریم ﷺ ہمیں ساتھ لے کر غزوہ کے لئے تشریف لے جاتے تو فوراً حملہ نہیں کرتے تھے۔ صبح ہوتی اور پھر آپ ﷺ انتظار کرتے، اگر اذان کی آواز سن لیتے تو حملہ کا ارادہ ترک کر دیتے اور اگر اذان کی آواز نہ سنائی دیتی تو حملہ کرتے تھے۔ فرمایا کہ ہم خیبر گئے اور رات کے وقت وہاں پہنچے۔ صبح کے وقت جب اذان کی آواز نہیں سنائی دی تو آپ ﷺ اپنی سواری پر بیٹھ گئے اور میں ابوطلحہ (رضی اللہ عنہ) کے پیچھے بیٹھ گیا۔ میرے قدم نبی کریم ﷺ کے قدم مبارک سے چھو جاتے تھے۔ فرمایا کہ خیبر کے لوگ اپنے ٹوکروں اور کدالوں کو لیئے ہوئے باہر نکلے تو انہوں نے نبی کریم ﷺ کو دیکھا اور چلا اٹھے کہ ''واللہ محمد لشکر لے کر آ گئے'' فرمایا کہ ''اللہ اکبر اللہ اکبر'' خیبر پر بربادی آ گئی۔ جب ہم کسی قوم کے میدان میں لڑائی کیلئے اتر جائیں تو ڈرائے ہوئے لوگوں کی صبح بھیانک ہو جاتی ہے۔

شرح: اس باب کے مضمون سے ثابت ہوتا ہے کہ اذان نہ صرف عبادت کا ایک اعلان ہے بلکہ اس میں دینی، دنیوی اخروی فوائد بھی ہیں۔ فقیر نے دینی و اخروی فوائد پہلے عرض کر دیئے ہیں اب دنیوی فوائد بھی

عرض کرتا ہوں۔

(۱) نومولود بچے کے کان میں اذان۔ اس کا فائدہ یہ ہوا کہ بچہ دنیا میں نیا آیا ہے اس کی روح کو وحشت سی محسوس ہوتی ہے کہ عالم ارواح سے آیا ہے نا معلوم اس میں کیا بنتا ہے۔ ہم نے اذان سے خبر دی ہے کہ عالم ارواح میں بھی نبی پاک محمد عربی ﷺ کا راج تھا تو یہاں بھی۔ اسی لئے کہ

؎ کی محمد ﷺ سے وفا تو نے تو ہم تیرے ہیں ☆ یہ جہاں چیز ہے کیا لوح و قلم تیرے ہیں

فائدہ: اس توحش کے علاوہ اسے شیطان بھی ستا رہا ہوتا ہے اسی لئے بچہ چیختا چلاّتا ہے تو ہم نے اسے اذان سنا کر ایک طرف شیطان کو بھگا دیا دوسرے طرف اسے دامنِ مصطفیٰ ﷺ سے وابستہ کر دیا۔

لطیفہ: بد مذاہب یعنی ادیانِ باطلہ کو ہم نے چیلنج کر رکھا ہے کہ اسلام کی حقانیت کے دلائل میں سے ایک دلیل بچے کے کان میں اذان پڑھنا بھی ہے کہ اگرچہ اس وقت انجان ہے لیکن اذان سنتے ہی اسے سکون مل جاتا ہے۔ ہم نے کہا یہ نسخہ صرف اسلام میں ہے کہ انجان بچے کو اذان سے سکون و قرار ملتا ہے کہ اسلام کی حقانیت کی دلیل اس لئے ہے کہ **المولود یولد علی فطرۃ الاسلام فابواہ یھودانہ او یمجسانہ او ینصرانہ** یعنی ہر بچہ فطرت اسلام پر ہوتا ہے پھر اس کے ماں باپ چاہے اسے یہودی بنائیں یا نصرانی یا مجوسی۔

بچپن میں اذان کے سکون دینے نے ثابت کر دیا کہ اسلام فطری مذہب اور یہی حق ہے۔

شانِ امام الانبیاء علیٰ نبینا وعلیہم الصلوٰۃ والسلام

جو لوگ حضور سرور عالم ﷺ سے مثلیت کے مدعی ہیں وہ بھی آنکھ کھولیں کہ ہم سب روتے چیختے چلاّتے بلکہ ماں کو بھی رلاتے دنیا میں آئے لیکن وہ کریم ﷺ نہ صرف خود ہنستا ہوا تشریف لایا بلکہ ماں سمیت اٹھارہ ہزار عالم کو ہنساتا ہوا تشریف لایا (ﷺ)۔

(۲) کہیں آگ لگی ہو اذان پڑھنے سے آگ بجھ جائے گی۔

(۳) جنگ میں اذان پڑھی جائے فتح ہو گی۔

(۴) جنات کا کہیں غلبہ ہو تو اذان پڑھنے سے جنات بھاگ جائیں گے۔
(۵) غمزدہ کو کان میں اذان دی جائے، غم سے تسکین ملے گی۔ حضرت آدم علیہ السلام کو جبریل علیہ السلام نے اذان سنائی جب وہ مغموم بیٹھے تھے۔
(۶) غصہ والے کے کان میں۔
(۷) راستہ بھول جانے پر اذان دی جائے تو راستہ مل جاتا ہے یا رہبر۔
(۸) مرگی والے کے پاس یا کان میں۔
(۹) قبر پر میت کو دفنانے کے بعد (درمختار)
ان کے علاوہ وباء طاعون و دیگر بے شمار مواقع ہیں۔

(باب نمبر ۷)

مَایَقُوْلُ اِذَا سَمِعَ الْمُنَادِیْ

اذان کا جواب کس طرح دینا چاہیے

عَنْ اَبِیْ سَعِیْدِ نِ الْخُدْرِیْ اَنَّ رَسُوْلَ اللّٰہِ ﷺ قَالَ اِذَا سَمِعْتُمُ النِّدَآءَ فَقُوْلُوْا مِثْلَ مَایَقُوْلُ الْمُؤَذِّنُ(۵)

ترجمہ: ابوسعید خدری سے ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا کہ جب تم اذان سنو تو جس طرح موذن اذان دیتا ہے اس طرح تم بھی کہو۔

حَدَّثَنَا مُعَاذُ بْنُ فَضَالَةَ قَالَ حَدَّثَنَا ھِشَامٌ عَنْ یَحْیٰ عَنْ مُحَمَّدِ بْنِ اِبْرَاھِیْمَ بْنِ الْحَارِثِ قَالَ حَدَّثَنِیْ عِیْسَی ابْنُ طَلْحَةَ اَنَّہٗ سَمِعَ مُعَاوِیَةَ یَوْمًا فَقَالَ بِمِثْلِہٖ اِلٰی قَوْلِہٖ وَاَشْھَدُ اَنَّ مُحَمَّدًا رَسُوْلُ اللّٰہِ ﷺ(۵)

ترجمہ: ہم سے معاذ بن فضالہ نے حدیث بیان کی۔ کہا کہ ہم سے ہشام نے یحیٰی کے واسطہ سے حدیث بیان کی۔ وہ محمد بن ابراہیم بن حارث سے کہ مجھ سے عیسیٰ بن طلحہ نے حدیث بیان کی کہ میں نے معاویہ

رضی اللہ عنہ سے ایک دن سنا کہ مؤذن کے ہی الفاظ کو دہرا رہے تھے اشہد ان محمد رسول اللہ تک۔

قَالَ يَحْيَىٰ وَحَدَّثَنِي بَعْضُ إِخْوَانِنَا أَنَّهُ قَالَ لَمَّا قَالَ حَيَّ عَلَى الصَّلٰوةِ قَالَ لَا حَوْلَ وَلَا قُوَّةَ إِلَّا بِاللّٰهِ وَقَالَ هٰكَذَا سَمِعْنَا نَبِيَّكُمْ ﷺ يَقُولُ (٥)

ترجمہ: اسی طرح حدیث بیان کی، یحیٰی نے کہا میرے بعض بھائیوں نے حدیث بیان کی کہ جب مؤذن نے حی علی الصلوٰۃ کہا تو حضرت معاویہ رضی اللہ عنہ نے **و لا حول و لا قوۃ الا باللہ** کہا۔اور فرمایا کہ ہم نے نبی کریم ﷺ سے اسی طرح سنا ہے۔

شرح: اس باب میں اذان کا جواب دینے کی احادیث مبارکہ ہیں اس باب کی پہلی حدیث مجمل ہے دوحدیثیں تفصیلی ہیں۔جیسے اذان کہنے کے فضائل ہیں یونہی اسکے جواب کے بھی بہت فضائل احادیث میں وارد ہیں۔

(۱) نبی پاک ﷺ نے فرمایا کہ مؤمن کو بدبختی ونامرادی کیلئے کافی ہے کہ مؤذن کی تکبیر سنے اوراجابت نہ کرے۔

(۲) حضور ﷺ نے فرمایا، اے گروہِ زنان! جب تم بلال کو اذان واقامت کہتے سنو تو جس طرح وہ کہتا ہے تم بھی کہو اللہ تعالیٰ تمہارے لئے ہر کلمہ پر ایک لاکھ نیکی لکھے گا اور ایک ہزار درجے بلند فرمائیگا اور ہزار گناہ محو فرمائے گا۔عورتوں نے عرض کی مردوں کیلئے کیا ہے۔فرمایا مردوں کے لئے دُگنا۔(طبرانی)

(۳) سیدہ میمونہ رضی اللہ عنہا سے ہے کہ عورتوں کیلئے ہر کلمہ کے مقابل دس لاکھ درجے بلند کئے جائیں گے۔فاروق اعظم رضی اللہ عنہ نے عرض کی یہ عورتوں کیلئے ہے مردوں کیلئے کیا ہے۔فرمایا مردوں کیلئے دُگنا (طبرانی)

(۴) حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے ہے کہ مؤذن کو نماز پڑھنے پر دوسوبیس حصہ زیادہ مگر وہ جو اس کی مثل کہے اور اگر اقامت کہے تو ایک سو چالیس نیکی ہے مگر وہ جو اس کی مثل کہے۔(حاکم، ابونعیم)

جوابات کے اضافے:

(۱) مجمل حدیث شریف میں ہے جیسے مؤذن کہے وہی تم کہو (۲) **حی علی الصلوۃ و الفلاح** پر **لاحول و لا قوۃ** کا اضافہ دوسری حدیث شریف میں ہے جو بخاری میں ہے اور صحیح مسلم میں حضرت

فاروق اعظم رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا جب مؤذن اذان دے تو جو شخص اس کی مثل کہے اور جب وہ حی الصلوٰۃ و حی علی الفلاح کہے تو یہ لاحول ولاقوۃ الا باللہ کہے جنت میں داخل ہوگا۔(۳) حضرت صدیق اکبر رضی اللہ عنہ نے مؤذن کے قول اشھد ان محمد رسول اللہ کو سن کر انگوٹھوں کو چوما اور آنکھوں سے لگایا تو حضور سرور عالم ﷺ نے فرمایا: مَنْ فَعَلَ مِثْلَ مَافَعَلَ خَلِيْلِيْ فَقَدْ حَلَّتْ لَهٗ شَفَاعَتِيْ ذَكَرَهُ الدَّيْلِمِيْ فِي الْفِرْدَوْسِ (مقاصد حسنہ صفحہ ۳۸۴)

ترجمہ: جس طرح میرے خلیل صدیق (رضی اللہ عنہ) نے کیا جو بھی ایسے ہی کرے گا اس کے لئے میری شفاعت واجب ہوگئی۔(موضوعات کبیر)

عَنِ الْحَسَنِ اِنَّهٗ قَالَ مَنْ حِيْنَ يَسْمَعُ اَشْهَدُ اَنَّ مُحَمَّدًا رَسُوْ لَ اللّٰهِ مَرْحَبًا بِحَبِيْبِيْ وَقُرَّةُ عَيْنِيْ مُحَمَّدِ بْنِ عَبْدِ اللّٰهِ يُقَبِّلُ اِبْهَامَيْهِ وَيَجْعَلُهُمَا عَلٰى عَيْنَيْهِ لَمْ يَعْمِ وَلَمْ يَرْمَدْ (مقاصد حسنہ صفحہ ۳۸۴) حضرت حسن رضی اللہ عنہ نے فرمایا جو شخص اشہد ان محمد رسول اللہ سن کر مرحبا بحبیبی الخ کہتا ہے اور انگوٹھے چوم کر آنکھوں پر پھیرتا ہے تو وہ ہمیشہ نہ تو نابینا ہوگا اور نہ اس کی آنکھیں دکھیں گی۔

نوٹ: پہلے دو اضافوں کے دیوبندی وہابی قائل ہیں، اضافہ ثالث پر حسب عادت منکر ہیں اور عذر یہ کہ انگوٹھے چومنے والی روایات ضعیف ہیں یہ عذر لنگڑا ناقابل قبول ہے اس لئے کہ اس موضوع کی روایات مختلف سندات سے حسن لغیرہ ہیں علاوہ ازیں احادیث ضعیفہ فضائل میں قابلِ قبول ہیں یہ تمام محدثین کا متفقہ فیصلہ ہے اسی لئے تمام فقہاء اس کے لئے یستحب لکھتے چلے آئے ہیں۔

اگر بقول ان کے ان کی تمام روایات ضعیفہ ہیں لیکن سیدنا ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ تو صحیح ہے جیسا کہ علامہ امام علی قاری رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں:

قُلْتُ وَاِذَا ثَبَتَ رَفْعُهٗ اِلَى الصِّدِّيْقِ رَضِيَ اللّٰهُ عَنْهُ فَيَكْفِيْ لِلْعَمَلِ بِهٖ لِقَوْلِهٖ عَلَيْهِ الصَّلٰوةُ وَالسَّلَامُ عَلَيْكُمْ بِسُنَّتِيْ وَسُنَّةِ الْخُلَفَاءِ الرَّاشِدِيْنَ (موضوعات کبیر صفحہ ۶۴)

ترجمہ: میں کہتا ہوں کہ جب اس روایت کا صدیق اکبر رضی اللہ عنہ سے مرفوعاً ثابت ہے تو اس پر عمل کافی ہے کیونکہ حضور علیہ السلام نے فرمایا کہ تم پر میری سنت اور خلفاء راشدین کی سنت پر عمل کرنا لازم ہے۔

منکرین نہ مانیں ان کی اپنی قسمت لیکن شرعاً اذان و اقامت میں انگوٹھے چومنا ثابت ہے۔امام احمد رضا محدث بریلوی قدس سرہ نے اپنی تصنیف مبارکہ "منیر العین فی حکم تقبیل الا بھا مین" اور "نہج

السلامہ" میں اس مسئلہ کو محقق فرمایا ہے۔ فقیر نے بھی ان کے فیض و برکت سے رسالہ لکھا "انگوٹھے چومنا" جو بارہا مطبوعہ ہو چکا ہے۔

مسائل فقہیہ:

اس بارے میں چند مسائل فقہیہ ملاحظہ ہوں۔

مسئلہ: جب اذان سنے تو جواب دینے کا حکم ہے یعنی مؤذن جو کلمہ کہے اس کے بعد سننے والا بھی وہی کلمہ کہے مگر " حَیَّ عَلَی الصَّلٰوۃِ اور حَیَّ عَلَی الْفَلَاحِ" کے جواب میں "لَا حَوْلَ وَلَا قُوَّۃَ اِلَّا بِاللّٰہِ" کہے اور بہتر یہ ہے کہ دونوں کہے بلکہ اتنا لفظ اور ملا لے "مَاشَاءَ اللّٰہُ کَانَ وَمَالَمْ یَشَاءْ لَمْ یَکُنْ" (درمختار، ردالمحتار، عالمگیری)

مسئلہ: "اَلصَّلٰوۃُ خَیْرٌ مِّنَ النَّوْمِ" کے جواب میں "صَدَقْتَ وَبَرَرْتَ وَبِالْحَقِّ نَطَقْتَ" کہے۔ (درمختار، ردالمحتار)

مسئلہ: جُنب بھی اذان کا جواب دے، حیض ونفاس والی عورت اور خطبہ سننے والے اور نماز جنازہ پڑھنے والے اور جو جماع میں مشغول یا قضائے حاجت میں ہو۔ ان پر جواب نہیں۔ (درمختار)

مسئلہ: جب اذان ہو تو اتنی دیر کیلئے سلام کلام اور جوابِ سلام تمام اشغال موقوف کر دے یہاں تک کہ قرآن مجید کی تلاوت میں اذان کی آواز آئی تو تلاوت موقوف کر دے اور اذان کو غور سے سنے اور جواب دے۔ یوں ہی اقامت میں۔ (درمختار، عالمگیری)

جو اذان کے وقت باتوں میں مشغول رہے اس پر معاذ اللہ خاتمہ برا ہونے کا خوف ہے۔ (فتاوی رضویہ)

مسئلہ: راستہ پر چل رہا تھا کہ اذان کی آواز آئی تو اتنی دیر کھڑا ہو جائے سنے اور جواب دے۔ (عالمگیری، بزازیہ)

مسئلہ: اقامت کا جواب مستحب ہے اور اس کا جواب بھی اسی طرح ہے فرق اتنا ہے کہ "قَدْ قَامَتِ الصَّلٰوۃُ" کے جواب میں "اَقَامَهَا اللّٰہُ وَاَدَامَهَا مَادَامَتِ السَّمٰوٰتُ وَالْاَرْضُ" کہے (عالمگیری) یا "اَقَامَهَا اللّٰہُ وَاَدَامَهَا وَجَعَلْنَا مِنْ صَالِحِیْ اَهْلِهَا اَحْیَاءً وَّاَمْوَاتًا" (رضا)

مسئلہ: اگر چند اذانیں سنے تو اس پر پہلی ہی کا جواب ہے اور بہتر یہ کہ سب کا جواب دے۔ (درمختار، ردالمحتار)

مسئلہ: اگر بوقت اذان جواب نہ دیا تو اگر زیادہ دیر نہ ہوئی ہو اب دے لے۔ (درمختار)

مسئلہ: خطبہ کی اذان کا جواب زبان سے دینا مقتدیوں کو جائز نہیں۔ (درمختار)

مسئلہ: جب اذان ختم ہو جائے تو مؤذن اور سامعین درود شریف پڑھیں اس کے بعد یہ دعا۔

اَللّٰھُمَّ رَبَّ ھٰذِہِ الدَّعْوَۃِ التَّامَّۃِ وَالصَّلٰوۃِ الْقَآئِمَۃِ اٰتِ سَیِّدَنَا مُحَمَّدَ نِ الْوَسِیْلَۃَ وَالْفَضِیْلَۃَ وَالدَّرَجَۃَ الرَّفِیْعَۃَ وَابْعَثْہُ مَقَاماً مَّحْمُوْدَ نِ الَّذِیْ وَعَدْتَّہٗ وَاجْعَلْنَا فِیْ شَفَاعَتِہٖ یَوْمَ الْقِیٰمَۃِ اِنَّکَ لَاتُخْلِفُ الْمِیْعَادَ۔ (ردالمحتار، غنیۃ)

مسئلہ: جب مؤذن اَشْھَدُ اَنَّ مُحَمَّدًا رَسُوْ لُ اللہِ کہے تو سننے والا درود شریف پڑھے اور مستحب ہے کہ انگوٹھوں کو بوسہ دے کر آنکھوں سے لگالے اور کہے۔ قُرَّۃُ عَیْنِیْ بِکَ یَارَسُوْ لَ اللہِ اَللّٰھُمَّ مَتِّعْنِیْ بِالسَّمْعِ وَالْبَصَرِ (ردالمحتار)

مسئلہ: اذانِ نماز کے علاوہ اور اذانوں کا بھی جواب دیا جائے گا۔ جیسے بچہ پیدا ہوتے وقت کی اذان۔ (ردالمحتار)

مسئلہ: اگر اذان غلط کہی گئی مثلاً لحن کے ساتھ تو اس کا جواب نہیں بلکہ ایسی اذان سنے بھی نہیں۔ (ردالمحتار)

مسئلہ: متاخرین نے تھویب مستحسن رکھی ہے یعنی اذان کے بعد نماز کے لئے دوبارہ اعلان کرنا اور اس کیلئے شرع نے کوئی خاص الفاظ مقرر نہیں کئے جو وہاں کا عرف ہو مثلاً "اَلصَّلٰوۃُ اَلصَّلٰوۃُ یاقَامَتْ قَامَتْ یا اَ لصَّلٰوۃُ وَالسَّلَامُ عَلَیْکَ یَارَسُولَ اللہِ (درمختار وغیرہ)

نوٹ: اس مسئلہ میں بھی مخالفین کا اختلاف ہے اس کی تحقیق آئے گی۔ (ان شاء اللہ)

(باب نمبر ۸) اَلدُّعَاءُ عِنْدَالنِّدَآء

اذان کے بعد دعاء

عَنْ جَابِرِ بْنِ عَبْدِاللہِ اَنَّ رَسُوْلَ اللہِ ﷺ قَالَ مَنْ قَالَ حِیْنَ یَسْمَعَ النِّدَآ اَللّٰھُمَّ رَبَّ ھٰذِہِ الدَّعْوَۃِ التَّامَّۃِ وَالصَّلٰوۃِ الْقَآئِمَۃِ اٰتِ سَیِّدَنَا مُحَمَّدَ نِ الْوَسِیْلَۃَ وَالْفَضِیْلَۃَ وَالدَّرَجَۃَ الرَّفِیْعَۃَ وَابْعَثْہُ مَقَاماً مَّحْمُوْدَ نِ الَّذِیْ وَعَدْتَّہٗ حَلَّتْ لَہٗ شَفَاعَتِیْ یَوْمَ الْقِیٰمَۃِ (۵)

ترجمہ: جابر بن عبداللہ سے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا کہ جو شخص اذان سن کر یہ کہے: اَللّٰھُمَّ رَبَّ ھٰذِہٖ

الـدَّعْوَةِ التَّامَّةِ وَالصَّلٰوةِ الْقَآئِمَةِ اٰتِ سَیِّدَنَا مُحَمَّدَ نِ الْوَسِیْلَةَ وَالْفَضِیْلَةَ وَالدَّرَجَةَ الرَّفِیْعَةَ وَابْعَثْهُ مَقَاماً مَّحْمُوْدَ نِ الَّذِیْ وَعَدْتَّهٗ اسے میری شفاعت ملے گی۔

شرح: اذان کا جواب دیتے دیتے جواب آخر تک پہونچے تو بعد فراغت دعاء مذکور پڑھے۔ یہ دعاء مؤذن و سامع دونوں پڑھیں۔

الوسیلہ: ایک خاص مقام ہے جو صرف اور صرف حضور سرور عالم ﷺ کے ساتھ خاص ہے۔

(طحاوی شریف، فانها منزلة فی الجنة)

مقام محمود: وہ مقدس جگہ جہاں حضور سرور عالم ﷺ جلوہ افروز ہو کر شفاعت فرمائیں گے۔

(۱) حضور سرور عالم ﷺ نے فرمایا کہ **اشفع لامتی حتی ینادینی ربی ارضیت یا محمد ! فاقول رب رضیت** (الدر المنثور للسیوطی صفحہ ۳۶، جلد ۶)

ترجمہ: میں اپنے امتی کی شفاعت کروں گا یہاں تک کہ میرا رب عزوجل پکارے گا اے محمد! تو راضی ہوا۔ میں عرض کروں گا اے رب میرے! میں راضی ہوا۔

(۲) حضور سرور عالم ﷺ نے فرمایا:

خیرت بین الشفاعة وبین ان یدخل شطر امتی الجنة فاخترت الشفاعة لانها اعم واکفی اترونها للمومنین المتقین لاولکنها للمذنبین الخطائین (ابن ماجہ)

ترجمہ: اللہ تعالیٰ نے مجھے اختیار دیا کہ یا تو شفاعت لو یا یہ کہ تمہاری آدھی امت جنت میں جائے، میں نے شفاعت لی کہ وہ زیادہ کام آنے والی ہے۔ کیا تم یہ سمجھتے ہو کہ میری شفاعت پاکیزہ مسلمانوں کے لئے ہے نہیں بلکہ وہ ان گناہگاروں کے واسطے ہے جو گناہوں میں آلودہ اور سخت کار ہیں۔

(۳) ابن عدی حضرت ام المومنین ام سلمہ رضی اللہ عنہا سے راوی حضور شفیعِ عاصیاں ﷺ فرماتے ہیں۔

"شفاعتی للهالکین من امتی" ۔

ترجمہ: میری شفاعت میرے اُن اُمتیوں کے لئے ہے جن کو گناہوں نے ہلاک کر ڈالا۔

؎ حق ہے اے شفیع میرے میں قربان تیرے

(۴) ابوداؤد و ترمذی و ابن حبان و حاکم و بیہقی بافادہ تصحیح حضرت انس بن مالک اور ترمذی و ابن حبان و حاکم

حضرت جابر بن عبداللہ طبرانی معجم کبیر میں حضرت عبداللہ بن عباس اور خطیب بغدادی حضرت عبداللہ بن عمر فاروق وحضرت کعب بن عجرہ رضی اللہ عنہم سے راوی حضور شفیع المذنبین ﷺ فرماتے ہیں۔

''شفاعتی لاھل الکبائر من امتی'' ۔

ترجمہ: میری شفاعت میری امت میں ان کے لئے ہے جو کبیرہ گناہ والے ہیں۔

(۵) سیدالمرسلین ﷺ فرماتے ہیں:

'' انا اول من تنشق عنه الارض فالبساً حلة من حلل الجنة اقوم عن یمین العرش لیس احدمن الخلائق یقوم ذلک المقام غیری''۔

ترجمہ: میں سب سے پہلے زمین سے باہر تشریف لاؤں گا پھر مجھے جنت کے جوڑوں سے ایک جوڑا پہنایا جائے گا۔ میں عرش کی داہنی طرف ایسی جگہ کھڑا ہوں گا جہاں تمام مخلوق الٰہی میں کسی کو بار نہ ہوگا۔

(۶) مسند احمد وصحیح مسلم میں انہی سے مروی حضور سیدالمرسلین ﷺ فرماتے ہیں۔

اتی باب الجنة یوم القیمة فاستفتح فیقول الخازن من انت فاقول محمد فیقول بک امرت ان لا فتح لا حد قبلک۔

ترجمہ: میں روز قیامت درِ جنت پر تشریف لا کر کھلواؤں گا۔ داروغہ عرض کرے گا کون ہے۔ میں فرماؤں گا محمد (ﷺ)۔ عرض کرے گا مجھے حضور (ﷺ) کیلئے حکم ہے کہ جب تک آپ نہ آئیں میں دروازہ نہ کھولوں۔

(۷) امام مالک بخاری مسلم ترمذی نسائی جبیر بن مطعم رضی اللہ عنہ سے راوی حضور سیدالمرسلین ﷺ فرماتے ہیں:

انا الحاشر الذی یحشر الناس علی قدمی۔

ترجمہ: میں ہی حاشر ہوں کہ تمام لوگ میرے قدموں پر اٹھائے جائیں گے یعنی روز محشر۔

سوال: تم کہتے ہو کہ مقام محمود حضور ﷺ کو حاصل ہے پھر اس کے لئے دعاء مانگنا تحصیل حاصل ہے۔

جواب: حضور ﷺ کے وسیلہ اور مقام محمود کی دعاء مانگنا ایسے ہے جیسے فقیر امیر کے در پر صدا لگاتے وقت اس کی جان ومال کے لئے دعائیں کرتا ہے تا کہ بھیک ملے۔ حضور ﷺ سب کے داتا ہیں اور ہم بھکاری۔

علاوہ ازیں کبھی استقامت واستدامت کے لئے بھی ہوتا ہے مثلاً ہم نماز میں کہتے ہیں اھدنا الصراط المستقیم حالانکہ نماز میں تو ہیں ہی صراط مستقیم پر۔

(باب نمبر ۹) اَلاِسْتِهَامِ فِیْ الاَذَانِ

اذان کے لئے قرعہ اندازی

وَیُذْکَرُ اَنَّ قَوْمًا اخْتَلَفُوْا فِیْ الاَذَانِ فَاَقْرَعَ بَیْنَهُمْ سَعْدٌ(٥)

کہتے ہیں کہ اذان دینے پر بعض لوگوں کا اختلاف ہُوا تو حضرت سعد رضی اللہ عنہ نے (فیصلہ کے لئے) قرعہ ڈلوایا تھا۔

عَنْ اَبِیْ هُرَیْرَةَ اَنَّ رَسُوْلَ اللهِ ﷺ قَالَ لَوْیَعْلَمُ النَّاسُ مَافِیْ النِّدآءِ وَالصَّفِّ الاَوَّلِ ثُمَّ لاَ یَجِدُوْنَ اِلاَّ اَنْ یَّسْتَهِمُوْا عَلَیْهِ لاَ اسْتَهَمُوْا وَلَوْ یَعْلَمُوْنَ مَافِیْ التَّهْجِیْرِ لاَاسْتَبَقُوْآ اِلَیْهِ وَلَوْ یَعْلَمُوْنَ مَافِیْ الْعَتْمَةِ وَالصُّبْحِ لاَ تَوْهُمَا وَلَوْ حَبوا(٥)

ترجمہ: حضرت ابو ہریرہ سے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا کہ اگر لوگوں کو معلوم ہوتا کہ اذان اور نماز کی پہلی صف میں کتنا زیادہ ثواب ہے پھر ان کے لئے سوائے قرعہ اندازی کے اور کوئی راستہ نہ باقی رہتا لوگ اس پر قرعہ اندازی کرتے۔اور اگر لوگوں کو معلوم ہوتا کہ عشاء اور صبح کی نماز کا کتنا زیادہ ثواب ہے تو اس کیلئے صبح آتے خواہ زمین پر گھسِٹ کر آنا پڑتا۔

شرح: استہام بمعنی قرعہ اندازی: یہ جھگڑا قادسیہ کے لوگوں کے درمیان ہوا کہ مؤذن کون ہو، تو حضرت سعد بن ابی وقاص رضی اللہ عنہ نے قرعہ اندازی کے ذریعہ فیصلہ فرمایا۔کیسے تھے وہ لوگ جو نیک اعمال کیلئے لڑتے جھگڑتے اور نوبت قرعہ اندازی تک پہنچتی لیکن آج ایسے امور صالحہ سے لوگ کتراتے ہیں۔اس میں صبح اور عشاء کی نماز میں اور پہلی صف میں اور اذان دینے کی فضیلت ظاہر ہے لیکن آجکل ایسے امور میں سستی کا یہ عالم ہے کہ ذرہ برابر بھی پرواہ نہیں۔(الا ماشاء اللہ)

(باب نمبر ۱۰) اَلْکَلَامِ فِی الاَ ذَانِ

اذان کے دوران گفتگو کرنا

وَتَکَلَّمَ سُلَیْمَانُ بْنُ صُرَدٍ فِیْ اَذَانِہٖ وَقَالَ الْحَسَنُ لاَبَاْسَ اَنْ یَّضْحَکَ وَھُوَ یُؤَذِّنُ اَوْیُقِیْمُ(o)

ترجمہ: سلیمان بن صُرد نے اذان کے دوران گفتگو کی تھی اور حضرت حسن نے فرمایا کہ اگر ایک شخص اذان یا اقامت کہتے ہوئے ہنس دے تو کوئی حرج نہیں۔

اِبْنُ عَبَّاسٍ فِیْ یَوْمٍ رَزْغٍ فَلَمَّا بَلَغَ الْمُؤَذِّنَ حَیَّ عَلَی الصَّلٰوۃِ فَاَمَرَہٗ اَنْ یُّنَادِیَ الصَّلٰوۃِ فِیْ الرِّجَالِ فَنَظَرَ الْقَوْمُ بَعْضُھُمْ اِلٰی بَعْضٍ فَقَالَ فَعَلَ ھٰذَا مَنْ ھُوَ خَیْرٌ مِّنْہُ وَاِنَّھَا عَزْمَۃٌ(o)

ترجمہ: ابنِ عباس رضی اللہ عنہ نے فرمایا کہ ایک دن بارش کی وجہ سے اچھا خاصہ کیچڑ ہو رہا تھا۔ مؤذن جب حَیَّ عَلَی الصلوٰۃ پر پہنچا تو آپ نے اس سے یہ کہنے کے لئے فرمایا کہ لوگ نماز اپنی قیام گاہ میں پڑھ لیں اس پر لوگ ایک دوسرے کو دیکھنے لگے۔ ابن عباس رضی اللہ عنہ نے فرمایا کہ اسی طرح افضل انسان نے کیا تھا اور یہ عزیمت ہے۔

شرح: سلیمان بن صُرد کا جاہلیت میں نام یسار تھا۔ حضور ﷺ نے ان کا نام سلیمان رکھا۔ یہ سلیمان رضی اللہ عنہ لشکر میں اذان دے رہے تھے آپ نے دورانِ اذان اپنے غلام کو کوئی حکم دیا تھا۔ بعض لوگوں نے کہا کہ دورانِ اذان عمداً ہنسنا اور گفتگو کرنا جائز ہے۔ بلاضرورت تو غیر مستحسن ہے ہاں ضرورت ہو تو جائز ہے۔

"الصلوۃ فی الرحال" جماعت کی نماز میں حاضر نہ ہونے کے اعذار میں سے یہ ایک ہے، وہ اعذار یہ ہیں، بارش ، کیچڑ، سخت سردی، بڑھاپا، قصدِ سفر، خوفِ مال ، بھوک کی حالت ۔(درمختار) اور یہ اعلان "الاصلوافی الرحال" اذان کی تکمیل کے بعد ہو۔

(باب نمبر ۱۱) اَذَانِ الاَعْمٰی اِذَا کَانَ لَهٗ مَنْ یُّخْبِرُهٗ

نابینا کی اذان جب کہ اسے کوئی وقت بتانے والا ہو

سَالِمِ بْنِ عَبْدِ اللّٰهِ عَنْ اَبِیْهِ اَنَّ رَسُوْلَ اللّٰهِ ﷺ قَالَ اِنَّ بِلاَلاً یُؤَذِّنُ بِلَیْلٍ فَکُلُوْا وَاشْرَبُوْا حَتّٰی یُنَادِیَ ابْنُ اُمِّ مَکْتُوْمٍ قَالَ وَکَانَ رَجُلٌ اَعْمٰی لاَ یُنَادِیْ حَتّٰی یُقَالَ لَهٗ اَصْبَحْتَ اَصْبَحْتَ(۵)

ترجمہ: سالم بن عبداللہ کے والد سے ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا کہ بلال (رضی اللہ عنہ) رات میں اذان دیتے ہیں (رمضان کے مہینے میں) اس لئے تم لوگ کھاتے پیتے رہو تا آنکہ ابن مکتوم (رضی اللہ عنہ) اذان دیں۔ کہا کہ وہ نابینا تھے اور اس وقت تک اذان نہیں دیتے تھے جب تک ان سے کہا نہ جاتا کہ صبح ہوگئی، صبح ہوگئی۔

شرح: رمضان المبارک میں غیر مقلدین اس حدیث سے استدلال کر کے کہتے ہیں کہ حضور سرور عالم ﷺ نے حضرت بلال رضی اللہ عنہ کو روزہ داروں کو جگانے کیلئے مقرر فرمایا تھا۔ یہی وجہ ہے کہ دوسرے لوگ اپنی اپنی بولی میں مختلف الفاظ سے روزہ داروں کو جگاتے ہیں اور یہ اذان اسی غرض سے دیتے ہیں کہ روزہ دار روزہ کے لئے بیدار ہوں لیکن ان کی اذان سے بہت سے لوگ شبہ میں پڑ جاتے ہیں کہ صبح ہوگئی کیونکہ آجکل عرف عام میں اذان سنتے ہی سمجھتے ہیں کہ صبح ہوگئی اور احکام کا دارومدار عرف پر ہوتا ہے اسی لئے انہیں عرف کا خیال ضروری ہے۔

ہاں حضرت بلال رضی اللہ عنہ کی اذان سے صرف روزہ داروں کو جگانا مطلوب نہ تھا اس سے شارحین نے استدلال ہی نہیں کیا بلکہ حضرت بلال رضی اللہ عنہ کی اذان کے مقاصد متعددہ ہیں چنانچہ شارحین نے لکھا کہ معناه یرد القائم ای المتهجد الی راحته لیقوم الی صلوة الصبح نشیطا او یتسحر ان کان له حاجة الی الصیام ویوقظ النائم لیتاهب للصلوة بالغسل والو ضوء الورد او سحورا ان اراد الصوم.

(نیل الاوطار صفحہ ۴۹، جلد ۲، نووی صفحہ ۲۵۰، عینی شرح بخاری، صفحہ ۶۵، جلد ۲، فتح الباری صفحہ ۲۸۳ جلد ۲)

ترجمہ: اذان بلال رضی اللہ عنہ اس لئے تھی کہ تہجد پڑھنے والا نماز پوری کر کے آرام کر لے تا کہ صبح کی نماز کے لئے خوش وخرم اٹھے اور اگر روزہ کی حاجت ہو یا روزہ کا ارادہ ہو تو سحری کھا لے اور جو سو رہا ہے وہ جاگ جائے تا کہ نماز فجر کیلئے غسل ووضوء اطمینان سے ہو سکے۔

بہر حال اس روایت سے صرف روزہ داروں کو جگانے یا صرف رمضان میں اذان بلال رضی اللہ عنہ سے استدلال نہیں ہو سکتا اور چونکہ غیر مقلدین کی اذان سے لوگوں کے روزے خراب ہوتے ہیں اسی لئے وہ اپنی انا پر اس پر مصر نہ ہوں تا کہ عوام میں اضطراب نہ ہو لیکن تجربہ شاہد ہے کہ یہ عمداً ہی اضطراب اور فتنوں کو ہوا دیتے ہیں۔

(باب نمبر ۱۲) اَلاَذَانِ بَعْدَ الْفَجْرِ

طلوعِ فجر کے بعد اذان

عَنْ عَبْدِاللهِ بْنِ عُمَرَ قَالَ اَخْبَرَتْنِیْ حَفصَةُ اَنَّ رَسُوْلَ اللهِ ﷺ كَانَ اِذَا عَتَكَفَ الْمُؤَذِّنُ لِلصُّبْحِ وَبَدَا الصُّبْحُ صَلّٰی رَكْعَتَيْنِ خَفِيْفَتَيْنِ قَبْلَ اَنْ تُقَامَ الصَّلٰوةُ (٥)

ترجمہ: عبداللہ بن عمر نے کہا کہ مجھے حفصہ رضی اللہ عنہا نے خبر دی کہ رسول اللہ ﷺ کی عادت تھی کہ جب مؤذن صبح کی اذان، صبح صادق کے طلوع ہونے کے بعد دے چکا ہوتا تو آپ دو ہلکی سی رکعتیں پڑھتے، نماز فجر سے پہلے۔

عَنْ عَائِشَةَ رَضِیَ اللهُ عَنْهَا كَانَ النَّبِیُّ ﷺ يُصَلِّیْ رَكْعَتَيْنِ خَفِيْفَتَيْنِ بَيْنَ النِّدَآءِ وَالاِ قَامَةِ مِنْ صَلٰوةِ الصُّبْحِ(٥)

ترجمہ: عائشہ رضی اللہ عنہا سے مروی ہے کہ نبی کریم ﷺ فجر کی اذان اور اقامت کے درمیان میں دو خفیف سی رکعتیں پڑھتے تھے۔

عَنْ عَبْدِ اللهِ بْنِ عُمَرَ اَنَّ رَسُوْ لَ اللهِ ﷺ قَالَ اِنَّ بِلاَ لاَيُنَادِیْ بِلَيْلٍ فَكُلُوْا وَاشْرَبُوْا حَتّٰی يُنَادِیَ ابْنُ اُمِّ مَكْتُوْمٍ(٥)

ترجمہ: عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہ سے ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا، بلال (رمضان میں) رات میں اذان دیتے ہیں۔ اس لیے تم لوگ ابنِ مکتوم کی اذان تک کھا پی سکتے ہو۔

(باب نمبر ۱۳) اَلاَذَانِ قَبْلَ الْفَجْرِ

صبح صادق سے پہلے اذان دینا

عَنْ عَبْدِ اللهِ ابْنِ مَسْعُوْدٍ عَنِ النَّبِيِّ ﷺ قَالَ لاَ يَمْنَعَنَّ اَحَدَكُمْ اَوْ اَحَدًا مِّنْكُمْ اَذَانُ بِلاَلٍ مِّنْ سُحُوْرِهٖ فَاِنَّهٗ يُؤَذِّنُ اَوْيُنَادِيْ بِلَيْلٍ لِيَرْجِعَ قَآئِمَكُمْ وَلِيُنَبِّهَ نَائِمَكُمْ وَلَيْسَ اَنْ يَّقُوْلَ الْفَجْرُ اَوِ الصُّبْحُ وَقَالَ بِاَصَابِعِهٖ وَرَفَعَهَااِلٰى فَوْقٍ وَّطَاْطَاْ اِلٰى اَسْفَلَ حَتّٰى يَقُوْلَ هٰكَذَا وَقَالَ زُهَيْرٌ بِسَبَّابَتَيْهِ اِحْدٰهُمَا فَوْقَ الْاُخْرٰى ثُمَّ مَدَّهُمَا عَنْ يَّمِيْنِهٖ وَشِمَالِهٖ(٥)

ترجمہ: عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ سے ہے کہ نبی کریم ﷺ نے فرمایا کہ بلال کی اذان (طلوع صبح صادق سے پہلے) تمہیں سحری کھانے سے نہ روک دے۔ کیونکہ وہ رات میں اذان دیتے ہیں یا (یہ کہا کہ) ندا دیتے ہیں۔ تاکہ جو لوگ جاگے ہوئے ہیں وہ واپس آجائیں (اور اگر کچھ کھانا پینا ہے تو کھاپی لیں) اور جو ابھی سوئے ہوئے ہیں وہ متنبہ ہوجائیں (اور سحری کی ضروریات سے اٹھ کر فراغت حاصل کرلیں) کوئی یہ نہ سمجھ بیٹھے کہ فجر یا صبح صادق طلوع ہوگئی اور آپ ﷺ نے اپنی انگلیوں کے اشارہ سے (طلوع صبح کی کیفیت) بتائی۔ انگلیوں کو اوپر اٹھایا اور پھر آہستہ سے نیچے لائے اور فرمایا کہ اس طرح (طلوع فجر ہوتی ہے) حضرت زہیر نے انگشت شہادت ایک دوسرے پر رکھی۔ پھر آپ نے انہیں دائیں بائیں جانب پھیلا دیا (یعنی آپ ﷺ نے بھی طلوع صبح کی کیفیت بیان کی)۔

عَنْ عَآئِشَةَ عَنِ النَّبِيِّ اَنَّهٗ قَالَ اِنَّ بِلاَلاً يُؤَذِّنُ بِلَيْلٍ فَكُلُوْا وَاشْرَبُوْا حَتّٰى يُؤَذِّنَ ابْنُ اُمِّ مَكْتُوْمٍ(٥)

ترجمہ: عائشہ رضی اللہ عنہا سے مروی ہے کہ نبی کریم ﷺ نے فرمایا کہ بلال (رضی اللہ عنہ) رات میں اذان دیتے ہیں اس لیے ابن ام مکتوم کی اذان تک کھاپی سکتے ہو۔

شرح: ان احادیث سے معلوم ہوتا ہے کہ رمضان میں دو اذانیں دی جاتی تھیں۔ ایک طلوع فجر سے پہلے اس بات کی اطلاع کیلئے کہ ابھی سحری کا وقت تھوڑا سا باقی ہے اور جو لوگ کھانا پینا چاہیں کھاپی سکتے ہیں پھر فجر کے لئے اذان اس وقت دی جاتی تھی جب طلوع صبح صادق ہوچکی ہوتی۔ پہلی اذان کے لئے خاص

رمضان میں حضرت بلال رضی اللہ عنہ متعین تھے اور دوسری کیلئے حضرت ابن اُمِ مکتوم رضی اللہ عنہ اور کبھی اس کے برعکس بھی ہوتا۔

یہ اختلافی مسئلہ ہے کہ ایک نماز کیلئے دو اذان کی کوئی شرعی حیثیت ہے یا نہیں۔ امام شافعی رحمۃ اللہ علیہ انہیں احادیث کی وجہ سے اسے جائز سمجھتے ہیں اسی طرح وہ فجر میں وقت سے پہلے اذان کو بھی جائز سمجھتے ہیں۔ لیکن ان تمام احادیث میں سحری اور کھانے پینے کا ذکر ہے جس سے معلوم ہوتا ہے کہ خاص رمضان میں اس اذان کا اہتمام کیا جاتا تھا اور یہ اذان نماز کے لئے نہیں بلکہ سحر کا وقت بتانے کیلئے ہوتی تھی۔ اسی لیے امام ابوحنیفہ رحمۃ اللہ علیہ نے اور دوسرے اوقات کی طرح فجر میں بھی وقت سے پہلے اذان کی اجازت نہیں دی۔ اور دوسرے ائمہ یہ کہتے ہیں کہ فجر کو چھوڑ کر باقی تمام نمازوں میں وقت سے پہلے اذان دینا جائز نہیں لیکن امام صاحب رحمۃ اللہ علیہ فجر کا استثناء نہیں کرتے، وجہ ظاہر ہے۔

امام ابوحنیفہ رضی اللہ عنہ کی تائید

یہ باب امام بخاری رحمۃ اللہ علیہ امام ابوحنیفہ رضی اللہ عنہ کی تائید میں ہے آپ کا مذہب ہے کہ اذان الفجر صبح صادق کے بعد ہو، اگر پہلے دے دی تو اس کا اعادہ ضروری ہے۔

تائیداتِ امام اعظم رضی اللہ عنہ: (۱) حضرت قاسم سیدنا صدیق اکبر رضی اللہ عنہ کے پوتے فرماتے ہیں کہ حضرت بلال و ابن ام مکتوم کی اذان میں اتنا فاصلہ ہوتا کہ یہ مینارہ پر چڑھے اور وہ اترے۔

(نیل الاوطار شوکانی، صفحہ ۱۵، جلد ۲)

(۲) ایک دفعہ حضرت بلال رضی اللہ عنہ نے صبح سے پہلے اذان دے دی تو حضور ﷺ نے فرمایا کہ مینارہ پر چڑھ کر یہ اعلان کریں کہ عبد (بلال) سو گیا تھا اور غافل ہو گیا۔ حضرت بلال نے یہ اعلان کر کے کہا "لیت بلالا لم تلده امه ثم اذن ایضا" کاش بلال کو ماں نہ جنتی، پھر بلال رضی اللہ عنہ نے صبح صادق کے بعد اذان دی (دارقطنی) طحاوی و بیہقی میں ہے کہ جب صبح سے پہلے حضرت بلال رضی اللہ عنہ نے اذان دے دی تو حضور ﷺ نے فرمایا اے بلال (رضی اللہ عنہ) تجھے کس نے ابھارا کہ وقت سے پہلے اذان دے دی۔ عرض کی سو کر اُٹھا تو خیال ہوا صبح ہو گئی، آپ ﷺ نے فرمایا، مدینہ میں تین بار اعلان کرو کہ بندہ سو گیا تھا۔ پھر حضور ﷺ نے انہیں اپنے ساتھ بٹھائے رکھا یہاں تک کہ صبح ہوئی۔

فائدہ: ان روایات سے ثابت ہوا کہ اگر صبح صادق سے پہلے اذان غلطی سے دے دی گئی تو اس کا اعادہ ضروری ہے۔ شیعہ اور وہابی صبح صادق سے پہلے اذان دے دیتے ہیں تو ان کی اذان تو ویسے بھی شرعی اذان نہیں اگر وہ اسے اذان سمجھتے ہیں۔ تو ان دلائل سے ثابت ہوا کہ وہ اذان نہ ہوئی اس کا اعادہ ضروری ہے۔

(باب نمبر ١٤) كَمْ بَيْنَ الاَذَانِ وَالاِقَامَةِ

اذان اور اقامت کے درمیان کتنا فصل ہونا چاہئے؟

عَنْ عَبْدِاللهِ مُغَفَّلَ نِ الْمُزَنِيِّ اَنَّ رَسُوْلَ اللهِ ﷺ قَالَ بَيْنَ كُلِّ اَذَا نَيْنِ صَلٰوةٌ ثَلاَثًا لِّمَنْ شَآءَ(٥)

ترجمہ: عبداللہ بن مغفل مزنی سے ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے تین مرتبہ فرمایا کہ ہر دو اذانوں (اذان اور اقامت) کے درمیان ایک نماز کا فصل ہونا چاہئے (تیسری مرتبہ فرمایا کہ) جو شخص ایسا کرنا چاہے۔

عَنْ اَنَسِ بْنِ مَالِكٍ قَالَ كَانَ الْمُؤَذِّنُ اِذَا اَذَّنَ قَامَ نَاسٌ مِّنْ اَصْحَابِ النَّبِيِّ ﷺ يَبْتَدِرُوْنَ السَّوَارِيَ حَتّٰى يَخْرُجَ النَّبِيُّ ﷺ وَهُمْ كَذٰلِكَ يُصَلُّوْنَ رَكْعَتَيْنِ قَبْلَ الْمَغْرِبِ وَلَمْ يَكُنْ بَيْنَ الاَذَانِ وَالاِقَامَةِ شَيْءٌ وَّقَالَ عُثْمَانُ بْنُ جَبَلَةَ وَاَبُوْ دَاوٗدَ عَنْ شُعْبَةَ لَمْ يَكُنْ بَيْنَهُمَا اِلَّا قَلِيْلٌ(٥)

ترجمہ: انس بن مالک رضی اللہ عنہ نے فرمایا جب مؤذن اذان دیتا ہے۔ تو نبی کریم ﷺ کے اصحاب ستونوں کی طرف جلدی سے بڑھتے اور جب نبی کریم ﷺ باہر تشریف لاتے تو لوگ اسی طرح نماز پڑھتے ہوئے ہوتے۔ یہ مغرب سے پہلے کی دو رکعتیں تھیں۔ اور مغرب میں اذان اور اقامت میں کوئی فصل نہیں ہوتا تھا۔ عثمان بن جبلہ اور ابوداؤد نے شعبہ کے واسطہ سے (اس حدیث میں بیان کیا کہ) اذان و اقامت میں بہت تھوڑا سا فصل ہوتا تھا۔

شرح: امام بخاری رحمۃ اللہ علیہ اس باب میں اذان و اقامت کے درمیان وقفہ کا مسئلہ بتاتے ہیں اور اسی پر

احناف کا عمل ہے اور ساتھ ہی مجمل روایت کے بعد مغرب کے متعلق بھی وقفہ کا بتا دیا یہ احناف کے خلاف ہے۔ امام ابوحنیفہ رضی اللہ عنہ مغرب میں صرف اتنا وقفہ کے قائل ہیں کہ انسان صرف تین قدم چل سکے اس لئے مغرب میں اذان کے فوراً بعد جماعت شروع کر دیتے ہیں لیکن امام شافعی رحمۃ اللہ علیہ دو رکعت نفل کا وقفہ بتاتے ہیں۔ آجکل نجدی تو دوسری نمازوں کی طرح مغرب کی اذان کے بعد بھی بہت بڑا وقفہ کرتے ہیں اور دو رکعت نفل تو بڑے اہتمام سے پڑھتے ہیں۔ اس حدیث سے بھی ان کی تائید ملتی ہے عوام تو ویسے بھی بھولے ہوتے ہیں وہ بھی سمجھتے ہیں کہ جب حدیث سے ثابت ہے تو پھر مغرب میں اذان کے بعد دوگانہ پڑھنے میں کونسا جرم ہے اسکے جوابات ملاحظہ ہوں۔

(ا) بعض نے کہا کہ ابتداء میں جب عصر کے بعد نماز پڑھنے کی ممانعت کردی گئی تو یہ بتانے کیلئے کہ نماز کے جواز کا وقت سورج غروب ہوتے ہی ہوجاتا ہے یہ دو رکعتیں رکھی گئی ہیں لیکن چونکہ مغرب میں مطلوب جلدی ہے اس لئے صحابہ کرام رضوان اللہ علیہم اجمعین اذان ہوتے ہی دو رکعتوں کیلئے کھڑے ہوجاتے تھے۔ حضور اکرم ﷺ تشریف لاتے تو یہ حضرات ابھی نماز ہی میں ہوتے تھے اور بعد میں اسی وجہ سے اس روک دیا گیا تھا۔ چنانچہ ابن عمر رضی اللہ عنہ سے منقول ہے کہ میں نے دو رکعتیں نبی کریم ﷺ کے عہد میں کسی کو پڑھتے نہیں دیکھا چنانچہ (ابوداؤد صفحہ ۱۸۲،۱۸۳) میں ہے کہ "**ما رأيت احدا على عهد رسول ﷺ يصليها**" اس سے ثابت ہوا کہ پہلے دور میں بعض صحابہ پڑھتے بھی ہونگے تو بعد کو اس کا ترک ثابت ہوا اس لئے دوسری روایت میں ہے کہ حضرت ابن عمر رضی اللہ عنہ نے کسی کو یہی دوگانہ پڑھتے دیکھا تو فرمایا "**انظر الى هذا اى صلوة يصلى**" اسے دیکھو یہ کونسی نماز پڑھ رہا ہے۔

فائدہ: اس تعجب سے ثابت ہوتا ہے کہ اس نماز کی گویا کوئی اصل بھی نہیں۔ اور یہ پہلے دور میں بھی بعض صحابہ کا اپنا اجتہادی امر تھا۔ رسول اکرم ﷺ نے کبھی یہ دوگانہ نہیں پڑھا اور صحابہ بھی بعض تھے جو یہ سمجھتے تھے کہ اذان کے بعد جب تک حضور ﷺ تشریف لائیں ہم دوگانہ ہی پڑھ لیں لیکن ان کا اجتہاد بھی جمہور کے ہاں مقبول نہ ہوا اور پھر عرصہ کے بعد ان کا عمل بھی دوگانہ پڑھنے سے رہ گیا تو بہتر طریقہ وہی ہے جس پر صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کا دائمی عمل ہوا اور وہ وہی ہے جو احناف کو نصیب ہے کہ مغرب کی اذان کے فوراً بعد جماعت۔

﴿آخری فیصلہ﴾

جب حضور علیہ السلام نے یہ دوگانہ نہیں پڑھا اور بعض صحابہ رضی اللہ عنہم کا اجتہاد تھا وہ بھی جمہور صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کے بالمقابل نہ چل سکا یہاں تک کہ اس دوگانہ کا نام ونشان نہ تو خلفائے راشدین رضی اللہ عنہم میں ملتا ہے اور نہ ہی بعد کو اور اس کے نشان مٹنے کا یہ حال کہ حضرت ابن عمر رضی اللہ عنہ جیسے جلیل القدر صحابی نے بھی لاعلمی کا اظہار فرمایا بلکہ پڑھنے والے کو تعجب کی نگاہ سے دیکھا۔

بعض نے دارقطنی کی حدیث، ان عند کل اذانین رکعتین المغرب "ہر دو اذانوں کے درمیان دوگانہ ہے سوائے مغرب کے" سے مغرب کے دوگانہ کو منسوخ کہا۔

(باب نمبر ۱۵) مَنِ انْتَظَرَ الْاِقَامَةَ

وہ جو اقامت کا انتظار کرے

اَنَّ عَائِشَةَ رَضِیَ اللّٰهُ عَنْهَا قَالَتْ كَانَ رَسُوْلُ اللّٰهِ ﷺ اِذَا سَكَتَ الْمُؤَذِّنُ بِالْاُوْلٰی مِنْ صَلٰوةِ الْفَجْرِ قَامَ فَرَكَعَ رَكْعَتَيْنِ خَفِيْفَتَيْنِ قَبْلَ صَلٰوةِ الْفَجْرِ بَعْدَ اَنْ يَّسْتَبِيْنَ الْفَجْرُ ثُمَّ اضْطَجَعَ عَلٰی شِقِّهِ الْاَيْمَنِ حَتّٰی يَاْتِيَهُ الْمُؤَذِّنُ لِلْاِقَامَةِ(٥)

ترجمہ: عائشہ رضی اللہ عنہا نے فرمایا کہ رسول اللہ ﷺ مؤذن کے فجر کی اذان ختم کرتے ہی کھڑے ہو کر دو ہلکی سی رکعتیں پڑھتے۔ طلوع صبح صادق کے بعد اور فجر کی فرض نماز سے پہلے۔ پھر داہنے پہلو پر لیٹ جاتے۔ اس کے بعد اقامت کے لئے مؤذن آپ ﷺ کی خدمت میں آتا۔

شرح: نماز صبح کی دو رکعت سنت کی بڑی سخت تاکید ہے اس کیلئے بہتر وافضل یہی ہے کہ صبح صادق ہوتے ہی پڑھ لینی چاہئے پھر ذرا سا لیٹنا مسنون ہے لیکن نہ اتنا کہ جماعت رہ جائے اور یہ دو رکعت ہلکی قرأت کیساتھ ہو اس کی رکعت اوّل میں قل یا ایھا الکفرون اور دوسری رکعت میں قل ھو اللہ پڑھی جائے یہی سنت بھی ہے اور جملہ گھریلو پریشانیوں سے نجات بھی۔

﴿بواسیر کا علاج﴾

شاہ کلیم اللہ اورنگ آبادی رضی اللہ عنہ نے فرمایا کہ بواسیر سے نجات کے لئے فجر کی پہلی رکعت میں الم نشرح دوسری میں الم ترکیف پڑھی جائے اس پر مداومت سے بواسیر نہیں ہوتی اگر کسی کو ہو تو اس مبارک عمل سے بواسیر دور ہو جائے گی۔

مسئلہ: صبح صادق کے بعد ان دو رکعت سنت کے اور کوئی نفل دوگانہ نہیں۔ہاں قضا نماز پڑھ سکتے ہیں۔

(باب نمبر ١٦) بَیْنَ کُلِّ اَذَانَیْنِ صَلٰوۃٌ لِّمَنْ شَآءَ

ہر دو اذانوں کے درمیان ایک نماز کا فصل ہے اگر کوئی پڑھنا چاہے

عَنْ عَبْدِ اللّٰہِ ابْنِ مُغَفَّلٍ قَالَ النَّبِیُّ ﷺ بَیْنَ کُلِّ اَذَانَیْنِ صَلٰوۃٌ بَیْنَ کُلِّ اَذَانَیْنِ صَلٰوۃٌ ثُمَّ قَالَ فِی الثَّالِثَۃِ لِمَنْ شَآءَ(٥)

ترجمہ:عبداللہ بن مغفل رضی اللہ عنہ سے کہ رسول اکرم ﷺ نے فرمایا کہ ہر دو اذانوں (اذان اور اقامت) کے درمیان ایک نماز کا فصل ہے۔ہر دو اذانوں کے درمیان ایک نماز کا فصل ہے۔پھر تیسری مرتبہ آپ ﷺ نے فرمایا کہ اگر کوئی پڑھنا چاہے۔

شرح: نمازِ مغرب سے پہلے دوگانہ کی بحث ابھی گزری ہے جو لوگ نوافل کے عاشق ہیں انہیں مغرب سے پہلے دوگانہ کی بجائے ،مغرب کی نماز کے بعد اوّابین وحفظ الایمان پر التزام کرنا چاہیے اس میں اخروی فوائد کے علاوہ دنیوی فوائد بھی بہت ہیں۔

طریقہ اوّابین: تین دوگانے ہر دوگانہ میں بعد سورۂ فاتحہ تین تین بار قل ھواللہ شریف۔

طریقہ حفظ الایمان: اوّابین کے بعد ایک دوگانہ۔پہلی رکعت میں سورۃ فاتحہ سورۃ الفلق کے بعد سات بار قل ھواللہ شریف دوسری رکعت میں فاتحہ وسورۃ الناس کے بعد سات بار قل ھواللہ شریف۔

بعض مشائخ نے اوابین بیس رکعت بھی بتائی ہیں طریقہ وہی ہے جو مذکور ہُوا۔

(باب نمبر ۱۷) مَنْ قَالَ لِيُؤَذِّنْ فِى السَّفَرِ

جو یہ کہتے ہیں کہ سفر میں ایک ہی مؤذن اذان دے

عَنْ مَالِكِ ابْنِ الْحُوَيْرِثِ قَالَ اَتَيْتُ النَّبِىَّ ﷺ فِىْ نَفَرٍمِّنْ قَوْمِىْ فَاَقَمْنَا عِنْدَهٗ عِشْرِيْنَ لَيْلَةً وَّكَانَ رَحِيْمًارَفِيْقًا فَلَمَّارَاٰى شَوْقَنَا اِلٰى اَهْلِيْنَا قَالَ ارْجِعُوْا فَكُوْنُوْا تُوَافِيْهِمْ وَعَلِّمُوْهُمْ وَصَلُّوْا فَاِذَا حَضَرَتِ الصَّلٰوةُ فَلْيُؤَذِّنْ لَكُمْ اَحَدُكُمْ وَلْيَؤُمَّكُمْ اَكْبَرُكُمْ (٥)

ترجمہ: مالک بن حویرث نے کہا کہ میں نبی کریم ﷺ کی خدمت میں اپنے قوم کے چند افراد کیساتھ حاضر ہوا میں نے آپ ﷺ کی خدمت میں بیس دن قیام کیا۔ آپ ﷺ بڑے رحمدل اور رقیق القلب تھے جب آپ ﷺ نے ہمارے اپنے گھر پہنچنے کے اشتیاق کو محسوس کرلیا تو آپ ﷺ نے ہم سے فرمایا کہ تم جا سکتے ہو وہاں جاکر تم اپنی قوم کو دین سکھاؤ اور نماز پڑھو، جب نماز کا وقت ہو جائے تو کوئی ایک شخص اذان دے اور جو تم میں سب سے بڑا ہو وہ امامت کرے۔

(باب نمبر ۱۸) اَلْاَذَانِ لِلْمُسَافِرِ اِذَا كَانُوْا جَمَاعَةً وَّالْاِقَامَةِ

مسافروں کے لیے اذان اور اقامت جب کہ بہت سے لوگ ساتھ ہوں

وَكَذٰلِكَ بِعَرَفَةَ وَجَمْعٍ وَّقَوْلِ الْمُؤَذِّنِ الصَّلٰوةُ فِى الرِّحَالِ فِى اللَّيْلَةِ الْبَارِدَةِ اَوِ الْمَطِيْرَةِ (٥)

ترجمہ: اسی طرح عرفہ اور مزدلفہ میں (اذان و اقامت) اور سردی یا برسات کی راتوں میں مؤذن کا یہ اعلان کہ نماز اپنی قیام گاہوں میں پڑھ لی جائے۔

عَنْ اَبِىْ ذَرٍّ قَالَ كُنَّا مَعَ النَّبِىِّ ﷺ فِىْ سَفَرٍ فَاَرَادَ الْمُؤَذِّنُ اَنْ يُّؤَذِّنَ فَقَالَ لَهٗ اَبْرِدْ ثُمَّ اَرَادَ اَنْ يُّؤَذِّنَ فَقَالَ لَهٗ اَبْرِدْ ثُمَّ اَرَادَ اَنْ يُّؤَذِّنَ فَقَالَ لَهٗ اَبْرِدْ حَتّٰى سَاوَى الظِّلُّ التُّلُوْلَ فَقَالَ النَّبِىُّ ﷺ اِنَّ شِدَّةَ الْحَرِّمِنْ فَيْحِ جَهَنَّمَ (٥)

ترجمہ: ابوذر نے فرمایا کہ ہم نبی کریم ﷺ کے ساتھ ایک سفر میں تھے۔ مؤذن نے اذان دینی چاہی تو آپ ﷺ نے فرمایا کہ ٹھنڈا ہونے دو۔ پھر مؤذن نے اذان دینی چاہی تو آپ ﷺ نے فرمایا کہ ٹھنڈا ہونے دو۔ پھر مؤذن نے اذان دینی چاہی تو آپ ﷺ نے فرمایا کہ ٹھنڈا ہونے دو۔ یہاں تک کہ سایہ ٹیلوں کے برابر ہو گیا۔ نبی کریم ﷺ نے فرمایا کہ گرمی کی شدت جہنم کے سانس لینے سے پیدا ہوتی ہے۔

عَنْ مَّالِكِ عَنِ الْحُوَيْرِثِ قَالَ اَتَى رَجُلَانِ النَّبِيَّ ﷺ يُرِيْدَانِ السَّفَرَ فَقَالَ النَّبِيُّ ﷺ اِذَا اَنْتُمَا خَرَجْتُمَا فَاَ ذِّنَا ثُمَّ اَقِيْمَا ثُمَّ لِيَؤُمَّكُمَآ اَكْبَرُ كُمَا (ㅇ)

ترجمہ: مالک بن حویرث نے کہا دو شخص نبی کریم ﷺ کی خدمت میں حاضر ہوئے یہ کسی سفر کا ارادہ رکھتے تھے۔ آپ ﷺ نے ان سے فرمایا کہ جب تم نکلو تو (نماز کے وقت) اذان دو اور اقامت کہو پھر جو شخص تم میں بڑا ہے وہ نماز پڑھائے۔

مَالِكٌ قَالَ اَتَيْنَا النَّبِيَّ ﷺ وَنَحْنُ شَبَبَةٌ مُّتَقَارِبُوْنَ فَاَقَمْنَا عِنْدَهٗ عِشْرِيْنَ يَوْمًا وَّلَيْلَةً وَّكَانَ رَسُوْلُ اللّٰهِ ﷺ رَحِيْمًا رَفِيْقًا فَلَمَّا ظَنَّ اَنَّا قَدِاشْتَهَيْنَآ اَهْلَنَا اَوْ قَدِاشْتَقْنَا سَاَلَنَا عَمَّنْ تَرَكْنَا بَعْدَنَا فَاَخْبَرْ نَا هُ فَقَالَ ارْجِعُوْا اِلٰى اَهْلِيْكُمْ فَاَقِيْمُوْا فِيْهِمْ وَعَلِّمُوْ هُمْ وَمُرُوْهُمْ وَذَكَرَ اَشْيَاءَ اَحْفَظُهَا اَوْلَآ اَحْفَظُهَا وَصَلُّوْا كَمَا رَاَيْتُمُوْنِيْ اُصَلِّي فَاِذَا حَضَرَتِ الصَّلٰوةُ فَلْيُؤَذِّنْ لَكُمْ اَحَدُكُمْ وَلْيَؤُمَّكُمْ اَكْبَرُكُمْ (ㅇ)

ترجمہ: ہم سے مالک نے حدیث بیان فرمائی کہا کہ ہم نبی کریم ﷺ کی خدمت میں حاضر ہوئے۔ ہم حاضر ہونے والے ہم عمر اور نوجوان تھے آپ ﷺ کی خدمت مبارک میں بیس دن قیام رہا۔ رسول اللہ ﷺ بڑے نیک دل اور رقیق القلب تھے۔ جب آپ نے محسوس کیا کہ ہمیں اپنے گھر جانے کا اشتیاق ہے تو آپ ﷺ نے دریافت فرمایا کہ تم لوگ اپنے گھر کسے چھوڑ کر آئے ہو؟ ہم نے بتایا، پھر آپ ﷺ نے فرمایا کہ اپنے گھر جاؤ اور ان کے ساتھ قیام کرو انہیں دین سکھاؤ اور دین کی باتوں کا حکم کرو آپ نے بہت سی باتوں کا ذکر کیا جن کے متعلق (مالک نے کہا کہ) مجھے وہ یاد ہیں یا (یہ کہا کہ) یاد نہیں اور (فرمایا) اس طرح نماز پڑھنا جیسے تم نے مجھے پڑھتے ہوئے دیکھا ہے اور جب نماز کا وقت ہو جائے تو کوئی ایک اذان دے اور جو تم میں سب سے بڑا ہو وہ نماز پڑھائے۔

نَافِعٌ قَالَ اَذَّنَ ابْنُ عُمَرَ فِيْ لَيْلَةٍ بَارِدَةٍ بِضَجْنَانَ ثُمَّ قَالَ صَلُّوا فِيْ رِحَالِكُمْ وَاَخْبَرَنَا اَنَّ رَسُوْلَ اللهِ ﷺ كَانَ يَامُرُ مُؤَذِّنًا يُؤَذِّنُ ثُمَّ يَقُوْلُ عَلٰى اَثَرِهٖ اَلاَ صَلُّوا فِي الرِّحَالِ فِي اللَّيْلَةِ الْبَارِدَةِ اَوِلْمَطِيْرَةِ فِي السَّفَرِ(o)

ترجمہ: نافع نے کہا کہ ابن عمر نے ایک سرد رات میں مقام ضجنان پر اذان دی پھر فرمایا کہ اپنی قیام گاہوں میں نماز پڑھ لو اور ہمیں آپ نے خبر دی کہ نبی کریم ﷺ مؤذن سے اذان کیلئے فرماتے تھے اور یہ بھی کہ موذن اذان کے بعد یہ کہہ دے کہ لوگ اپنی قیام گاہوں میں نماز پڑھ لیں۔ یہ سفر کی حالت میں یا سرد برسات کی راتوں میں ہوتا تھا۔

عَنْ عَونِ ابْنِ اَبِيْ جُحَيْفَةَ عَنْ اَبِيهِ قَالَ رَاَيْتُ رَسُوْلَ اللهِ ﷺ بِالاَبْطَحِ فَجَآءَهٗ بِلاَلٌ فَاٰذَنَهٗ بِالصَّلٰوةِ ثُمَّ خَرَجَ بِلاَلٌ بِالْعَنَزَةِ حَتّٰى رَكَزَهَا بَيْنَ يَدَيْ رَسُوْلِ اللهِ ﷺ بِالاَبْطَحِ وَاَقَامَ الصَّلٰوة(o)

ترجمہ: عون بن ابی جحیفہ کے واسطہ سے حدیث بیان کی۔ کہا کہ میں نے رسول اللہ ﷺ کو مقام ابطح میں دیکھا کہ بلال (رضی اللہ عنہ) حاضرِ خدمت ہوئے اور نماز کی اطلاع دی پھر بلال (رضی اللہ عنہ) عنزہ (وہ لکڑی جس کے نیچے لوہے کا پھل لگا ہوا ہو) لے کر آگے بڑھے اور اسے نبی کریم ﷺ کے سامنے مقام ابطح میں گاڑ دیا۔ آپ ﷺ نے نماز پڑھائی۔

شرح: سفر ہو یا حضر نماز کی امامت کا امام بہتر ہونا چاہئے، اس لئے کہ وہ اللہ کے ہاں تمام قوم کا نمائندہ ہے اسی لئے شریعت مطہرہ میں امام کے اوصاف کا موازنہ کیا گیا ہے، چنانچہ فقہاء کرام لکھتے ہیں کہ:

سب سے زیادہ مستحق امامت وہ شخص ہے جو نماز و طہارت کے احکام کو سب سے زیادہ جانتا ہو۔ اگرچہ باقی علوم میں پوری دستگاہ نہ رکھتا ہو بشرطیکہ اتنا قرآن یاد ہو کہ بطور مسنون پڑھے اور صحیح پڑھتا ہو یعنی حروف مخارج سے ادا کرتا ہو اور مذہب کی کچھ خرابی نہ رکھتا ہو اور فواحش سے بچتا ہو اس کے بعد وہ شخص جو (تجوید) قرأت کا زیادہ علم رکھتا ہو اور اس کے موافق ادا کرتا ہو۔ اگر کئی شخص ان باتوں میں برابر ہوں تو وہ کہ زیادہ ورع رکھتا ہو یعنی حرام تو حرام شبہات سے بھی بچتا ہو، اس میں بھی برابر ہوں تو زیادہ عمر والا یعنی

جس کوزیادہ زمانہ اسلام میں گزرااوراس میں بھی برابر ہوں تو جس کے اخلاق زیادہ اچھے ہوں اس میں بھی برابر ہوں تو زیادہ وجاہت والا یعنی تہجد گزار کہ تہجد کی کثرت سے آدمی کا چہرہ زیادہ خوبصورت ہوجاتا ہے، پھرزیادہ خوبصورت، پھرزیادہ حسب والا، پھروہ کہ باعتبارنسب کے زیادہ شریف، پھرزیادہ مالدار، پھر زیادہ عزت والا، پھروہ جس کے کپڑے زیادہ ستھرے ہوں۔غرض چند شخص برابر کے ہوں ان میں جوشرعی ترجیح رکھتا ہوزیادہ حق دار ہے اوراگر ترجیح نہ ہوتو قرعہ ڈالا جائے جس کے نام کا قرعہ نکلے وہ امامت کرے یا ان میں سے جماعت جس کو منتخب کرے وہ امام ہواور جماعت میں اختلاف ہوتو جس طرف زیادہ لوگ ہوں وہ امام ہواوراگر جماعت نے غیراولیٰ کوامام بنادیا تو براکیا مگر گنہ گار نہ ہوئے (درمختاروغیرہ) اسی لئے بد مذہب کے پیچھے نماز ہوتی ہی نہیں جیسے جن کا عقیدہ مرزائی وہابی دیوبندی شیعہ ہو۔تفصیل ودلائل کے لئے فقیر کارسالہ پڑھئے ''امام حرم اورہم'' وغیرہ۔

مسئلہ: جس امام کی داڑھی قبضہ (ایک مُٹھی) سے کم ہواس کے پیچھے نماز مکروہ تحریمی ہے اوروہ واجب الاعادہ ہے خواہ وہ کتنا بڑاعالم یاپیر ہو۔

ضجنان یہ مکہ شریف میں ۲۶/۲۵ میل کے فاصلہ پرایک پہاڑی ہے، جماعت میں حاضر نہ ہونے کے عذر فقیر نے لکھ دیئے ہیں۔

مسئلہ: جب سخت بارش یاسخت آندھی ہوتو مؤذن اذان کے بعد کہہ دے **الاصلو فی الرحال** ''اپنی قیام گاہوں میں نماز پڑھ لو'' اس کے کہنے کا وقت بعداذان ہے۔دورحاضرہ میں ایسے اعلان کی ضرورت تونہیں، اگرکہیں ضرورت پیش ہوتو کہنا جائز ہے۔بعض غیرمقلدین اسے اذان کے دوران کہہ دیتے ہیں یہ ان کی جہالت ہے ورنہ اس حدیث میں صاف ہے۔**ثم یقول فی اثرہ.** ثم تعقیب وتاخیر کیلئے آتا ہے۔اسی لیے اذان کی فراغت کے بعد کہا جائے۔

(باب نمبر ۱۹)

هَلْ يَتَتَبَّعُ الْمُؤَذِّنُ فَاهُ هٰهُنَا وَهٰهُنَا وَهَلْ يَلْتَفِتُ فِي الْاَذَانِ

کیا مؤذن اپنے چہرے کو ادھر اُدھر کرسکتا ہے اور کیا وہ دائیں بائیں طرف متوجہ ہوسکتا ہے؟

يُذْكَرُ عَنْ بِلَالٍ (رضی اللہ عنہ) اَنَّهُ جَعَلَ اِصْبَعَيْهِ فِيْ اُذُنَيْهِ وَكَانَ ابْنُ عُمَرَ لَايَجْعَلُ اِصْبَعَيْهِ فِيْ اُذُنَيْهِ وَقَالَ اِبْرَاهِيْمُ لَابَأْسَ اَنْ يُؤَذِّنَ عَلٰى غَيْرِ وُضُوْءٍ وَقَالَ عَطَاءٌ اَلْوُضُوْءُ حَقٌّ وَّسُنَّةٌ وَقَالَتْ عَائِشَةُ كَانَ النَّبِيُّ ﷺ يَذْكُرُ اللّٰهَ عَلٰى كُلِّ اَحْيَانِهٖ (٥)

ترجمہ: حضرت بلال سے منقول ہے کہ آپ نے (اذان دیتے وقت) اپنی دونوں انگلیوں کو کانوں میں کر لیا تھا، لیکن ابنِ عمر انگلیاں کانوں میں نہیں کرتے تھے۔ ابراہیم نے فرمایا کہ بغیر وضو اذان دینے میں کوئی حرج نہیں۔ عطا نے فرمایا کہ (اذان کے لئے) وضو حق اور سنت ہے۔ عائشہ رضی اللہ عنہا نے فرمایا کہ نبی کریم ﷺ ہر وقت ذکر اللہ کیا کرتے تھے۔

عَنْ عَوْنِ بْنِ اَبِيْ جُحَيْفَةَ عَنْ اَبِيْهِ اَنَّهُ رَاٰى بِلَالًا يُؤَذِّنُ فَجَعَلْتُ اَتَتَبَّعُ فَاهُ هٰهُنَا وَهٰهُنَا بِالْاَذَانِ (٥)

ترجمہ: عون بن ابی جحیفہ نے اپنے والد سے روایت کی، انہوں نے بلال رضی اللہ عنہ کو اذان دیتے ہوئے دیکھا۔ وہ اذان میں اپنے چہرے کو اِدھر اُدھر متوجہ کر رہے تھے۔

شرح: ھل یتتبع الخ اس میں مؤذن کو ہدایت بتائی گئی ہیں مثلاً (ا) (حیّ علی الصلوۃ) داہنی طرف منہ کر کے کہے اور (حیّ علی الفلاح) بائیں جانب، اگرچہ نماز کے لئے نہ ہو بلکہ مثلاً بچے کے کان میں یا اور کسی لیے کہے، یہ پھیرنا فقط منہ کا ہے سارے بدن سے نہ پھرے۔ (درمختار)

مسئلہ: اگر منارہ پر اذان کہی تو داہنی طرف کے طاق سے سر نکال کر حی علی الصلوۃ کہے اور بائیں جانب کے طاق سے حی علی الفلاح (شرح وقایہ) جب بغیر اس کے آواز پہنچنا پورے طور پر نہ ہو۔

فائدہ: یہ وہیں ہوگا کہ مینارہ بند ہے اور دونوں طرف طاق کھلے ہیں اور کھلے مینارہ پر ایسا نہ کرے بلکہ وہی صرف منہ پھیرنا ہو اور قدم ایک جگہ قائم۔

مسئلہ: صبح کی اذان میں فلاح کے بعد "الصلوٰۃ خیر من النوم "کہنا مستحب ہے۔

(۲) اذان کہتے وقت کانوں کے سوراخ میں انگلیاں ڈالے رہنا مستحب ہے اور اگر دونوں ہاتھ کانوں پر رکھ لئے تو بھی اچھا ہے۔(درمختار،ردالمختار) اور اول احسن ہے کہ ارشاد حدیث کے مطابق ہے اور بلندی آواز میں زیادہ معین۔کان جب بند ہوتے ہیں آدمی سمجھتا ہے کہ ابھی آواز پوری نہ ہوئی زیادہ بلند کرتا ہے۔یہی وجہ ہے کہ بہرہ عادت سے زیادہ اونچا بولتا ہے وہ اس لیے کہ وہ خود جو نہیں سُن رہا سمجھتا ہے کہ دوسرا بھی نہیں سن رہا ہوگا اسی لیے قدرے اونچا بولتا ہے۔

مسئلہ: مسجد کے اندر اذان مکروہ ہے لیکن افسوس ہے کہ جب سے اسپیکر کا دور آیا ہے اکثر اذانیں مساجد کے اندر ہو رہی ہیں اس میں کبھی وہابیوں دیوبندیوں نے شور نہیں مچایا ہاں درود وسلام پر کٹ مرنے کو تیار ہیں۔

(باب نمبر ۲۰) قَوْلِ الرَّجُلِ فَاتَتْنَا الصَّلٰوۃُ

کسی کا کہنا کہ ہم سے نماز فوت ہوگئی

وَ کَرِہَ ابْنُ سِیْرِیْنَ اَنْ یَّقُوْلَ فَاتَتْنَا الصَّلٰوۃُ وَلْیَقُلْ لَمْ نُدْرِکْ وَقَوْلُ النَّبِیِّ ﷺ اَصَحُّ(o)

ترجمہ: ابن سیرین رحمۃ اللہ علیہ اس کو ناپسند فرماتے تھے کہ کوئی کہے کہ نماز فوت ہوگئی بلکہ یہ کہنا چاہیئے کہ ہم نماز کو نہ پا سکے اور نبی کریم ﷺ کا فرمان ہی زیادہ صحیح ہے۔

عَنْ عَبْدِاللّٰہِ بْنِ اَبِیْ قَتَادَۃَ عَنْ اَبِیْہِ قَالَ بَیْنَمَا نَحْنُ نُصَلِّیْ مَعَ النَّبِیِّ ﷺ اِذْ سَمِعَ جَلَبَۃَ رِجَالٍ فَلَمَّا صَلّٰی قَالَ مَاشَاْنُکُمْ قَالُوْا اسْتَعْجَلْنَا اِلَی الصَّلٰوۃِ قَالَ فَلَا تَفْعَلُوْا اِذَا اَتَیْتُمُ الصَّلٰوۃَ فَعَلَیْکُمُ السَّکِیْنَۃُ فَمَا اَدْرَکْتُمْ فَصَلُّوْا وَمَا فَاتَکُمْ فَاَتِمُّوْا(o)

ترجمہ: عبداللہ بن ابی قتادہ نے اپنے والد سے روایت کی فرمایا کہ ہم نبی کریم ﷺ کے ساتھ نماز پڑھ رہے

تھے آپ نے کچھ لوگوں کے چلنے پھرنے اور بولنے کی آواز سنی۔ نماز کے بعد دریافت فرمایا کہ کیا بات ہے۔ لوگوں نے کہا ہم نماز کیلئے جلدی کر رہے تھے۔ اس پر آپ ﷺ نے فرمایا کہ ایسا نہ کیا کرو۔ جب نماز کے لئے آؤ تو وقار اور سکون کو ملحوظ رکھو نماز کا جو حصہ مل جائے اسے پڑھو اور جو چھوٹ جائے اسے (بعد میں) پورا کرلو۔

شرح: حضرت ابن سیرین جلیل القدر تابعی ہیں، ان کا مطلب یہ ہے کہ نماز فوت ہوگئی، کہنے میں کراہت ہے اس کی دو وجہیں ہوسکتی ہیں:

(۱) نماز فوت ہوگئی کا لفظ خفیف ہے اس میں نماز کی تحقیر ہے۔ امام ابن سیرین نے ادب سکھایا کہ معظم اشیاء کی تحقیر مکروہ ہے۔

(۲) نماز فوت ہونے کی خبر دینا گناہ کی خبر دینا ہے۔ امام ابن سیرین نے اسے اس لئے مکروہ کہا کہ اظہار گناہ کر کے دوسروں کو اپنے گناہوں کا گواہ بنایا یہ صحیح نہیں۔

حضور سرور عالم ﷺ زیادہ صحیح اس لئے کہ یہ جملہ عموماً عوام کے منہ سے نکل جاتا ہے اسلئے آپ نے اپنی امت کو بار گراں سے بچانے کیلئے فرمادیا کہ کوئی اسے کہہ دے تو حرج نہیں۔

نماز کے لئے جلدی نہ کرو:

بعض لوگوں کی عادت ہے کہ جماعت میں رکعت کے چلے جانے کے خطرہ سے دوڑتے یا کم از کم تیز چلتے ہیں، نبی پاک ﷺ نے ایسے لوگوں کو ادب سکھایا ہے کہ ایسے موقعہ پر دوڑنا یا عجلت کرنا اچھا نہیں۔ نماز وقار اور سکینت کا نام ہے اسی لیے پروقار طریقے سے چلو رکعت مل جائے تو الحمد للہ ورنہ فضیلتِ جماعت سے محروم نہیں رہو گے۔ جماعت کی رکعت یا کوئی حصہ یہاں تک کہ التحیات میں بیٹھنے کا موقعہ مل گیا تو جماعت کی فضیلت نصیب ہوگی۔

فائدہ: امام بخاری رحمۃ اللہ علیہ نے ابن سیرین کے قول کے رد میں حضور نبی پاک ﷺ کا جملہ و مافاتکم پیش کیا ہے کہ نماز پر لفظ فوت کا اطلاق جائز ہے۔ اسی لیے ابن سیرین کا قول متروک ہوگا اس سے امام ابو حنیفہ رضی اللہ عنہ کے قول کی تائید ہے کہ میرا قول قولِ نبوی (ﷺ) کے خلاف ہو تو میرا قول دیوار پہ ماردو۔ جو لوگ امام ابوحنیفہ رضی اللہ عنہ پر صرف قیاس آرائی کی تہمت لگاتے ہیں وہ اس سے عبرت حاصل کریں۔

(باب نمبر ۲۱) مَآ اَدْرَکْتُمْ فَصَلُّوْا وَمَا فَاتَکُمْ فَاَتِمُّوْا

جو حصہ نماز کا (جماعت کے ساتھ) پاسکو اسے پڑھ لو اور جو نہ پاسکو اسے (جماعت کے بعد) پورا کرو

قَالَہٗ اَبُوْ قَتَادَۃَ عَنِ النَّبِیِّ ﷺ

یہ ابو قتادہ رضی اللہ عنہ نے نبی کریم ﷺ کے واسطہ سے بیان کیا ہے۔

عَنْ اَبِیْ ھُرَیْرَۃَ عَنِ النَّبِیِّ ﷺ قَالَ اِذَا سَمِعْتُمُ الاِقَامَۃَ فَامْشُوْآ اِلَی الصَّلٰوۃِ وَعَلَیْکُمُ السَّکِیْنَۃَ وَالْوَقَارَ وَلَاتُسْرِعُوْا فَمَااَدْرَکْتُمْ فَصَلُّوْا وَمَا فَاتَکُمْ فَاَتِمُّوْا(٥)

ترجمہ: ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے ہے کہ نبی کریم ﷺ نے فرمایا جب تم لوگ اقامت سن لو تو نماز کے لئے چل پڑو۔ سکون اور وقار کو (بہرحال) ملحوظ رکھو، اور دوڑ کے نہ آؤ۔ پھر نماز کا جو حصہ پالو اسے پڑھ لو اور جو نہ پاسکو اسے (جماعت کے بعد) پورا کرلو۔

(باب نمبر ۲۲) مَتٰی یَقُوْمُ النَّاسُ اِذَارَاَوُ الاِمَامَ عِنْدَ الاِقَامَۃِ

اقامت کے وقت جو لوگ امام کو دیکھیں تو کب کھڑے ہوں

عَنْ عَبْدِاللّٰہِ بْنِ اَبِیْ قَتَادَۃَ عَنْ اَبِیْہِ قَالَ قَالَ رَسُوْلُ اللّٰہِ ﷺ اِذَا اُقِیْمَتِ الصَّلٰوۃُ فَلَا تَقُوْمُوْا حَتّٰی تَرَوْنِیْ(٥)

ترجمہ: عبداللہ بن ابی قتادہ اپنے والد سے بیان کرتے تھے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا کہ جب نماز کیلئے اقامت کہی جائے تو اس وقت تک نہ کھڑے ہو جب تک مجھے دیکھ نہ لو۔

(باب نمبر ۲۳)

لَا يَقُوْمُ اِلَى الصَّلٰوةِ مُسْتَعْجِلاً وَلْيَقُمْ اِلَيْهَا بِالسَّكِيْنَةِ وَالْوَقَارِ

نماز کے لیے جلد بازی کے ساتھ نہ کھڑے ہونا چاہئے بلکہ سکون اور وقار کے ساتھ کھڑے ہونا چاہئے

عَنْ عَبْدِاللهِ بْنِ اَبِیْ قَتَادَةَ عَنْ اَبِيْهِ قَالَ قَالَ رَسُوْلُ اللهِ ﷺ اِذَا اُقِيْمَتِ الصَّلٰوةُ فَلَا تَقُوْمُوْا حَتّٰى تَرَوْنِى وَعَلَيْكُمُ السَّكِيْنَةُ تَابَعَهُ عَلِيُّ بْنُ الْمُبَارَكِ(۵)

ترجمہ: عبداللہ بن ابی قتادہ نے اپنے والد سے بیان کیا کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا کہ جب نماز کیلئے اقامت کہی جائے تو جب تک مجھے دیکھ نہ لو کھڑے نہ ہو اور سکون کو ملحوظ رکھو۔ اس حدیث کی متابعت علی بن مبارک نے کی ہے۔

شرح: بخاری شریف کی ان احادیث کے علاوہ دوسری متعدد روایات صحیحہ سے ثابت ہے کہ کھڑے ہو کر اقامت سننا مکروہ ہے اور امام ابوحنیفہ رحمۃ اللہ علیہ کا مذہب بھی یہی ہے کہ اقامت کے وقت مقتدی اور امام ہر دونوں بیٹھیں رہیں تاوقتیکہ حی علی الصلوۃ وحی علی الفلاح پر اٹھیں اگر چہ امام مُصلّٰی پر نہ ہو تب بھی یہی حکم ہے اور یہی مسئلہ صدیوں سے متفق چلا آرہا ہے۔ آئمہ اربعہ اہلسنت حنفی، شافعی، مالکی، حنبلی کسی کو اختلاف نہیں تھا جیسا امام نووی شارح مسلم (صفحہ ۲۲۱ جلد ا) میں آئمہ کے اقوال نقل کئے ہیں ان کی اصل عبارات رسالہ ہٰذا میں ہم نے لکھ دی ہیں لیکن جب سے خوارج وابن تیمیہ اور پھر محمد بن عبدالوہاب نجدی اور ان کے پیروکاران نے یہ فیصلہ کیا ہے کہ اسلاف صالحین کی پیروی نہ کرو خود قرآن وحدیث کو سمجھو اور سمجھاؤ۔ اس وقت سے ہر چھوٹے بڑے مسئلہ پر ہر شخص طبع آزمائی کرتا پھرتا ہے ورنہ جب احادیث مبارکہ میں مسئلہ ہٰذا کا استحباب کا وجود موجود ہے اور فقہاء کرام بالخصوص احناف کی عبارات فتاویٰ اور متون کی تصریحات ہمارے سامنے ہیں تو پھر وہابیوں اور دیوبندیوں کو اس مسئلہ میں اپنی ٹانگ پھنسانے کا کیا معنی۔

صرف اس لئے کہ یہ اہلسنت میں مروج ہے اور انہوں نے قسم کھا رکھی ہے جو نیک کام اہلسنت میں مروج

ہے وہ نہیں کرنا یہی طریقہ یہودیوں کا تھا ہاں اگر انہیں دین کا درد ہے تو فقیر احادیث مزید اور فقہ کی تصریحات لکھتا ہے اس موضوع پر فقیر کا رسالہ "الفلاح فی قیام عند حی علی الفلاح" عرصہ سے بارہا مطبوعہ ہو کر بار بار شائع ہو رہا ہے۔ الحمد للہ علی ذلک۔

(۱) صحیح مسلم میں ہے "عَنْ اَبِیْ قَتَادَةَ رَضِیَ اللّٰهُ عَنْهُ قَالَ قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ اِذَا اُقِیْمَتِ الصَّلٰوةَ فَلَا تَقُوْمُوْا حَتّٰی تَرَوْنِیْ" (صفحہ ۲۲۰ جلد ۱)

ترجمہ: ابی قتادہ رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ فرمایا رسول اللہ ﷺ نے جب اقامت کہی جائے تو اس وقت تک کھڑے نہ ہوا کرو جب تک مجھے نہ دیکھ لو۔

(۲) امام بخاری رحمۃ اللہ علیہ کا باب باندھ کر روایت بیان کرنا احناف کی تائید ہے۔

فائدہ: یہ ہیں مخالفین کے معتمد علیہ امام بخاری رحمہ اللہ الباری کہ جنہوں نے مستقل باب باندھ کر تشریح فرمائی کہ مقتدی اس وقت کھڑے ہوں جب مکبّر حی علی الفلاح وغیرہ پر پہنچے ایک اور صحاح ستہ کی مستند کتاب ترمذی شریف کی تصریح ملاحظہ ہو۔

(۳) ترمذی شریف (صفحہ ۹۶ جلد ۱) میں ہے: بَابُ کَرَاهِیَّةَ اَنْ یَّنْتَظِرَ النَّاسُ الْاِمَامَ وَهُمْ قِیَامٌ عِنْدَ افْتِتَاحِ الصَّلٰوةِ. عَنْ عَبْدِاللّٰهِ بْنِ قَتَادَةَ عَنْ اَبِیْهِ قَالَ قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ ﷺ اِذَا اُقِیْمَتِ الصَّلٰوةَ فَلَا تَقُوْمُوْا حَتّٰی تَرَوْنِیْ خَرَجْتُ قَالَ اَبُوْ عِیْسٰی حَدِیْثُ اَبِیْ قَتَادَةَ حَدِیْثٌ حَسَنٌ صَحِیْحٌ وَکُرِهَ مِنْ اَهْلِ الْعِلْمِ مَنْ اَصْحَابِ النَّبِیِّ ﷺ وَغَیْرُهُمْ اَنْ یَّنْتَظِرَ النَّاسُ الْاِمَامَ وَهُمْ قِیَامٌ وَقَالَ بَعْضُهُمْ اِذَا کَانَ الْاِمَامُ فِی الْمَسْجِدِ وَاُقِیْمَتِ الصَّلٰوةِ فَاِنَّمَا یَقُوْمُوْنَ اِذَا قَالَ الْمُؤَذِّنُ قَدْ قَامَتِ الصَّلٰوةَ وَهُوَ قَوْلُ ابْنُ الْمُبَارَکِ.

ترجمہ: باب اس بیان میں کہ لوگوں کا کھڑے ہو کر امام کا انتظار کرنا مکروہ ہے۔ افتتاح نماز کے وقت عبداللہ ابن قتادہ نے اپنے والد سے روایت کیا ہے کہ وہ کہتے ہیں کہ فرمایا رسول اللہ ﷺ نے جب اقامت کہی جائے تو نہ کھڑے ہوا کرو، جب تک مجھے گھر سے نکلتا ہوا نہ دیکھ لو۔ امام ابوعیسیٰ ترمذی فرماتے ہیں کہ ابی قتادہ کی حدیث حسن اور صحیح ہے اور مکروہ جانا ہے اہل علم صحابہ کرام نے (کھڑے ہو کر تکبیر سننے کو) اور دوسرے اہل علم نے کہ امام کا انتظار کھڑے ہو کر کریں اور بعض اہل علم نے کہا کہ جب امام مسجد میں ہو اور اقامت کہی جائے تو وہ کھڑے ہوتے تھے جب مؤذن قد قامت الصلوۃ کہتا اور یہی ابن مبارک کا قول ہے۔

﴿شروح احادیث﴾

احادیث مبارکہ کی تصریحات کے باوجود پھر بھی مخالفین بضد ہیں بلکہ وہ اپنی بغاوت کا ثبوت دیتے ہوئے کہہ دیتے ہیں کہ یہ احادیث میں کہاں لکھا ہوا ہے کہ حی علی الفلاح تک مقتدی بیٹھے رہیں، پھر بعد کو اٹھیں یہاں تو حضور علیہ السلام کا فرمان ہے کہ جب تک مجھے نہ دیکھو تم نہ اٹھو۔ ہم ان اغبیاء کے لئے مستند و معتبر شارحین احادیث کی تصریحات پیش کرتے ہیں۔ ضدی ہٹ دھرم یقیناً نہیں مانیں گے البتہ حق کے متلاشی کو تسکین نصیب ضرور ہوگی۔

(۱) شرح نووی مسلم شریف میں ہے:

اِخْتَلَفَ الْعُلَمَاءُ مِنَ السَّلْفِ فَمَنْ بَعْدَهُمْ مَتٰی یُکَبِّرُ الاِمَامُ فَمَذْهَبُ الشَّافِعِیْ رَحْمَةُاللّٰهِ تَعَالٰی عَلَیْهِ وَطَائِفَةٌ اَنَّهٗ یَسْتَحِبُّ اَنْ لَّا یَقُوْمَ اَحَدٌ حَتّٰی یَفْرِغُ الْمُؤَذِّنُ مِنَ الاقَامَةِ وَنَقَلَ الْقَاضِیْ عَیَاضُ رَحْمَهُ اللّٰهُ عَلَیْهِ عَنْ مَالِکٍ رَحْمَهُ اللّٰهُ عَلَیْهِ وَعَامَّةُ الْعُلَمَاءِ اَنَّهٗ یَسْتَحِبُّ اَنْ یَقُوْمُوْا اِذَا اَخَذَا لْمُؤَذِّنُ فِیْ الاَقَامَةِ وَکَانَ اَنَسٌ رَضِیَ اللّٰهُ عَنْهُ یَقُوْمُ اِذَا قَالَ الْمُؤَذِّنُ فِیْ الاَقَامَةِ قَدْ قَامَةِ الصَّلٰوةُ وَبِهٖ قَالَ اَحْمَدُ رَحْمَهُ اللّٰهُ عَلَیْهِ وَقَالَ اَبُوْ حَنِیْفَةَ رَضِیَ اللّٰهُ عَنْهُ وَالْکُوْفِیُّوْنَ یَقُوْمُوْنَ فِی الصَّفِ اِذَا قَالَ حَیَّ عَلَی الصَّلٰوةَ.

ترجمہ: علماء سلف و خلف اور ان کے بعد والوں کا اس مسئلہ میں اختلاف ہے کہ لوگ نماز کے لئے کب کھڑے ہوں اور امام تکبیر تحریمہ کب کہے تو امام شافعی اور ایک گروہ کا مسلک یہ ہے کہ مستحب یہ ہے کہ کوئی بھی اس وقت تک نہ کھڑا ہو جب تک کہ مؤذن اقامت سے فارغ نہ ہو جائے اور قاضی عیاض علیہ الرحمۃ نے امام مالک علیہ الرحمۃ اور عام علماء سے نقل کیا ہے کہ وہ مستحب جانتے تھے کہ اس وقت کھڑے ہوں جب مؤذن اقامت شروع کرے۔ حضرت انس اس وقت کھڑے ہوتے تھے جب مؤذن قد قامت الصلوۃ کہتا اور یہی امام علیہ الرحمہ کا قول ہے اور امام اعظم ابوحنیفہ رضی اللہ عنہ اور علماء کوفہ صف میں اس وقت کھڑے ہوتے تھے جب مؤذن حی علی الصلوۃ کہتا۔

(۲) عینی شرح بخاری (صفحہ ۲۰۶، جلد ۶) میں ہے:

قَدِ اخْتَلَفَ مَتٰی یَقُوْمُ النَّاسِ اِلَی الصَّلٰوةَ فَذَهَبَ مَالِکٌ وَجَمْهُوْرُ الْعُلَمَاءِ اِلٰی اَنَّهٗ لَیْسَ

لِقِيَامِهِمْ حَد وَلٰكِنْ اسْتَحِبَّ عَامَّتُهُمْ الْقِيَامُ اِذَا اَخَذَ الْمُؤَذِّنُ فِي الْاَقَامَةِ وَكَانَ اَنَسٌ رَضِيَ اللّٰهُ عَنْهُ يَقُوْمُ اِذَا قَالَ الْمُؤَذِّنُ قَدْ قَامَتِ الصَّلٰوةُ وَحَكَاهُ ابْنُ اَبِي شَيْبَةَ عَنْ سُوَيْدِ بْنِ غَفْلَةَ ذَكَرَ قَيْسُ بْنُ حَازِمٍ وَحَمَّادٍ عَنْ سَعِيْدِ بْنِ الْمُسَيَّبِ وَعُمَرَ بْنِ عَبْدِالْعَزِيْزِ اِذَا قَالَ الْمُؤَذِّنُ اللّٰهُ اَكْبَرُ وَجَبَ الْقِيَامُ وَاِذَا قَالَ حَيَّ عَلَى الصَّلٰوةِ اِعْتَدَلَتِ الصُّفُوْفُ وَاِذَا قَالَ لَا اِلٰهَ اِلَّا اللّٰهُ كَبَّرَ الْاِمَامَ وَذَهَبَ عَامَّةُ الْعُلَمَاءِ اِلٰى اَنَّهُ يُكَبِّرُ حَتّٰى يَفْرَغَ الْمُؤَذِّنُ مِنَ الْاَقَامَةِ وَفِي الْمُصَنَّفِ كُرِهَ هِشَامُ بْنُ عُرْوَةَ اَنْ يَقُوْمَ حَتّٰى يَقُوْلَ الْمُؤَذِّنُ قَدْ قَامَةِ الصَّلٰوةُ وَعَنْ يَحْيٰى بْنِ وَثَّابٍ اِذَا فَرَغَ الْمُؤَذِّنُ كَبَّرَ وَقَالَ اِبْرَاهِيْمُ يَقُوْلُ اِذَا قَالَ قَدْ قَامَتِ الصَّلٰوةُ كَبَّرَ وَمَذْهَبُ الشَّافِعِيِّ وَطَائِفَةٌ اَنَّهُ يَسْتَحِبُّ فَاِنْ لَا يَقُوْمَ حَتّٰى يَفْرُغَ الْمُؤَذِّنُ مِنْ الْاَقَامَةِ وَهُوَ قَوْلُ اَبِي يُوْسُفَ رَحِمَهُ اللّٰهُ وَعَنْ مَالِكِ السُّنَّةِ فِي الشُّرُوْعِ فِي الصَّوْةِ بَعْدَ الْاَقَامَةِ وَبَدَايَةُ اِسْتَوَاءِ الصَّفِّ وَقَالَ اَحْمَدَ اِذَا قَالَ الْمُؤَذِّنُ قَدْ قَامَتِ الصَّلٰوةُ يَقُوْمُ وَقَالَ زُفَرُ اِذَا قَالَ قَدْ قَامَتِ الصَّلٰوةَ مَرَّةً قَامُوْا وَاِذَا قَالَ ثَانِيَةً افْتَتَحُوْا وَقَالَ اَبُوْ حَنِيْفَةَ وَ مُحَمَّدٌ يَقُوْمُوْنَ فِي الصَّفِّ اِذَا قَالَ حَيَّ عَلَى الصَّلٰوةِ وَاِذَا قَالَ قَدْقَامَتِ الصَّلٰوةُ كَبَّرَ الْاِمَامُ لِاَنَّهُ اَمِيْنُ الشَّرْعِ اِذَا لَمْ يَكُنِ الْاِمَامُ فِي الْمَسْجِدِ فَذَهَبَ الْجَمْهُوْرِ اِلٰى اَنَّهُمْ لَا يَقُوْمُوْنَ حَتّٰى يَرَوْهُ.

ترجمہ: سلف نے اس بارے میں اختلاف کیا ہے کہ لوگ نماز کیلئے کب کھڑے ہوں۔امام مالک کا مذہب یہ ہے کہ قیام کا وقت (کوئی) نہیں ہے۔لیکن عام مالکیوں نے یہ مستحب جانا ہے کہ جیسے ہی اقامت شروع ہولوگ کھڑے ہو جائیں اور حضرت انس صحابی رضی اللہ عنہ اس وقت کھڑے ہوتے تھے جب مؤذن قد قامت الصلوۃ کہتا تھا اور اس بات کو ابن ابی شیبہ نے سوید بن غفلہ سے روایت کیا اور قیس بن حازم اور حماد کا بھی ذکر کیا کہ ان کا بھی یہی مذہب ہے اور سعید بن مسیّب اور عمر بن عبدالعزیز سے روایت ہے کہ جب مؤذن تکبیر کہے تو قیام واجب ہے اور جب حی علی الصلوۃ کہے تو صفیں درست کریں اور جب لا الہ الا اللہ کہے تو امام اللہ اکبر کہے اور اکثر علماء اس بات کی طرف گئے ہیں کہ جب تک اقامت ختم نہ ہو امام اللہ اکبر نہ کہے اور مصنف عبدالرزاق میں ہے کہ ہشام بن عروہ قد قامت الصلوٰۃ سے قبل قیام کو مکروہ جانتے تھے اور یحیٰی بن وثاب سے مروی ہے کہ امام اس وقت اللہ اکبر کہے جب اقامت ختم ہو چکی ہو اور ابراہیم نخعی کہتے ہیں کہ

جب اقامت کہنے والا قد قامت الصلوۃ کہے تو امام اللہ اکبر کہے اور امام شافعی اور علماء کے گروہ (ایک) کا مسلک یہ ہے کہ کھڑا ہونا اس وقت تک بہتر نہیں جب تک مؤذن اقامت ختم نہ کرے اور امام ابی یوسف کا بھی یہی قول ہے اور امام مالک سے ایک روایت یہ ہے کہ اقامت کے بعد ہی نماز شروع کی جائے اور صفیں بھی اسی وقت درست کریں۔ امام احمد فرماتے ہیں کہ جب مؤذن قد قامت الصلوۃ کہے تو لوگ کھڑے ہوں اور امام زفر نے کہا ہے کہ پہلی بار قد قامت الصلوۃ پر سب لوگ کھڑے ہوں اور دوسری بار سب لوگ نماز شروع کر دیں۔ امام ابوحنیفہ اور امام محمد نے فرمایا ہے کہ جب حی علی الصلوۃ کہیں تو سب لوگ کھڑے ہو جائیں۔

(۳) فتح الباری شرح صحیح البخاری صفحہ ۹۵، جلد ۳ میں ہے:

بَابُ مَتٰی یَقُوْمُ النَّاسُ اِذَا رَاَوُا الاِمَامَ عِنْدَ الاِقَامَتِ ذَهَبَ الاَكْثَرُوْنَ اِلٰی اَنَّهُمْ اِذَا كَانَ الاِمَامَ مَعَهُمْ فِی الْمَسْجِدِ لَمْ یَقُوْمُوْا حَتّٰی تَفْرَغَ الاِقَامَةِ وَعَنْ اَنَسٍ رَضِیَ اللّٰهُ عَنْهُ اَنَّهُ كَانَ یَقُوْمُ اِذَا قَالَ الْمُؤَذِّنُ قَدْقَامَتِ الصَّلٰوةُ رَوَاهُ ابْنُ الْمَنْذَرِ وَغَیْرُهٗ وَكَذَارَوَاهُ سَعِیْدُ بْنُ الْمَنْصُوْرِ عَنْ طَرِیْقِ اَبِیْ اِسْحَاقِ عَنْ اَصْحَابِ عَبْدَاللّٰهِ وَعَنْ سَعِیْدُ بْنُ الْمُسَیِّبُ اِذَا قَالَ الْمُؤَذِّنُ وَجَبَ الْقِیَامَ وَاِذَا قَالَ حَیَّ عَلَی الصَّلٰوةُ عَدِلَتِ لَصَفُوْفِ وَاِذْ قَالَ لَااِلٰهُ اِلَّا اللّٰهُ كَبَّرَ الْاِمَامُ وَعَنْ اَبِیْ حَنِیْفَةَ یَقُوْمُوْنَ اِذْقَالَ حَیَّ عَلَی الْفَلَاحُ فَاِذَا قَالَ قَدْ قَامَتِ الصَّلٰوةَ كَبَّرَ الْاِمَامِ وَاَمَّا وَاِذَالَمْ یَكُنِ الاِمَامُ فِیْ الْمَسْجِدِ فَذَهَبَ الْجَمْهُوْرِ اِلیٰ اَنَّهُمْ لَا یَقُوْمُوْنَ حَتّٰی یَرَوْهُ وَخَالَفَ مَنْ ذَكَرْنَا عَلَی التَّفْصِیْلِ الَّذِیْ شَرَحْنَا وَحَدِیْثُ الْبَابِ حُجَّةٌ عَلَیْهِمْ وَفِیْهِ جَوَازٌ الاِقَامَةِ وَالاِمَامُ فِیْ مَنْزِلِهٖ اَذَا كَانَ سَمِعَهَا وَتَقَدَّمَ اِذْنُهٗ فِیْ ذَالِكَ قَالَ الْقَرْطَبِیْ ظَاهِرُ الْحَدِیْثُ اَنَّ الصَّلٰوةَ كَانَتْ اَقَامَ قَبْلَ اَنْ یَخْرَجَ النَّبِیُّ ﷺ مِنْ بَیْتِهٖ.

ترجمہ: کس وقت کھڑے ہوں لوگ جب کہ دیکھیں وہ امام کو اقامت کے وقت، اکثر علماء اس بات کی طرف گئے ہیں کہ جب امام مسجد میں ہو تو جب تک اقامت ختم نہ ہو لوگ کھڑے نہ ہوں اور حضرت انس رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ وہ اس وقت کھڑے ہوتے تھے جب مؤذن قد قامت الصلوۃ کہتا تھا اس حدیث کو

ابن المنذر نے روایت کیا اور ایسے ہی سعید بن منصور نے بسند ابی اسحاق عبداللہ ابن مسعود کے شاگردوں سے روایت کیا ہے اور سعید بن مسیّب نے کہا ہے کہ جب مؤذن اقامت شروع کرے تو کھڑے ہوں اور جب حی علی الصلوۃ کہے تو صفیں درست کریں اور جب لاالہ الا اللہ کہے تو امام اللہ اکبر کہے اور حضرت امام ابوحنیفہ رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ لوگ اس وقت کھڑے ہوں جب کہنے والا حی علی الفلاح کہے اور جب قد قامت الصلوۃ کہے تو امام تکبیر کہہ لے اور جب امام مسجد میں نہ ہو تو جمہور علماء اس طرف گئے ہیں کہ لوگ کھڑے نہ ہوں یہاں تک کہ امام کو دیکھ نہ لیں اور امام اعظم نے ان لوگوں کی مخالفت کی ہے جن کا ہم نے پہلے ذکر کیا ہے اور اس ساری تفصیل کی مخالفت کی ہے اور یہ حدیث ان سب لوگوں پر حجت ہے جو امام اعظم کے مسلک کے خلاف ہیں۔ اس حدیث سے معلوم ہوا کہ اقامت بغیر امام کی موجودگی میں جائز ہے اگر چہ امام اپنے گھر میں ہو جبکہ وہ اقامت سن سکے اور اس نے پہلے سے اجازت دیدی ہو کہ میری عدم موجودگی میں اقامت کہہ دی جائے میں گھر سے آ کے نماز پڑھاؤں گا۔ قرطبی کہتے ہیں کہ اس حدیث کا ظاہر یہی ہے کہ اقامت ہو جاتی تھی قبل اس کے کہ حضور علیہ السلام گھر سے باہر تشریف لائیں۔

﴿تصریحاتِ فقہ حنفی﴾

(۱) درمختار مع ردالمحتار (صفحہ ۲۹۵ جلد ۱) میں ہے:

دَخَلَ الْمَسْجِدَ وَالْمُؤَذِّنُ يُقِيْمُ قَعَدَ اِلٰی قِيَامِ الاِمَامِ فِيْ مُصَلَّاهُ وَيُكْرَهُ لَهُ الاِنْتِظَارُ قَائِمًا وَلٰكِنْ يَقْعُدُ ثُمَّ يَقُوْمُ اِذَا بَلَغَ الْمُؤَذِّنُ حَيَّ عَلَى الْفَلَاحَ.

ترجمہ: (کوئی شخص) مسجد میں داخل ہوا اور مؤذن اقامت کہہ رہا ہے تو بیٹھ جائے جب تک امام مُصلّٰی پر نہ کھڑا ہو، اور مکروہ ہے اس کے لئے انتظار کرنا کھڑے ہو کر لیکن بیٹھ جائے پھر اس وقت کھڑا ہو جب مؤذن حَيَّ عَلَى الْفَلَاحَ پر پہنچے۔

(۲) درمختار (صفحہ ۳۷۲، ۳۵۴ جلد ۱) میں ہے:

وَالْقِيَامُ لِاِمَامٍ وَمُؤْتَمٍّ حِيْنَ حَيَّ عَلَى الْفَلَاحَ خِلَافًا لِزُفَرَ فَعِنْدَهُ حَيَّ عَلَى الصَّلٰوةَ.

ترجمہ: اور امام اور مقتدی کو اس وقت کھڑا ہونا چاہئے جب مؤذن حی علی الفلاح پر پہنچے۔ امام زفر کے نزدیک حی علی الصلوۃ پر کھڑا ہونا چاہئے۔

(۳) حاشیہ درمختار یعنی ردالمحتار (صفحہ۲،۳۵۴،۳۷۲جلد۱) میں ہے: قَوْلُهٗ حِيْنَ قِيْلَ حَيَّ عَلَى الْفَلَاحِ كَذَافِي الْكَنْزِ وَنُوْرُ الْاِيْضَاحِ وَالْاِصْلَاحِ وَامْظَهِيْرِيَّةُ وَالْبَدَائِعِ وَغَيْرِ هَا وَالَّذِيْ فِي الدُّرَرَ مَتْنًا وَشَرْحًا عِنْدَ الْحَيْعَلِةِ يَعْنِيْ حِيْنَ يُقَالُ حَيَّ عَلَى الصَّلٰوةِ وَعزَّاهُ الشَّيْخِ اسْمَاعِيْلُ فِيْ شَرْحِهٖ مَتْنًا وَشَرْحًا اِلٰى عُيُوْنِ الْمَذَاهِبِ وَالْفَيْضِ وِالْوَقَايَةُ وَالنُّقَايَةُ وَالْحَاوِيْ.

(۴) مراقی الفلاح شرح نورالایضاح صفحہ ۱۲۶ میں ہے:

اى قِيَامُ الْقَوْمِ وَالاِمَامِ اِنْ كَانَ بِقُرْبِ الْمِحْرَابِ حِيْنَ قِيْلَ اَیْ وَقْتَ قَوْلِ الْمُقِيْمِ حَيَّ عَلَى الْفَلَاحُ لِاَنَّهٗ اَمَرَ بِهٖ فَيُجَاب یعنی کھڑا ہونا امام اور قوم کا اگر ہوں محراب کے قریب جب کہا جائے یعنی مقیم کے قول حی علی الفلاح کے وقت اسلئے کہ بیشک اس نے اس کا حکم دیا تو جواب اس کا دیا جائے کھڑے ہوکر۔

(۵) کنزالدقائق (صفحہ۲۲) میں ہے:

وَالْقِيَامُ حِيْنَ قِيْلَ حَيَّ عَلَى الْفَلَاحِ اور قیام کرنا اس وقت جب حی علی الفلاح کہا۔

(۶) حاشیہ کنزالدقائق جو مولوی احسن نانوتوی دیوبندی نے لکھا ہے:

مُسَارِعَةٌ لِامْتِثَالِ الْاَمْرِ هٰذَا اِذَا كَانَ الْاِمَامُ بِقُرْبِ الْمِحْرَاب. (حاشیہ کنزالدقائق صفحہ۲۲)

یعنی اس میں مکبر کے امر کی تعمیل ہے اور یہ جب ہے کہ جب امام محراب کے قریب ہو۔

وہابی اور دیوبندی:

اگر چہ کہ اندرون خانہ یہ ایک ہیں صرف نام دو ہیں۔ فقیر کا رسالہ پڑھئے "دیوبندی وہابی ہیں" لیکن وہابی کہتے ہیں ہمیں حدیث چاہئے۔ فقیر نے احادیث بھی لکھدی ہیں تا کہ وہ انکار نہ کرسکیں۔ دیوبندی کہتے ہیں ہم حنفی ہیں۔ فقیر نے احناف کی تصریحات لکھدی ہیں بلکہ دیوبندیوں کے اکابر کی عبارات بھی۔ مزید ملاحظہ ہوں۔

(۱) نورالایضاح (صفحہ ۷۰) میں ہے:

والقیام حین قیل حی علی الفلاح اور کھڑا ہونا اس وقت ہے جب حی علی الفلاح کہا جائے۔

(۲) حاشیہ نورالایضاح (صفحہ ۷۰) میں ہے:

وَمِنَ الادَبِ قِيَامُ الْقَوْمِ وَالاِمَامُ اِنْ كَانَ حَاضِراً بِقُرْبِ الْمِحْرَابِ وَقْتَ قَوْلِ الْمُقِيْمِ فِیْ ضِمَنِ قَوْلَهٗ هٰذَا اَمْرٌ بِالْقِيَامِ فَيُجَابُ.

اور ادب یہ ہے کہ کھڑی ہو قوم اور امام بھی اگر محراب کے پاس موجود ہو جبکہ اقامت کہنے والا حَيَّ عَلَى الْفَلَاح کہے۔ اس لئے کہ مقیم نے اپنے اس قول میں قیام کا حکم دیا ہے لہٰذا اس کا جواب کھڑے ہو کر دے۔

فائدہ: یادر ہے کہ یہ حاشیہ مولوی اعزاز علی دیوبندی نے لکھا ہے

وَالدُّرِ الْمُخْتَارِ حَيَّ عَلَى الْفَلَاحَ پر کھڑے ہوں ایسا ہی کنز، نورالایضاح اور اصلاح اور ظہیر یہ اور بدائع اور دوسری کتابوں میں ہے اور دُرر میں متن اور شرح میں حیعلہ کے وقت قیام کو لکھا ہے یعنی حي علی الصلوة کے وقت قیام چاہئے اور اسے انہوں نے شیخ اسمٰعیل کی طرف اپنی شرح میں منسوب کیا ہے۔ متن اور شرح دونوں میں عیون المذاہب، فیض، وقایہ، نقایہ، حاوی، اور درمختار کی طرف منسوب کیا ہے۔ ان فقہی عبارات کا ماحصل یہ ہے کہ فقہ حنفی کی مختلف کتب میں یہ مسئلہ واضح ہے کہ حَيَّ عَلَى الْفَلَاحَ پر کھڑے ہونے کا حکم ہے اور بعض کتب میں حی علی الصلوة پر کھڑے ہونے کا۔

علاوہ مذکورہ بالا کتب کے فقہ کی مندرجہ ذیل کتب میں بھی تصریح موجود ہے۔ (۳) شرح وقایہ مع حاشیہ عبدالحی (۴) عالمگیری (۵) طحاوی۔

ڈوبتے کو تنکے کا سہارا:

مخالفین جب ہمارے دلائل کا کوئی جواب نہیں دے سکتے تو عوام کو متاثر کرنے کیلئے کہہ دیتے ہیں کہ صفوں کو درست رکھنا ضروری ہے اور سنت نبوی ہے اسے چھوڑ کر ہم ایک غیر ضروری مسئلہ پر عمل کیوں کریں یہ ان کی ایک چال ہے۔ یہ ایسے ہے جیسے کہہ دیتے ہیں کہ اذان و اقامت میں حضور ﷺ کا اسم گرامی سن کر انگوٹھے چومنا نہیں بلکہ درود شریف پڑھنا چاہئے کیونکہ انگوٹھے چومنے سے درود شریف متروک ہوتا ہے۔

ان بھلے مانسوں کو کون سمجھائے کہ کیا بیک وقت دونوں پر عمل محال ہے یا ممکن ہے اگر ممکن ہے تو پھر انکار کیوں۔ سچ ہے:

حیلہ جُورا بہانہ بسیار

ذیل میں ہم ان حیلہ گردان کی عذرداری لکھ کر ان کے جوابات لکھتے ہیں۔

احادیث سے یہ ثابت ہے کہ اقامت سے پہلے صفیں ٹھیک کر لینی چاہئیں جیسا کہ مسلم شریف میں ہے: عَنْ اَبِیْ هُرَیْرَةَ اَنَّ الصَّلٰوةَ کَانَتْ تَقَامُ لِرَسُوْلِ اللهِ ﷺ فَیَاخُذُ النَّاسُ مَصَافَهُمْ قَبْلَ اَنْ یَقُوْمَ رَسُوْلُ اللهِ ﷺ مَقَامَهُ.

ترجمہ: ابوہریرہ رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ نماز قائم کی جاتی تھی رسول اللہ ﷺ کے لئے پس لوگ صفوں میں جگہ لے لیتے تھے قبل اس کے کہ رسول اللہ ﷺ اپنی جگہ کھڑے ہوتے۔

نیز جابر بن سمرہ سے مروی ہے کہ جب سورج ڈوبنے لگتا تو بلال اذان کہتے اور حضور ﷺ کے تشریف لانے تک اقامت نہ کہتے جب آپ باہر آتے تب آپ کو دیکھ کر اقامت کہتے۔

جواب (۱) مخالفین کی عادت ہے کہ صرف اور صرف نیچا دکھانے کیلئے وہ احادیث یا آیات دکھائیں گے جن کے محامل مختلف ہوں اور پھر وہ محمل لیں گے جو معمول بہ نہ ہوگا چنانچہ حدیث شریف کی شرح میں امام نووی لکھتے ہیں: لَقَدْ کَانَ مَرَّةً اَوْ مَرَّتَیْنِ اَوْ نَحْوَ هُمَا لِبَیَانِ الْجَوَازِ وَلَعَلَّ قَوْلَهُ ﷺ فَلَا تَقُوْمُوْا حَتّٰی تَرَوْنِیْ کَانَ بَعْدَ ذٰلِکَ قَالَ الْعُلَمَاءُ وَالنَّهْیُ عَنِ الْقِیَامِ قَبْلَ اَنْ یَرَوْهُ لِئَلَّا یَطُوْلَ عَلَیْهِمُ الْقِیَامِ لِاَنَّهُ قَدْ یُعْرَضُ لَهُ عَارِضٌ فَیَتَاَخَّرَ بِسَبَبِهٖ.

ترجمہ: یہ بات کہ لوگ پہلے کھڑے ہو جاتے تھے شاید ایک بار دو بار ہوا ہو اور یہ بیانِ جواز کے لئے ہے (یعنی) اگر کھڑے ہوں تو جائز ہے کراہت کے ساتھ یا بلا کراہت اور امید ہے کہ حضور ﷺ کا یہ فرمانا کہ جب تک مجھے نہ دیکھو کھڑے نہ ہو، اس کھڑے ہونے کے بعد بھی اور حضور ﷺ نے کھڑے ہونے سے اس لئے منع فرمایا کہ دیر تک نہ کھڑے رہیں اور اسلئے کہ کبھی کسی عارضہ کی وجہ سے دیر بھی ہو سکتی ہے۔

جواب (۲) اس حدیث کی دوسری روایت بخاری شریف میں ہے کہ قَدْ اُقِیْمَتِ الصَّلٰوةُ وَعَدَلَتِ

الصُّفُوْفِ ۔اقامت کہی گئی اور صفیں درست کی گئیں، نیز بخاری شریف میں ہے۔"اُقِیْمَتِ الصَّلٰوۃ فَسَوَّی النَّاسَ صُفُوْفَھُمْ" ۔اقامتِ نماز کہی گئی جب لوگوں نے صفوں کو درست کیا۔اس سے معلوم ہوا کہ صفوں کی درستگی اقامت سے پہلے شروع کی گئی اور صفیں بعد کو درست کی گئیں۔بہر حال یہ حدیث اس بات پر دلیل نہیں کہ اقامت سے پہلے کھڑا ہونا سنت اور مستحب ہے بلکہ مستحب وہی ہے کہ لوگ حی علی الفلاح پر کھڑے ہوں جیسا کہ کتب فقہ میں اس کی تصریح ہے۔

سوال: جابر رضی اللہ عنہ کی روایت کا جواب یہ ہے کہ سیدنا بلال رضی اللہ عنہ حضور سرورعالم ﷺ کے تشریف لانے کا ایسی جگہ پر انتظار فرماتے جہاں آپ ﷺ کو سوائے بلال کے اور کوئی نہ دیکھتا یا تھوڑے لوگ دیکھتے آپ ﷺ کے آنے کی ابتداء میں حضرت بلال اقامت شروع کر دیتے اور لوگ آپ کو دیکھ کر صف میں کھڑے ہو جاتے۔مصلّٰی پر کھڑے ہونے سے پہلے صفیں سیدھی کرتے (عینی شرح بخاری)

اسکی مزید تحقیق وتفصیل فقیر کے رسالہ "الفلاح فی الاقامۃ فی حَیَّ عَلَی الفلاح" میں ہے۔

(باب نمبر ۲۴) ھَلْ یَخْرُجُ مِنَ الْمَسْجِدِ لِعِلَّةٍ

کیا مسجد سے کسی ضرورت کی وجہ سے نکل سکتا ہے؟

عَنْ اَبِیْ هُرَیْرَةَ اَنَّ رَسُوْلَ اللّٰهِ ﷺ خَرَجَ وَقَدْ اُقِیْمَتِ الصَّلٰوةُ وَعُدِّلَتِ الصُّفُوْفُ حَتّٰی اِذَا قَامَ فِیْ مُصَلَّاهُ انْتَظَرْنَا اَنْ یُّكَبِّرَ انْصَرَفَ قَالَ عَلٰی مَكَانَتِكُمْ فَمَكُثْنَا عَلٰی هَیْئَتِنَا حَتّٰی خَرَجَ اِلَیْنَا یَنْطُفُ رَاْسُهٗ مَآءً وَقَدِاغْتَسَلَ(۵)

ترجمہ:ابوہریرہ رضی اللہ عنہ سے ہے کہ رسول اللہ ﷺ ایک دن باہر تشریف لائے۔اقامت کہی جا چکی تھی اور صفیں برابر کی جا چکی تھیں۔آپ ﷺ جب مصلّٰی پر کھڑے ہوئے تو ہم انتظار کر رہے تھے کہ اب آپ ﷺ تکبیر کہیں گے،لیکن آپ ﷺ واپس تشریف لے گئے اور فرمایا کہ اپنی اپنی جگہ پر رہو۔ہم اسی حالت میں ٹھہر گئے۔پھر جب آپ ﷺ دوبارہ تشریف لائے تو سر مبارک سے پانی ٹپک رہا تھا،آپ ﷺ نے غسل کیا تھا۔

(باب نمبر ۲۵)

اِذَا قَالَ الاِمَامُ مَكَانَكُمْ حَتّٰى يَرْجِعَ انْتَظَرُوْا

جب امام کہے کہ اپنی اپنی جگہ ٹھہرے رہو تو مقتدیوں کو اس کے واپس آنے کا انتظار کرنا چاہیے

عَنْ اَبِیْ هُرَيْرَةَ قَالَ اُقِيْمَتِ الصَّلٰوةُ فَسَوَّى النَّاسُ صُفُوْفَهُمْ فَخَرَجَ رَسُوْلُ اللّٰهِ ﷺ فَتَقَدَّمَ وَهُوَ جُنُبٌ ثُمَّ قَالَ عَلٰى مَكَانِكُمْ فَرَجَعَ فَاغْتَسَلَ ثُمَّ خَرَجَ وَرَاْسُهٗ يَقْطُرُ مَآءً فَصَلّٰى بِهِمْ(٥)

ترجمہ: ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ نے فرمایا کہ نماز کے لئے اقامت کہی جا چکی تھی اور لوگوں نے صفیں باندھ لی تھیں۔ پھر رسول اللہ ﷺ تشریف لائے اور آگے بڑھے لیکن حالتِ جنابت میں تھے اس لئے آپ ﷺ نے فرمایا کہ اپنی اپنی جگہ ٹھہرے رہو۔ پھر واپس تشریف لائے تو آپ ﷺ غسل کیئے ہوئے تھے اور سر مبارک سے پانی کے قطرات ٹپک رہے تھے۔ پھر آپ ﷺ نے لوگوں کو نماز پڑھائی۔

شرح: ان ابواب میں واضح کرنا چاہتے ہیں کہ اذان کے بعد مسجد سے نکلنا یا مسجد سے باہر ہو جب بھی نماز باجماعت چھوڑ کر کے چلے جانا اچھا نہیں۔ بلکہ فقیر کا تجربہ ہے کہ اذان کے بعد بلاوجہ چلے جانے سے دنیوی نقصان ہوتا ہے بلکہ حوادث کا بھی شکار ہوتے دیکھا سنا گیا ہے۔ اس لئے مسلمانوں کو اس کا خیال رکھنا ضروری ہے کہ اذان کے بعد جماعت کے انتظار کیئے بغیر نہیں چلا جانا چاہیئے اسے منافق کی علامت بھی بتائی گئی ہے ہاں عذر تو محذورات کو بھی مباح بنا دیتا ہے۔ یہاں عذر یہ ہو کہ کہیں دوسری جگہ (مسجد میں) نماز پڑھانی ہے، بول و براز کا تقاضہ ہے، مسافر ہے، سفر میں ہے، جماعت کے انتظار میں سفر میں خلل پڑے گا یا بس یا گاڑی، جہاز نکل جائے گا وغیرہ، اگر کسی کا جانے کے بعد واپسی کا ارادہ ہو تو جا سکتا ہے۔

دیوبندی وہابی

یہ فرقے خصوصیت سے اس ٹوہ میں رہتے ہیں مثلاً اسی حدیث سے بھی کہہ دیا کہ حضور ﷺ کو علمِ غیب نہیں تھا ورنہ اگر آپ ﷺ کو پہلے سے علم ہوتا کہ میں مصلی پر جا کر واپس آؤنگا تو آپ ﷺ بلا غسل مسجد میں کیوں گئے۔ لیکن اہلِ فہم تو جانتے ہیں کہ حضور نبی پاک ﷺ نے ایسا لاعلمی سے نہیں بلکہ زیادہ سے زیادہ یہی کہا جا سکتا ہے کہ یہ آپ کی بے توجہی میں ہوا اور بے توجہی لاعلمی کی دلیل نہیں ہوسکتی مثلاً ہزاروں باتیں آپ کے ذہن میں ہوتی ہیں لیکن بے توجہی سے انہیں بتایا نہیں جا سکتا یا مثلاً قرآن کا کامل حافظ پڑھتے وقت آیت بھول جاتا ہے تو غور یا فکر یا بتانے کے بعد اسے یاد آجاتی ہے تو اسے لاعلمی نہیں عدم توجہی کہا جاتا ہے۔ حضرت حاجی امداد اللہ مہاجر مکی رحمۃ اللہ علیہ نے شمائم امدادیہ میں یہی قاعدہ بتایا ہے کہ عدم توجہی سے لاعلمی ثابت نہیں۔ فقیر نے رسالہ لکھا ہے" این النسیان فی النبی آخر الزمان"اس میں تفصیل دیکھیں یہاں فقیر ایک سوال لکھ کر اس کے جواب پر اکتفا کرتا ہے وہ سوال یہ ہے کہ یہ عدم توجہی ہوئی کیوں؟(جواب) ایسے مواقع اللہ تعالیٰ خود کراتا ہے چنانچہ فرمایا "لاتنسی الاماشاء اللّٰہ" تم نہیں بھولتے مگر وہ جو اللہ چاہے۔ اللہ نے کیوں کیا، پھر یہ اللہ سے پوچھیں ہم تو اتنا سمجھتے ہیں کہ اللہ نے فرمایا "لَقَدْ كَانَ لَكُمْ فِيْ رَسُوْلِ اللّٰهِ اُسْوَةٌ حَسَنَةٌ" اس اسوۂ حسنہ کا کرشمہ ہے کہ امت کو اگر ایسا موقعہ آجائے تو حضور علیہ السلام کے عمل مبارک کی وجہ سے امتی سے گرفت نہ ہو۔ یہی وجہ ہے کہ اگر کوئی شخص رات کو احتلام میں مبتلا ہو صبح اسے یاد نہ آیا مسجد میں چلے جانے کے بعد یاد آیا یا کچھ نماز بھی پڑھ لی تو اسے چاہئے کہ فوراً مسجد سے باہر آجائے اس غلطی پر اس پر کوئی گناہ نہیں۔ یہ اسے رسول اکرم ﷺ کی وجہ سے ہوا ورنہ مارا جاتا۔ لیکن حضور ﷺ تو احتلام سے بھی پاک ہیں آپ کا عمل اپنی ازواج مطہرات سے ہوا۔ تو میں حیران ہوں کہ رات کی شب باشی عام آدمی نہیں بھولتا تو رسول اللہ ﷺ کیسے اتنا بڑا امر بھول گئے۔ معلوم ہوا کہ یہ سب کچھ امت کی بھلائی کے لئے کیا۔ بطریق تنزل آپ پر طریان نسیان تسلیم کریں تو بھی امت کی بھلائی مدنظر تھی۔ چنانچہ علامہ عینی شارح بخاری اسی حدیث کے تحت لکھتے ہیں "یستفاد من هذا الحدیث جواز نسیان علی الانبیاء علیهم السلام فی امر العباد بتشریع" اس سے ثابت ہوا کہ انبیاء علیہم السلام پر تشریع احکام کے لئے عبادت میں نسیان جائز ہے۔ بہرحال عدم التفات ہو یا نسیان جو کچھ ہے امّت کی بھلائی اور خیر خواہی کیلئے، افسوس ہے کہ بعض امتی ناشکر گزار بجائے اظہار تشکر کے عیوب ونقائص کی تلاش میں ہیں۔ (انا للہ وانا الیہ راجعون)

(باب نمبر ٢٦) قَوْلِ الرَّجُلِ مَا صَلَّيْنَا

کسی کا یہ کہنا کہ ہم نے نماز نہیں پڑھی

جَابِرُ بْنُ عَبْدِاللهِ اَنَّ النَّبِیَّ ﷺ جَآءَهُ عُمَرُ بْنُ الْخَطَّابِ يَوْمَ الْخَنْدَقِ فَقَالَ يَارَسُوْلَ اللهِ ﷺ مَا كِدْتُ اَنْ اُصَلِّیَ حَتّٰى كَادَتِ الشَّمْسُ تَغْرُبُ وَذٰلِكَ بَعْدَ مَا اَفْطَرَ الصَّآئِمُ فَقَالَ النَّبِیُّ ﷺ وَاللهِ مَاصَلَّيْتُهَا فَنَزَلَ النَّبِیُّ ﷺ اِلٰى بُطْحَانَ وَاَنَا مَعَهُ فَتَوَضَّأَ ثُمَّ صَلَّى الْعَصْرَ بَعْدَ مَا غَرَبَتِ الشَّمْسُ ثُمَّ صَلَّى بَعْدَهَا الْمَغْرِبَ(٥)

ترجمہ: جابر بن عبداللہ نے خبر دی کہ نبی ﷺ کی خدمت میں عمر بن خطاب رضی اللہ عنہ غزوہ خندق کے موقعہ پر حاضر ہوئے اور عرض کیا یا رسول اللہ ﷺ سورج غروب ہو گیا اور میں اب تک عصر کی نماز نہیں پڑھ سکا۔ آپ جب حاضر ہوئے تو روزہ افطار کرنے کے بعد کا وقت تھا۔ نبی کریم ﷺ نے فرمایا کہ میں نے بھی نہیں پڑھی۔ پھر آپ ﷺ بطحان کی طرف گئے۔ میں آپ ﷺ کے ساتھ ہی تھا۔ آپ ﷺ نے وضو کیا اور پھر عصر کی نماز پڑھی۔ سورج غروب ہونے کے بعد۔ اس کے بعد مغرب کی نماز پڑھی۔

(باب نمبر ٢٧) الاِمَامِ تَعْرِضُ لَهُ الْحَاجَةُ بَعْدَ الاِقَامَةِ

اقامت کہی جا چکی اور اس کے بعد امام کو کوئی ضرورت پیش آئی

عَنْ اَنَسٍ (رضی الله عنه) قَالَ اُقِيْمَتِ الصَّلٰوةُ وَالنَّبِیُّ ﷺ يُنَاجِیْ رَجُلاً فِیْ جَانِبِ الْمَسْجِدِ فَمَا قَامَ اِلَى الصَّلٰوةِ حَتّٰى نَامَ الْقَوْمُ (٥)

ترجمہ: انس رضی اللہ عنہ کے واسطے سے حدیث بیان کی کہا کہ نماز کیلئے اقامت ہو چکی تھی اور نبی کریم ﷺ کسی شخص سے مسجد کے ایک کنارے آہستہ آہستہ گفتگو فرما رہے تھے۔ آپ ﷺ نماز کے لئے جب تشریف لائے تو لوگ سو رہے تھے۔

(باب نمبر ۲۸) اَلْكَلَامِ اِذَا اُقِيْمَتِ الصَّلٰوةِ

اقامت کے بعد گفتگو

حُمَيْدٌ قَالَ سَاَلْتُ ثَابِتَ نِ الْبَنَانِيْ عَنِ الرَّجُلِ يَتَكَلَّمُ بَعْدَ مَا تُقَامُ الصَّلٰوةُ فَحَدَّثَنِيْ عَنْ اَنَسِ بْنِ مَالِكٍ قَالَ اُقِيْمَتِ الصَّلٰوةُ فَعَرَضَ لِلنَّبِيِّ ﷺ رَجُلٌ فَحَبَسَهٗ بَعْدَ مَآ اُقِيْمَتِ الصَّلٰوةُ (٥)

ترجمہ: حمید نے کہا کہ میں نے ثابت بنانی سے ایک شخص کے متعلق مسئلہ دریافت کیا جونماز کے لئے اقامت کے بعد گفتگو کرتا رہے، اس پر انہوں نے انس بن مالک کے واسطہ سے حدیث بیان کی انہوں نے فرمایا کہ اقامت ہو چکی تھی۔ اتنے میں ایک شخص نبی کریم ﷺ سے راستے میں ملا اور آپ ﷺ کو نماز کے لئے اقامت کہی جانے کے بعد بھی روکے رکھا۔

(باب نمبر ۲۹) وُجُوْبِ صَلٰوةِ الْجَمَاعَةِ

نماز باجماعت کا وجوب

وَقَالَ الْحَسَنُ اِنْ مَّنَعَتْهُ اُمُّهٗ عَنِ الْعِشَاءِ فِى الْجَمَاعَةِ شَفَقَةً لَّمْ يُطِعْهَا (٥)

ترجمہ: حضرت حسن نے فرمایا کہ اگر کسی کی والدہ شفقۃً عشاء کی جماعت میں حاضری سے روکیں تو ان کی اطاعت نہ کرنی چاہئے۔

عَنْ اَبِىْ هُرَيْرَةَ اَنَّ رَسُوْلَ اللّٰهِ ﷺ قَالَ وَالَّذِىْ نَفْسِىْ بِيَدِهٖ لَقَدْ هَمَمْتُ اَنْ اٰمُرَ بِحَطَبٍ لِيُحْطَبَ ثُمَّ اٰمُرَ بِالصَّلٰوةِ فَيُؤَذَّنُ لَهَا ثُمَّ اٰمُرَ رَجُلاً فَيَؤُمَّ النَّاسَ ثُمَّ اُخَالِفَ اِلٰى رِجَالٍ فَاُحَرِّقُ عَلَيْهِمْ بُيُوْتَهُمْ وَالَّذِىْ نَفْسِىْ بِيَدِهٖ لَوْ يَعْلَمُ اَحَدُهُمْ اَنَّهٗ يَجِدُ عِرْقًا سَمِيْنًا اَوْمِرْمَاتَيْنِ حَسَنَتَيْنِ لَشَهِدَا الْعِشَآءَ (٥)

ترجمہ: ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا اس ذات کی قسم جس کے قبضۂ قدرت میں میری جان ہے میں نے ارادہ کرلیا تھا لکڑیوں کے جمع کرنے کا حکم دوں اور پھر نماز کے لئے کہوں۔ اس کے لئے اذان دی جائے اور کسی شخص سے کہوں کہ وہ امامت کریں لیکن میں ان لوگوں کی طرف جاؤں (جو نماز باجماعت کے لئے نہیں آتے) پھر ان کو ان کے گھروں سمیت جلا دوں۔ اس ذات کی قسم جس کے قبضۂ قدرت میں میری جان ہے اگر یہ جماعت میں نہ شریک ہونے والے اتنی بات جان لیں کہ انہیں ایک اچھے

قسم کی گوشت والی ہڈی مل جائے گی یا دو عمدہ کھریں (کھانے کیلئے مل جائیں گی) تو یہ عشاء کی جماعت کے لئے ضرور آئیں۔

(باب نمبر ۳۰) فَضْلِ صَلٰوةِ الْجَمَاعَةِ

نماز باجماعت کی فضیلت

وَكَانَ الْاَسْوَدُ اِذَا فَاتَتْهُ الْجَمَاعَةُ ذَهَبَ اِلٰى مَسْجِدٍ آخَرَ وَجَآءَ اَنَسُ بْنُ مَالِكٍ اِلٰى مَسْجِدٍ قَدْ صُلِّيَ فِيْهِ فَاَذَّنَ وَاَقَامَ وَصَلّٰى جَمَاعَةً (٥)

ترجمہ: حضرت اسود رضی اللہ عنہ کو جب جماعت نہ ملتی تو آپ کسی دوسری مسجد میں تشریف لے جاتے۔ انس بن مالک رضی اللہ عنہ ایک مسجد میں تشریف لائے جہاں نماز ہو چکی تھی۔ پھر اذان دی، اقامت کہی، اور جماعت کے ساتھ نماز پڑھی۔

عَنْ عَبْدِ اللّٰهِ بْنِ عُمَرَ اَنَّ رَسُوْلَ اللّٰهِ ﷺ قَالَ صَلٰوةُ الْجَمَاعَةِ تَفْضُلُ صَلٰوةَ الْفَذِّ بِسَبْعٍ وَعِشْرِيْنَ دَرَجَةً (٥)

ترجمہ: عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہ سے کہ رسول اکرم ﷺ نے فرمایا کہ جماعت کے ساتھ نماز تنہا نماز پڑھنے سے ستائیس درجہ زیادہ افضل ہے۔

عَنْ اَبِيْ سَعِيْدٍ اَنَّهُ سَمِعَ النَّبِيَّ ﷺ يَقُوْلُ صَلٰوةُ الْجَمَاعَةِ تَفْضُلُ صَلٰوةَ الْفَذِّ بِخَمْسٍ وَّعِشْرِيْنَ دَرَجَةً (٥)

ترجمہ: ابوسعید رضی اللہ عنہ سے کہ انہوں نے نبی کریم ﷺ سے سنا، آپ ﷺ فرماتے تھے کہ باجماعت نماز تنہا نماز پڑھنے سے پچیس درجہ زیادہ افضل ہے۔

اَبَا هُرَيْرَةَ يَقُوْلُ قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ ﷺ صَلٰوةُ الرَّجُلِ فِي الْجَمَاعَةِ تُضَعَّفُ عَلٰى صَلٰوتِهٖ فِيْ بَيْتِهٖ وَفِيْ سُوْقِهٖ خَمْسَةً وَّعِشْرِيْنَ ضِعْفاً وَذٰلِكَ اَنَّهُ اِذَا تَوَضَّاَ فَاَحْسَنَ الْوُضُوْءَ ثُمَّ خَرَجَ اِلَى الْمَسْجِدِ لَا يُخْرِجُهُ اِلَّا الصَّلٰوةُ لَمْ يَخْطُ خَطْوَةً اِلَّا رُفِعَتْ بِهَا دَرَجَةٌ وَّ حُطَّ عَنْهُ بِهَا خَطِيْئَةٌ فَاِذَا صَلّٰى لَمْ تَزَلِ الْمَلٰئِكَةُ تُصَلِّيْ عَلَيْهِ مَادَامَ فِيْ مُصَلَّاهُ اَللّٰهُمَّ ارْحَمْهُ وَلَا يَزَالُ اَحَدُكُمْ فِيْ صَلٰوةٍ مَا انْتَظَرَ الصَّلٰوةَ (٥)

ترجمہ: ابوہریرہ رضی اللہ عنہ سے کہ حضور ﷺ نے فرمایا جماعت کے ساتھ نماز گھر میں یا بازار میں پڑھنے

سے پچیس درجہ بہتر ہے۔ وجہ یہ ہے کہ جب ایک شخص وضو کرتا ہے اور اس کے تمام آداب کو ملحوظ رکھتا ہے پھر مسجد کا رخ کرتا ہے اور سوا نماز کے اور کوئی ارادہ نہیں ہوتا تو ہر قدم پر اس کا ایک درجہ بڑھتا ہے اور ایک گناہ معاف کیا جاتا ہے اور جب نماز سے فارغ ہو جاتا ہے تو ملائکہ اس وقت تک برابر اس کے لئے دعائیں کرتے رہتے ہیں جب تک وہ اپنے مُصلی پر بیٹھا رہتا ہے۔ کہتے ہیں اے اللہ اس پر اپنی رحمتیں نازل فرما۔ اے اللہ اس پر رحم فرما اور جب تک نماز کا انتظار کرتے رہو اس کا شمار نماز ہی میں ہوگا۔

شرح: عاقل بالغ آزاد پر جماعت واجب ہے۔ بلا عذر ایک بار بھی چھوڑنے والا گنہگار مستحق سزا ہے اور کئی بار ترک کرے تو فاسق و مردود الشہادۃ اور اسے سزا دی جائیگی۔ اگر پڑوسیوں نے سکوت کیا تو وہ بھی گنہگار ہوئے۔ (درمختار، ردالمختار)

حکایت: قاضی ابو یوسف رحمۃ اللہ علیہ کے پاس کسی مقدمہ کے دو گواہ پیش ہوئے ان میں ایک ہارون الرشید خلیفہ عباسی ہے۔ حضرت قاضی ابو یوسف نے فرمایا ہارون الرشید کی گواہی مسترد ہے اس لئے کہ یہ فاسق ہے۔ اس نے عرض کی میرا کون سا فسق ہے۔ آپ نے فرمایا کل تو ظہر کی نماز باجماعت میں شامل نہیں ہوا۔ عرض کی کسی خاص فیصلہ نے حاضری سے روک دیا۔ آپ نے فرمایا یہ عذر نا قابلِ قبول ہے

(درس عبرت) آج کے دور میں اکثر بڑے گدی نشین پیر اور بڑے نامور علماء نماز باجماعت کی پرواہ نہیں کرتے اپنے ڈیروں میں گپ شپ میں مشغول رہتے ہیں۔ اللہ تعالیٰ ہدایت فرمائے۔ فقیر نے ''فضائلِ نماز باجماعت'' کتاب لکھی ہے۔ اس سے فضائل پڑھیے۔

جماعتِ ثانیہ:

احناف کے نزدیک جماعت ثانیہ جائز ہے ہاں اگر مسجد محلہ وغیرہ میں امام مقرر ہو اور وہاں جماعت ہو چکی اب جماعت ثانیہ اذان و اقامت کے ساتھ بہیئتِ کذائیہ دوبارہ جماعت قائم کرنا مکروہ ہے۔ اس کراہت سے بچنے کیلئے امام اول کے مصلّٰی سے ہٹ کر بلا اذان و اقامت دوبارہ جماعت کی جائے تو کوئی حرج نہیں۔ یہی دور حاضرہ میں اہلسنت میں مروج ہے۔ اس مسئلہ کی وضاحت کیلئے امام احمد رضا محدث بریلوی رحمۃ اللہ علیہ کا رسالہ ''جماعتِ ثانیہ'' خوب ہے۔ فقیر نے بھی ان کے فیض و برکت سے جماعت ثانیہ کے جواز پر رسالہ لکھا ہے۔

مسئلہ: شارع عام، سرائے، اسٹیشن، اڈہ وغیرہ کی مسجد کہ جس میں امام نماز مقرر نہیں اس میں اگر اذان و اقامت کے ساتھ جماعت دوبارہ قائم جائے تو کوئی حرج نہیں بلکہ افضل یہی ہے کہ جو نیا گروہ آئے وہ نئی اذان و اقامت کے ساتھ جماعت کرے۔

فائدہ: نماز باجماعت کی فضیلت میں مختلف اعداد مروی ہیں، کسی میں ۲۵ درجے ہیں، کسی میں ۲۷ کسی میں ۵۰ تو اس سے عدد مطلوب نہیں کثرت ثواب مراد ہے۔ہاں پڑھنے والے سے بھی ثواب متعلق ہے کہ جیسا نمازی خاشع و متقی ہوگا اس کا ثواب بھی زیادہ ہوگا۔

(باب نمبر ۳۱) فَضْلَ صَلٰوۃَ الْفَجْر

فجر کی نماز باجماعت پڑھنے کی فضیلت

اَبُوْ هُرَيْرَةَ قَالَ سَمِعْتُ رَسُوْلَ اللهِ ﷺ يَقُوْلُ تَفْضُلُ صَلٰوةَ الْجَمِيْعِ صَلٰوةَ اَحَدِ كُمْ وَحْدَهٗ بِخَمْسَةٍ وَّ عِشْرِيْنَ جُزْءً وَتَجْتَمِعُ مَلاَئِكَةُ الَّيْلِ وَمَلاَئِكَةُ النَّهَارِ فِيْ صَلٰوةَ الْفَجْرِ ثُمَّ يَقُوْلُ اَبُوْهُرَيْرَةَ وَاقْرَءَ وَاِنْ شِئْتُمْ اِنَّ قُرْآنَ الْفَجْرِ كَانَ مَشْهُوْدًا قَالَ شُعَيْبٌ وَحَدَّ ثَنِيْ نَافِعٌ عَنْ عَبْدِاللهِ بْنِ عُمَرٍ قَالَ تَفْضُلُهَا بِسَبْعٍ وَعِشْرِيْنَ دَرَجَةً(٥)

ترجمہ: حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ نے فرمایا کہ میں نے نبی کریم ﷺ سے سنا تھا۔آپ ﷺ نے فرمایا کہ باجماعت نماز تنہا پڑھنے سے پچیس گنا زیادہ افضل ہے۔اور رات اور دن کے ملائکہ فجر کی نماز کے وقت جمع ہوتے ہیں۔پھر ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ نے فرمایا کہ اگر تم چاہو تو یہ آیت پڑھو (ترجمہ) فجر کے وقت کا قرآن پڑھنا پیش ہوگا۔شعیب نے فرمایا کہ مجھ سے نافع نے ابن عمر کے واسطہ سے اس طرح حدیث بیان کی کہ ستائیس گنا زیادہ افضل ہے۔

اُمُّ الدَّرْدَآءِ تَقُوْلُ دَخَلَ عَلَيَّ اَبُوْ الدَّرْدَآءِ وَهُوَ مُغْضَبٌ فَقُلْتُ مَا اَغْضَبَكَ قَالَ وَاللهِ مَاَاَعْرِفُ مِنْ اَمْرِ مُحَمَّدٍ ﷺ شَيْئًا اِلَّا اَنَّهُمْ يُصَلُّوْنَ جَمِيْعًا (٥)

ترجمہ: ام درداء سے، آپ نے فرمایا کہ (ایک مرتبہ) ابو درداء آئے۔بڑے غضبناک ہو رہے تھے۔میں نے پوچھا کہ کیا بات ہوئی۔فرمایا محمد ﷺ کی شریعت کی کوئی بات اب نہیں پاتا سوا اس کے کہ جماعت کے ساتھ نماز یہ پڑھ لیتے ہیں۔

عَنْ اَبِیْ مُوْسٰی قَالَ قَالَ النَّبِیُّ ﷺ اَعْظَمُ النَّاسِ اَجْرًافِی الصَّلٰوةِ اَبْعَدُ هُمْ فَاَبْعَدُهُمْ مَشْيًا وَالَّذِیْ یَنْتَظِرُ الصَّلٰوةَ حَتّٰی یُصَلِّیَهَامَعَ الْاِمَامِ اَعْظَمُ اَجْرً مِّنَ الَّذِیْ یُصَلِّیْ ثُمَّ یَنَامُ (٥)

ترجمہ: ابو موسیٰ رضی اللہ عنہ سے ہے کہ نبی کریم ﷺ نے فرمایا کہ نماز میں اجر کے اعتبار سے سب سے بڑھ کر وہ شخص ہوتا ہے جو (مسجد میں نماز کے لئے) زیادہ سے زیادہ دور سے آئے،اور وہ شخص جو نماز کے انتظار میں بیٹھا رہتا ہے اور پھر امام کیساتھ نماز پڑھتا ہے اس شخص سے اجر میں بڑھ کر ہے جو نماز پڑھ کر سو جاتا ہے۔

(باب نمبر ۳۲) فَضْلِ التَّهْجِيْرِ اِلَى الظُّهْرِ

ظہر کی نماز اول وقت میں پڑھنے کی فضیلت

عَنْ اَبِیْ هُرَيْرَةَ اَنَّ رَسُوْلَ اللهِ ﷺ قَالَ بَيْنَمَا رَجُلٌ يَمْشِیْ بِطَرِيْقٍ وَّجَدَ غُصْنَ شَوْكٍ عَلَى الطَّرِيْقِ فَاَخَّرَهُ فَشَكَرَ اللهُ لَهُ فَغَفَرَلَهُ ثُمَّ قَالَ الشُّهَدَآءُ خَمْسَةٌ اَلْمَطْعُوْنُ وَالْمَبْطُوْنُ وَ الْغَرِيْقُ وَصَاحِبُ الْهَدْمِ وَالشَّهِيْدُ فِیْ سَبِيْلِ اللهِ وَقَالَ لَوْ يَعْلَمُ النَّاسُ مَا فِی النِّدَآءِ وَالصَّفِّ الْاَوَّلِ ثُمَّ لَمْ يَجِدُوْآ اِلَّا اَنْ يَّسْتَهِمُوْا عَلَيْهِ لَاسْتَهِمُوْا عَلَيْهِ وَلَوْ يَعْلَمُوْنَ مَافِی التَّهْجِيْرِ لَا اسْتَبَقُوْا اِلَيْهِ وَلَوْ يَعْلَمُوْنَ مَا فِی الْعَتَمَةِ وَالصُّبْحِ لَاَ تَوْهُمَا وَلَوْ حَبْوًا .

ترجمہ: ابوہریرہ رضی اللہ عنہ سے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا ایک شخص کہیں جا رہا تھا۔ راستے میں اس نے کانٹوں بھری ایک شاخ دیکھی اور اسے راستے سے ہٹادیا (اللہ تعالیٰ صرف اسی ایک بات پر) اس سے خوش ہوگیا اور اس کی مغفرت کردی۔ پھر آپ ﷺ نے فرمایا کہ شہدا پانچ قسم کے ہوتے ہیں۔ طاعون میں مرنے والے، پیٹ کی بیماری (ہیضے وغیرہ) میں مرنے والے، ڈوب جانے والے، دب کر مرنے والے (دیوار وغیرہ کسی بھی چیز سے) اور خدا کے راستے میں جہاد کرتے ہوئے شہید ہونے والے۔ آپ ﷺ نے فرمایا کہ اگر لوگوں کو معلوم ہوجائے کہ اذان دینے اور پہلی صف میں شریک ہونے کا ثواب کتنا زیادہ ہے اور پھر اس کے سوا چارہ نہ ہو کہ قرعہ اندازی کی جائے تو لوگ قرعہ اندازی پر مُصِر ہوا کریں۔ اور اگر لوگوں کو یہ معلوم ہوجائے کہ نماز اول وقت پڑھ لینے کے فضائل کتنے عظیم الشان ہیں تو اس کیلئے ایک دوسرے پر سبقت لے جانے کی کوشش کریں۔ اور اگر یہ جان جائیں کہ عشاء اور صبح کی نماز کے فضائل کتنے عظیم الشان ہیں، تو سرین کے بل گھسیٹ کر آئیں۔

شرح: اس حدیث شریف میں چند مضامین یکجا بیان کئے گئے (۱) حکایت اس بندۂ خدا کی جس نے راستے سے کانٹا ہٹادیا اور اس کی بخشش ہوگئی۔ اس سے اہلسنت کے قاعدہ کی تائید ہے رحمت حق بہانہ می جوید، بہانی جوید یعنی اللہ کی رحمت سبب چا ہتی ہے اس کا معاوضہ نہیں چاہتی، اس موضوع پر فقیر کا رسالہ ہے، "رحمت حق بہانہ می جوید" یعنی اللہ اتنا بڑا کریم ہے کہ ایک معمولی عمل سے بندے کے جرائم معاف کردیتا ہے۔ دوسری روایت میں پیاسے کتے کو پانی پلانے سے بخش دیا۔ اسی لئے ہم کہتے ہیں کہ اللہ عزوجل کی بخشش وکرم کے اطوار نرالے ہیں۔ قیامت میں اس کے ماں باپ کو بخش دے گا جس نے اپنے بچے کا نام محمد یا احمد رکھا، یونہی مُردے

کو قرآن خوانی اور صدقات و خیرات اور استغفار اور دعا کی برکت سے بخشش دیتا ہے وغیرہ وغیرہ۔ مجھے حیرانی ہے کہ بعض لوگ نیک اعمال کے فضائل کی احادیث کو تو آنکھیں بند کر کے مان لیتے ہیں لیکن جن روایات میں کمالات مصطفیٰ ﷺ یا اہلسنت کے معمولات کا تعلق ہو اس سے کیوں روگردانی؟ معلوم ہوتا ہے ان کے دل میں کالا کالا۔۔۔۔۔۔

فائدہ: نامعلوم یہ شخص کس دور میں ہوگا لیکن رسول اکرم ﷺ کے علمِ مبارک کی وسعت دیکھئے کہ کیسے باوثوق طریق سے بیان فرمایا اور ان شاء اللہ قیامت میں ایسے لوگوں کو ہم آنکھوں سے دیکھیں گے اور جو امور ہم قیامت میں دیکھیں گے انہیں رسول اکرم ﷺ دنیا میں بیان فرما رہے ہیں۔ اسے کہتے ہیں عالمِ ماکان و مایکون یعنی علم کلی کا علم (ﷺ)

(۲) اس حدیث میں شہداء پانچ بتائے ہیں حالانکہ ساٹھ ستر سے زائد ہیں۔ امام سیوطی رحمۃ اللہ علیہ نے اس پر رسالہ تحریر فرمایا ہے جن میں ساٹھ شہدا کی فہرست لکھی ہے۔ ان کے فیض و برکت سے فقیر نے بھی رسالہ لکھا ہے۔ محدثین نے ایسے شہداء کے لئے ایک قاعدہ لکھا ہے وہ یہ کہ جو بھی کسی المناک بیماری میں مرے جیسے ہیضہ وغیرہ یا مہلک اور خطرناک مرض میں مرے جیسے طاعون وغیرہ، یا جو اچانک بلا میں مبتلا ہو کر مرے جیسے ڈوب کر یا کسی فوری حادثہ سے مرے، لیکن یہ معنوی شہید کہلاتے ہیں حقیقی فقہی شہید وہ مسلمان ہے جو عاقل بالغ جو بطور ظلم کسی آلہ جارحہ سے قتل کیا گیا اور نفسِ قتل سے مال نہ واجب ہوا ہو اور دنیا سے نفع نہ اٹھایا ہو (بہار شریعت)۔ مزید تفصیل فقیر کے رسالہ ''شہداء'' میں پڑھیئے۔

(۳) ظہر کی بھی نماز میں جلدی کرنے کی بھی ضمناً فضیلت ثابت ہوئی لیکن جب ہم نے احادیث قولی اور فعلی سے ثابت کیا کہ گرمیوں میں وقت ٹھنڈا کر کے پڑھنا افضل ہے۔ اسی لئے اس میں ظہر کا ضمناً داخل ہونا بایں معنی ہے کہ جو وقت فضیلت کے لئے مقرر ہے اس میں جلدی کرنے کا بہت بڑا اجر ہے۔

ازالۂ غلط فہمی: وہابیوں دیوبندیوں نے عام تاثر دے رکھا ہے کہ نماز اوّل وقت میں پڑھنے میں زیادہ ثواب ہے۔ ہم بھی یہی کہتے ہیں لیکن اوّل وقت سے مراد نماز کا اوّل وقت لینا یہ معنی غلط ہے بلکہ اوّل وقت سے مراد یہ ہے کہ جو وقت حضور سرورِ عالم ﷺ نے نماز کے لئے افضل بتایا ہے وہی افضل ہے مثلاً عشاء کا افضل وقت بتایا ہے تہائی رات گزرنے پر۔ اب عشاء کا افضل اور اوّل وقت یہی ہے ورنہ اس کا اوّل وقت تو مغرب کے ختم ہوتے ہی عشاء شروع ہو جائے۔ یونہی فجر کا اول وقت پورے طور سفیدی ہو جائے نہ یہ کہ صبح صادق کے فوراً بعد، یونہی ظہر کا وقت گرمیوں میں ابراد اور عصر کا وقت سورج کے ڈوبنے سے آدھا گھنٹا پہلے، ورنہ اس کا اوّل

وقت تو دوشلوں کے اختتام کے بعد ہے اور شوافع کے نزدیک مثل اوّل کے بعد۔ بہر حال اوّل وقت کا لفظ مراد نہیں اول سے افضل وقت کی اوّلیت ہے اسکی تفصیل باب الاوقات میں گزر چکی ہے۔ ہاں اوّل وقت سے بالکل پہلا وقت مراد لینا خوارج کا نظریہ ہے اگر وہابیوں دیوبندیوں کو خوارج کی ادا کا شوق ہے تو بے شک یہ شوق پورا کرلیں۔

(باب نمبر ۳۳) اِحْتِسَابِ الْآثَارِ

ہر قدم پر ثواب نیکی کرنے والوں کو

عَنْ اَنَسِ بْنِ مَالِكٍ رضى الله عنه قَالَ قَالَ النَّبِيُّ ﷺ يَابَنِىْ سَلَمَةَ اَلَا تَحْتَسِبُوْنَ اٰثَارَكُمْ.

ترجمہ: حضرت انس بن مالک رضی اللہ عنہ نے حدیث بیان کی، کہا کہ نبی کریم ﷺ نے فرمایا، بنوسلمہ کے لوگو! تم اپنے نشاناتِ قدم پر بھی ثواب کی نیت رکھو۔ (نماز کے لئے مسجد آتے ہوئے)

اَنَس " اَنَّ بَنِىْ سَلَمَةَ اَرَادُوْآ اَنْ يَّتَحَوَّلُوْا عَنْ مَّنَازِلِهِمْ فَيَنْزِلُوْا قَرِيْبًا مِنَ النَّبِيِّ ﷺ قَالَ فَكَرِهَ النَّبِيُّ ﷺ اَنْ يُّعْرُوالْمَدِيْنَةَ فَقَالَ اَلَا تَحْتَسِبُوْنَ اٰثَارَكُمْ قَالَ مُجَاهِدٌ خُطَاهُمْ اٰثَارُ الْمَشْيِ فِي الْاَرْضِ بِاَرْجُلِهِمْ(٥)

ترجمہ: انس بن مالک نے حدیث بیان کی کہ بنوسلمہ نے اپنے مکانات سے منتقل ہونا چاہا تا کہ نبی کریم ﷺ سے قریب کہیں رہائش اختیار کریں۔ انہوں نے بیان کیا کہ حضور ﷺ نے اس رائے کو پسند نہیں فرمایا کہ اپنی آبادیوں کو ویرانہ بنا کر یہ لوگ مدینہ میں بس جائیں اور آپ ﷺ نے فرمایا کہ تم لوگ (مسجد نبوی میں آتے ہوئے) ہر قدم پر ثواب کی نیت رکھا کرو۔ مجاہد نے فرمایا کہ خطاھم کے معنی ہیں زمین پر ان کے پیدل چلنے کے نشانات۔

شرح: بنوسلمہ کے گھر مسجد نبوی سے فاصلہ پر تھے ان کی خواہش ہوئی کہ مسجد نبوی کے قریب آجائیں۔ آپ ﷺ نے انہیں فرمایا جتنا قدم چل کر آؤ گے اتنا ثواب بڑھ جائے گا۔ اس میں ان حضرات کو مژدہ بہار ہے جو نماز باجماعت کیلئے گھروں سے چل کر مسجد میں باجماعت نماز ادا کرتے ہیں۔ لیکن افسوس آج کل اتنی ہمتیں پست ہوگئی ہیں کہ مسجد سے قرب کے باوجود نماز باجماعت کی حاضری سے محرومی ہے۔ ایسے حضرات کل قیامت میں پچھتائیں گے کہ کاش وہ نماز باجماعت سے محروم نہ رہتے۔

(باب نمبر ٣٤) فَضْلِ صَلٰوةِ الْعِشَآءِ فِی الْجَمَاعَةِ

عشاء کی نماز باجماعت کی فضیلت

عَنْ اَبِیْ هُرَيْرَةَ قَالَ قَالَ النَّبِیُّ ﷺ لَيْسَ صَلٰوةٌ اَثْقَلَ عَلَی الْمُنَافِقِيْنَ مِنَ الْفَجْرِ وَالْعِشَآءِ وَلَوْ يَعْلَمُوْنَ مَافِيْهِمَا لَاَتَوْهُمَا وَلَوْ حَبْوًا لَقَدْ هَمَمْتُ اَنْ اٰمُرَ الْمُؤَذِّنَ فَيُقِيْمَ ثُمَّ اٰمُرَ رَجُلاً يَّؤُمُّ النَّاسَ ثُمَّ اٰخُذُ شُعَلاً مِّنْ نَّارٍ فَاُحَرِّقَ عَلٰی مَنْ لَّا يَخْرُجُ اِلَی الصَّلٰوةِ بَعْدُ .

ترجمہ: حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ نے حدیث بیان کی کہ نبی کریم ﷺ نے فرمایا کہ منافقوں پر فجر اور عشاء کی نماز سے زیادہ اور کوئی نماز گراں نہیں اور اگر انہیں معلوم ہوتا کہ ان کا ثواب کتنا زیادہ ہے تو سُرین کے بَل گھسٹ کر آتے۔ میرا تو ارادہ ہو گیا تھا کہ مؤذن سے کہوں کہ وہ اقامت کہے پھر کسی کو نماز پڑھانے کیلئے کہوں اور خود آگ کے شعلے لے کر ان سب کے گھروں کو جلا دوں جو ابھی تک نماز کے لئے نہیں آئیہوں۔

(باب نمبر ٣٥) اِثْنَانِ وَمَا فَوْقَهُمَا جَمَاعَةٌ .

دو یا اس سے زیادہ آدمی ہوں تو وہ جماعت ہے۔

عَنْ مَّالِكِ بْنِ الْحُوَيْرِثِ عَنِ النَّبِیِّ ﷺ قَالَ اِذَا حَضَرَتِ الصَّلٰوةُ فَاَذِّنَا وَاَقِيْمَا ثُمَّ لِيَؤُمَّكُمَا اَكْبَرُكُمَا.

ترجمہ: مالک بن حویرث رضی اللہ عنہ سے وہ نبی کریم ﷺ سے کہ آپ نے فرمایا، جب نماز کا وقت ہو جائے تو تم دونوں (میں سے کوئی) اذان دے اور اقامت کہے اور جو بڑا ہے وہ نماز پڑھائے۔

شرح: نماز باجماعت حضور نبی پاک ﷺ کو ایسی مطلوب ہے کہ رحمۃ للعلمین اور شفیق اور کریم ہو کر غیر حاضر نمازی کے جلانے کو تیار ہیں اسکے باوجود دورِ حاضرہ میں عشقِ رسول ﷺ کے لمبے چوڑے دعووں کے باوجود محبوب کریم ﷺ کی ہر سنت کے خلاف۔ داڑھی چٹ صفا، نماز سے کوسوں دور، باجماعت نماز کا تو تصور ہی ختم حالانکہ سچا عاشق وہ ہے جو محبوب کی ہر ادا کو جان سے عزیز تر سمجھے۔ سیدنا اویس قرنی رضی اللہ عنہ نے بتیس دانت توڑ ڈالے۔ صدیق اکبر رضی اللہ عنہ نے جان دے ڈالی، علی المرتضی رضی اللہ عنہ نے نماز وار دی، سیدنا بلال رضی اللہ عنہ نے ہزاروں مصائب جھیلے وغیرہ وغیرہ۔

(باب نمبر ٣٦)

مَنْ جَلَسَ فِيْ الْمَسْجِدِ يَنْتَظِرُ الصَّلٰوةَ وَفَضْلِ الْمَسَاجِدِ

جو شخص مسجد میں نماز کے انتظار میں بیٹھے اور مساجد کی فضیلت

عَنْ اَبِیْ هُرَیْرَةَ اَنَّ رَسُوْلَ اللهِ ﷺ قَالَ الْمَلٰٓئِكَةُ تُصَلِّیْ عَلٰی اَحَدِكُمْ مَا دَامَ فِیْ مُصَلَّاهُ مَالَمْ یُحْدِثِ اَللّٰهُمَّ اغْفِرْ لَهٗ اَللّٰهُمَّ ارْحَمْهُ لَا یَزَالُ اَحَدُكُمْ فِیْ صَلٰوةٍ مَا كَانَتِ الصَّلٰوةُ تَحْبِسُهٗ لَا یَمْنَعُهٗ اَنْ یَّنْقَلِبَ اِلٰی اَهْلِهٖ اِلَّا الصَّلٰوةُ.

ترجمہ: ابوہریرہ رضی اللہ عنہ سے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا کہ ملائکہ نمازی کے لیے اس وقت تک دعا کرتے رہتے ہیں جب تک (نماز پڑھنے کے بعد) وہ اپنے مصلّٰی پر بیٹھا رہتا ہے۔اے اللہ اسکی مغفرت کیجئے۔اے اللہ اس پر رحم کیجئے۔ایک شخص جو صرف نماز کی وجہ سے رُکا ہوا ہے۔گھر جانے سے سوا نماز کے اور کوئی چیز مانع نہیں تو اس کا (یہ سارا وقت) نماز ہی میں شمار ہوگا۔

عَنْ اَبِیْ هُرَیْرَةَ عَنِ النَّبِیِّ ﷺ قَالَ سَبْعَةٌ "یُظِلُّهُمُ اللهُ فِیْ ظِلِّهٖ یَوْمَ لَا ظِلَّ اِلَّا ظِلُّهٗ الْاِمَامُ الْعَادِلُ وَشَابٌّ" نَشَا فِیْ عِبَادَةِ رَبِّهٖ وَرَجُلٌ" قَلْبُهٗ مُعَلَّقٌ" فِیْ الْمَسَاجِدِ وَرَجُلَانِ تَحَابَّا فِیْ اللهِ اجْتَمَعَا عَلَیْهِ وَتَفَرَّقَا عَلَیْهِ وَرَجُلٌ" طَلَبَتْهُ ذَاتُ مَنْصِبٍ وَّجَمَالٍ فَقَالَ اِنِّیْ اَخَافُ اللهَ وَرَجُلٌ" تَصَدَّقَ اِخْفَاءً حَتّٰی لَا تَعْلَمَ شِمَالُهٗ مَاتُنْفِقُ یَمِیْنُهٗ وَرَجُلٌ" ذَكَرَاللهَ خَالِیًا فَفَاضَتْ عَیْنَاهُ(٥)

ترجمہ: ابوہریرہ رضی اللہ عنہ سے ہے کہ نبی کریم ﷺ نے فرمایا کہ سات طرح کے لوگ ہوں گے جنہیں خدا اس دن اپنے سایہ میں جگہ دے گا۔جب اس سایہ کے سوا اور کوئی سایہ نہ ہوگا۔عادل حکمران،نوجوان جو اپنے رب کی عبادت میں پھلا پھولا۔ایسا شخص جس کا دل ہر وقت مسجد میں لگا رہتا ہے،دو ایسے شخص جو خدا کیلئے باہم محبت رکھتے ہیں اور ان کے ملنے اور جدا ہونے کی بنیاد ہی یہی ہے۔وہ شخص جسے کسی باعزت اور حسین عورت نے بلایا (بُرے ارادہ سے) لیکن اس نے کہہ دیا کہ میں خدا سے ڈرتا ہوں۔وہ شخص جو صدقہ کرتا ہے اور اتنے پوشیدہ طریقہ پر کہ بائیں ہاتھ کو بھی خبر نہیں کہ داہنے نے کیا خرچ کیا اور وہ شخص جس نے تنہائی میں خدا کی یاد کی اور (بے ساختہ) آنکھوں سے آنسو جاری ہو گئے۔

سُئِلَ اَنَسٌ هَلِ اتَّخَذَ رَسُوْلُ اللهِ ﷺ خَاتِمًا فَقَالَ نَعَمْ اَخَّرَ لَیْلَةً صَلٰوةَ الْعِشَآءِ اِلٰی شَطْرِ اللَّیْلِ ثُمَّ اَقْبَلَ عَلَیْنَا بِوَجْهِهٖ بَعْدَ مَا صَلّٰی فَقَالَ صَلَّی النَّاسُ وَرَقَدُوْا وَلَمْ تَزَالُوْا فِیْ صَلٰوةٍ مُنْذُ

نَنْتَظِرُ تُمُوْهَا قَالَ فَكَأَنِّيْ أَنْظُرُ إِلٰى وَبِيْصِ خَاتَمِهٖ (٥)

ترجمہ: انس رضی اللہ عنہ سے دریافت کیا گیا کہ رسول اللہ ﷺ نے کوئی انگوٹھی بنوائی تھی۔ آپ نے فرمایا کہ ہاں۔ ایک دن عشاء کی نماز نصف شب میں پڑھی۔ نماز کے بعد ہماری طرف متوجہ ہوئے اور فرمایا لوگ نماز پڑھ کر سو چکے ہوں گے اور تم لوگ اس وقت تک نماز ہی کی حالت میں تھے جب تک تم اس کا انتظار کرتے رہے۔ انس رضی اللہ عنہ نے فرمایا جیسے اس وقت میں آپ کی انگوٹھی کی چمک کو دیکھ رہا ہوں۔

شرح: نماز با جماعت میں حاضری کے بیشمار فضائل ہیں۔ ایک فضیلت یہ ہے کہ جب تک وہ نماز کے انتظار میں ہے اس کے لئے ملائکہ کرام دعائیں دیتے رہتے ہیں اور سب سے بڑی فضیلت یہ ہے کہ کل قیامت میں وہ سایہ عرش کے مزے لوٹے گا۔ لیکن عرش کے سایہ کے مزے کی اسے ضرورت ہے جو قیامت کی ہولنا کیوں کو جانتا ہو۔ قرآن و حدیث سے ثابت ہے کہ اس دن انسان کا یہ حال ہوگا کہ دھوپ کی گرمی، پسینے کی کثرت، حساب کتاب کی گھبراہٹ، جہنم کی دہشت، مجرموں کی عبرتناک حالت، ماحول عسرت، اللہ کی بارگاہِ جلالت غرضیکہ ہر چیز انسان کے اوسان خطا کر رہی ہوگی۔ صرف دو آیت ہائے قرآنی اس سلسلے میں پیش خدمت ہیں۔ سورۃ المعارج آیہ ۱۱ تا ۱۴ میں ہے کہ

يَوَدُّ الْمُجْرِمُ لَوْ يَفْتَدِيْ مِنْ عَذَابِ يَوْمِئِذٍ بِبَنِيْهِ (٥) وَصَاحِبَتِهٖ وَأَخِيْهِ (٥) وَفَصِيْلَتِهِ الَّتِيْ تُؤْوِيْهِ (٥)

ترجمہ: گنہگار چاہے گا کہ کسی طرح بدلے میں دے دے اس دن کے عذاب سے اپنے بیٹے کو اور اپنی گھر والی کو اپنے بھائی کو اور اپنے گھرانے کو جس میں رہتا تھا اور جتنے زمین پر ہیں سب کو (تاکہ) اپنے آپ کو بچالے۔

اس دن انسان کا کیا حال ہوگا اس کا نقشہ سورہ عبس کی آیات ۳۴ تا ۳۷ میں کھینچا گیا ہے۔

يَوْمَ يَفِرُّ الْمَرْءُ مِنْ أَخِيْهِ (٥) وَأُمِّهٖ وَأَبِيْهِ (٥) وَصَاحِبَتِهٖ وَبَنِيْهِ (٥) لِكُلِّ امْرِئٍ مِّنْهُمْ يَوْمَئِذٍ شَأْنٌ يُّغْنِيْهِ (٥)

ترجمہ: جس دن کہ بھاگے مرد اپنے بھائی سے اور اپنی ماں اور اپنے باپ سے اور اپنی گھر والی اور اپنی بیٹیوں سے۔ ہر مرد کو ان میں سے اس دن ایک فکر لگا ہوا ہوگا جو اس کے لئے کافی ہے۔

دوسری طرف یہی یوم قیامت ہوگا یہی حالت زار ہوگی یہی نفسا نفسی، کشاکش کا عالم ہوگا مگر اللہ کے کچھ بندے، کچھ نیکوکار، کچھ فرمانبردار، کچھ پرہیزگار، کچھ مطمئن پُر امن حالت میں ہوں گے۔ اس سختی کے ماحول

میں اور شدت کے زمانہ میں یہ نیکو کار وسعید روحیں، وہ لوگ دائمی سرور کی لذت، انعامات الٰہی کی مسرت، سایوں کی ٹھنڈک، ٹھنڈے چشموں کی قربت، آب کوثر کی راحت، رضائے الٰہی کی چاہت، شفاعت محمدی ﷺ کی سہولت، رحمت الٰہی کی خصوصیت، شفقت رسالت کی زیارت، اللہ پاک کی توجہ کی برکت اور مالک کی عنایات سے بہرہ ور ہوں گے۔ اس کی مزید تفصیل فقیر کے رسالہ ''سایہ عرش کے مزے'' میں پڑھئے۔

انگشتری مبارک:

سیدنا انس رضی اللہ عنہ سے حضور نبی پاک ﷺ کے متعلق سوال ہوا تو انہوں نے اپنا مشاہدہ بیان کیا۔ فقیر انگشتری مبارک کے متعلق تفصیل عرض کرتا ہے۔ حضور اکرم ﷺ کی انگشتری مبارک چاندی کی تھی جس میں چاندی کا ہی نگینہ تھا۔ مواہب میں ہے کہ ایک اور انگشتری لوہے کی تھی جس پر چاندی کا ملمع تھا۔ اور احادیث میں آیا ہے کہ لوہے کی انگشتری کی ممانعت فرمائی گئی ہے۔ گو ملمع شدہ یا تو بیان جواز کے لئے ہوگا یا ابتدائے حال کا ذکر کیا ہوگا (مدارج النبوۃ) لیکن یہاں وہی چاندی والی انگشتری مراد ہے۔

انگشتری مبارک کیوں؟:

حضور اکرم ﷺ نے جب ارادہ فرمایا کہ بادشاہوں کو فرمان ارسال فرمائیں تو صحابہ نے عرض کیا۔ بادشاہ لوگ جس خط پر مہر نہ ہو اسے درخور اعتناء نہیں گردانتے اور نہ اسے پڑھتے ہیں۔ اس پر حضور اکرم ﷺ نے سونے کی انگشتری بنوائی اور صحابہ میں سے جن کو مقدرت تھی انہوں نے بھی اپنے لئے سونے کی انگشتری بنوائی۔ پھر حضرت جبریل علیہ السلام آئے اور کہا کہ مردوں کو (دُنیا) میں سونا پہننا حرام ہے۔ اس پر حضور ﷺ نے اپنے دست مبارک سے انگشتری نکال دی۔ صحابہ نے بھی نکال دی اور فرمایا چاندی کی انگوٹھی بناؤ جس کا حلقہ اور نگینہ بھی چاندی کا ہو۔ اور نگینہ پر محمد رسول اللہ، نقش ہو۔ اس طرح کہ اللہ ایک سطر میں، رسول دوسری سطر میں اور محمد ﷺ تیسری سطر میں۔

(باب نمبر ۳۷) فَضْلِ مَنْ غَدَا اِلَی الْمَسْجِدِ وَمَنْ رَّاحَ

مسجد میں بار بار آنے جانے کی فضیلت

عَنْ اَبِیْ هُرَیْرَةَ عَنِ النَّبِیِّ ﷺ قَالَ مَنْ غَدَآ اِلَی الْمَسْجِدِ اَوْرَاحَ اَعَدَ اللّٰهُ لَهٗ نُزُلَهٗ مِنَ الْجَنَّةِ کُلَّمَا اَوْرَاحَ(٥)

ترجمہ: حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے وہ نبی کریم ﷺ سے آپ نے فرمایا کہ جو شخص مسجد میں بار بار حاضری دیتا ہے اللہ تعالیٰ اس کی جنت میں مہمان نوازی ہر آنے اور جانے کی تعداد کے مطابق کرے گا۔

شرح: مساجد مجازاً اللہ تعالیٰ کا گھر کہلاتی ہیں ان میں حاضری دینے والا گویا اللہ تعالیٰ کی مہمان ہوتا ہے عموماً یونہی ہوتا ہے کہ جو بھی کسی کے گھر جائے تو گھر والا آنے والے کی خاطر و مدارت کرتا ہے۔ اللہ تعالیٰ تو بہت بڑا رحیم و کریم ہے کہ وہ بھی اپنے گھر میں آنے والے بندوں کو مہمانی کی نوید سناتا ہے کہ مسجدوں میں نماز کے لئے آنے جانے والوں کے لئے قیامت میں بہت بڑی نوازشات و انعامات فرمائے گا۔

(باب نمبر ۳۸)

اِذَا اُقِیْمَتِ الصَّلٰوةُ فَلَا صَلٰوةَ اِلَّا الْمَکْتُوْبَةَ

اقامت کے بعد فرض نماز کے سوا اور کوئی نماز نہ پڑھنی چاہیے

مَالِکُ بْنُ بُحَیْنَةَ اَنَّ رَسُوْلَ اللّٰهِ ﷺ رَاٰی رَجُلاً وَّقَدْ اُقِیْمَتِ الصَّلٰوةُ یُصَلِّیْ رَکْعَتَیْنِ فَلَمَّا انْصَرَفَ رَسُوْلُ اللّٰهِ ﷺ لَاثَ بِهِ النَّاسُ فَقَالَ لَهٗ رَسُوْلُ اللّٰهِ ﷺ آلصُّبْحُ اَرْبَعًا اَلصُّبْحُ اَرْبَعًا (٥)

ترجمہ: مالک بن بُحینہ نے کہا رسول اللہ ﷺ کی نظر ایک ایسے شخص پر پڑی جو اقامت کے بعد دو رکعت نماز پڑھ رہا تھا۔ حضور ﷺ جب نماز سے فارغ ہو گئے تو لوگ اس شخص کے ارد گرد جمع ہو گئے اور آں حضور ﷺ نے فرمایا۔ کیا صبح کی بھی چار رکعتیں ہو گئیں؟

شرح: اہل ظواہر ایک فرقہ گزرا ہے اب اس فرقہ کا نام ونشان تک نہیں۔ البتہ غیر مقلدین ان کے وارث ہیں کہ یہ ان کی طرح ظاہر حدیث پر عمل کرتے ہیں۔ اس کی مزید تحقیق سنئے کوئی سروکار نہیں وہ اہل ظواہر کہتے تھے

کہ فرض نماز کی اقامت کے بعد کوئی سنت نہیں ہوسکتی ان کے نزدیک یہ فتویٰ ہے کہ کوئی سنتیں پڑھ رہا ہوا دھر اقامت ہوجائے تو اس کی نماز فاسد ہوگئی۔ان کے اس فتویٰ کو ائمہ اربعہ (ابو حنیفہ، مالک، شافعی، احمد حنبل رحمہم اللہ) میں سے کسی نے بھی قبول نہیں کیا ان کے علاوہ باقی تمام ائمہ جمہور کا مذہب یہ ہے کہ اقامت کے بعد کوئی سنت شروع نہیں کرنی چاہیئے۔اگر شروع کر چکا ہے تو توڑ کر جماعت میں شامل ہوجائے ہاں اگر ایک رکعت پڑھ چکا ہے تو دو رکعت پر سلام پھیر کر جماعت میں شامل ہو، تین پڑھ چکا ہے تو چار پوری کر لے، ہاں صبح کی سنتوں میں تفصیل ہے۔اس کے لئے فقیر نے مستقل رسالے لکھے ہیں اس کا مختصر مضمون اس شرح میں اسی حدیث کے آخر میں عرض کرے گا۔

کوئی حدیث شریف عمل میں رہ نہ جائے اسی لئے خداداد فقاہت سے مجموعی طور ہر حدیث پر عمل کر دکھلاتے ہیں اور غیر مقلدین اہل ظواہر کی طرح لکیر کے فقیر ہونے کی وجہ سے ایک حدیث کے ظاہر پر عمل کرنے پر درجنوں احادیث کے عمل سے محروم ہوجاتے ہیں۔اس کی فقیر بے شمار امثلہ قائم کرسکتا ہے اور کچھ ''فیض الباری فی موازنہ ابی حنیفہ والبخاری'' میں بھی بیان کیا ہے۔

فقہ کے ائمہ بالخصوص امام ابو حنیفہ: امام ابو حنیفہ اور اوزاعی نے فرمایا کہ مذکورہ صورت میں سنتِ فجر خارج مسجد ادا کرے جب کہ اسے یقین ہو کہ دوسری رکعت امام کیساتھ پالے گا۔امام اعظم علیہ الرحمۃ کا مذہب صرف اسی قدر ہے۔ کما فی الجامع الصغیر و البدائع ۔اور صاحب ہدایہ نے لکھا ہے کہ مذکورہ بالا صورت میں مسجد کے دروازہ پر سنت فجر پڑھے تا کہ سنت اور جماعت دونوں کی فضیلت حاصل ہوجائے۔ذخیرہ ومحیط میں ہے کہ سنت یہ ہے کہ سنتِ فجر گھر پر پڑھے اور اگر گھر میں نہیں پڑھی اور امام مسجد میں نماز فجر پڑھا رہا ہے تو مسجد کے دروازہ پر اگر کوئی قابل نماز جگہ ہو تو وہاں نماز پڑھے۔یہ بھی ممکن نہ ہو تو مسجد کے اندر کے حصہ میں نماز ہوتی ہو تو باہر کے حصہ میں اور اگر باہر کے حصہ میں ہو تو نماز اندر پڑھے۔اور اگر اس مسجد میں باہر اندر درجے نہ ہو تو ستون کی آڑ میں پڑھے۔تا کہ اس میں اور صف میں حائل ہوجائے۔چنانچہ علامہ طحاوی رحمۃ اللہ علیہ نے فرمایا کہ حدیث زیر بحث کا مطلب یہ ہے کہ سنت فجر اور نماز فجر ایک جگہ نہ پڑھی جائے بلکہ دونوں میں فصل کیا جائے اور اس کی تائید اس حدیث میں ہوتی ہے کہ حضور ﷺ نے دیکھا کہ ابن بحسینہ سنت فجر پڑھ رہے تھے۔اس پر آپ ﷺ نے فرمایا ''لاتجعلو اھذا الصلوۃ لصلاۃ الظھر و اجعلو بینھما فصلاً '' اس سے واضح ہوا کہ سبب کراہت یہی ہے کہ نفل و فرض دونوں ایک مقام پر پڑھے جائیں اور اس کا مقتضی یہ

ہے کہ خارجِ مسجد یا مسجد کے کسی گوشہ میں پڑھنا مکروہ نہ ہو۔ چنانچہ حسب ذیل آثار سے امام طحاوی رحمۃ اللہ علیہ کی تائید ہوتی ہے۔

(۱) حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ حضور علیہ السلام نے فرمایا۔ جب اقامت ہو جائے تو کوئی نماز نہیں۔ الا رکعتی الفجر. مگر فجر کی دو سنتیں۔ امام بیہقی علیہ الرحمۃ نے اگرچہ خط کشیدہ استثناء کو بے اصل قرار دیا ہے اور اس کے راوی حجاج وعباد کو ضعیف کہا ہے۔ علامہ عینی فرماتے ہیں کہ یعقوب بن شیبہ نے کہا کہ میں نے ابنِ معین سے حجاج بن نصیر فساطیطی بصری کے متعلق پوچھا۔ تو انہوں نے کہا کہ وہ صدوق ہے اور ابن حبان نے بھی ان کو ثقہ قرار دیا ہے اور عباد بن کثیر صالحین میں سے ہیں۔ (عینی جلد ۲ صفحہ ۲۱)

(۲) ابو بکر بن ابی شیبہ اپنے مصنف میں شعبی سے اور مسروق سے مروی ہیں کہ وہ مسجد میں داخل ہوئے اور لوگ فجر کی نماز پڑھ رہے تھے۔ حضرت مسروق نے فجر کی سُنتیں نہیں پڑھی تھیں. فصلی هما فی ناحیة المسجد ثم دخله مع القوم فی صلاتهم۔ تو انہوں نے مسجد کے ایک کونہ میں سنت فجر پڑھی اور پھر نماز میں شامل ہو گئے۔

(۳) حضرت سعد ابن جبیر مسجد میں آئے اور امام نمازِ فجر میں مشغول تھے۔ آپ نے سنت فجر مسجد کے دروازہ پر پڑھیں۔ فصل الرکعتین قبل ان یلج المسجد عند باب المسجد۔

(۴) ابی عثمان الہندی کہتے ہیں کہ ایک شخص مسجد میں آیا اور حضرت عمر رضی اللہ عنہ نماز پڑھا رہے تھے۔ اس نے مسجد کے دروازہ پر سنت فجر پڑھی۔ پھر جماعت میں شامل ہو گیا۔

(۵) مجاہد کہتے ہیں کہ جب تو مسجد میں داخل ہوا اور نماز فجر ہو رہی ہو اور تو نے سنت فجر نہ پڑھی ہوں۔ فارکعهما وان ظننت ان الرکعة الاولی تفوتک۔ تو سنت فجر پڑھ لے اگرچہ تجھے فجر کی پہلی رکعت فوت ہو جانے کا اندیشہ ہو۔

(۶) وبرہ کہتے ہیں کہ میں نے ابنِ عمر کو اسی طرح کرتے دیکھا اور ابو درداء کہتے ہیں کہ میں بھی ایسا ہی کرتا ہوں۔ ان تمام روایتوں کو زبیدی نے اتحاف میں ذکر کیا ہے۔

(۷) حضرت ابنِ مسعود رضی اللہ عنہ مسجد میں آئے اور فجر کی اقامت ہو چکی تھی۔ آپ نے ستون کی آڑ میں دو رکعت سنت فجر پڑھی اور اس وقت حضرت حذیفہ اور ابی موسیٰ بھی موجود تھے۔

(۸) ابن ابطال نے کہا کہ اسی طرح حضرت عمر بن الخطاب رضی اللہ عنہ وابی الدرداء وابن عباس رضی اللہ عنہم سے بھی مروی ہے۔

(۹) حضرت ابن عمر سے مروی ہے کہ وہ مسجد میں آئے اور امام فجر کی نماز پڑھا رہا تھا۔ تو وہ حضرت حفصہ کے گھر میں داخل ہوئے اور وہاں دو رکعت سنتِ فجر پڑھیں۔ پھر امام کے ساتھ نماز میں شامل ہو گئے۔
(عینی جلد ۲، صفحہ ۱۷)

ان کے علاوہ متعدد صحابہ و تابعین کے آثار و اقوال صحیح روایت سے ثابت ہیں۔ فقیر نے اپنے رسالہ **ماقال صاحب الامر فی رکعتی الفجر** میں لکھی ہیں۔

نوٹ: صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کا عمل رسول اکرم ﷺ کے اقوال و افعال کا آئینہ ہے۔ اس لئے ان کے آثار و اقوال قابلِ حجت ہیں۔

﴿اقوال و افعالِ رسول اللہ ﷺ﴾

عینی شرح بخاری بروایت ابو ہریرہ بایں طور حدیث ترمذی میں مذکور ہے کہ **قَالَ قَالَ رَسُوْلُ اللّٰہِ ﷺ مَنْ لَّمْ يُصَلِّ رَكْعَتَيِ الْفَجْرِ فَلْيُصَلِّهَا بَعْدَ مَا تَطْلُعُ الشَّمْسُ**۔ یعنی فرمایا حضور ﷺ نے کہ جس نے نہ پڑھی ہوں سنتیں فجر کی پس پڑھے ان کو بعد طلوع آفتاب کے۔

اور بخاری و مسلم میں بروایت ابو سعید خدری حدیث مذکور ہے کہ بعد صبح قبل از طلوع آفتاب کوئی نماز نہ پڑھی جائے **لاصلوۃ بعد الصبح حتی تطلع الشمس** طلوع فجر سے پہلے کوئی نماز جائز نہیں۔

فائدہ: یہ دو روایتیں ہمارے اس دو مسئلوں کی دلیل ہیں کہ سنت فجر اگر رہ جائیں تو طلوع شمس کے بعد پڑھنی چاہئے۔ اور یہ کہ فجر کے فرض پڑھنے کے بعد سنت و نفل وغیرہ نہیں پڑھنے چاہئیں۔

عن عائشة رضی اللہ عنہا قالت لم یکن النبی ﷺ علی شی من النوافل اشد تعاھدا منه علی رکعتی الفجر (صحاح ستہ مسلم و بخاری و ترمذی و ابوداؤد و نسائی)

ترجمہ: ام المومنین حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا فرماتی ہیں کہ نبی پاک ﷺ جتنا نگہبانی اور پابندی صبح کی سنت کی فرماتے اتنا کسی سنن و نوافل میں نہ فرماتے۔

عن ابی ھریرہ رضی اللہ عنہ قال قال رسول اللہ ﷺ لاتدعوا رکعتی الفجر وان طردتکم الخیل (ابوداؤد و طحاوی و احمد)

ترجمہ: حضور نبی پاک ﷺ نے فرمایا کہ سنت فجر نہ چھوڑو اگرچہ تمہیں دشمن کا لشکر بھگا رہا ہو۔

مقصد الحدیث:

حدیث مذکورہ بالا سے اصلی غرض یہ ہے کہ ایک مقام پر فرض ونفل کا اجتماع نہ ہو اس لیے حکم فرمایا کہ فرائض کی جماعت قائم ہو جائے تو نوافل کو ترک کر دیا جائے اس لئے کہ فرائض کا درجہ بلند ہے ان کے بالمقابل نوافل کو پیچھے ہٹا لیا جائے۔ اسی لئے تمام فقہاء کرام نے حکم فرمایا ہے کہ فرائض کی جماعت کھڑی ہونے پر اسی جگہ پر کوئی سنت ونفل نہ پڑھی جائے سوائے سنت فجر کے، اس کے لئے حکم یہ ہے کہ اگر کوئی شخص فجر کے وقت مسجد میں جب آئے جبکہ جماعت ہو رہی ہو اور اس نے ابھی سنت فجر نہ پڑھی ہوں تو اُسے چاہئے کہ جماعت سے کچھ فاصلہ پر کھڑے ہو کر سنتِ فجر پڑھ لے۔ بشرطیکہ جماعت مل جانے کی قوی امید ہو اگر التحیات بھی مل سکے تب بھی سنت فجر پڑھ لے۔ مگر وہابی غیر مقلد اس کے سخت خلاف ہیں اور اسی مسئلہ میں دوسرے اکثر مسائل میں امام ابوحنیفہ رضی اللہ عنہ پر طعن وتشنیع کرتے ہوئے کہتے ہیں کہ وہ حدیث کے خلاف قیاس کو ترجیح دیتے ہیں لیکن چونکہ غیر مقلدین اہل ظواہر کی طرح لکیر کے فقیر ہیں انہیں فقاہت سے ذرہ برابر بھی نصیب نہیں اسی لئے اپنی غلط فہمی اور کم علمی سے الٹا چور کوتوال کو ڈانٹے والا معاملہ کرتے ہیں۔

(باب نمبر ۳۹) حَدِّ الْمَرِيْضِ اَنْ يَّشْهَدَ الْجَمَاعَةَ

مریض کو بیماری کی کس حد تک مسجد میں جماعت کے لئے آنا چاہیئے

حدیث ا: عَنِ اِبْرَاهِيْمَ قَالَ لَاسْوَدُ كُنَّا عِنْدَ عَائِشَةَ فَذَكَرْنَا الْمُوَاظِبَةَ عَلَى الصَّلٰوةِ وَالتَّعْظِيْمَ لَهَا قَالَتْ لَمَّا مَرِضَ النَّبِيُّ ﷺ مَرَضَهُ الَّذِيْ مَاتَ فِيْهِ فَحَضَرَتِ الصَّلٰوةُ فَاُذِّنَ فَقَالَ مُرُوْا اَبَابَكْرٍ فَلْيُصَلِّ بِالنَّاسِ فَقِيْلَ لَهُ اِنَّ اَبَابَكْرٍ رَجُلٌ اَسِيْفٌ اِذَا قَامَ مُقَامَكَ لَمْ يَسْتَطِيْعْ اَنْ يُّصَلِّي بِالنَّاسِ وَاَعَادَ فَاَعَادُوْا لَهُ فَاَعَادَ الثَّالِثَةَ فَقَالَ اِنَّكُنَّ صَوَاحِبُ يُوْسُفَ مُرُوْا اَبَابَكْرٍ فَلْيُصَلِّ بِالنَّاسِ فَخَرَجَ اَبُوْبَكْرٍ يُصَلِّي فَوَجَدَ النَّبِيُّ ﷺ مِنْ نَفْسِهٖ خِفَّةً فَخَرَجَ يُهَادِىْ بَيْنَ رَجُلَيْنِ كَاَنِّي اَنْظُرُ اِلٰى رِجْلَيْهِ تَخُطَّانِ الْاَرْضَ مِنَ الْوَجَعِ فَاَرَادَا اَبُوْبَكْرٍ اَنْ يَّتَاَخَّرَ فَاَوْمَا اِلَيْهِ النَّبِيُّ ﷺ اَنْ مَّكَانَكَ ثُمَّ اُتِيَ بِهٖ حَتّٰى جَلَسَ اِلٰى جَنْبِهٖ فَقِيْلَ لِلْاَعْمَشِ فَكَانَ النَّبِيُّ ﷺ يُصَلِّي وَاَبُوْبَكْرٍ يُّصَلِّي بِصَلٰوتِهٖ وَالنَّاسِ يُصَلُّوْنَ بِصَلٰوةِ اَبِيْ بَكْرٍ فَقَالَ بِرَاسِهٖ نَعَمْ رَوَاهُ اَبُوْدَاوُدَ عَنْ شُعْبَةَ عَنِ

الْاَعْمَشِ بَعْضَهٗ وَزَادَ اَبُوْ مُعَاوِيَةَ جَلَسَ عَنْ يَّسَارِ اَبِیْ بَكْرٍ فَكَانَ اَبُوْبَكْرٍ يُصَلِّیْ قَائِمًا(٥)

ترجمہ: ابراہیم نخعی سے روایت ہے، اسود نے کہا ہم حضرت عائشہ صدیقہ (رضی اللہ عنہا) کے پاس بیٹھے ہوئے تھے۔ہم نے نماز میں مواظبت اور نماز کی عظمت کا ذکر کیا تو حضرت عائشہ (رضی اللہ عنہا) نے فرمایا جب نبی ﷺ اس بیماری میں مبتلا ہوئے جس میں آپ (ﷺ) کا وصال ہوا تو نماز کا وقت ہو گیا اور اذان بھی ہو گئی۔ حضور ﷺ نے فرمایا۔ ابوبکر کو حکم پہنچاؤ کہ وہ لوگوں کو نماز پڑھائیں۔تو آپ (ﷺ) سے کہا گیا کہ ابوبکر نرم دل ہیں۔جب آپ (ﷺ) کے مصلّے پر کھڑے ہوں گے تو وہ لوگوں کو نماز نہ پڑھا سکیں گے۔آپ ﷺ نے یہی فرمایا اور آپ ﷺ کو وہی سابقہ جواب دیا گیا۔پھر تیسری دفعہ آپ ﷺ نے فرمایا تم صواحِب یوسف کی طرح ہو۔ابوبکر کو حکم دو وہ نماز پڑھائیں۔تو ابوبکر رضی اللہ عنہ نماز پڑھانے کے لئے مسجد میں آئے۔پھر حضور ﷺ نے بھی اپنی ناسازئ طبیعت میں سکون پایا۔آپ ﷺ دو آدمیوں کے سہارے جلوہ فرما ہوئے گویا کہ میں آپ ﷺ کے دونوں پاؤں کو دیکھ رہی تھی کہ زمین پر لکیر بناتے جاتے تھے۔حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ نے آپ ﷺ کو دیکھ کر پیچھے ہٹنا چاہا۔حضور ﷺ نے انہیں اپنی جگہ قائم رہنے کا اشارہ کیا۔پھر حضور ﷺ کو حضرت ابوبکر صدیق (رضی اللہ عنہ) کے پہلو میں بٹھا دیا گیا۔اعمش سے کہا گیا۔کیا نبی ﷺ نماز پڑھا رہے تھے اور ابوبکر (رضی اللہ عنہ) کی اقتدا کرتے تھے۔تو انہوں نے سر کے اشارے سے کہا۔ہاں! اس حدیث کا ایک حصہ ابوداؤد نے اس حدیث کے بعض حصے کی روایت شعبہ کے واسطے سے کی ہے اور وہ اعمش سے روایت کرتے تھے۔اور ابومعاویہ نے اس میں اتنی زیادتی کی ہے کہ آں حضور ﷺ، حضرت ابوبکر (رضی اللہ عنہ) کے بائیں طرف بیٹھے اور ابوبکر (رضی اللہ عنہ) کھڑے ہو کر نماز پڑھا رہے تھے۔

حدیث ۲: قَالَتْ عَائِشَةُ لَمَّا ثَقُلَ النَّبِیُّ ﷺ وَاشْتَدَّ وَجْعُهٗ اسْتَاْذَنَ اَزْوَاجَهٗ اَنْ يُّمَرَّضَ فِیْ بَيْتِیْ فَاَذِنَّ لَهٗ فَخَرَجَ بَيْنَ رَجُلَيْنِ تَخُطُّ رِجْلَاهُ الْاَرْضَ وَكَانَ بَيْنَ الْعَبَّاسِ وَبَيْنَ رَجُلٍ اٰخَرَ قَالَ عُبَيْدُاللّٰهِ فَذَكَرْتُ ذٰلِكَ لِابْنِ عَبَّاسٍ مَّاقَالَتْ عَائِشَةُ فَقَالَ لِیْ وَهَلْ تَدْرِیْ مَنِ الرَّجُلُ الَّذِیْ لَمْ تُسَمِّ عَائِشَةُ قُلْتُ لَا قَالَ هُوَ عَلِیُّ بْنُ اَبِیْ طَالِبٍ (رضی الله عنه)(٥)

ترجمہ: عائشہ رضی اللہ عنہا نے فرمایا کہ جب نبی کریم ﷺ بہت بیمار ہو گئے اور تکلیف زیادہ بڑھ گئی تو اپنی ازواج سے اس کی اجازت لی کہ مرض کے ایام میرے گھر میں گزاریں۔ازواج نے اس کی آپ ﷺ کو اجازت دے دی۔پھر آپ ﷺ باہر تشریف لے گئے۔آپ ﷺ کے قدم لڑکھڑا رہے تھے۔آپ ﷺ اس

وقت عباس (رضی اللہ عنہ) اور ایک شخص کے درمیان میں تھے (دونوں حضرات کا سہارا لیئے ہوئے)۔ عبید اللہ نے بیان کیا کہ میں نے اس کا تذکرہ عباس رضی اللہ عنہ سے کیا۔ آپ نے فرمایا اس شخص کو بھی جانتے ہو جن کا نام عائشہ (رضی اللہ عنہا) نے نہیں لیا۔ میں نے کہا نہیں۔ آپ نے فرمایا کہ یہ علی بن ابی طالب (رضی اللہ عنہ) تھے۔

شرح: یہ حدیث شریف بخاری شریف میں بار بار آئی ہے اور آتی رہے گی اور اس کے متعلق یہاں ایک سوال کا جواب عرض کردوں۔ سوال یہ ہے کہ شیعہ ونواصب کہتے ہیں کہ سیدہ عائشہ رضی اللہ عنہا کو حضرت علی رضی اللہ عنہ کے ساتھ رنجش تھی اسی لئے انہوں نے اس وقت ان کا نام لینا بھی گوارہ نہ فرمایا۔

جواب: اس کا تفصیلی جواب فقیر کی ''شرح حدیث افک'' میں پڑھیئے۔ خلاصہ یہ کہ سیدنا علی المرتضی رضی اللہ عنہ کو اس وقت نہ دیکھا تھا کیونکہ وہ دروازہ کے باہر تھے اور سیدنا عباس رضی اللہ عنہ گھر کے اندر، تو پردہ کی وجہ سے انہیں معلوم نہ تھا کہ باہر کون ہے، عدم علمی کی وجہ یہ تھی نہ کہ ان سے بغض یا دشمنی یا رنج (معاذ اللہ)

(باب نمبر ٤٠) الرُّخْصَةِ فِیْ الْمَطَرِ وَالْعِلَّةِ اَنْ یُّصَلِّیَ فِیْ رَحْلِهٖ

بارش اور عذر کی وجہ سے اپنی قیام گاہ میں نماز پڑھ لینے کی اجازت

عَنْ نَافِعٍ اَنَّ ابْنَ عُمَرَ اَذَّنَ بِالصَّلٰوةِ فِیْ لَیْلَةٍ ذَاتِ بَرَدٍ وَّرِیْحٍ ثُمَّ قَالَ اَنَّ رَسُوْلَ اللّٰهِ ﷺ کَانَ یَاْمُرُ الْمُؤَذِّنَ اِذَا کَانَتْ لَیْلَةٌ ذَاتُ بَرْدٍ وَمَطَرٍ یَقُوْلُ اَلَا صَلُّوْا فِی الرِّحَالِ (٥)

ترجمہ: نافع نے خبر دی کہ ابن عمر رضی اللہ عنہ نے ایک ٹھنڈی اور برسات کی رات میں اذان دی اور فرمایا کہ اپنی قیام گاہوں پر ہی نماز پڑھ لو۔ پھر فرمایا کہ نبی کریم ﷺ سردی کی راتوں میں جبکہ بارش ہو رہی ہو موذن کو یہ حکم دیتے تھے کہ وہ اعلان کر دے کہ لوگ اپنی قیام گاہوں میں نماز پڑھ لیں۔

اَنَّ عِتْبَانَ بْنَ مَالِکٍ کَانَ یَؤُمُّ قَوْمَهٗ وَهُوَ اَعْمٰی وَاَنَّهٗ قَالَ لِرَسُوْلِ اللّٰهِ ﷺ یَارَسُوْلَ اللّٰهِ اِنَّهَا تَکُوْنُ الظُّلْمَةُ وَالسَّیْلُ وَاَنَا رَجُلٌ ضَرِیْرُ الْبَصَرِ فَصَلِّ یَارَسُوْلَ اللّٰهِ ﷺ فِیْ بَیْتِیْ مَکَانًا اَتَّخِذُهٗ مُصَلًّی فَجَآءَهٗ رَسُوْلُ اللّٰهِ ﷺ فَقَالَ اَیْنَ تُحِبُّ اَنْ اُصَلِّیَ فَاَشَارَ اِلٰی مَکَانٍ مِنَ الْبَیْتِ فَصَلّٰی فِیْهِ رَسُوْلُ اللّٰهِ ﷺ (٥)

ترجمہ: کہ عتبان بن مالک نابینا تھے لیکن اپنے قبیلہ والوں کے امام تھے۔ انہوں نے رسول اللہ ﷺ سے عرض کیا کہ یارسول اللہ ﷺ تاریکی اور سیلاب کی راتیں ہوتی ہیں اور میری آنکھیں خراب ہیں اس لئے یارسول اللہ ﷺ میرے گھر میں کسی جگہ آپ نماز پڑھ دیں تا کہ میں وہی اپنی نماز کی جگہ بنالوں۔ پھر رسول اللہ ﷺ تشریف لائے۔ اور فرمایا کہ تم کہاں نماز پڑھنا پسند کرو گے۔ انہوں نے گھر میں ایک جگہ کی طرف اشارہ کیا اور رسول اللہ ﷺ نے وہاں نماز پڑھی۔

(باب نمبر ٤١)

هَلْ يُصَلِّي الاِمَامُ لِمَنْ حَضَرَ وَهَلْ يَخْطُبُ يَوْمَ الْجُمُعَةِ فِي الْمَطَرِ

کیا جولوگ آگئے ہیں انہیں کے ساتھ امام نماز پڑھ لے گا۔ اور کیا بارش میں جمعہ کے دن خطبہ دے گا؟

(١) عَبْدَاللهِ بْنِ الْحَارِثِ قَالَ خَطَبَنَا ابْنُ عَبَّاسٍ فِي يَوْمٍ ذِي رَدْغٍ فَاَمَرَ الْمُؤَذِّنَ فَلَمَّا بَلَغَ حَيَّ عَلَى الصَّلٰوةِ قَالَ قُلِ الصَّلٰوةُ فِي الرِّحَالِ فَنَظَرَ بَعْضُهُمْ اِلٰى بَعْضٍ كَاَنَّهُمْ اَنْكَرُوْا فَقَالَ كَاَنَّكُمْ اَنْكَرْتُمْ هٰذَا اِنَّ هٰذَا فَعَلَهُ مَنْ هُوَ خَيْرٌ مِّنِّي يَعْنِي النَّبِيَّ ﷺ اِنَّهَا عَزْمَةٌ وَاِنِّي كَرِهْتُ اَنْ اُخْرِجَكُمْ وَعَنْ حَمَّادٍ عَنْ عَاصِمٍ عَنْ عَبْدِاللهِ بْنِ الْحَارِثِ عَنِ ابْنِ عَبَّاسٍ نَحْوَهُ غَيْرَ اَنَّهُ قَالَ كَرِهْتُ اَنْ اُؤَثِّمَكُمْ فَتَجِيْئُوْنَ تَدُوْسُوْنَ الطِّيْنَ اِلٰى رُكَبِكُمْ(٥)

ترجمہ: عبداللہ بن حارث نے کہا کہ ہمیں ایک دن ابن عباس نے جب کہ بارش کی وجہ سے کیچڑ ہورہا تھا، خطبہ دیا۔ پھر مؤذن کو حکم دیا اور جب وہ حی علی الصلوۃ پر پہنچا تو آپ نے فرمایا کہ کہو آج لوگ نماز اپنی قیام گاہوں میں پڑھ لیں۔ لوگ ایک دوسرے کو (حیرت کی وجہ سے) دیکھنے لگے جیسے اس بات میں کچھ اجنبیت محسوس کررہے ہوں۔ آپ نے فرمایا کہ ایسا معلوم ہوتا ہے کہ تم لوگ اس بات میں کچھ اجنبیت محسوس کررہے ہو۔ ایسا تو مجھ سے بہتر ذات یعنی رسول اکرم ﷺ نے بھی کیا تھا اور میں نے پسند نہیں کیا کہ تمہیں باہر نکالوں اور تکلیف میں مبتلا کروں اور حماد عاصم سے وہ عبداللہ بن حارث سے وہ ابن عباس رضی اللہ عنہما سے اس طرح روایت

کرتے ہیں۔ البتہ انہوں نے اتنا اور کہا کہ مجھے اچھا معلوم نہیں ہوا کہ تمہیں گنہگار کروں اور تم اس حالت میں آؤ کہ مٹی گھٹنوں تک پہنچ گئی ہو۔

(۲) عَنْ اَبِیْ سَلَمَۃَ قَالَ سَاَلْتُ اَبَا سَعِیْدِ نِ الْخُدْرِیَ فَقَالَ جَآءَ تْ سَحَابَۃٌ فَمَطَرَتْ حَتّٰی سَالَ السَّقْفُ وَکَانَ مِنْ جَرِیْدِالنَّخْلِ فَاُقِیْمَتِ الصَّلٰوۃُ فَرَاَیْتُ رَسُوْلَ اللّٰہِ ﷺ یَسْجُدُ فِی الْمَآءِ وَالطِّیْنِ حَتّٰی رَاَیْتُ اَثَرَا لطِّیْنِ فِیْ جَبْھَتِہٖ.

ترجمہ: ابوسلمہ سے کہا کہ میں نے ابوسعید خدری رضی اللہ عنہ سے سوال کیا۔ آپ نے فرمایا کہ بادل آئے اور برسے (مسجد کی) چھت ٹپکنے لگی۔ یہ کھجور کی شاخوں سے بنائی گئی تھی۔ پھر نماز کے لئے اقامت ہوئی۔ میں نے دیکھا کہ نبی کریم ﷺ کیچڑ پر سجدہ کر رہے تھے۔ کیچڑ کا اثر میں نے آپ کی پیشانی مبارک پر بھی دیکھا۔

(۳) قَالَ رَجُلٌ مِّنَ الْاَنْصَارِ اِنِّیْ لَآاَسْتَطِیْعُ الصَّلٰوۃُ مَعَکَ وَکَانَ رَجُلاً ضَخْمًا فَصَنَعَ لِلنَّبِیِّ ﷺ طَعَامًا فَدَعَاہُ اِلٰی مَنْزِلِہٖ فَبَسَطَ لَہٗ حَصِیْراً وَّنَضَحَ طَرَفَ الْحَصِیْرِ فَصَلّٰی عَلَیْہِ رَکْعَتَیْنِ فَقَالَ رَجُلٌ مِّنْ آلِ الْجَارُوْدِ لِاَنَسٍ (رضی اللہ عنہ) اَکَانَ النَّبِیُّ ﷺ یُصَلِّیْ الضُّحٰی قَالَ مَارَاَیْتُہٗ صَلاَّ ھَا اِلَّا یَوْمَئِذٍ(۵)

ترجمہ: انس رضی اللہ عنہ نے کہا کہ انصار میں سے کسی نے عذر پیش کیا کہ میں آپ کے ساتھ نماز میں پیش نہ ہوسکا کروں گا۔ انہوں نے نبی کریم ﷺ کے لئے کھانا تیار کیا اور آپ ﷺ کو اپنے گھر پر دعوت دی۔ انہوں نے ایک چٹائی بچھادی اور اس کے ایک کنارے کو دھودیا۔ آنحضور ﷺ نے اس پر دو رکعتیں پڑھیں۔ آل جارود کے ایک شخص نے انس (رضی اللہ عنہ) سے پوچھا کہ کیا نبی کریم ﷺ چاشت کی نماز پڑھتے تھے۔ تو انہوں نے فرمایا کہ اس دن کے سوا اور کبھی میں نے آپ کو پڑھتے نہیں دیکھا۔

شرح: جہاں اب یہ مسجد نبوی شریف ہے یہ دو یتیم بچوں کا ٹکڑا تھا۔ ان سے خرید کر ۶۲۲ء میں اس کی خود نبی پاک ﷺ نے سنگِ بنیاد رکھی اور کچی اینٹوں سے تیار کی گئی اور اس کی چھت کھجور کی شاخوں سے تھی۔ ستون بھی کھجور کے تنے تھے۔ یہ تھی حضور پاک ﷺ کی اصل مسجد جس میں نماز پڑھنے پر موسم برسات میں پانی ٹپکتا تھا۔ نبی پاک ﷺ نماز پڑھتے تو آپ ﷺ کے سجدہ کے بعد کیچڑ کا اثر آپ ﷺ کی پیشانی مبارک میں محسوس ہوتا تھا۔ اس کے بعد ۱۸ بار تعمیرات کے اضافے ہوئے۔ ہر اضافے میں ہزاروں بدعات شامل ہوئیں مثلاً محراب، مینار، چاردیواری، پھر پکی اور فرش پکا وغیرہ۔ اس سے معلوم ہوا کہ ہر بدعت حرام نہیں۔ فقیر نے رسالہ لکھا ہے "بدعات المساجد"، اس میں تفصیل پڑھیں۔

صلوٰۃ الضحٰی :

اس کا نام نماز چاشت بھی ہے۔ یہ مستحب ہے۔ کم از کم دو اور زیادہ سے زیادہ چاشت کی بارہ رکعتیں ہیں اور افضل بارہ ہیں۔

فضائل: (۱) حدیث میں ہے کہ جس نے چاشت کی بارہ رکعتیں پڑھیں اللہ تعالیٰ جنت میں اس کے لئے سونے کا محل بنائے گا۔ اس حدیث کو ترمذی و ابن ماجہ نے حضرت انس رضی اللہ عنہ سے روایت کیا۔

(۲) صحیح مسلم شریف میں ابوذر رضی اللہ عنہ سے مروی کہ فرماتے ہیں ﷺ آدمی پر اس کے ہر جوڑ کے بدلے صدقہ ہے (اور کل تین سو ساٹھ جوڑ ہیں) ہر تسبیح صدقہ ہے اور ہر حمد صدقہ ہے اور لا الہ الا اللہ کہنا صدقہ ہے اور اللہ اکبر کہنا صدقہ ہے اور اچھی بات کا حکم کرنا صدقہ ہے اور بری بات سے منع کرنا صدقہ ہے اور ان سب کی طرف سے دو رکعت چاشت کی کفایت کرتی ہیں۔

(۳) ابوداؤد و ابوذر سے اور ابوذر او رابودرداء و دارمی نعیم بن ہمار سے اور احمد ان سب سے راوی (رضی اللہ عنہم) فرماتے ہیں ﷺ، اللہ عزوجل فرماتا ہے۔ اے ابن آدم! شروع دن میں میرے لئے چار رکعتیں پڑھ لے آخر دن تک میں تیری کفایت کروں گا۔

(۴) طبرانی ابودرداء رضی اللہ عنہ سے راوی، فرماتے ہیں ﷺ جس نے دو رکعتیں چاشت کی پڑھیں غافلین میں نہیں لکھا جائیگا اور جو چار پڑھے عابدین میں لکھا جائے گا اور جو چھ پڑھے اس دن اس کی کفایت کی گئی اور جو آٹھ پڑھے اللہ تعالیٰ اسے قانتین میں لکھے گا اور جو بارہ پڑھے اللہ تعالیٰ اس کے لئے جنت میں ایک محل بنائے گا اور کوئی دن یا رات نہیں جس میں اللہ تعالیٰ بندوں پر احسان و صدقہ نہ کرے اور اس بندہ سے بڑھ کر کسی پر احسان نہ کیا جسے اپنا ذکر الہام کیا۔

(۵) احمد ترمذی و ابن ماجہ ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے راوی کہ فرماتے ہیں ﷺ جو چاشت کی دو رکعتوں پر محافظت کرے اس کے گناہ بخش دیئے جائیں گے اگر چہ سمندر کے جھاگ کے برابر ہوں۔

مسئلہ: اس کا وقت آفتاب بلند ہونے سے زوال یعنی نصف النہار شرعی تک ہے اور بہتر یہ ہے کہ چوتھائی دن چڑھے پڑھے۔ (عالمگیری، ردالمحتار)

(باب نمبر ۴۲) اِذَا حَضَرَ الطَّعَامَ وَاُقِیْمَتِ الصَّلٰوۃِ

ادھر کھانا حاضر ہے اور اقامت صلوٰۃ بھی ہو رہی ہے

وَکَانَ ابْنُ عُمَرَ یَبْدَاءُ بِالْعِشَآءُ وَقَالَ اَبُو الدَّرْدَاءِ مِنْ فِقْهِ الْمَرْءِ اِقْبَالُهٗ عَلٰی حَاجَتِهٖ یُقْبِلَ عَلٰی صَلٰوتِهٖ وَقَلْبُهٗ فَارِغٌ (٥)

ترجمہ: ابنِ عمر رضی اللہ عنہ پہلے کھانا کھاتے تھے۔ ابو درداء رضی اللہ عنہ فرماتے تھے کہ عقلمندی یہ ہے کہ پہلے آدمی اپنی ضرورت سے فارغ ہو جائے تا کہ جب نماز شروع کرے تو اس کا دل فارغ ہو۔

(١) عَائِشَةَ عَنِ النَّبِیِّ ﷺ اَنَّهٗ قَالَ اِذَا وُضِعَ الْعِشَاءُ وَاُقِیْمَتِ الصَّلٰوۃُ فَابْدَءُ وْابِالْعِشَاءِ (٥)

ترجمہ: عائشہ رضی اللہ عنہا سے سنا وہ نبی کریم ﷺ کے واسطہ سے کہ آپ نے فرمایا اگر شام کا کھانا تیار ہو گیا ہے اور ادھر نماز کے لئے اقامت بھی ہونے لگی تو پہلے کھانے سے فارغ ہونا چاہئے۔

(٢) عَنْ اَنَسِ بْنِ مَالِكٍ اَنَّ رَسُوْلَ اللّٰهِ ﷺ قَالَ اِذَا قُدِّمَ الْعِشَاءُ فَابْدَءُ وْابِهٖ قَبْلَ اَنْ تُصَلُّوْا صَلٰوۃَ الْمَغْرِبِ وَلَا تَعْجَلُوْا عَنْ عِشَائِكُمْ (٥)

ترجمہ: انس بن مالک رضی اللہ عنہ سے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا کہ اگر کھانا حاضر کر دیا گیا تو مغرب کی نماز سے پہلے کھانا کھا لینا چاہئے اور کھانے میں بے مزہ بھی نہ ہونا چاہئے۔

عَنِ ابْنِ عُمَرَ قَالَ قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ ﷺ اِذَا وُضِعَ عَشَآءُ اَحَدِكُمْ وَاُقِیْمَتِ الصَّلٰوۃُ فَابْدَءُ وْا بِالْعِشَاءِ وَلَا یَعْجَلُ حَتّٰی یَفْرُغَ مِنْهُ وَكَانَ ابْنُ عُمَرَ یُوْضَعُ لَهُ الطَّعَامُ وَتَقَامُ الصَّلٰوۃُ فَلَا یَاتِیْهَا حَتّٰی یَفْرُغَ وَاِنَّهٗ لَیَسْمَعُ قِرَآءَةَ الْاِمَامِ (٥)

ترجمہ: عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہ سے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا کہ شام کا کھانا اگر تیار ہو چکا ہو اور اقامت بھی کہی جا چکی تو پہلے کھانا کھا لو اور کھانے میں بے مزہ نہ ہو جاؤ بلکہ پوری طرح فارغ ہو لو۔ ابن عمر کے لئے کھانا رکھ دیا جاتا تھا۔ ادھر اقامت بھی ہو جاتی تھی لیکن آپ کھانے سے فارغ ہونے سے پہلے نماز میں شریک نہیں ہوتے تھے۔ آپ امام کی قرأت برابر سنتے رہتے تھے۔

عَنِ ابْنِ عُمَرَ قَالَ النَّبِیُّ ﷺ اِذَا كَانَ اَحَدُكُمْ عَلَی الطَّعَامِ فَلَا یَعْجَلْ حَتّٰی یَقْضِیَ حَاجَتَهٗ مِنْهُ

وَاُقِيْمَتِ الصَّلٰوةُ(٥)

ترجمہ: ابن عمر رضی اللہ عنہ نے کہا کہ نبی کریم ﷺ نے فرمایا کہ اگر کوئی کھانا کھا رہا ہو، تو جلدی نہ کرے بلکہ پوری طرح کھالے خواہ نماز کھڑی کیوں نہ ہوگئی ہو۔

شرح: عشاء بالکسر، نماز عشاء کا وقت، بالفتح شام کا کھانا۔ ان احادیث مبارکہ سے بعض نفس کے بندے استدلال کرتے ہیں کہ کھانا موجود ہو تو قبل نماز کھانا چاہئے یہ غلط ہے، بلکہ یہ اس وقت ہے کہ جب انسان روزے سے ہو یا بھوک نے اتنا مغلوب کر دیا ہو کہ نماز میں طعام کی خواہش کا غلبہ رہے گا تو پھر بوجہ مجبوری نماز سے پہلے کھالینا جائز ہے۔ چنانچہ مشکل الآثار میں اس کے متعلق ہے کہ یہ روزہ داروں کے حق میں ہے اور خاص مغرب کی نماز سے متعلق بھی کہا گیا ہے۔ ابن عمر کا طرز عمل جو منقول ہے اس کے متعلق بھی کہا گیا ہے کہ آپ اکثر روزہ رکھا کرتے تھے۔ عموماً یہ نفس کے بندے حضرت ابن عمر رضی اللہ عنہ کا ارشاد بھی سنا دیا کرتے ہیں۔ فقیر اویسی غفرلہ ان سے کہا کرتا ہے کہ حضرت ابن عمر رضی اللہ عنہما کا فرمان سر آنکھوں پر لیکن پہلے ابن عمر رضی اللہ عنہما تو بنو کہ کثرت سے روزے رکھو اس کے بعد ان کے ارشاد پر عمل کرو تو کوئی حرج نہیں۔

(باب نمبر ٤٣) اِذَا دُعِيَ الْاِمَامُ اِلَى الصَّلٰوةِ بِيَدِهٖ مَا يَاْكُلُ

جب امام کو نماز کے لئے بلایا جائے اور اس کے ہاتھ میں کھانا ہو

جَعْفَرُ بْنُ عَمْرِو بْنِ اُمَيَّةَ اَنَّ اَبَاهُ قَالَ رَاَيْتُ رَسُوْلَ اللّٰهِ ﷺ يَاْكُلُ ذِرَاعاً يَحْتَزُّ مِنْهَا فَدُعِيَ اِلَى الصَّلٰوةِ فَقَامَ فَطَرَحَ السِّكِّيْنَ فَصَلّٰى وَلَمْ يَتَوَضَّأْ (٥)

ترجمہ: جعفر بن عمرو بن امیہ کے والد نے بیان کیا کہ میں نے رسول اللہ ﷺ کو دیکھا کہ آپ ﷺ دست کا گوشت کاٹ کاٹ کر کھا رہے تھے۔ اتنے میں آپ سے نماز کے لئے کہا گیا۔ آپ ﷺ کھڑے ہو گئے اور چھری ڈال دی، پھر نماز پڑھائی اور وضو نہیں کیا۔

شرح: ٹیڈی مجتہدین بھی فرقہ ظاہریہ کی طرح ہیں بلکہ یہ ان سے دو قدم آگے ہیں۔ وہ مصلحت کا شکار نہ تھے یہ موقع بین ہیں مثلاً اس حدیث شریف سے ان ٹیڈیوں نے استدلال کیا کہ انگریز جو چھری چاقو وغیرہ سے

گوشت روٹی کاٹ کر چھری چاقو کے ذریعے لقمہ منہ میں ڈالتے ہیں یہ اس حدیث سے ثابت ہے حالانکہ اس سے صرف چھری سے کاٹنا ثابت ہے نہ کہ کھانا بھی۔ وہ ایسا ہوتا تھا جیسے ہم پھل فروٹ جیسے امرود، سیب، آم کاٹ کر کھاتے ہیں وہ اس لئے کہ عرب سالم اونٹ بکرا دنبہ پکاتے ہیں۔ پھر اسے چھری وغیرہ سے کاٹ کر کھاتے ہیں اور یہ جائز ہے اور اب بھی وہ دستور قائم ہے۔ لیکن ٹیڈیوں نے انگریزوں اور نئی تہذیب کے دیوانوں کو خوش کرنے کے لئے ان کی حدیث شریف سے تائید کردی۔ جس کی سزا قیامت میں پائیں گے۔ (ان شاء اللہ)

لطیفہ: حضرامیر الملۃ سید جماعت علی شاہ رحمۃ اللہ علیہ محدث علی پوری گاڑی میں سفر فرما رہے تھے۔ آپ کا کھانا پیش ہوا تو ہاتھ دھو کر سنت نبوی ﷺ کے مطابق کھانا تناول فرمایا۔ انگریز نے کہا کہ یہ تو تہذیب کے خلاف ہے اور پھر ہاتھوں میں جراثیم ہوتے ہیں وہ کھانے کیساتھ پیٹ میں چلے جاتے ہیں۔ حضرت امیر الملۃ رحمۃ اللہ علیہ نے فرمایا جیسے میں نے کھایا ہے یہ عین تہذیب ہے اور جراثیم کا وہم بھی ختم، اس لئے کہ ہاتھ دھونے سے جراثیم ختم ہو گئے اس کے بعد ہم ہاتھ صاف کئے بغیر کھانا کھاتے ہیں۔ لیکن انگریز نہ مانا۔ تھوڑی دیر بعد انگریز کا کھانا آیا اس نے چھری کانٹے سے لقمہ اٹھا کر منہ میں ڈالا تو وہ گرم تھا منہ میں لقمہ گیا تو انگریز کی حالت غیر ہوئی، چھری کانٹا بھی منہ میں رہ گیا اس کے بعد تو اس کی جان لبوں پر آگئی، بڑی مشکل سے اس کی جان بچی۔ جب اسے ہوش آیا تو حضرت امیر الملۃ نے فرمایا بتایئے تہذیب تیری اچھی ہے یا میرے آقا محمد مصطفیٰ ﷺ کی۔

(باب نمبر ٤٤) مَنْ كَانَ فِيْ حَاجَةِ اَهْلِهٖ فَاُقِيْمَتِ الصَّلٰوةُ فَخَرَجَ

جو اپنے گھر کی ضروریات میں مصروف ہو کہ اقامت ہوئی اور وہ نماز کے لئے باہر آ گیا

قَالَتْ عَائِشَةَ مَا كَانَ النَّبِيُّ ﷺ يَصْنَعُ فِيْ بَيْتِهٖ قَالَتْ كَانَ يَكُوْنُ فِيْ مُهْنَةِ اَهْلِهٖ تَعْنِيْ خِدْمَةَ اَهْلِهٖ فَاِذَا حَضَرَتِ الصَّلٰوةِ خَرَجَ اِلَى الصَّلٰوةِ (٥) -

ترجمہ: سیدہ عائشہ رضی اللہ عنہا سے کہا کہ رسول اللہ ﷺ اپنے گھر میں کیا کیا کرتے تھے۔ آپ نے فرمایا کہ آں حضور ﷺ اپنے گھر کا معمولی کام کاج خود ہی کیا کرتے تھے اور جب نماز کا وقت ہوتا تو فوراً نماز کے لئے تشریف لے جاتے۔

شرح: حضور نبی پاک ﷺ معلم الکتاب والحکمۃ ہیں، اس لئے امت کیلئے عملی نمونے پیش فرمائے۔ اسی لئے اللہ تعالیٰ نے فرمایا لَقَدْ كَانَ لَكُمْ فِيْ رَسُوْلِ اللّٰهِ اُسْوَةٌ حَسَنَةٌ۔ (پارہ ۲۱، احزاب) بیشک تمہیں رسول اللہ (ﷺ) کی پیروی بہتر ہے۔

''نور العرفان'' میں ہے کہ حضور ﷺ کی زندگی شریف سارے انسانوں کے لئے نمونہ ہے۔ جس میں زندگی کا کوئی شعبہ باقی نہیں رہتا اور یہ بھی مطلب ہو سکتا ہے کہ رب عزوجل نے حضور ﷺ کی زندگی شریف کو اپنی قدرت کا نمونہ بنایا۔ کاریگر نمونے پر اپنا سارا زورِ صنعت صرف کر دیتا ہے۔ معلوم ہوا کہ کامیاب زندگی وہ ہی ہے جو ان کے نقش قدم پر ہو جائے۔ اگر ہمارا جینا مرنا، سونا جاگنا حضور ﷺ کے نقش پر ہو جائے تو یہ سارے کام عبادت بن جائیں۔

اس میں ان کا رد ہے جو دعویٰ تو کرتے ہیں کہ ہم ہیں عاشقان مصطفیٰ ﷺ لیکن عملی صورت بالکل بالعکس، یہ نام کے عاشق ہیں کام کے نہیں اور ان کا بھی رد ہے جو رسول اللہ ﷺ کی عملی زندگی کو اپنی جیسی بشریت پر قیاس کر کے اپنے جیسا مجبور بشر سمجھتے ہیں مثلاً حضور سرورِ عالم ﷺ نے الفقر فخری کے پیش نظر فقر و فاقہ کی زندگی بسر کی تو کہہ دیا کہ بس مجبور ہیں۔ یہ نہ دیکھا کہ وہ چاہیں تو بدل دیں تقدیریں۔ چنانچہ فرمایا لو شِئتُ یصار معی

الجبال ذھبا ۔یعنی میں چاہوں تو سونے کے پہاڑ میرے ساتھ چلتے نظر آئیں۔یہی وجہ ہے کہ یوم ولادت سے لیکر تا وصال دونوں حقیقتیں ظاہر فرمائیں مثلاً ان کے پیدا ہوتے ہی کئی معجزات ظاہر ہوئے اور شیر خوارگی میں کئی خوارق عادت نمودار ہوئے۔گہوارے میں رہ کر چاند کو گھمادیا وغیرہ وغیرہ۔پھر زندگی بھر بشریت کے تقاضے بھی پورے فرمائے اور حقیقت محمدیہ ﷺ بھی ظاہر ہوتی رہی۔

بہر حال آپ ﷺ کی عملی زندگی محض تعلیم کے لئے تھی۔اس کی تفصیل فقیر نے رسالہ ''البشریۃ لتعلیم الامۃ'' میں عرض کردی ہے۔

(باب نمبر ٤٥)

مَنْ صَلّٰی بِالنَّاسِ وَھُوَ لَا یُرِیْدُ اِلَّا اَنْ یُّعَلِّمَھُمْ صَلٰوۃَ النَّبِی ﷺ وَسُنَّتَہٗ

جو شخص نماز پڑھائے اور مقصد صرف لوگوں کو نبی کریم ﷺ کی نماز اور آپ کے طریقے سکھانا ہو

ھٰذَا قَالَ اِنِّیْ لَاُ صَلِّیْ بِکُمْ وَمَا اُرِیْدُ الصَّلٰوۃَ اُصَلِّیْ کَیْفَ رَاَیْتُ النَّبِیَّ ﷺ یُصَلِّیْ فَقُلْتُ لِاَبِیْ قِلَابَۃَ کَیْفَ کَانَ یُصَلِّیْ قَالَ مِثْلَ شَیْخِنَا ھٰذَا وَکَانَ الشَّیْخُ یَجْلِسُ اِذَا رَفَعَ رَاْسَہٗ مِنَ السُّجُوْدِ قَبْلَ اَنْ یَنْھَضَ فِی الرَّکْعَۃِ الْاُوْلٰی (٥)

ترجمہ: مالک بن حویرث ایک مرتبہ ہماری اس مسجد میں تشریف لائے اور فرمایا کہ میں تم لوگوں کو نماز پڑھاؤں گا۔میرا مقصد اس سے صرف یہ ہے کہ تمہیں نماز کا وہ طریقہ بتادوں جس طرح نبی کریم ﷺ نماز پڑھتے تھے۔میں نے ابو قلابہ سے دریافت کیا کہ انہوں نے کس طرح نماز پڑھائی تھی۔انہوں نے فرمایا کہ ہمارے شیخ (عمر بن سلمہ) کی طرح۔شیخ جب سجدہ سے سر اٹھاتے تو کھڑے ہونے سے پہلے بیٹھ لیا کرتے تھے۔

شرح: جلسہ استراحت کا طریقہ یہی ہے کہ سجدہ سے سر اٹھا کر کھڑے ہونے سے پہلے تھوڑی دیر بیٹھ جانا۔یہ امام شافعی رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے جائز رکھا ہے۔غیر مقلدین اکثر مسائل میں انکے مقلد ہیں۔اگرچہ بظاہر تقلید کے منکر ہے۔ہمارے احناف کے نزدیک بہتر ہے کہ یہ نہ کیا جائے۔ابتداء اسلام میں یہ طریقہ تھا پھر متروک ہوگیا۔فقیر کا اس مسئلہ میں ایک رسالہ ہے فیض الودود فی نفی جلسۃ الاستراحۃ بعد السجود۔

جلسۂ استراحت

اس کا طریقہ حدیثِ مذکورہ میں ہے یعنی دوسرے سجدہ سے جب نمازی سر اٹھائے تو ذرا سا بیٹھ کر پھر ہاتھوں سے زمین پر سہارا کر کے دوسری رکعت کے لئے کھڑا ہو۔امام شافعی کا مذہب جلسہ استراحت ہے،غیر مقلدین امام شافعی کی تقلید میں جلسۂ استراحت کرتے ہیں۔ان کی دلیل یہی حدیث ہے۔امام ابوحنیفہ رحمۃ اللہ علیہ بوقتِ ضرورت جائز فرماتے ہیں۔بلاضرورت اسکا ترک افضل ہے۔اس لئے صاحب ہدایہ نے فرمایا کہ مالک بن حویرث رضی اللہ عنہ کی حدیث جس سے امام شافعی رحمۃ اللہ علیہ نے استدلال کیا ہے حضور ﷺ کے زمانہ بڑھاپے پر محمول ہے۔

حضرت امام ابوحنیفہ کی تائید حضرت ابن مسعود وابن عمر وابن عباس وحضرت علی وحضرت عمر وابوالزناد (صحابہ) وامام نخعی وامام مالک وامام احمد وامام اسحاق رضی اللہ عنہم سے ہوتی ہے اور ان تمام کا وہی مذہب ہے جو امام ابوحنیفہ رضی اللہ عنہ کا ہے اور امام ترمذی رحمۃ اللہ علیہ نے فرمایا کہ اہلِ علم ترک جلسہ استراحت کے قائل ہیں۔اور قائلین کی روایات کے جواب میں فرماتے ہیں کہ وہ بوجہ بڑھاپا اور بیماری یا کوئی شرعی عذر یا جواز کے لئے تھا۔مزید تفصیل اور سوالات وجوابات فقیر کے رسالہ **فیض الودود فی نفی جلسة الا ستراحة بعد السجود** میں پڑھئے۔

(باب نمبر ٤٦) اَهْلِ الْعِلْمِ وَالْفَضْلِ اَحِقُّ بِالاِمَامَةِ

اہلِ علم وفضل امامت کے زیادہ مستحق ہیں

عَنْ اَبِیْ مُوْسٰی قَالَ مَرِضَ النَّبِیُّ ﷺ فَاشْتَدَّ مَرْضُهٗ فَقَالَ مُرُوْ آ اَبَابَكْرٍ فَلْيُصَلِّ بِالنَّاسِ قَالَتْ عَـائِشَةُ اِنَّهٗ رَجُلٌ رَقِيْقٌ اِذَا قَامَ مَقَامَكَ لَمْ يَسْتَطِعْ اَنْ يُّصَلِّيَ بِالنَّاسِ قَالَ مُرِیْ اَبَابَكْرٍ فَلْيُصَلِّ بِالنَّاسِ فَعَادَتْ فَقَالَ مُرِیْ اَبَابَكْرٍ فَلْيُصَلِّ بِالنَّاسِ فَاِنَّكُنَّ صَوَاحِبُ يُوْسُفَ فَاَتَاهُ الرَّسُوْلُ فَصَلّٰی بِالنَّاسِ فِیْ حَيٰوةِ النَّبِیِّ ﷺ (٥)

ترجمہ: ابوموسیٰ اشعری رضی اللہ عنہ نے فرمایا کہ نبی کریم ﷺ بیمار ہوئے اور جب مرض نے شدت اختیار کر لی تو آپ ﷺ نے فرمایا کہ ابوبکر (رضی اللہ عنہ) سے کہو وہ نماز پڑھائیں۔اس پر عائشہ رضی اللہ عنہا بولیں کہ وہ رقیق القلب ہیں۔آپ ﷺ کی جگہ کھڑے ہوں گے تو ان کے لیے نماز پڑھانا ممکن نہ ہوگا۔آپ ﷺ نے

فرمایا کہ ابوبکر (رضی اللہ عنہ) کو کہو کہ نماز پڑھائیں۔ حضرت عائشہ نے پھر وہی عذر دہرایا۔ آپ ﷺ نے پھر فرمایا کہ ابوبکر (رضی اللہ عنہ) سے کہو کہ نماز پڑھائیں۔ تم لوگ صواحب یوسف (زلیخا) کی طرح باتیں بناتی ہو۔ آخر ابوبکر (رضی اللہ عنہ) کے پاس آدمی بلانے کے لئے آیا اور آپ نے نبی کریم ﷺ کی زندگی میں نماز پڑھائی۔

عَنْ عَائِشَةَ اُمِّ الْمُؤْمِنِيْنَ اَنَّهَا قَالَتْ اِنَّ رَسُوْلَ اللهِ ﷺ قَالَ فِيْ مَرَضِهِ مُرُوْآ اَبَابَكْرٍ يُصَلِّيْ بِالنَّاسِ قَالَتْ عَائِشَةُ قُلْتُ اِنَّ اَبَابَكْرٍ اِذَا قَامَ فِيْ مَقَامِكَ لَمْ يَسْمِعَ النَّاسَ مِنَ الْبُكَآءِ فَمُرْ عُمَرَ فَلْيُصَلِّ بِالنَّاسِ فَقَالَتْ قُلْتُ لِحَفْصَةَ قُوْلِيْ لَهُ اِنَّ اَبَابَكْرٍ اِذَا قَامَ فِيْ مَقَامِكَ لَمْ يَسْمِعِ النَّاسَ مِنَ الْبُكَآءِ فَمُرْ عُمَرَ فَلْيُصَلِّ لِلنَّاسِ فَفَعَلَتْ حَفْصَةُ فَقَالَ رَسُوْلُ اللهِ ﷺ مَهْ اِنَّكُنَّ لَاَنْتُنَّ صَوَاحِبُ يُوْسُفَ مُرُوْا اَبَابَكْرٍ فَلْيُصَلِّ لِلنَّاسِ فَقَالَتْ حَفْصَةُ لِعَائِشَةَ مَا كُنْتُ لِاُصِيْبَ مِنْكِ خَيْراً (۵)

ترجمہ: وہ عائشہ رضی اللہ عنہا سے کہ آپ ﷺ نے فرمایا کہ رسول اللہ ﷺ نے اپنے مرض الوفات میں فرمایا کہ ابوبکر سے نماز پڑھانے کے لئے کہو۔ عائشہ رضی اللہ عنہا بیان کرتی ہیں کہ میں نے عرض کیا کہ ابوبکر آپ ﷺ کی جگہ کھڑے ہوں گے تو کثرت گریہ سے (قرآن مجید) سنا نہ سکیں گے۔ اس لئے آپ ﷺ عمر رضی اللہ عنہ سے کہیئے کہ وہ نماز پڑھائیں۔ آپ فرماتی تھیں میں نے حفصہ سے کہا کہ وہ کہیں کہ اگر ابوبکر آپ ﷺ کی جگہ کھڑے ہوئے تو گریہ وزاری کی وجہ سے لوگوں کو سنا نہ سکیں گے۔ اس لئے عمر رضی اللہ عنہ سے کہیئے کہ وہ نماز پڑھائیں۔ حفصہ رضی اللہ عنہا (ام المومنین اور حضرت عمر رضی اللہ عنہ کی صاحبزادی) نے اس طرح کہا کہ تو آپ ﷺ نے فرمایا کہ چپ رہو۔ تم صواحب یوسف کی طرح ہو۔ ابوبکر (رضی اللہ عنہ) سے کہو کہ وہ نماز پڑھائیں۔ بعد میں حضرت حفصہ رضی اللہ عنہا نے حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا سے کہا میں نے کبھی تم سے بھلائی نہیں دیکھی۔

اَنَسُ بْنُ مَالِكِ نِ الْاَنْصَارِيُّ وَكَانَ تَبِعَ النَّبِيَّ ﷺ وَخَدَمَهُ وَصَحِبَهُ اِنَّ اَبَا بَكْرٍ كَانَ يُصَلِّيْ لَهُمْ فِيْ وَجَعِ النَّبِيِّ ﷺ تُوُفِّيَ فِيْهِ حَتّٰى اِذَا كَانَ يَوْمُ الْاِثْنَيْنِ وَهُمْ صُفُوْفٌ فِي الصَّلٰوةِ فَكَشَفَ النَّبِيُّ ﷺ سِتْرَ الْحُجْرَةِ يَنْظُرُ اِلَيْنَا وَهُوَ قَائِمٌ كَاَنَّ وَجْهَهُ وَرَقَةُ مُصْحَفٍ ثُمَّ تَبَسَّمَ

يَضْحَكُ فَهَمَمْنَا اَنْ نَّفْتَتِنَ مِنَ الْفَرَحِ بِرُؤْيَةِ النَّبِيِّ ﷺ فَنَكَصَ اَبُوْ بَكْرٍ عَلٰى عَقِبَيْهِ لِيَصِلَ الصَّفَّ وَظَنَّ اَنَّ النَّبِيَّ ﷺ خَارِجٌ اِلَى الصَّلٰوةِ فَاَشَارَ اِلَيْنَا النَّبِيُّ ﷺ اَتِمُّوْا صَلٰوتَكُمْ وَاَرْخَى السِّتْرَ فَتُوُفِّيَ مِنْ يَوْمِهٖ ﷺ (۵)

ترجمہ: کہا کہ مجھے انس بن مالک انصاری رضی اللہ عنہ نے خبر دی۔ آپ نبی کریم ﷺ کی اتباع کرنے والے، آپ ﷺ کے خادم اور صحابی تھے۔ کہ آں حضور ﷺ کے مرض الوفات میں ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ نماز پڑھاتے تھے۔ دوشنبہ کے دن جب لوگ نماز میں صف باندھے کھڑے تھے۔ تو آنحضور ﷺ حجرہ کا پردہ ہٹائے کھڑے ہماری طرف دیکھ رہے تھے۔ چہرہ مبارک قرطاس ابیض کی طرح معلوم ہوتا تھا۔ آپ ﷺ خوشی سے مسکرادیئے۔ ہمیں اتنی مسرت و بے خودی ہوئی کہ خطرہ لاحق ہو گیا تھا کہ کہیں ہم سب نبی کریم ﷺ کو دیکھنے میں نہ مشغول ہو جائیں (نماز پڑھنے میں) ابوبکر رضی اللہ عنہ رجعت قہقری کر کے صف کے ساتھ آملنا چاہتے تھے۔ انہوں نے سمجھا کہ نبی کریم ﷺ نماز کے لئے تشریف لائیں گے۔ لیکن آپ ﷺ نے ہمیں اشارہ کیا کہ نماز پوری کرلو۔ پھر پردہ ڈال دیا۔ آنحضرت ﷺ کی وفات اسی دن ہوئی۔

عَنْ اَنَسٍ قَالَ لَمْ يَخْرُجِ النَّبِيُّ ﷺ ثَلٰثًا فَاُقِيْمَتِ الصَّلٰوةُ فَذَهَبَ اَبُوْبَكْرٍ يَّتَقَدَّمُ فَقَالَ نَبِيُّ اللهِ ﷺ بِالْحِجَابِ فَرَفَعَهٗ فَلَمَّا وَضَحَ وَجْهُ النَّبِيِّ ﷺ مَانَظَرْنَا مَنْظَرًا كَانَ اَعْجَبَ اِلَيْنَا مِنْ وَّجْهِ النَّبِيِّ ﷺ حِيْنَ وَضَحَ لَنَا فَاَوْمَا النَّبِيُّ ﷺ بِيَدِهٖ اِلٰى اَبِيْ بَكْرٍ اَنْ يَّتَقَدَّمَ وَاَرْخَى النَّبِيُّ ﷺ الْحِجَابَ فَلَمْ يُقْدَرْ عَلَيْهِ حَتّٰى مَاتَ (۵)

ترجمہ: انس رضی اللہ عنہ نے فرمایا کہ نبی کریم ﷺ (مرض وفات میں) تین مرتبہ باہر نہیں تشریف لائے تھے۔ نماز قائم کی گئی۔ ابوبکر رضی اللہ عنہ آگے بڑھے اور نبی کریم ﷺ نے (حجرہ مبارک کا) پردہ اٹھایا۔ حضور اکرم ﷺ کا چہرہ دکھائی دیا۔ نبی کریم ﷺ کے روئے مبارک سے زیادہ حسین منظر ہم نے کبھی نہیں دیکھا تھا۔ آپ ﷺ نے ابوبکر رضی اللہ عنہ کو آگے بڑھنے کے لئے اشارہ کیا۔ پھر آپ ﷺ نے پردہ گرایا اور اس کے بعد وفات تک باہر آنے پر قادر نہ ہو سکے۔

حَمْزَةَ بْنِ عَبْدِاللهِ اَنَّهٗ اَخْبَرَهٗ عَنْ اَبِيْهِ قَالَ لَمَّا اشْتَدَّ بِرَسُوْلِ اللهِ ﷺ وَجَعُهٗ قِيْلَ لَهٗ فِي الصَّلٰوةِ فَقَالَ مُرُوْا اَبَابَكْرٍ فَلْيُصَلِّ بِالنَّاسِ قَالَتْ عَائِشَةُ اِنَّ اَبَابَكْرٍ رَجُلٌ رَّقِيْقٌ اِذَا قَرَاَ غَلَبَهُ الْبُكَاءُ قَالَ

مُرُوْهُ فَلْيُصَلِّ فَعَاوَدَتْهُ فَقَالَ مُرُوْهُ فَلْيُصَلِّ فَعَاوَدَتْهُ فَقَالَ مُرُوْهُ فَلْيُصَلِّ اِنَّكُنَّ صَوَاحِبُ يُوْسُفَ تَابَعَهُ الزُّبَيْدِيُّ وَابْنُ اَخِي الزُّهْرِيِّ وَاِسْحٰقُ ابْنُ يَحْيَى الْكَلْبِيُّ عَنِ الزُّهْرِيِّ وَقَالَ عُقَيْلٌ وَّ مَعْمَرٌ عَنْ زُهْرِيِّ عَنْ حَمْزَةَ عَنِ النَّبِيِّ ﷺ (٥)

ترجمہ: حمزہ بن عبداللہ نے خبر دی کہ جب رسول ﷺ کا مرض شدت اختیار کر گیا اور آپ ﷺ سے نماز کے لئے کہا گیا تو آپ ﷺ نے فرمایا کہ ابوبکر سے کہو کہ وہ نماز پڑھائیں۔ عائشہ (رضی اللہ عنہا) نے عرض کیا کہ ابوبکر رقیق القلب ہیں۔ آپ ﷺ کی جگہ قرآن مجید پڑھیں گے تو آنسوؤں پر قابو نہ رہے گا۔ لیکن آپ ﷺ نے فرمایا کہ ان سے کہو کہ نماز پڑھائیں۔ دوبارہ انہوں نے پھر وہی عذر دہرایا۔ آپ ﷺ نے فرمایا کہ ان سے نماز پڑھانے کے لئے کہو۔ تم تو بالکل صواحِب یوسف کی طرح ہو۔ اس حدیث کی متابعت زبیدی اور زہری کے بھتیجے اور اسحٰق بن یحییٰ کلبی نے زہری کے واسطے سے کی ہے اور عقیل اور معمر نے زہری سے وہ حمزہ سے وہ نبی کریم ﷺ سے (یہ حدیث بیان کی ہے)

(باب نمبر ٤٧) مَنْ قَامَ اِلٰى جَنْبِ الْاِمَامِ لِعِلَّةٍ
جو کسی عذر کی وجہ سے امام کے پہلو میں کھڑا ہو

عَنْ عَائِشَةَ قَالَتْ اَمَرَ رَسُوْلُ اللّٰهِ ﷺ اَبَابَكْرٍ اَنْ يُّصَلِّي بِالنَّاسِ فِيْ مَرَضِهٖ فَكَانَ يُصَلِّي بِهِمْ قَالَ عُرْوَةُ فَوَجَدَ رَسُوْلُ اللّٰهِ ﷺ مِنْ نَفْسِهٖ خِفَّةً فَخَرَجَ فَاِنَّمَا اَبُوْبَكْرٍ يَؤُمُّ النَّاسَ فَلَمَّا رَآهُ اَبُوْ بَكْرٍ اِسْتَاخَرَ فَاَشَارَ اِلَيْهِ اَنْ كَمَا اَنْتَ فَجَلَسَ رَسُوْلُ اللّٰهِ ﷺ حِذَآءَ اَبِيْ بَكْرٍ اِلٰى جَنْبِهٖ فَكَانَ اَبُوْ بَكْرٍ يُصَلِّي بِصَلٰوةِ رَسُوْلِ اللّٰهِ ﷺ وَالنَّاسِ يُصَلُّوْنَ بِصَلٰوةِ اَبِيْ بَكْرٍ (٥)

ترجمہ: عائشہ رضی اللہ عنہا سے، آپ نے فرمایا کہ رسول اللہ ﷺ نے مرض وفات میں حکم دیا کہ ابوبکر نماز پڑھائیں۔ اس لیے آپ لوگوں کو نماز پڑھاتے تھے۔ عروہ نے بیان کیا کہ رسول اللہ ﷺ نے کچھ تخفیف محسوس کی اور باہر تشریف لائے اس وقت ابوبکر رضی اللہ عنہ نماز پڑھا رہے تھے۔ انہوں نے جب حضور اکرم ﷺ کو دیکھا تو پیچھے ہٹنا چاہا لیکن آں حضور ﷺ نے اشارے سے انہیں اپنی جگہ رہنے کے لئے کہا۔ رسول اللہ ﷺ ابوبکر رضی اللہ عنہ کے پہلو میں بیٹھ گئے۔ ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ نبی کریم ﷺ کی اقتداء کر رہے تھے اور لوگ ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ کی۔

(باب نمبر ۴۸)

مَنْ دَخَلَ لِيَؤُمَّ النَّاسَ فَجَآءَ الْاِمَامُ الْاَوَّلُ فَتَاَخَّرَ الْاَوَّلُ اَوْلَمْ يَتَاَخَّرْ جَازَتْ صَلٰوتُهٗ فِيْهِ عَائِشَةُ عَنِ النَّبِيِّ ﷺ .

ترجمہ: جولوگوں کو نماز پڑھا رہا تھا کہ پہلے امام بھی آ گئے اب یہ پہلے ہٹیں یا نہ ہٹیں، ان کی نماز ہو جائے گی۔اس سلسلے میں حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا کی ایک حدیث نبی کریم ﷺ کے حوالہ سے ہے۔

عَنْ سَهْلِ بْنِ سَعْدِ السَّاعِدِيِّ اَنَّ رَسُوْلَ اللّٰهِ ﷺ ذَهَبَ اِلٰى بَنِيْ عَمْرِو بْنِ عَوْفٍ لِيُصْلِحَ بَيْنَهُمْ فَحَانَتِ الصَّلٰوةُ فَجَآءَ الْمُؤَذِّنُ اِلٰى اَبِيْ بَكْرٍ فَقَالَ اَتُصَلِّي النَّاسِ فَاُقِيْمَ قَالَ نَعَمْ فَصَلّٰى اَبُوْبَكْرٍ فَجَآءَ رَسُوْلُ اللّٰهِ ﷺ وَالنَّاسُ فِي الصَّلٰوةِ فَتَخَلَّصَ حَتّٰى وَقَفَ فِي الصَّفِّ فَصَفَّقَ النَّاسُ وَكَانَ اَبُوْبَكْرٍ لَا يَلْتَفِتُ فِيْ صَلٰوتِهٖ فَلَمَّا اَكْثَرَ النَّاسُ التَّصْفِيْقَ الْتَفَتَ فَرَاٰى رَسُوْلَ اللّٰهِ ﷺ فَاَشَارَ اِلَيْهِ رَسُوْلُ اللّٰهِ ﷺ اَنِ امْكُثْ مَكَانَكَ فَرَفَعَ اَبُوْبَكْرٍ يَدَيْهِ فَحَمِدَ اللّٰهَ عَلٰى مَا اَمَرَهٗ رَسُوْلُ اللّٰهِ ﷺ مِنْ ذٰلِكَ ثُمَّ اسْتَاْخَرَ اَبُوْ بَكْرٍ حَتّٰى اسْتَوٰى فِي الصَّفِّ وَتَقَدَّمَ رَسُوْلُ اللّٰهِ ﷺ فَصَلّٰى فَلَمَّا انْصَرَفَ قَالَ يَا اَبَابَكْرٍ مَّا مَنَعَكَ اَنْ تَثْبُتَ اِذْ اَمَرْتُكَ فَقَالَ اَبُوْبَكْرٍ مَا كَانَ لِابْنِ اَبِيْ قُحَافَةَ اَنْ يُّصَلِّيَ بَيْنَ يَدَيْ رَسُوْلِ اللّٰهِ ﷺ فَقَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ ﷺ مَالِيْ رَاَيْتُكُمْ اَكْثَرْتُمُ التَّصْفِيْقَ مَنْ نَّابَهٗ شَيْءٌ فِيْ صَلٰوتِهٖ فَلْيُسَبِّحْ فَاِنَّهٗ اِذَا سَبَّحَ الْتُفِتَ اِلَيْهِ وَاِنَّمَا التَّصْفِيْقُ لِلنِّسَآءِ(۵)

ترجمہ: سہل بن سعد ساعدی سے ہے کہ رسول اللہ ﷺ بنی عمرو بن عوف میں (قبا میں) صلح کرانے کے لئے تشریف لے گئے تھے۔وہاں نماز کا وقت ہو گیا۔مؤذن (حضرت بلال رضی اللہ عنہ) نے ابوبکر رضی اللہ عنہ سے آ کر کہا کہ کیا آپ نماز پڑھائیں گے۔اقامت کہی جا چکی اور ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ نے فرمایا کہ ہاں۔ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ نے نماز پڑھائی اور جب رسول اللہ ﷺ تشریف لائے تو لوگ نماز میں تھے۔آپ ﷺ صفوں سے گزر کر پہلی صف میں پہنچے۔لوگوں نے ایک ہاتھ کو دوسرے پر مارا (تا کہ حضرت ابوبکر آں حضور ﷺ کی آمد پر مطلع ہو جائیں) لیکن ابوبکر رضی اللہ عنہ نماز میں کسی طرف توجہ نہیں دیتے تھے۔

جب لوگوں نے پیہم ہاتھ پر ہاتھ مارنا شروع کیا تو آپ متوجہ ہوئے اور رسول اللہ ﷺ کو دیکھا آپ ﷺ نے اشارہ سے انہیں اپنی جگہ رہنے کے لئے کہا۔ اس پر ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ نے اپنے ہاتھ اٹھا کر خدا کی تعریف کی۔ رسول اللہ ﷺ نے انہیں یہ اعزاز بخشا۔ پھر آپ پیچھے ہٹ گئے اور صف میں شامل ہو گئے۔ اس پر نبی کریم ﷺ نے آگے بڑھ کر نماز پڑھائی۔ نماز سے فارغ ہو کر آپ ﷺ نے فرمایا کہ ابوبکر جب میں نے آپ کو حکم دے دیا تھا پھر اپنا کام (امامت) کرتے رہنے سے آپ کیوں رک گئے۔ ابوبکر رضی اللہ عنہ بولے کہ ابو قحافہ کے بیٹے کی یہ حیثیت نہیں تھی کہ رسول اللہ ﷺ کی موجودگی میں نماز پڑھا سکے۔ پھر رسول اللہ ﷺ نے فرمایا کہ عجیب بات ہے۔ میں نے دیکھا کہ تم لوگ تالیاں بجا رہے تھے، اگر نماز میں کوئی بات پیش آئے تو تسبیح کہنی چاہئے کیونکہ جب کوئی تسبیح کہے گا تو اس کی طرف توجہ کی جائے گی اور یہ تالی بجانا عورتوں کے لئے خاص ہے۔

شرح: اس باب سے امام بخاری رحمۃ اللہ علیہ کا مقصد یہ ہے کہ امامت کا زیادہ مستحق کون ہے۔ احناف کے نزدیک عالم قاری سے زیادہ مستحق ہے اس لیے قاری، حافظ بہتر قرأۃ تو کرسکتا ہے لیکن اکثر قرأء و حفاظ مسائل سے ناواقف ہوتے ہیں۔ اسی لئے نماز میں خلل ڈالیں گے۔ مثلاً چار رکعت والی نماز میں التحیات اوّل پر بھول کر کھڑا ہو جائے اگر کھڑے ہونے کے قریب ہو جائے تو واپس نہ لوٹے کیونکہ قیام فرض ہے اور التحیات واجب ہے۔ اس وقت اعلیٰ کو چھوڑ کر ادنیٰ کی طرف لوٹے گا تو مجرم ہوگا۔ اس لئے چاہئے کہ واپس نہ لوٹے بلکہ بعد کو سجدہ سہو کرے۔ یہ عالم فقیہ جانتا ہے ورنہ بہت سے قاریوں، حافظوں کو دیکھا ہے کہ کھڑے ہونے کے بعد مقتدیوں کے انتباہ پر التحیات کے لئے بیٹھ جاتے ہیں۔ اسی لئے قراء و حفاظ اور علماء موجود ہوں تو عالم صحیح العقیدہ اور فقیہ نماز پڑھائے۔ اسی لئے حضور نبی پاک ﷺ نے سیدنا ابوبکر رضی اللہ عنہ کا انتخاب فرمایا حالانکہ صحابہ کرام رضی اللہ عنہم میں بڑے قرأء بالخصوص ابی بن کعب بڑے قاری صحابی رضی اللہ عنہ موجود تھے ان کا انتخاب ہوتا۔ اس سے شیعہ کا خوب رد ہوا کہ خلافتِ بلافصل سیدنا ابوبکر رضی اللہ عنہ کا حق ہے کہ جب ان کیلئے امامت صغریٰ کے لئے خود انتخاب فرمایا حالانکہ اس وقت حضرت علی المرتضیٰ رضی اللہ عنہ بھی موجود تھے، تو اس موقع پر صرف اور صرف سیدنا ابوبکر رضی اللہ عنہ کا انتخاب ہوا۔ حالانکہ ان کی اس امامت صلوٰۃ کے لئے کئی موانع

بھی پیش ہوئے اور اسباب بھی بنے۔ لیکن حضور سرور عالم ﷺ تمام موانع واسباب کو ٹھکرا دیا اور سختی سے سیدنا ابوبکر رضی اللہ عنہ کی امامت پر زور دیا اور تا وصال آپ ہی امام بنے رہے۔ اس میں ثابت فرمایا کہ افضل کے ہوتے مفضول امام نہ ہو۔ امامت کبریٰ کے لئے مزید تفصیل و تحقیق فقیر کی تصنیف ''آئینہ مذہب شیعہ'' میں پڑھیے۔

﴿صواحبِ یوسف﴾

صواحب صاحبہ کی جمع ہے لیکن اس سے صرف بی بی زلیخا رضی اللہ عنہا مراد ہیں اور حدیث مذکور میں بھی صرف سیدہ عائشہ رضی اللہ عنہا مراد ہیں اس لئے کہ عذر کی اصلی مراد آپ ہیں کہ وہی دل میں یہ خیال رکھتی تھیں کہ اگر ان کے والد نماز پڑھائیں تو بعض لوگ غلط تفاؤل کریں گے کہ انہوں نے نماز پڑھائی۔ اس کے بعد حضور سرور عالم ﷺ کا وصال ہو گیا یہ ایک بری بات تھی۔ جو سیدہ عائشہ رضی اللہ عنہا کو گوارہ نہ ہوا تو یہ خیال میں رکھ کر دوسرا عذر کر دیا تو حضور نبی پاک ﷺ دلوں کے راز جانتے ہیں جیسے اہلسنت کا عقیدہ ہے۔ تو وہی فرمایا کہ جس طرح زلیخا کا معاملہ تھا تمہارا بھی وہی ہے۔ اسی لئے جو کچھ ہوا امامت سیدنا ابوبکر رضی اللہ عنہ کے لئے نامزد ہو چکی ہے یہی اللہ تعالیٰ کا ارادہ ہے اور میرا بھی۔ اس سے ایک تو یہ ثابت ہوا کہ حضور نبی پاک ﷺ ظاہر و باطن کو برابر جانتے ہیں دوسرا یہ کہ مخاطب کا صیغہ جمع کا ہو تب بھی مراد وہی ہوتا ہے جو صاحب معاملہ ہو۔ حدیث افک کو یہاں منطبق کیجئے کہ سیدہ عائشہ رضی اللہ عنہا نے حضور ﷺ کو آخری گفتگو میں جمع کا صیغہ استعمال کر کے مراد منافقین لئے ہیں لیکن افسوس کہ دیوبندیوں وہابیوں نے وہاں بھی حضور ﷺ کو لاعلم ثابت کرنے کی کوشش کی ہے (تفصیل و تحقیق دیکھئے فقیر کی تصنیف ''شرح حدیث افک'')

﴿نماز میں تصورِ رسول اللہ ﷺ﴾

ان روایات میں حضور نبی پاک ﷺ کی آخری زندگی مبارک کا آخری منظر یہ ہے کہ سیدنا ابوبکر رضی اللہ عنہ پڑھا رہے تھے اور صحابہ کرام رضی اللہ عنہم ان کے پیچھے نماز میں مشغول تھے تو ان کی آخری نماز کا منظر ملاحظہ فرمانا چاہا کہ کیا ابوبکر صدیق (رضی اللہ عنہ) کی امامت پر جو ہم نے مہر ثبت فرمائی اس میں کسی کو اختلاف تو نہیں۔ چنانچہ اسی باب کی حدیث میں ہے کہ آپ ﷺ نے گھر سے پردہ اٹھایا تو صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کا حال

یہ ہوگیا **فلما وضح وجه النبی** ﷺ جب حضور ﷺ کے چہرہ انور کی روشنی ظاہر ہوئی تو، چاہیے کہ نماز میں دائیں بائیں کسی طرف التفات نہ کرتے لیکن یہاں یہ حال ہے کہ وہ کہتے ہیں **ما نظرنا منظر ا کان اعجب الینا من وجه النبی** ﷺ۔ ہم نے اس وقت جو منظر دیکھا اس سے اچھا منظر کبھی نہیں دیکھا اس سے پہلی روایت میں ہے:

حضرت انس رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ

فکشف النبی ﷺ ستر الحجرة ینظر الینا وهو قائم کان وجه ورقة مصحف ثم تبسم یضحک فهممنا ان نعتتن من الفرح بروؤیة النبی ﷺ. یعنی حضور ﷺ نے حجرۂ اقدس کا پردہ ہٹایا جب کہ آپ کھڑے ہمیں دیکھ رہے تھے گویا آپ ﷺ کا چہرہ انور مصحف کا ورق تھا۔ پھر آپ ﷺ تبسم فرماتے ہوئے ہنسنے لگے۔ ہمیں نبی کریم ﷺ کو دیکھ کر اتنی مسرت و بے خودی ہوئی کہ خطرہ ہوگیا تھا کہ کہیں ہم سب نبی کریم ﷺ کو دیکھنے میں مشغول نہ ہو جائیں۔ (ترجمہ تفہیم دیوبندی)

سیدنا ابوبکر رضی اللہ عنہ کا حال

مذکورہ بالا حال صحابہ کرام کا سن لیا ادھر امامِ نماز سیدنا ابوبکر رضی اللہ عنہ کا یہ حال تھا کہ بحالت نماز رجعتِ قہقری کر کے صف کے ساتھ آملنا چاہتے تھے انہوں نے سمجھا کہ آپ ﷺ نماز کے لئے تشریف لائیں گے۔

تبصرہ اویسی غفرلہ:

یہ سب کچھ کیوں ہوا حالانکہ حالتِ نماز میں صدیق اکبر رضی اللہ عنہ تو اتنا محو ہوتے کہ دائیں بائیں کی خبر نہیں اور صحابہ کرام بھی نماز کے معاملہ میں کیسی محویت رکھتے تھے اور طرفہ یہ کہ صدیق اکبر رضی اللہ عنہ محراب النبی ﷺ میں نماز پڑھا رہے تھے جو حجرہ اقدس کے دروازہ سے فاصلہ پر ہے اور دوسرے صحابہ کرام بھی اپنی نمازوں میں ریاض الجنۃ کے علاوہ دوسری صفوں میں سرکار مدینہ ﷺ کے حجرہ اقدس کے دروازہ سے فاصلہ پر تھے کوئی زیادہ دور کوئی نزدیک لیکن یہ ضرور ہوا کہ حضور ﷺ کے لئے وہ نماز کی پابندیوں اور آداب سے بے نیاز ہو کر نماز میں ہی درِ مصطفیٰ ﷺ کو تکتے تھے۔ جب حضور علیہ السلام تشریف لائے تو آپ کے نظارۂ دیدار سے نماز میں ہی بے خود ہوگئے۔ ثابت ہوا کہ جملہ فرائض فروع ہیں اصل الاصول بندگی اس تاجور کی ہے

اسی لیے اہل حق یعنی اہلسنت بریلوی ویسے تو ہر وقت تصورِ رسول ﷺ میں ڈوبے رہتے ہیں بالخصوص

حالتِ تشہد میں تو ان کا تو تصور رسول اللہ ﷺ ہی مطمح نظر ہوتا، بخلاف دیوبندی وہابی ٹولی کے وہ کہتے ہیں کہ نماز میں حضور علیہ السلام کا تصور آجائے تو (معاذ اللہ) گدھا، بیل اور عورت سے مجامعت (جماع) کے تصور سے بدتر ہے (توبہ، استغفر اللہ (صراط مستقیم)۔ اس پر تبصرہ آئے گا پہلے اس کے متعلق اسلاف صالحین کی تصریحات ملاحظہ ہوں۔ یاد رہے کہ ہر نفل و سنت کی ہر دوسری رکعت میں اور فرض کے ہر دوسرے قعدہ میں التحیات کا پڑھنا واجب ہے۔ اگر کوئی عمداً چھوڑ دے تو نماز فاسد ہو جاتی ہے۔ تو اسی التحیات کو ہر نماز میں پڑھتے ہیں۔ **السلام علیک ایھا النبی** الخ۔ یعنی سلام ہو تم پر اے نبی اکرم ﷺ۔

فائدہ: التحیات میں صیغۂ خطاب ہے اور پھر ایھا حرف ندائیہ استعمال کیا گیا ہے کہ ضمیر خطاب اور حرف نداء کہہ رہا ہے کہ تم اپنے نبی کو حاضر و ناظر سمجھ کر اپنی نمازوں کو قبول کراؤ۔ امام غزالی رحمۃ اللہ علیہ اپنی مقبول کتاب احیاء العلوم شریف جلد اوّل باب چہارم فصل سوم نماز کی باطنی شرائط میں فرماتے ہیں۔ **منھا احضوفی قلبک النبی علیہ السلام و شخصہ رسول الکریم و قل السلام علیک ایھا النبی!** یعنی اپنے دل میں نبی کریم ﷺ کی ذات پاک کو حاضر و ناظر جان کر عرض کر السلام علیک۔ الخ۔ ہمارے احناف رحمھم اللہ تعالیٰ بھی اس بات کی تصریح فرماتے ہیں کہ التحیات میں نمازی کا یہ خیال ہو کہ میں ہدیۂ در بارگاہ رسالت ﷺ میں سامنے حاضر ہو کر پیش کر رہا ہوں۔ چنانچہ ذیل کی چند عبارات حاضر ہیں۔

(۱) **(ویقصد بالفاظ الشھد) معانیھا مرادۃ لہ علی وجہ (الانشاء) کانہ یحیی اللہ تعالیٰ و یسلم علی نبیہ وعلی نفسہ و اولیاہ (لا) الاخبار عن ذلک ذکرہ فی المجتبیٰ و ظاھرہ ان ضمیر علینا للحاضرین لاحکایۃ سلام اللہ۔** (درمختار جلد اوّل، صفحہ ۴۷۶)

ترجمہ: نمازی الفاظ تشہد سے ان معانی کا ارادہ کرے جو اس کی مراد ہے اور یہ علیٰ وجہ الانشاء ہو گویا کہ وہ اللہ تعالیٰ کی بارگاہ میں تحفے پیش کر رہا ہے اور اپنے نبی اکرم ﷺ پر اور خود اپنی ذات اور اولیاء اللہ پر سلام پیش کر رہا ہے اخبار اور حکایت سلام کی نیت ہرگز نہ کرے۔ اس کو مجتبیٰ میں ذکر کیا۔ اور اس کا ظاہر مفہوم یہ ہے کہ علینا کی ضمیر تمام حاضرین کے لئے ہے۔ (سلام تشہد بہ نیت انشاء کہا جائے) اللہ تعالیٰ کے سلام کی نقل و حکایت کا ارادہ نہ ہو۔

(۲) **ولا بد عن ان یقصد بالفاظ التشھد معانیھا التی وضعت لھامن عندہ کانہ یحیی اللہ تعالیٰ ویسلم علی النبی ﷺ وعلی نفسہ و اولیاء اللہ تعالیٰ کذافی الزاھدی و عالمگیری۔**

ترجمہ: نمازی کے لئے الفاظ تشہد کے معانی موضوعہ کا اپنی طرف سے بطور انشا مراد لینا اوران کا قصد کرنا ضروری ہے۔گویا کہ وہ اللہ کو تحفے پیش کررہا ہے۔اور نبی کریم ﷺ اوراپنی ذات پر واولیاء کرام پر سلام عرض کررہا ہے۔(مطبوعہ ہند صفحہ ۳۲۷ جلد۱)

(۳) اشعۃ اللمعات کتاب الصلوٰۃ باب التشہد اور مدارج النبوۃ جلد اول،صفحہ ۱۳۵،باب پنجم ذکر فضائل آں حضرت ﷺ میں شیخ عبدالحق محدث دہلوی فرماتے ہیں:

''وبعضے عرفا گفتہ اند کہ ایں خطاب بجہت سریاں حقیقت محمدیہ است درذرائر موجودات وافراد ممکنات پس آں حضرت درذرات مصلیاں موجود وحاضراست پس مصلی را باید کہ ازیں معنی آگاہ باشد وازیں شہود غافل نہ بود تا انوار قرب واسرار معرفت منور فائز گردد''۔

ترجمہ: بعض عارفین نے کہا ہے کہ التحیات میں یہ خطاب اس لئے ہے کہ حقیقت محمدیہ موجودات کے ذرہ ذرہ میں اور ممکنات کی ہر فرد میں سرایت کئے ہے۔پس حضور علیہ السلام نمازیوں کی ذات میں موجود وحاضر ہیں۔ نمازی کو چاہئے کہ اس معنی سے آگاہ رہے اوراس شہود سے غافل نہ ہو۔تا کہ قرب کے نوراور معرفت کے بھیدوں سے کامیاب ہوجائے۔

احیاء العلوم جلد اول باب چہارم فصل سوم نماز کی باطنی شرطوں میں امام غزالی رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں۔

وَاَحْضِرْ فِیْ قَلْبِکَ النَّبِیَّ عَلَیْهِ السَّلَامُ وَشَخْصَهُ الْكَرِیْمَ وَقُلْ اَلسَّلَامُ عَلَیْکَ اَیُّهَاالنَّبِیُّ وَرَحْمَةُ اللّٰهِ وَبَرَکَاتُهٗ.

اوراپنے دل میں نبی علیہ السلام کواورآپ ﷺ کی ذات پاک کوحاضر جانواورکہو: اَلسَّلَامُ عَلَیْکَ اَیُّهَا النَّبِیُّ وَرَحْمَةُ اللّٰهِ وَبَرَکَاتُهٗ.

اسی طرح مرقاۃ باب التشہد میں ہے۔مسک الختام میں نواب صدیق حسن خان بھوپالی وہابی صفحہ ۲۴۳ پر وہی عبارت لکھتے ہیں جو ہم نے ابھی اشعۃ اللمعات کی التحیات کے بارے میں لکھی۔کہ نمازی کو چاہئے کہ حضور ﷺ کوحاضروناظر جان کرالتحیات میں سلام کرے۔پھر یہ شعر لکھتے ہیں۔

در راہ عشق مرحلۂ قرب وبعد نیست ☆ می بینمت عیاں ودعا می فرستمت

یعنی عشق کی راہ میں دُوروقریب کی منزل نہیں ہے۔میں تم کودیکھتاہوں اوردعا کرتا ہوں۔

علامہ شیخ محمد فرماتے ہیں:

ترجمہ: حضور علیہ السلام کو نماز میں خطاب کیا گیا شاید کہ یہ اس طرح اشارہ ہے کہ اللہ تعالیٰ آپ کی امت میں سے نمازیوں کا حال آپ پر ظاہر فرما دیتا ہے حتیٰ کہ آپ ﷺ مثل حاضر کے ہوتے ہیں۔ اس کے اعمال کو سمجھنے میں اور اس لئے کہ آپ کا حاضری کا خیال زیادتی خشوع وخضوع کا سبب ہو جائے۔

فائدہ: اسی طرح بے شمار محدثین وفقہا کی عبارات میں تصریح ہے **السلام علیک ایھا النبی ورحمۃ اللہ الـــخ** کے وقت امتی ایسے ارادہ پر سلام عرض کرے کہ آپ ﷺ کے حضور آمنے سامنے سلام عرض کر رہا ہے۔ لیکن وہابی دیوبندی اپنی بدبختی سے کہتے ہیں کہ یہاں بطور حکایت سلام عرض کرے۔ اس دعویٰ میں ایک حدیث بیان کرتے ہیں کہ ایسے ہی حضور علیہ السلام اور اللہ تعالیٰ کا مکالمہ ہوا بس وہی حکایت ہے نہ کہ حضور ﷺ سامنے اور حاضر ہوتے ہیں۔ تفصیل فقیر کی تصنیف ''رفع الحجاب'' میں پڑھئے۔ خلاصہ یہ کہ حکایت معراج حدیث کے لئے العرف الشذی ان کے مولوی انور کشمیری نے لکھا ہے وہ روایت من گھڑت اور موضوع ہے۔ بہر حال ان کا ہیر پھیر بے کار ہے۔ حقیقت یہ ہے کہ حضور ﷺ نہ صرف تشہد کے وقت بلکہ ہر وقت ہر آن ہر جگہ حاضر وناظر ہیں چنانچہ:

تفسیر روح البیان سورہ ملک کے آخر میں ہے **قَالَ الاِمَامُ الْغَزَّالِیْ وَالرَّسُوْ لُ عَلَیْہِ السَّلَامُ لَہُ الْخَیَارُ فِیْ طَوَافِ الْعَالَمِ مَعَ اَرْوَاحِ الصَّحَابَۃِ لَقَدْ رَاٰہُ کَثِیْرٌ مِنَ الاَوْلِیَآءِ.**

ترجمہ: امام غزالی نے فرمایا ہے کہ حضور ﷺ کو دنیا میں سیر فرمانے کا اپنے صحابہ کرام کی روحوں کے ساتھ اختیار ہے۔ آپ ﷺ کو بہت سے اولیاء اللہ نے دیکھا ہے۔

انتباہ الاذکیاء فی حیاۃ الاولیاء میں علامہ جلال الدین سیوطی صفحہ ۷ پر فرماتے ہیں:

اَلنَّظَرُ فِیْ اَعْمَالِ اُمَّتِہٖ وَالاِسْتِغْفَارُ لَھُمْ مِنَ السَّیِّئَاتِ وَالدُّعَاءُ بِکَشْفِ الْبَلَاءِ عَنْھُمْ وَالتَّرَدُّدُ فِیْ اَقْطَارِ الاَرْضِ وَالْبَرَکَۃِ فِیْھَا وَحُضُوْرُ جَنَازَۃٍ مِنْ صَالِحِیْ اُمَّتِہٖ فَاِنَّ ھٰذِہٖ الاُمُوْرُ مِنْ اَشْغَالِہٖ کَمَا وَرَدَتْ بِذٰلِکَ الْحَدِیْثُ وَالآثَارُ .

ترجمہ: اپنی امت کے اعمال میں نگاہ رکھنا، ان کے لئے گناہوں سے استغفار کرنا، ان سے دفع بلا کی دعا کرنا، اطراف زمین آنا جانا یہ امور حضور ﷺ کا شغل ہیں جیسے احادیث میں آیا ہے۔

انکشاف:

دیوبندی وہابی ٹولہ کے امام اسماعیل دہلوی نے صاف لکھدیا کہ نماز میں حضور ﷺ کا تصور (معاذ اللہ) جماع عورت اور گدھے بیل کے تصور سے برا ہے چنانچہ لکھتا ہے: "آرے بمقتضائے ظلمات بعضھا فوق بعض، ازوسوسۂ زنا خیال مجامعت زوجۂ خود بہتر است و صرفِ ہمت بہ سوئے شیخ و امثال آں از معظمین گو جناب رسالت مآب باشند بچندیں مرتبہ بد تر ازا استغراق در صورتِ گائو خر خود است کہ خیال آں باتعظیم واجلال بہ سویدائے دل انسان می چسید بخلاف خیالِ گائوخر کہ نہ آں قدر چسیدگی بودنہ تعظیم بلکہ مہمان ومحقری بود وایں تعظیم واجلال غیر کہ در نماز ملحوظ و مقصودمی شود بہ شرک می کشد"۔(صراط مستقیم، فارسی ص ۹۵)

عقائدِ دیوبند

اسماعیل دہلوی جوفرقہ دیوبند کا مُسلّم امام ہے اس کی کتاب کی عبارت مذکورہ سے بلاتاویل چند عقیدے ثابت ہوتے ہیں۔

(۱) نماز میں بزرگوں کا خیال حتّٰی کہ سید الانبیاء ﷺ کی طرف توجہ کرنا ان حضرات کے نزدیک ظلمت بالائے ظلمت ہے۔

(۲) زنا کے وسوسے سے اپنی بیوی سے صحبت کرنے کا خیال کرتے رہنا بہتر ہے۔ جب بہتر ہے تو اس میں کوئی مضائقہ نہ ہوا، لہٰذا وہابی حضرات نماز میں یہ بہتر کام ضرور کرتے رہتے ہونگے۔

(۳) نماز میں گدھے بیل کی صورت کے خیال میں ہمہ تن ڈوبے رہنے سے بھی کسی بزرگ کی طرف توجہ کرنا بدر جہا بدتر ہے۔ خواہ توجہ نبی کریم ﷺ کی طرف ہی کیوں نہ کی ہو۔

(۴) نماز میں دیگر بزرگوں یا سرورکون مکاں ﷺ کی طرف بالکل توجہ نہیں کرنی چاہیے۔

(۵) بزرگوں کی تعظیم اتنی بُری چیز ہے کہ اس نے ان حضرات کی طرف توجہ کرنے کو گدھے بیل کے خیال میں

سراپا ڈوبے رہنے سے بھی کتنے ہی درجے بدتر بنا دیا۔

(٦) نماز میں بزرگوں کا خیال، جس کے ساتھ تعظیم و اجلال ہو شرک ہے۔

اعذار لنگ از فضلائے دیو بند:

(ا) مولوی منظور دیو بندی نے اس کا جواب لکھا کہ صراط مستقیم حضرت اسماعیل شہید کی کوئی مستقل تصنیف نہیں ہے۔ آپ کے پیرو مرشد حضرت سید احمد کے ملفوظات کا مجموعہ ہے۔ چنانچہ اس کے دیباچہ میں اس کی تصریح موجود ہے۔

جـــواب اویســـی: (i) کتاب صراط مستقیم طرز تحریر کے لحاظ سے بھی قطعاً ملفوظات کی کتاب معلوم نہیں ہوتی۔ اس لئے کہ وہابیوں دیو بندیوں کو اعتراف ہے کہ سید احمد بریلوی جاہل مطلق اور پرلے درجے کا غبی تھا۔ اور صراط مستقیم علمی کتاب ہے اس کا طرز تحریر بتاتا ہے کہ یہ اسماعیل دہلوی کی تصنیف ہے۔ سید احمد بریلوی کی غباوت اور اس کا علمی حال فقیر کے رسالہ ''تصورِ رسول اور نماز'' میں پڑھئے۔

جـــواب (ii) مُرتّب اسمٰعیل صاحب ذمہ دار تو ہیں اسی وجہ سے ہر ایک وہابی دیو بندی طابع اور ناشر اس کتاب کو دہلوی جی کی تصانیف میں شمار کرتا آیا ہے۔

عـــذر (٢) عبارتِ مذکورہ سے شاہ اسماعیل کو کوئی تعلق نہیں اس لئے کہ صراط مستقیم کے کل چار باب ہیں جن میں سے باب اول اور باب چہارم حضرت شہید کے مُرتّبہ ہیں اور باب دوم اور سوم کو مولانا عبدالحئی صاحب داماد حضرت شاہ عبدالعزیز صاحب دہلوی نے ترتیب دیا ہے گویا ان میں شاہ صاحب کی ترتیب کو بھی دخل نہیں ہے۔ چنانچہ جس عبارت پر بہتان کی بنیاد ہے وہ باب دوم میں ہے۔

جواب اویسی: مانا جامع ملفوظ اور ہے لیکن کتاب کی ترتیب میں تو اسماعیل دہلوی بھی شریک ہے تو اس معنی پر صاحبِ ملفوظ اور جامع اور مرتب ہر تینوں مجرم ہیں بلکہ اس عبارت کو گستاخی مان کر اس کی تاویلیں گھڑ کر تمام دیو بندی اس جرم میں برابر کے شریک ہیں۔

تاویل فاسد (١): عبارت مذکورہ کو صحیح مان کر فرقۂ دیو بندی کا وکیل مولوی منظور سنبھلی اس کی تاویل کرتا ہے کہ ''نماز میں پیش آنے والے خیالات کے مختلف درجے ہوتے ہیں یہاں انہیں کے متعلق فرماتے ہیں کہ تمام وسوسے ایک ہی درجے کے نہیں ہوتے بلکہ ان میں فرق مراتب ہے۔ چنانچہ زنا کا وسوسہ اپنی بیوی کی مجامعت

کے خیال سے زیادہ بُرا ہے۔اور اپنی تمام تر توجہ کو ہر طرف سے پھیر کر شیخ یا کسی اور بزرگ ہستی کی طرف گو کہ جناب رسالت مآب ﷺ ہی کیوں نہ ہوں، لگا دینا یعنی بہ حالت نماز وہی شغل برزخ کرنا یعنی طبیعت کو ہر طرف سے پھیر کرحتی کہ حق تعالیٰ کی طرف سے بھی ہٹا کر کامل یکسوئی کے ساتھ کیا جائے تو نمازی مسلمان کے دل میں ان واجب الاحترام ہستیوں کی انتہائی عظمت ومحبت ہوتی ہے۔لہٰذا جب وہ ان سے لو لگائے گا اور شغل برزخ کی مذکورہ بالا شکل کے مطابق ان کی صورت کو دل میں جمائے گا تو وہ مقدس صورت دل کی گہرائیوں میں پیوست ہو جائے گی اور تعظیم کے وہ جذبات جو اس وقت حق تعالیٰ سے وابستہ ہونے چاہئے تھے اس مقدس ہستی کی اس خیالی صورت سے وابستہ ہو جائیں گے تو اس قسم کی تعظیم کو بالخصوص نماز کی حالت میں مقصود اصلی بنالینا شرک تک لے جاتا ہے۔۔۔انتہی بلفظہٖ

جواب اویسی : اس کا کیا جواب لکھوں یہ تو ایسے ہے کہ کوئی کسی کو گالی دے کر پھر کہے اس سے میری مراد احترام ہے۔مثلاً کسی کو کہہ دے تو حرام زادہ ہے۔پھر کہے حرام سے میری مراد محترم ہے وغیرہ وغیرہ۔

تاویل(۲) وہابی صوفی بن کر اس عبارت کی تاویل میں لکھتا ہے کہ ''صراط مستقیم کا اصل موضوع تصوف اور تزکیہ نفس ہے اور عام طور پر اس میں صوفیائے کرام کی اصطلاحات ہیں۔

جواب اویسی: اِنَّا لِلّٰهِ وَاِنَّا اِلَیْهِ رَاجِعُوْنَ دیوبندیوں کی تصوف یہی ہے کہ حضور نبی پاک ﷺ کا نماز میں خیال وتصور گدھے اور زنا وغیرہ سے بدتر ہے(**لاحول ولاقوۃ الا باللہ**)طرفہ یہ کہ اس اصطلاح کو حضرت شاہ ولی اللہ محدث دہلوی رحمہ اللہ کی طرف منسوب کیا ہے۔یہ ان پر سراسر بہتان ہے۔ان کی کسی تصنیف میں اس قسم کی تصوف نہیں۔یہ ان کا اپنا خانہ ساز بہتان ہے جیسا کہ ان کی عادت ہے۔ورنہ صحابہ کرام رضی اللہ عنہم سے بڑھکر صوفی کون ہوسکتا ہے کہ وہ نماز میں صرف تصور نہیں بلکہ چشمِ سر سے دیکھ رہے ہیں اور نماز کی پرواہ کئے بغیر وہی کر رہے ہیں جو ایک عاشق کو اپنے محبوب کے لئے کرنا چاہئے۔مزید تفصیل فقیر کی تصنیف ''**رفع الحجاب عن تشهد اهل الحق و اهل الغراب**'' میں پڑھئے۔

نماز میں تالی بجانا:

اس واقعہ میں بھی اہلسنت کی تائید ہے کہ جب حضور ﷺ نماز کے لئے تشریف لائے تو سیدنا ابوبکر رضی اللہ عنہ کو آگاہ کرنے کے لئے آگاہ کیا۔یہ اسی لئے تو تھا کہ حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ کو حضور ﷺ کی تشریف آوری کا علم ہو کیونکہ وہ نماز میں ایسے محو ہوتے تھے کہ دنیا و مافیہا سے بے خبر ہو جاتے۔چنانچہ آپ ﷺ کی

تشریف آوری پر امامت کی جگہ چھوڑنے لگے، یہ سب کچھ نماز میں نبی کریم ﷺ کی تعظیم کے لئے ہو رہا ہے۔ اسی تعظیم کے شکریہ میں سیدنا ابوبکر رضی اللہ عنہ نے ہاتھ اٹھا کر اللہ تعالیٰ کی حمد کی۔ جن لوگوں نے نماز میں حضور ﷺ کی تعظیم کی نفی کر کے تصور تک کو حرام کا فتویٰ دیا، وہ عشقِ صحابہ رضی اللہ عنہم کے راز سے محروم ہیں۔

فائدہ: اس حدیث کا واقعہ ۸ھ کا ہے۔ یاد رہے کہ حضور ﷺ نے بھی متعدد مواقع پر بعض صحابہ کی اقتداء میں نماز ادا فرمائی تھی۔ ایک مرتبہ غزوۂ تبوک کے موقع پر جب امام عبدالرحمٰن بن عوف رضی اللہ عنہ تھے۔ دوسری مرتبہ قبا میں صلح کرانے کے لئے جب گئے تھے۔ تیسری مرتبہ مرض الوفات میں ابوبکر رضی اللہ عنہ کی امامت میں جس واقعہ کا حدیث میں ذکر ہے۔ اس کی بعض تفصیلات یہ ہیں کہ آں حضور ﷺ نے خود ہدایت فرمائی تھی کہ اگر صلح کرانے میں دیر ہو اور نماز کا وقت ہو جائے تو ابوبکر (رضی اللہ عنہ) سے نماز پڑھانے کے لئے کہنا۔

(باب نمبر ٤٩)

اِذَا اسْتَوَوْا فِی الْقِرَآءَةِ فَلْیَؤُمُّهُمْ اَكْبَرُهُمْ

جب جماعت کے تمام لوگ قرأت میں برابر ہوں تو امامت سب سے بڑی عمر والا کرے

عَنْ مَالِكِ بْنِ الْحُوَیْرِثِ قَالَ قَدِمْنَا عَلَى النَّبِیِّ ﷺ وَنَحْنُ شَبَبَةٌ فَلَبِثْنَا عِنْدَهٗ نَحْوًا مِنْ عِشْرِیْنَ لَیْلَةً وَكَانَ النَّبِیُّ ﷺ رَحِیْمًا فَقَالَ لَوْ رَجَعْتُمْ اِلٰى بِلَادِكُمْ فَعَلَّمْتُمُوْهُمْ مُرُوْهُمْ فَلْیُصَلُّوْا صَلٰوةَ كَذَا فِیْ حِیْنَ كَذَا وَصَلٰوةَ كَذَا فِیْ حِیْنَ كَذَا فَاِذَا حَضَرَتِ الصَّلٰوةُ فَلْیُؤَذِّنْ لَكُمْ اَحَدُكُمْ وَلْیَؤُمَّكُمْ اَكْبَرُكُمْ(٥)

ترجمہ: مالک بن حویرث نے بیان کیا کہ ہم نبی کریم ﷺ کی خدمت میں حاضر ہوئے۔ ہم سب نوجوان تھے۔ تقریباً بیس دن ہم آپ ﷺ کی خدمت میں ٹھہرے۔ حضور ﷺ بڑے رحمدل تھے۔ آپ ﷺ نے فرمایا

جب تم لوگ اپنے گھروں کو جاؤ تو قبیلے والوں کو دین کی باتیں بتانا اوران سے نماز پڑھنے کے لئے کہنا کہ فلاں نماز فلاں وقت پڑھیں اور جب نماز کا وقت ہو جائے تو کوئی ایک اذان دے اور جو بڑا ہو وہ نماز پڑھائے۔

(باب نمبر ۵۰) اِذَازَارَ الاِمَامُ قَوْمًا فَاَمَّهُمْ

جب امام کسی قوم کے یہاں گیا اور انہیں نماز پڑھائی

عِتْبَانَ بْنَ مَالِكِ نِ الْاَنْصَارِيِّ قَالَ اسْتَاْذَنَ النَّبِيُّ ﷺ فَاَذِنْتُ لَهٗ فَقَالَ اَيْنَ تُحِبُّ اَنْ اُصَلِّيَ مِنْ بَيْتِكَ فَاَمَرْتُ لَهٗ اِلَى الْمَكَانِ الَّذِيْ اُحِبُّ فَقَامَ وَصَفَفْنَا خَلْفَهٗ ثُمَّ سَلَّمَ وَسَلَّمْنَا(٥)

ترجمہ: عتبان بن مالک رضی اللہ عنہ نے بیان فرمایا کہ رسول اللہ ﷺ نے اجازت چاہی اور میں نے آپ ﷺ کو اجازت دی۔ آپ ﷺ نے دریافت فرمایا کہ اپنے گھر کس جگہ تم پسند کرو گے میں نماز پڑھوں۔ میں جہاں چاہتا تھا اس کی طرف میں نے اشارہ کیا۔ پھر آپ ﷺ کھڑے ہو گئے اور ہم نے آپ ﷺ کے پیچھے صف باندھ لی۔ پھر جب آپ ﷺ نے سلام پھیرا تو ہم نے بھی سلام پھیرا۔

(باب نمبر ۵۱) اِنَّمَا جُعِلَ الاِمَامُ لِيُؤْتَمَّ بِهٖ

امام اس لئے ہے تا کہ اس کی اقتداء کی جائے

وَصَلَّى النَّبِيُّ ﷺ فِيْ مَرَضِهِ الَّذِيْ تُوُفِّيَ فِيْهِ بِالنَّاسِ وَهُوَ جَالِسٌ وَقَالَ ابْنُ مَسْعُوْدٍ اِذَا رَفَعَ قَبْلَ الاِمَامِ يَعُوْدُ فَيَمْكُثُ بِقَدْرِ مَا رَفَعَ ثُمَّ يَتْبَعُ الاِمَامَ وَقَالَ الْحَسَنُ فِيْمَنْ يَرْكَعُ مَعَ الاِمَامِ رَكْعَتَيْنِ وَلَا يَقْدِرُ عَلَى السُّجُوْدِ يَسْجُدُ لِلرَّكْعَةِ الْاٰخِرَةِ سَجْدَتَيْنِ ثُمَّ يَقْضِي الرَّكْعَةَ الْاُوْلٰى بِسُجُوْدِهَا وَفِيْمَنْ نَسِيَ سَجْدَةً حَتّٰى قَامَ يَسْجُدُ(٥)

ترجمہ: نبی کریم ﷺ نے مرض الوفات میں بیٹھ کر نماز پڑھائی۔ ابن مسعود رضی اللہ عنہ نے فرمایا کہ اگر کوئی شخص امام سے پہلے سر اٹھا لے تو اسے پہلی حالت میں عود کر جانا چاہئے اور سر اٹھانے کی مقدار کے مطابق ٹھہرے رہنا چاہئے۔ پھر امام کی اتباع کرنی چاہئے۔ اور حسن رحمۃ اللہ علیہ نے ایسے شخص کے متعلق فرمایا جو (مثلاً جمعہ کی) دو رکعتیں امام کے ساتھ پڑھتا ہے لیکن (ازدحام کی وجہ سے) سجدہ نہیں کر پاتا تو آخری رکعت کے دو سجدے کر لے پھر پہلی رکعت سجدوں کے ساتھ پوری کرے۔ اور اگر کوئی شخص (کسی رکعت کا) ایک سجدہ بھول گیا اور

(دوسری رکعت کے لیے) کھڑا ہو گیا تو (بعد میں) وہ سجدہ کرے۔

عَنْ عُبَيْدِاللهِ بْنِ عَبْدِاللهِ ابْنِ عُتْبَةَ قَالَ دَخَلْتُ عَلٰى عَائِشَةَ فَقُلْتُ اَلَاتُحَدِّثِيْنِيْ عَنْ مَّرَضِ رَسُوْلِ اللهِ ﷺ قَالَتْ بَلٰى ثَقُلَ النَّبِيُّ ﷺ فَقَالَ اَصَلَّى قُلْنَا لَاوَهُمْ يَنْتَظِرُوْنَكَ يَارَسُوْلَ اللهِ ﷺ قَالَ ضَعُوْا لِيْ مَآءً فِي الْمِخْضَبِ قَالَتْ فَفَعَلْنَا فَقَعَدَ فَاغْتَسَلَ فَذَهَبَ لِيَنُوْءَ فَاُغْمِيَ عَلَيْهِ ثُمَّ اَفَاقَ فَقَالَ اَصَلَّى النَّاسُ قُلْنَا لَاوَهُمْ يَنْتَظِرُوْنَكَ رَسُوْلَ اللهِ ﷺ قَالَ ضَعُوْا لِيْ مَآءً فِي الْمِخْضَبِ قَالَتْ فَفَعَلْنَا فَقَعَدَ فَاغْتَسَلَ ثُمَّ ذَهَبَ لِيَنُوْءَ فَاُغْمِيَ عَلَيْهِ ثُمَّ اَفَاقَ فَقَالَ عَلَى النَّاسُ قُلْنَا لَاهُمْ يَنْتَظِرُوْنَكَ يَارَسُوْلَ اللهِ ﷺ قَالَ ضَعُوْالِيْ مَآءً فِي الْمِخْضَبِ فَقَعَدِ فَاغْتَسَلَ ثُمَّ ذَهَبَ لِيَنُوْءَ فَاُغْمِيَ عَلَيْهِ ثُمَّ اَفَاقَ فَقَالَ اَصَلَّى النَّاسُ قُلْنَا لَاهُمْ يَنْتَظِرُوْنَكَ يَارَسُوْلَ اللهِ ﷺ! وَالنَّاسُ عُكُوْفٌ ......يَنْتَظِرُوْنَ النَّبِيَّ ﷺ ثُمَّ لِصَلٰوةِ الْعِشَاءِ الْاٰخِرَةِ فَاَرْسَلَ النَّبِيُّ ﷺ اِلٰى اَبِيْ بَكْرٍ بِاَنْ يُّصَلِّيَ ...... فَاَتَاهُ الرَّسُوْلُ فَقَالَ اِنَّ رَسُوْلَ اللهِ ﷺ يَاْمُرُكَ اَنْ تُصَلِّيَ .... فَقَالَ اَبُوْبَكْرٍ وَكَانَ رَجُلًا ... يَاعُمَرُ صَلِّ بِالنَّاسِ فَقَالَ لَهٗ عُمَرُ اَحَقُّ بِذٰلِكَ فَصَلّٰى اَبُوْبَكْرٍ تِلْكَ .... ثُمَّ اِنَّ النَّبِيَّ ﷺ مِنْ نَفْسِهٖ خِفَّةً فَخَرَجَ بَيْنَ رَجُلَيْنِ....... هُمَا الْعَبَّاسُ لِصَلٰوةِ الظُّهْرِ وَاَبُوْبَكْرٍ .... بِالنَّاسِ فَلَمَّا رَاٰهُ اَبُوْبَكْرٍ ذَهَبَ لِيَتَاَخَّرَ ..... اِلَيْهِ النَّبِيُّ ﷺ ..... يَتَاَخَّرَ فَقَالَ اَجْلِسَانِيْ اِلٰى جَنْبِهٖ ... اِلٰى جَنْبِ اَبِيْ بَكْرٍ قَالَ فَجَعَلَ اَبُوْبَكْرٍ ..... وَهُوَ يَاْتَمُّ بِصَلٰوةِ النَّبِيِّ ﷺ وَالنَّاسُ بِصَلٰوةِ اَبِيْ بَكْرٍ وَالنَّبِيُّ ﷺ قَاعِدٌ عُبَيْدُاللهِ....... عَلٰى عَبْدِاللهِ بْنِ عَبَّاسٍ فَقُلْتُ لَهٗ اَلَااَعْرِضُ عَلَيْكَ مَاحَدَّثَتْنِيْ عَائِشَةُ عَنْ مَّرَضِ النَّبِيِّ ﷺ قَالَ هَاتِ فَعَرَضْتُ عَلَيْهِ حَدِيْثَهَا فَمَا اَنْكَرَ مِنْهُ شَيْئًا غَيْرَ اَنَّهٗ قَالَ اَسَمَّتْ لَكَ الرَّجُلَ الَّذِيْ كَانَ مَعَ الْعَبَّاسِ قُلْتُ لَا قَالَ هُوَ عَلِيٌّ(٥)

ترجمہ: عبید اللہ بن عبداللہ بن عتبہ نے فرمایا کہ میں عائشہ رضی اللہ عنہا کی خدمت میں حاضر ہوا۔ اور عرض کی کہ کاش رسول اللہ ﷺ کے مرض کی حدیث آپ ہم سے بیان کرتیں، انہوں نے فرمایا کہ ہاں ضرور! آپ ﷺ کا مرض بڑھ گیا تو آپ ﷺ نے دریافت فرمایا کہ کیا لوگوں نے نماز پڑھ لی۔ ہم نے عرض کی نہیں یارسول اللہ ﷺ! لوگ آپ کا انتظار کر رہے ہیں۔ آپ ﷺ نے فرمایا کہ میرے لیے ایک لگن میں پانی رکھ دو۔ عائشہ

رضی اللہ عنہا نے بیان کیا کہ ہم نے رکھ دیا اور آپ ﷺ نے بیٹھ کر غسل کیا۔ پھر اٹھنے کی کوشش کی لیکن آپ ﷺ پر غشی طاری ہوگئی اور جب افاقہ ہوا تو پھر آپ ﷺ نے دریافت فرمایا کہ کیا لوگوں نے نماز پڑھ لی۔ ہم نے عرض کیا نہیں یا رسول اللہ ﷺ، لوگ آپ کا انتظار کر رہے ہیں۔ آپ ﷺ نے (پھر) فرمایا کہ لگن میں میرے لیے پانی رکھ دو۔ عائشہ رضی اللہ عنہا نے فرمایا کہ ہم نے تعمیلِ حکم کر دی۔ آپ ﷺ نے بیٹھ کر غسل کیا۔ پھر اُٹھنے کی کوشش کی لیکن دوبارہ غشی طاری ہوگئی۔ جب افاقہ ہُوا تو، آپ ﷺ نے پھر فرمایا کہ لگن میں پانی لاؤ۔ آپ ﷺ نے بیٹھ کر غسل کیا۔ پھر اٹھنے کی کوشش کی لیکن دوبارہ غشی طاری ہوگئی اور پھر جب افاقہ ہوا تو دریافت کیا کہ کیا لوگوں نے نماز پڑھ لی۔ ہم نے عرض کی کہ نہیں یا رسول اللہ ﷺ آپ کا انتظار کر رہے ہیں۔ لوگ مسجد میں عشاء کی نماز کے لئے نبی کریم ﷺ کا انتظار کر رہے تھے۔ آخر الامر آپ ﷺ نے ابوبکر (رضی اللہ عنہ) کے پاس آدمی بھیجا کہ وہ نماز پڑھا دیں۔ بھیجے ہوئے شخص نے آکر کہا کہ رسول اللہ ﷺ نے آپ سے نماز پڑھانے کے لیے فرمایا ہے۔ ابوبکر رضی اللہ عنہ بڑے رقیق القلب تھے۔ اُنہوں نے عمر رضی اللہ عنہ سے کہا کہ وہ نماز پڑھا دیں۔ لیکن عمر رضی اللہ عنہ نے فرمایا کہ وہ اس کے زیادہ مستحق ہیں۔ پھر ان دنوں میں (بوجہ بیماری کے) ابوبکر رضی اللہ عنہ نماز پڑھاتے رہے۔ جب نبی کریم ﷺ نے کچھ افاقہ محسوس کیا تو دو شخصوں کا سہارا لے کر جن میں ایک حضرت عباس رضی اللہ عنہ تھے۔ ظہر کی نماز کے لیے باہر تشریف لائے۔ ابوبکر رضی اللہ عنہ نماز پڑھا رہے تھے۔ جب انہوں نے آں حضور ﷺ کو دیکھا تو پیچھے ہٹنے لگے لیکن نبی کریم ﷺ نے اشارے سے انہیں روکا کہ پیچھے نہ ہٹیں۔ آپ ﷺ نے فرمایا کہ مجھے ابوبکر کے پہلو میں بٹھا دو۔ چنانچہ دونوں صاحبان نے آپ ﷺ کو حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ کے پہلو میں بٹھا دیا۔ عبید اللہ نے بیان کیا کہ ابوبکر رضی اللہ عنہ نماز میں نبی کریم ﷺ کی اقتدا کر رہے تھے۔ اور عام لوگ ابوبکر رضی اللہ عنہ کی نماز میں اقتدا کر رہے تھے۔ نبی کریم ﷺ بیٹھے ہوئے تھے۔ عبید اللہ نے بیان کیا کہ پھر میں ابن عباس رضی اللہ عنہما کی خدمت میں حاضر ہوا اور ان سے عرض کی کہ عائشہ رضی اللہ عنہا نے آں حضور ﷺ کے مرض الوفات کے بارے میں جو حدیث بیان کی ہے کیا میں وہ آپ کو سناؤں۔ انہوں نے فرمایا کہ ضرور۔ میں نے ان کی حدیث سنا دی۔ انہوں نے کسی بات کا انکار نہیں کیا۔ صرف اتنا فرمایا کہ کیا عائشہ (رضی اللہ عنہا) نے ان صاحب کا نام بھی بتایا جو عباس (رضی اللہ عنہ) کے ساتھ تھے۔ میں نے کہا کہ نہیں۔ آپ نے فرمایا کہ وہ علی (کرم اللہ وجہہ) تھے۔

عَنْ عَائِشَةَ اُمِّ الْمُؤْمِنِیْنَ اَنَّهَا قَالَتْ صَلّٰی رَسُوْلُ اللهِ ﷺ فِیْ بَیْتِهٖ وَهُوَ شَاکٍ فَصَلّٰی جَالِسًا وَّصَلّٰی وَرَآءَهٗ قَوْمٌ قِیَامًا فَاَشَارَ اِلَیْهِمْ اَنِ اجْلِسُوْا فَلَمَّا انْصَرَفَ قَالَ اِنَّمَا جُعِلَ الْاِمَامُ لِیُؤْتَمَّ بِهٖ فَاِذَا رَکَعَ فَارْکَعُوْا وَاِذَا رَفَعَ فَارْفَعُوْا وَاِذَا قَالَ سَمِعَ اللهُ لِمَنْ حَمِدَهٗ فَقُوْلُوْا رَبَّنَا وَلَکَ الْحَمْدُ وَاِذَا صَلّٰی جَالِسًا فَصَلُّوْا جُلُوْسًا اَجْمَعُوْنَ(۵)

ترجمہ: ام المومنین حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا نے فرمایا، رسول اللہ ﷺ نے ایک مرتبہ بیماری کی حالت میں حضرت عائشہ (رضی اللہ عنہا) کے حجرہ (کے مشربہ) میں نماز پڑھی۔ حضور ﷺ بیٹھ کر نماز پڑھ رہے تھے اور لوگ آپ کے پیچھے کھڑے ہو کر پڑھ رہے تھے۔ آپ ﷺ نے لوگوں کو بیٹھنے کا اشارہ کیا اور نماز سے فارغ ہونے کے بعد فرمایا کہ امام اس لیے ہے تا کہ اس کی اقتدا کی جائے اس لیے جب وہ رکوع میں جائے تو تم لوگ بھی رکوع میں جاؤ اور جب وہ سر اٹھائے تو تم لوگ بھی سر اٹھاؤ اور جب سمع اللہ لمن حمدہ کہے تو تم لوگ ربنا و لک الحمد کہو اور اگر بیٹھ کر نماز پڑھے تو تم سب لوگ بھی بیٹھ کر نماز پڑھو۔

حَدَّثَنَا عَبْدُ اللهِ بْنِ یُوْسُفَ قَالَ اَخْبَرَنَا مَالِکٌ عَنِ ابْنِ شِهَابٍ عَنْ اَنَسِ بْنِ مَالِکٍ اَنَّ رَسُوْلَ اللهِ ﷺ رَکِبَ فَرَسًا فَصُرِعَ عَنْهُ فَجُحِشَ شِقُّهُ الْاَیْمَنُ فَصَلّٰی صَلٰوۃً مِنَ الصَّلَوٰاتِ وَهُوَ قَاعِدٌ فَصَلَّیْنَا وَرَآءَهٗ قُعُوْدًا فَلَمَّا؟ قَالَ اِنَّمَا جُعِلَ الْاِمَامُ لِیُؤْتَمَّ بِهٖ فَاِذَا صَلّٰی قَائِمًا فَصَلُّوْا قِیَامًا وَاِذَا رَکَعَ فَارْکَعُوْا وَاِذَا رَفَعَ فَارْفَعُوْا وَاِذَا قَالَ سَمِعَ اللهُ لِمَنْ حَمِدَهٗ فَقُوْلُوْا رَبَّنَا لَکَ الْحَمْدُ وَاِذَا صَلّٰی جَالِسًا فَصَلُّوْا جُلُوْسًا اَجْمَعُوْنَ قَالَ اَبُوْ عَبْدِ اللهِ قَالَ الْحُمَیْدِیُّ قَوْلُهٗ وَاِذَا صَلّٰی جَالِسًا فَصَلُّوْا جُلُوْسًا وَهُوَ فِیْ مَرَضِهِ الْقَدِیْمِ ثُمَّ صَلّٰی بَعْدَ ذٰلِکَ النَّبِیُّ ﷺ جَالِسًا وَالنَّاسُ خَلْفَهٗ قِیَامٌ لَمْ یَاْمُرْهُمْ بِالْقُعُوْدِ وَاِنَّمَا یُؤْخَذُ بِالْاٰخِرِ مِنْ فِعْلِ النَّبِیِّ ﷺ(۵)

ترجمہ: ہم سے عبداللہ بن یوسف نے حدیث بیان کی کہا کہ ہمیں مالک نے ابن شہاب کے واسطہ سے خبر دی وہ انس بن مالک رضی اللہ عنہ سے کہ رسول اللہ ﷺ (ایک مرتبہ) گھوڑے پر سوار ہوئے تو اس سے نیچے تشریف لائے۔ اس سے آپ ﷺ کے دائیں پہلو میں زخم آئے۔ آپ ﷺ نے کوئی نماز پڑھی۔ آپ ﷺ بیٹھ کر پڑھ رہے تھے۔ اس لیے ہم نے بھی آپ ﷺ کے پیچھے بیٹھ کر نماز پڑھی۔ جب آپ ﷺ فارغ ہوئے تو فرمایا کہ امام اس لیے ہے تا کہ اس کی اقتداء کی جائے۔ اس لیے جب وہ کھڑے ہو کر نماز پڑھے تو تم بھی کھڑے ہو کر نماز پڑھو۔ جب رکوع کرے تو تم بھی کرو، جب رکوع سے سر اٹھائے تو تم بھی اٹھاؤ اور جب

سمع اللہ لمن حمدہ کہے تو تم ربنا لک الحمد کہو اور جب بیٹھ کر پڑھے تو تم بھی بیٹھ کر پڑھو"۔ ابو عبداللہ (امام بخاری رحمۃ اللہ علیہ) نے کہا کہ حمیدی نے آپ کے اس قول "جب امام بیٹھ کر نماز پڑھے تو تم بھی بیٹھ کر پڑھو"۔ کے متعلق کہا کہ یہ ابتدا میں آپ کی بیماری کا واقعہ ہے۔ اس کے بعد نبی کریم ﷺ نے خود بیٹھ کر نماز پڑھی تھی اور لوگ آپ کے پیچھے کھڑے ہو کر اقتداء کر رہے تھے۔ آپ ﷺ نے اس وقت لوگوں کو بیٹھنے کی ہدایت نہیں فرمائی تھی۔ اور حضور ﷺ کے آخری عمل سے ہی مسئلہ کا استنباط کیا جائے گا۔

شرح: ربنا لک الحمد ۔ یہ حدیث امام ابوحنیفہ رضی اللہ عنہ کی مؤید ہے کہ آپ فرماتے ہیں کہ امام سمع اللہ لمن حمدہ کہے اور مقتدی ربنا لک الحمد پڑھیں۔ یعنی امام کا کام پہلا جملہ ہے اور مقتدی کا کام دوسرا جملہ، اس لئے کہ یہ تقسیم حضور ﷺ نے خود فرمائی ہے۔ اسی لئے حضور ﷺ کی تقسیم کے خلاف عمل اچھا نہیں۔ نیز امام ابوحنیفہ رضی اللہ عنہ کے نزدیک ربنا لک الحمد میں واؤ کی زیادتی نہیں ہے۔ اگرچہ دوسری روایات میں واؤ کے ساتھ بھی ہے یعنی ربنا ولک الحمد، لیکن امام ابوحنیفہ رضی اللہ عنہ کا قاعدہ ہے کہ اصح روایات پر عمل کرتے ہیں اور اصح روایات واؤ کے بغیر ہے۔

سواری سے گرنا:

اس کی مفصل بحث فقیر نے پہلے عرض کر دی ہے۔ یہاں غافل امتی کو تنبیہ ہو کہ آقائے کائنات ﷺ سواری کے گرنے کے زخم سے نماز کی پابندی فرما رہے ہیں۔ بلکہ خود عین وصال کے مرض میں بھی نماز با جماعت کو ترک نہ کیا۔ لیکن افسوس ہے کہ امتی معمولی سی تکلیف پر نمازوں کو ترک کرتے ہیں پھر صد افسوس اس پر کہ جو تندرستی میں بھی نمازوں کی پرواہ نہیں کرتے۔

وصالنامہ حضور ﷺ

گزشتہ روایات میں اور اس آخری روایت میں حضور سرور عالم ﷺ کے وصال کا ذکر ہے (لیکن سواری سے گرنے والا واقعہ بہت پہلے کا ہے) فقیر اس موضوع کو سیدہ عائشہ رضی اللہ عنہا کے بیان کی مناسبت سے عرض کر رہا ہے اور دکھانا چاہتا ہے کہ رسول اکرم ﷺ نے ہمیں جینا سکھایا تو مرنا بھی سکھایا۔ آپ ﷺ کی ہر ادا ہمارے لیے اسوۂ حسنہ ہے۔ لیکن یہ اخذ کرنا کہ (معاذ اللہ) آپ ﷺ ہماری طرح مجبور محض تھے غلط ہے۔ مرض الموت کے آخری لمحات ملاحظہ فرمائیں کہ ہماری اور آپ ﷺ کی موت (وصال) میں کیا فرق ہے۔

موضوع مسئلہ سے پہلے یہ سمجھنا ضروری ہے کہ آپ ﷺ کی بشریت حق ہے۔آپ ﷺ پر جمیع لوازمات بشریہ کا ورود بھی حق ہے۔لیکن آپ ﷺ کی بشریت عارضی ہے۔جو محض تعلیم امت کے لیے آپ ﷺ لباسِ بشر میں ہیں اور جمیع لوازمات کا ورود بھی اسی لیے ہوتا ہے تا کہ عام بشران پر عمل کر کے انسانیت کی معراج سے بہرہ ور ہو۔

﴿مرض الوصال کا آخری لمحہ﴾

بخاری شریف میں ہے کہ حضرت انس بن مالک رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ آنحضرت ﷺ نے در مبارک پر جو پردہ ڈال رکھا تھا۔اس کو کھلوا دیا۔پردہ کھلنے پر آپ ﷺ نے ان لوگوں کی طرف دیکھا جو مسجد میں موجود تھے،نماز فجر کا وقت تھا،حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ نماز پڑھا رہے تھے۔پس آپ ﷺ ان لوگوں کو دیکھتے ہوئے کھڑے ہو گئے۔اس وقت آپ کا روئے مبارک قرآن پاک کا ایک ورق ہو رہا تھا۔مسلمانوں کو اس طرح نماز ادا کرتے دیکھ کر آپ ﷺ نے تبسم فرمایا،چونکہ آپ ﷺ کھڑے ہو گئے تھے اس لئے صحابہ رضی اللہ عنہم سمجھے کہ آپ ﷺ باہر تشریف لائیں گے۔پس وہ لوگ بہت مسرور و شادماں ہوئے۔ان کی خوشی کا یہ عالم تھا کہ قریب تھا کہ اپنی اپنی نماز توڑ دیں۔حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ نے چاہا کہ اپنی جگہ سے ہٹ کر پیچھے آجائیں،لیکن آپ ﷺ نے صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کی طرف اشارہ کیا کہ اپنی اپنی جگہ اسی حالت میں رہیں اور اپنی نماز پوری کریں۔اس کے بعد پردہ گرا دیا گیا۔اور آپ ﷺ نے اسی دن وفات پائی۔ (اس روایتِ بخاری کو فقیر نے پہلے لکھا ہے۔)

سلام ربانی:

حضور ﷺ کے وصال سے تین روز قبل جبرائیل علیہ السلام تشریف لائے اور فرمایا کہ آپ ﷺ کے پروردگار (جل جلالہ) نے دریافت فرمایا ہے کہ اے محمد (ﷺ) آپ اپنے آپ کو کیسا پاتے ہیں؟ یہ ہفتہ کا دن تھا۔پھر ملک الموت حاضر خدمت ہوئے اور انہوں نے اجازت طلب کی۔

ملک الموت کی حاضری:

روایت میں ہے کہ جبرئیل علیہ السلام آنحضرت ﷺ کی خدمت میں آئے۔مرض کی شدت سے آپ

ﷺ پر انقباض کی کیفیت طاری تھی۔ جبرائیل علیہ السلام نے آکر کہا کہ اللہ تعالیٰ آپ ﷺ پر سلام بھیجتا ہے اور فرماتا ہے کہ آپ (ﷺ) خود کیا چاہتے ہیں اور آپ (ﷺ) کا کیا حال ہے۔ آپ ﷺ نے جواب میں فرمایا کہ اے امین اللہ! مجھے بہت تکلیف ہے۔ بعض روایتوں میں آیا ہے کہ آپ ﷺ نے جواب میں فرمایا کہ میں مغموم اور اندوہگین پاتا ہوں۔ دوسرے روز وہ پھر تشریف لائے اور پھر یہی سوال کیا۔ آپ ﷺ نے پھر یہی جواب دیا۔ جب تیسرے دن حضرت جبرائیل علیہ السلام تشریف لائے تو آپ کے ہمراہ ملک الموت عزرائیل علیہ السلام بھی تھے اور ان کے ہمراہ ایک دوسرا فرشتہ جس کا نام اسمٰعیل تھا جو ستر ہزار اور بروایت ایک لاکھ فرشتوں پر حاکم ہے اور ان میں سے ہر فرشتہ ستر ہزار فرشتوں پر حاکم ہے، وہ بھی حاضر خدمت ہوا اور کہا کہ بتایئے یا محمد (ﷺ) حق تعالیٰ آپ (ﷺ) پر سلام بھیجتا ہے اور پوچھتا ہے کہ خود کو کیسا پاتے ہیں، پھر حضور ﷺ نے پوچھا کہ اسماعیل فرشتہ کے علاوہ دوسرا فرشتہ کون ہے۔ حضرت جبرائیل علیہ السلام نے جواب دیا کہ یہ ملک الموت ہیں یارسول اللہ ﷺ! میرا دنیا کے ساتھ یہ آخری تعلق ہے اور اسی طرح آپ (ﷺ) کا بھی۔ اور میں دنیا میں کسی اور اولادِ آدم پر نازل نہیں ہوں گا آپ ﷺ کے بعد۔ اس کے بعد آنحضرت ﷺ نے سکراتِ موت اور اس کی شدت کو محسوس فرمایا۔

سکرات:

آپ ﷺ کے قریب پانی کا ایک پیالہ بھرا رکھا تھا۔ آپ ﷺ اس میں دست مبارک ڈالتے تھے اور روئے مبارک پر ہاتھ پھیر لیتے تھے اور فرماتے تھے اللھم اعنی علیٰ سکرات الموت (اللہ مجھ پر موت کی سکرات آسان فرما)۔ ایک روایت میں ہے کہ آپ ﷺ "لاالہ الااللہ ان للموت السکرات" فرمارہے تھے۔ کہتے ہیں کہ سکرات موت آپ ﷺ پر اس قدر دشوار تھی کہ کبھی آپ ﷺ کا روئے مبارک سرخ ہو جاتا تھا اور کبھی زرد اور کبھی آپ ﷺ سیدھا ہاتھ اٹھاتے تھے اور کبھی اُلٹا، آپ ﷺ کے روئے مبارک پر پسینہ کے قطرات تھے، جب رسول خدا ﷺ اس عالم سے تشریف لے گئے تو آپ ﷺ کی زبان وحی ترجمان پر یہ کلمہ تھا: اَللّٰھمّ رب اغفرلی والحقنی بالرفیق الاعلیٰ

آخری کلمہ:

حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا فرماتی ہیں کہ رسول اللہ ﷺ کی زبان سے جو آخری کلام میں نے سُنا وہ یہی تھا۔ مواہب لدنیہ میں سہیل سے روایت ہے وہ کہتے ہیں کہ میں نے بعض کتب میں دیکھا ہے کہ پہلا کلمہ جب حضرت حلیمہ سعدیہ کا آپ ﷺ دودھ پیتے تھے آپ ﷺ کی زبان سے اللہ اکبر، نکلا تھا اور آخر میں "الرفیق الاعلیٰ" تھا۔

اس مسئلہ کی تحقیق کے لئے فقیر کا رسالہ "دفع الوسواس" پڑھنا چاہئے۔ (اویسی غفرلہ)

حضرت ام سلمہ رضی اللہ عنہا سے منقول ہے کہ مرض الموت میں اکثر آپ ﷺ کی نصیحتیں یہی ہوتی تھیں کہ نماز پڑھو، غلاموں پر احسان کرو، یہاں تک کہ اس وقت بھی جبکہ آپ ﷺ کے سینہ میں گڑگڑاہٹ (آواز میں خرخرہ) پیدا ہو چکا تھا اور آپ کی زبان کام نہیں کر رہی تھی، اس وقت بھی یہی وصیت فرماتے رہے۔ حضرت انس بن مالک رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ وصیتِ مرگ کے وقت تک "الصلوٰۃ وما ملکت ایمانکم" "نماز اور غلام" ہی کے الفاظ تھے۔ یہاں تک کہ آپ ﷺ کے سینہ مبارک میں گھرگھراہٹ پیدا ہوگئی اور زبان نے کام کرنا چھوڑ دیا۔

ایک روایت میں ہے کہ ملک الموت نے آپ ﷺ سے حاضر ہونے کی اجازت طلب کی اور آپ ﷺ کے روبرو حاضر ہو کر عرض کیا کہ یا احمد یا رسول اللہ! حق تعالیٰ نے مجھے آپ (ﷺ) کی خدمت میں بھیجا ہے اور مجھے حکم دیا ہے کہ اگر آپ (ﷺ) کی اجازت ہو تو آپ (ﷺ) کی روح اطہر کو قبض کروں اور اجازت نہ ہو تو قبض نہ کروں، اللہ تعالیٰ نے آپ کو اس سلسلہ میں اختیار عطا فرمایا ہے، پھر جبرئیل علیہ السلام نے فرمایا اے محمد (ﷺ) اللہ تعالیٰ آپ (ﷺ) کا مشتاق ہے اور آپ (ﷺ) کو طلب فرماتا ہے۔ یہ سن کر آں حضرت ﷺ نے فرمایا اے عزرائیل جس کام کا تم کو حکم دیا گیا ہے اس کو کر گزرو۔ پھر جبرئیل علیہ السلام نے کہا کہ زمین پر میرا آنا آخری مرتبہ ہے۔ میرا مقصود تو صرف آپ (ﷺ) ہی تھے آپ (ﷺ) ہی کے لئے میں دنیا میں آیا کرتا تھا۔

(مدارج النبوۃ جلد دوم)

تبصرۂ اویسی غفرلہ:

حضور نبی پاک ﷺ نے خود پر طریانِ موت قبول فرمایا لیکن واضح رہے کہ:

(۱) عام انسان اپنی موت سے آگاہ نہیں لیکن آپ ﷺ نے کئی ماہ پہلے سیدہ فاطمہ رضی اللہ عنہا کو بتا دیا۔ جس کی تفصیل بخاری شریف میں آئے گی۔

(۲) امتیازی شان یہ کہ وصال سے پہلے اللہ تعالیٰ نے خیر و عافیت پوچھی اور سلام بھجوائے اور اپنا اشتیاق بھی ظاہر فرمایا، یہ ایسا امتیازی کمال ہے کہ سوائے آپ ﷺ کے کسی کو نصیب نہ ہوا۔

(۳) عام بشر سے عزرائیل علیہ السلام موت کے وقت گھر آنے کی اجازت نہیں مانگتا۔ یہاں نہ صرف اجازت طلبی ہے بلکہ بروایت سیدہ فاطمہ رضی اللہ عنہا اسے اجازت طلبی کے لئے بار بار لوٹ کر آنا پڑا۔ تفصیل فقیر کے رسالہ "وصالنامۂ حضور" میں دیکھئے۔

(۴) ملک الموت حاضر ہو کر عرض کرتا ہے کہ خدا تعالیٰ نے مجھے آپ ﷺ کے ہاں بھیجا تو ہے لیکن ساتھ یہ بھی فرمایا کہ آپ ﷺ کی اجازت ہو تو آپ ﷺ کی روح اطہر قبض کروں اور اجازت نہ ہو تو قبض نہ کروں۔ فقیر اویسی غفرلہ کا سوال ہے کہ کسی دیگر فرد بشر کے یہ کوائف ہیں تو لکھئے۔

(۵) سکرات کی سختی حق لیکن تمام محققین و محدثین نے ثابت فرمایا ہے کہ سکرات کی تلخی و شدت کا منظر انوار و تجلیات الٰہیہ کی وجہ سے تھا نہ کہ عوام کی سکرات کی تلخی و شدت۔ تفصیل و تحقیق فقیر نے "البشریۃ لتعلیم الامۃ" میں عرض کر دی ہے۔

اس کے بعد آپ ﷺ کے کفن و دفن اور اس عقیدہ کے دلائل کہ "انبیاء پر اجل آنی ہے فقط آنی ہے" فقیر کی "شرح حدائق بخشش" میں دیکھئے۔

(باب نمبر ٥٢) مَتٰی یَسْجُدُمَنْ خَلْفَ الاِمَامِ

جوامام کے پیچھے نماز پڑھ رہا ہے وہ کب سجدہ کرے

وَقَالَ اَنَسٌ عَنِ النَّبِیِّ ﷺ فَاِذَا سَجَدَ فَاسْجُدُوْا.

ترجمہ: حضرت انس رضی اللہ عنہ نبی کریم ﷺ سے روایت کرتے ہیں کہ جب امام سجدہ کرے تو تم لوگ بھی سجدہ کرو۔

عَنِ الْبَرَاءِ وَهُوَ غَيْرُ كَذُوْبٍ قَالَ كَانَ رَسُوْلَ اللّٰهِ ﷺ اِذَا قَالَ سَمِعَ اللّٰهُ لِمَنْ حَمِدَهٗ لَمْ يَحْنِ اَحَدٌ مِّنَّا ظَهْرَهٗ حَتّٰى يَقَعَ النَّبِيُّ ﷺ سَاجِدًا ثُمَّ نَقَعُ سُجُوْدًا بَعْدَهٗ.

ترجمہ: براء بن عازب رضی اللہ عنہ نے حدیث بیان کی۔ وہ ہرگز جھوٹے نہیں تھے۔ انہوں نے فرمایا کہ جب نبی کریم ﷺ سمع اللہ لمن حمدہ کہتے تھے تو ہم میں سے کوئی بھی اس وقت تک نہیں جھکتا تھا۔ جب تک آنحضور ﷺ سجدہ میں نہ چلے جاتے پھر ہم بھی سجدہ میں جاتے تھے۔

(باب نمبر ٥٣) اِثْمِ مَنْ رَّفَعَ رَاْسَهٗ قَبْلَ الْاِمَامِ.

امام سے پہلے سر اٹھانے والے کا گناہ

اَبَاهُرَيْرَةَ عَنِ النَّبِيِّ ﷺ قَالَ اَمَايَخْشٰى اَحَدُكُمْ اَوْاَلَا يَخْشٰى اَحَدُكُمْ اِذَارَفَعَ رَاْسَهٗ قَبْلَ الْاِمَامِ اَنْ يَّجْعَلَ اللّٰهُ رَاْسَهٗ رَاْسَ حِمَارٍ اَوْيَجْعَلَ اللّٰهُ صُوْرَتَهٗ صُوْرَةَ حِمَارٍ.

ترجمہ: حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ نبی کریم ﷺ سے روایت کرتے ہیں کہ آپ نے فرمایا کہ وہ شخص جو امام سے پہلے سر اٹھالیتا ہے اس بات سے نہیں ڈرتا کہ اللہ تعالیٰ اس کے سر کو گدھے کے سر کی طرح بنادے یا اس کی صورت گدھے کی سی بنادے۔

شرح: علم الحدیث کا قاعدہ ہے کہ جس فعل پر وعید آجائے اس کا گناہ ہونا سب کا متفقہ فیصلہ ہے اس حدیثِ ابوہریرہ رضی اللہ عنہ میں صاف طور فرمایا کہ امام سے پہلے سر اٹھانے پر خطرہ ہے کہ کہیں چہرہ مسخ نہ ہوجائے اگرچہ ایسا وقوع میں نہیں آیا لیکن کبھی عبرت کے لئے ایسے ہو بھی جاتا ہے چنانچہ حاشیہ ترمذی

شریف میں ہے کہ دمشق میں کسی محدث کے پاس امام نووی پڑھنے گئے تو انکی عادت تھی کہ وہ چہرہ چھپا کر اور باپردہ پڑھاتے تھے۔ایک عرصہ کے بعد شاگرد کے علمی شغف پر پردہ ہٹادیا اور فرمایا کہ اے میرے بیٹے امام پر سبقت سے ڈرتے رہنا یعنی رکوع وسجود میں امام سے پہلے کبھی نہ جانا میں نے اس حدیث کے بعد مستبعد سمجھا کہ چہرہ مسخ ہو قصداً ایسا کیا تو میرا چہرہ یونہی ہوگیا جیسے تم دیکھ رہے ہو یعنی گدھے کا۔اور ایسے متعدد واقعات فقیر نے ''گستاخوں کا برا انجام'' میں درج کئے ہیں۔جو حضور ﷺ اور صحابہ کرام اور اہلبیت عظام اور اولیاء عظام کی گستاخی سے انکے چہرے تبدیل ہوئے۔اس سے ثابت ہوا کہ اس امت میں مسخ ممکن ہے۔لیکن عام مسخ پھر بھی ممتنع ہے ہاں خاص واقعات کا وقوع یہ ایک علیحدہ امر ہے۔

(باب نمبر ٥٤) اِمَامَةِ الْعَبْدِ وَالْمَوْلٰی

مُطلق غلام اور آزاد کردہ غلام کی امامت

وَكَانَتْ عَائِشَةُ يَؤُمُّهَا عَبْدُهَا ذَكْوَانُ مِنَ الْمُصْحَفِ وَوَلَدِ الْبَغِيِّ وَالْاَعْرَابِيِّ وَالْغُلَامِ الَّذِيْ لَمْ يَحْتَلِمْ لِقَوْلِ النَّبِيِّ ﷺ يَؤُمُّهُمْ اَقْرَءُهُمْ لِكِتَابِ اللهِ وَلَا يُمْنَعُ الْعَبْدُ مِنَ الْجَمَاعَةِ بِغَيْرِ عِلَّةٍ.

ترجمہ: ذکوان حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا کے غلام قرآن سے (یاد کرکے) نماز پڑھاتے تھے۔اسی طرح ولدالزنا، گنوار اور نابالغ لڑکے کی امامت۔کیونکہ نبی کریم ﷺ کا فرمان ہے کہ کتاب اللہ کا سب سے بہتر پڑھنے والا امامت کرے۔غلام کو بغیر کسی خاص عذر جماعت میں شرکت سے نہ روکا جائے۔

عَنْ عَبْدِ اللهِ بْنِ عُمَرَ قَالَ لَمَّا قَدِمَ الْمُهَاجِرُوْنَ الْاَوَّلُوْنَ الْعُصْبَةَ مَوْضِعًا بِقُبَاءٍ قَبْلَ مَقْدَمِ رَسُوْلِ اللهِ ﷺ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ كَانَ يَؤُمُّهُمْ سَالِمٌ مَوْلٰى اَبِيْ حُذَيْفَةَ وَكَانَ اَكْثَرَهُمْ قُرْاٰنًا.

ترجمہ: عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہما نے فرمایا کہ جب مہاجرین اولین رسول اللہ ﷺ کی بھی ہجرت سے پہلے قباء کے مقام عصبہ میں پہنچے تو ان کی امامت ابوحذیفہ رضی اللہ عنہ کے مولیٰ سالم رضی اللہ عنہ کرتے تھے۔آپ قرآن مجید سب سے بہتر پڑھتے تھے۔

عَنْ اَنَسِ بْنِ مَالِکٍ عَنِ النَّبِیِّ ﷺ قَالَ اسْمَعُوْا وَاَطِیْعُوْا وَاِنِ اسْتُعْمِلَ حَبَشِیٌّ کَاَنَّ رَاْسَهٗ زَبِیْبَةٌ.

ترجمہ: انس بن مالک رضی اللہ عنہ نے حدیث بیان کی۔ وہ نبی کریم ﷺ سے کہ آپ نے فرمایا اپنے حاکم کی سنو اور اطاعت کرو خواہ کوئی ایسا حبشی کیوں نہ حاکم بنا دیا جائے جس کا سر انگور کیطرح ہو۔

شرح: زکوان وابو عمر و سیدہ عائشہ رضی اللہ عنہا کے غلام تھے حضرت ابو عمرو وزکوان کو سیدہ عائشہ رضی اللہ عنہا نے آزاد کر دیا تھا وہ بی بی صاحبہ کو رمضان میں تراویح میں امامت کر کے قرآن سناتے تھے۔ اس سے بعض ائمہ نماز میں قرآن مجید دیکھ کر نماز پڑھنا پڑھانا جائز سمجھتے ہیں۔ آجکل نجدیوں میں اس کا عام رواج ہے جنہیں حرمین طیبین کی حاضری رمضان شریف میں ہوتی ہے وہ انہیں اس پر عمل کرتے دیکھ کر سمجھتے ہیں کہ قرآن مجید دیکھ کر نماز پڑھنا پڑھانا جائز ہے حالانکہ یہ احناف کے نزدیک مفسد نماز ہے۔ حضرت زکوان وابو عمر رضی اللہ عنہما کا عمل یوں تھا کہ وہ پہلے مصحف سے دیکھ کر آیات یاد کر لیتے تھے پھر نماز میں پڑھتے ایسا نہ تھا کہ وہ مصحف آگے رکھا ہوا اور اس سے پڑھکر نماز پڑھاتے، احناف کی سب سے بڑی دلیل یہی ہے کہ نماز میں عمل کثیر مفسد نماز ہے۔ دوسرا یہ کہ نماز سے خارج شے کو نماز میں دخیل بنانا بھی مفسد نماز ہے اور قرآن سامنے رکھ کر اس سے پڑھنا اور پھر اوراق گردانی عمل کثیر ہیں۔ تیسرے یہ کہ نماز میں خارج عمل کو دخل ہے۔ اسی لئے احناف کا مذہب مئوید ہے اسے اگر بعض ائمہ جائز رکھتے ہیں تو وہ ان کا اپنا اجتہاد ہے، ان کا اجتہاد احناف کے لئے قابلِ عمل نہیں۔ وہابیوں پر تعجب ہے کہ وہ محض نجدیوں کے عمل سے اسے جائز سمجھتے ہیں ورنہ ان کا امام ابن حزم (جس پر وہابی اکثر اعتماد کرتے ہیں) وہ بھی اسے ناجائز کہتا ہے۔ علاوہ اس کے عمر رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ آپ اس سے روکتے تھے۔ تو یہ بھی احناف کی تائید ہے نیز عرصہ کثیر سے اس پر عمل نہیں تھا اب نجدیوں سے شروع ہوا اس عمل کا اسلاف سے ترک بھی حنفیوں کی دلیل ہے وغیرہ وغیرہ۔ بہر حال احناف کا مذھب کئی وجوہ سے مضبوط ہے اور حضرت زکوان وابو عمرو کا عمل مؤول ہے وہ یہی کہ وہ صبح کو قرآن مجید یاد کر لیتے تھے وہی رات کو پڑھکر سناتے تھے جیسے آجکل حفاظ کا طریقہ ہے چنانچہ یہ طریقہ عرصہ دراز سے قائم ہے لیکن جسے صرف نجدیوں سے الفت ہو اسے تو معمولی سہارا کافی ہے ورنہ حضرت زکوان کے اس عمل کے علاوہ ان کے پاس کوئی حدیث قولی و فعلی نہیں ہے انکار کر دیں تو حضرت عمر

رضی اللہ عنہ کی بیس تراویح جو حدیث سے بھی ثابت ہے کو مانیں۔ماننے پر آجائیں تو ایک غلام کا مبہم عمل مذہب بن جائے۔

نسب پرستی: ہمارے دور میں یہ مرض اکثر قلوب پر حاوی ہے کہ علم وعمل اور تقویٰ کی کوئی قدر نہیں لیکن نسب اور زر و دولت کی بڑی قدر و منزلت ہے شاید امام بخاری رحمۃ اللہ علیہ نے یہ باب اسی مرض کے ازالہ کیلئے باندھا ہے۔ہم آنکھوں سے دیکھ رہے ہیں کہ کسی گدی کا کوئی سجادہ نشین یا صاحبزادہ ہو وہ علم وعمل میں نہ صرف کم بلکہ الٹا یعنی علم کے بجائے پرلے درجے کا جاہل اور عمل میں ابلیس کا دایاں ہاتھ یا کم از کم ÷ لیکن عوام میں اعلیٰ شخصیت کی اولاد ہونے کی وجہ سے مقبول بلکہ ان کا سر کا تاج اور عام برادری بالخصوص غریب طبقہ کا بہت بڑا عالم باعمل اور متقی پرہیز گار ہو مذکور شخص کے مقابلہ میں اس کی خفت وحقارت۔حالانکہ اسلام میں ایسا نہیں اللہ تعالیٰ نے خود اس کا فیصلہ فرمایا ہے۔ان اکرمکم عند اللہ اتقاکم، بیشک اللہ کے یہاں تم میں عزت والا وہ جو تم میں زیادہ پرہیز گار ہے۔اس جملہ سے پہلے اسی نسب کا بیان ہے چنانچہ فرمایا:

يٰاَيُّهَا النَّاسُ اِنَّا خَلَقْنٰكُمْ مِّنْ ذَكَرٍ وَّاُنْثٰى وَجَعَلْنٰكُمْ شُعُوْبًا وَّقَبَآئِلَ لِتَعَارَفُوْا.

اے لوگو ہم نے تمہیں ایک مرد، ایک عورت سے پیدا کیا اور تمہیں شاخیں اور قبیلے کیا کہ آپس میں پہچان رکھو، یعنی سب انسانوں کی اصل حضرت آدم وحوا ہیں اور انکی اصل مٹی ہے تو تم سب کی اصل مٹی ہوئی پھر نسب پر اکڑتے اور اتراتے کیوں ہو یعنی انسان کو مختلف نسب و قبیلے بنانا ایک دوسرے کی پہچان کیلئے ہے نہ کہ شیخی مارنے اور اترانے کیلئے پھر آخر میں فرمایا:

اِنَّ اَكْرَمَكُمْ عِنْدَ اللّٰهِ اَتْقٰكُمْ اِنَّ اللّٰهَ عَلِيْمٌ خَبِيْرٌ۔

اللہ کے یہاں تم میں زیادہ عزت والا وہ جو تم میں زیادہ پرہیز گار ہے۔بیشک اللہ جاننے والا خبردار ہے۔

آیت کا شان نزول بھی اسی تقویٰ اور علم وعمل کی عزت افزائی کے لئے ہے۔

چنانچہ مروی ہے حضور ﷺ بازار مدینہ میں تشریف لے گئے وہاں ملاحظہ فرمایا کہ ایک غلام یہ کہہ رہا ہے کہ جو مجھے خریدے وہ مجھے حضور کے پیچھے پنجگانہ نماز سے نہ روکے اُسے ایک شخص نے خرید لیا۔پھر وہ غلام بیمار ہوگیا تو سرکار ﷺ اس کی تیمارداری کیلئے تشریف لے گئے پھر اُسکی وفات ہوگئی تو حضور ﷺ اس کے دفن میں شریک ہوئے اس پر بعض لوگوں نے حیرانی کا اظہار کیا کہ غلام اور اس پر اتنا انعام اس پر یہ آیت نازل ہوئی۔

غور سے دیکھا جائے تو دین کے بڑے بڑے ائمہ ومشائخ اکثر غلام یعنی نسبی لحاظ سے قد آور نہیں علم وعمل نے انہیں قد آور شخصیت بنا دیا۔اس کے متعلق ایک واقعہ ملاحظہ ہو۔جسے امام موفق رحمہ اللہ نے ''مناقب الموفق'' میں اور امام کردری رحمہ اللہ نے ''مناقب للکردری'' میں بیان فرمایا ہے۔

حضرت عثمان بن عطاء رحمۃ اللہ علیہ نے اپنے والد سے یہ واقعہ بیان کیا ہے کہ وہ رصافہ میں ہشام بن عبدالملک کی خدمت میں حاضر ہوئے انہوں نے پوچھا عطاء بتاؤ ان دنوں اسلامی ممالک میں سب سے بڑا عالم دین کون ہے؟ میں نے کہا ہاں مجھے معلوم ہے کہ سب سے بلند پایہ عالم دین کون ہے۔ہشام نے پوچھا اچھا بتاؤ ان دنوں مدینہ میں سب سے بڑا عالم دین کون ہے؟ میں نے کہا حضرت نافع رضی اللہ عنہ (حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہ کے غلام) ہشام نے پھر پوچھا کہ اہل مکہ میں سب سے بڑا فقیہ کون ہے؟ میں نے کہا عطاء بن ابی رباح۔پوچھا کہ یہ غلام ہے یا عربی؟ میں نے کہا یہ ''مولیٰ'' ہے۔پھر پوچھا اہل یمن میں سے بڑا فقیہ کون ہے؟ میں نے کہا طاؤس بن کیسان۔پوچھا کہ یہ غلام ہے یا عربی؟ میں نے کہا ''مولیٰ'' انہوں نے پوچھا اہل یمامہ میں بڑا فقیہ کون ہے؟ میں نے بتایا یحییٰ بن ابی کثیر۔کہا غلام ہے یا عربی؟ میں نے کہا ''مولیٰ'' اس نے دریافت کیا اچھا یہ بتاؤ شام میں بڑا فقیہ کون ہے؟ میں نے بتایا کہ مکحول۔پوچھا یہ عربی ہے یا غلام؟ میں نے بتایا ''مولیٰ'' ہے۔اس نے پھر پوچھا اہل جزیرہ میں کون بڑا فقیہ ہے؟ میں نے بتایا میمون بن مہران۔کہا مولیٰ یا عربی؟ میں نے بتایا ''مولیٰ'' ہے۔اس نے پوچھا خراسان میں کون بڑا فقیہ ہے؟ میں نے بتایا کہ الضحاک بن مزاحم۔پوچھا یہ عربی ہے یا غلام؟ میں نے کہا ''مولیٰ'' ہے۔پھر پوچھا اہل بصرہ میں کون بڑا فقیہ ہے؟ میں نے بتایا حسن بصری اور ابن سیرین۔اس نے دریافت کیا کہ یہ غلام ہیں یا عربی؟ میں نے بتایا غلام ہیں۔پھر پوچھا کوفہ میں کون ہے؟ میں عرض کی ابراہیم نخعی پوچھا وہ غلام ہے یا عربی؟ میں نے بتایا عربی ہیں۔کہنے لگا میری تو جان نکل رہی ہے، سب علمائے دین کو غیر عربی ہی بتا رہا ہے صرف ایک عربی ہے۔

الی التقی نانتسب ان کنت منتسبا فلسیں یجدک یوماً خالص النسب

بلال الحبشی العبد فاق تقی احرار صید قریش صفوۃ العرب

غدا ابو لھب یرمی الی لھب فیہ غدت حطبا حمالۃ الحطب

ترجمہ: ''تقویٰ میں شہرت حاصل کرو اگر تم شہرت یافتہ ہونا چاہتے ہو۔ تمہیں خالص نسب کوئی فائدہ نہیں دے گا۔ بلال حبشی رضی اللہ عنہ غلام تھے مگر تقویٰ سے فائق تھے۔ تمام آزاد خالص عربی قریشیوں سے ابو لہب جہنم میں پھینکا جائیگا اور اس کی بیوی ایندھن کا گٹھا اٹھائے جہنم کا ایندھن بنے گی۔

امام ابوحنیفہ رضی اللہ عنہ: امام صاحب پر شیعہ نسبی لحاظ سے خوب طعن و تشنیع کرتے ہیں انہیں خصوصیت سے اس مسئلہ پر غور و خوض کرنا چاہئے کیونکہ امام صاحب کا تقویٰ و شرافتِ علمی ضرب المثل ہے۔ امام الموفق نے فرمایا کہ حضرت امام ابوحنیفہ رضی اللہ عنہ تقویٰ، شرافت اور بزرگی کی مثال تھے۔ آپ کی پاکدامنی اور بلند کرداری کے دفتر بھرے پڑے ہیں۔

نعمان فی ابناء فارس فارس — للاسد فی غاب المناقب نارس

العلم لو غدت الثریا بیته — لاستنزلته من الثر یا فارس

سبق الخیول عرابها لکنه — سبق العراب اذا تحارب داحس

بادارسًا من دارس علمه — فی عمره وهو الرفات الدارس

ترجمہ: حضرت نعمان بن ثابت رضی اللہ عنہ ابنائے فارس میں سے بازی لے جانے والے ہیں۔ مناقب کے جنگل کے شیر ہیں اور شیر ہی بادشاہ ہوتا ہے۔ اگر علم کا گھر ثریا ہو تو فارس کے نوجوان اسے ثریا کی بلندیوں سے اتار لائیں گے۔ عربی نوجوان میدان جہاد میں دنیا بھر کے شہسواروں سے بازی جیت گئے۔ جب داحس کی جنگ لڑی گئی تو عربی نوجوان ہی فتح یاب ہوئے۔ مگر علمی میدان میں ابنائے فارس کا کوئی مقابلہ نہیں کر سکا۔ جو شخص اپنے علم کو اپنی زندگی میں ضائع کر دیتا ہے وہ حقیقت میں ریزہ ریزہ ہو کر مٹ جاتا ہے۔

خلاصہ یہ کہ شرافتِ علمی و تقویٰ کا مقابلہ کوئی نسب نہیں کر سکتا سوائے سادات کرام کے وہ ایک خصوصیت علیحدہ ہے جو نبوت کے تعلق سے خداداد مرتبہ ہے۔ نسب کے بارے میں فقیر کا رسالہ ''نسبی فخر'' کا مطالعہ فرمائیے۔

غیر بالغ امام: اس موضوع پر فقیر کا ایک مستقل رسالہ ہے بنام ''غیر بالغ امام کے پیچھے نماز کا حکم'' اس کی مزید بحث فقیر غیر بالغ صحابی امام کی حدیث کے تحت عرض کریگا یہاں صرف امام بخاری رحمۃ اللہ علیہ کے

اجتہادی نوٹ پر عرض ہے کہ امام بخاری رحمہ اللہ کے بالمقابل ہم تابعین وصحابہ کرام رضی اللہ عنہم کی تصریحات پیش کرتے ہیں جنکے مقابلہ میں امام بخاری طفلِ مکتب ہیں اسی لئے امام بخاری رحمہ اللہ کا اجتہاد قابلِ قبول نہیں۔

فہرست قائلین عدم جواز: صحابہ کرام سیدنا ابوبکر صدیق، سیدنا عبداللہ بن مسعود، عامر، تابعین میں سیدنا مجاہد، سیدنا عطا، سیدنا شعبی، سیدنا عمر بن عبدالعزیز اور اقوی قول کے مطابق امام مالک کا بھی یہی مذہب ہے، امام سفیان ثوری۔ امام اوزاعی اور امام احمد کا بھی یہی مذہب ہے۔

﴿تصریحاتِ صحابہ وتابعین﴾

امام بخاری رحمۃ اللہ علیہ قیام اللیل میں لکھتے ہیں:

۔ ا قال لاوزاعی امامة الغلام الذی لم یحتلم جفاء وحدث فی الاسلام، مصنف ابن ابی شیبة میں ہے، حدثناء دائود ابن خراج ابو عصام عن الاوزاعی عن و اصل بن ابی بکر عن مُجاهد قال لایومُ غلام حتی یحتلم اور فرمایا نا اسمٰعیل بن عیاش عن ابن جَریح عن عطاء عن عُمر بن عبدالعزیز قال لایَومُّ الغلام قبل ان یحتلم فی الفریضة ولا فی غیرها۔

نیز مصنف مذکور میں فرمایا اسمٰعیل بن عیاش عن عبدالعزیز عن الشبعی ۔ قال لایؤمّ الغلام حتیٰ یحتلم ۔ مولوی عبدالعزیز عینی هدایہ انہوں نے از سنن اثرم نقل کیا کہ قال ابن مسعود لایوم الغلام الذی لا تجب علیه الحدود و عن ابن عباس حتی یحتلم چنانچہ یہ دو اثر کنوز الحقائق میں بھی ہیں۔ امام ابوحنیفہ رضی اللہ عنہ کا یہی مذہب ہے۔ چنانچہ (ا) امام شمس الائمہ سرخسی رحمة الله درمبسوط شرح کا فی حاکم شهید نے جلد اوّل ص ۱۸۰ میں فرمایا کہ، واما الاقتداء بالصبی فی التطوع فقد جوزہ محمد بن المقاتل الرازی للحاجة الیه

ا۔ امام زاوزاعی نے فرمایا کہ وہ لڑکا جو ابھی غیر بالغ ہے اس کی امامت ظلم اور اسلام میں بدعت ہے

۔ امام مجاہد ہے فرمایا لڑکا جب تک بالغ نہ ہو امامت نہ کرائے۔

۔ عمر بن عبدالعزیز نے فرمایا لڑکا بلوغت سے پہلے امامت نہ کرائے فرائض کی نہ ان کے غیر کی۔

والاصح عندنا انه لایجوز لان نفل الصبی دون نفل البالغ حتی لایلزمه القضاء بالافساد و بناء القوی علی الضعیف لایجوز کیف وقد قال رَسُول الله ﷺ الامام ضامن والصبی لا یصلح ضامناً لفلس فکیف یصح منه الضمان لصلوٰۃ المقتدی ۔بہرحال نابالغ کی اقتداء نوافل میں محمد بن مقاتل رازی نے جائز فرمایا وہ بھی بوقتِ ضرورت لیکن اصح (صحیح تر) یہ ہے کہ ہمارے نزدیک ناجائز ہے۔

(باب نمبر ٥٤) اِذَا لَمْ یُتِمَّ الْاِمَامُ وَ اَتَمَّ مَنْ خَلْفَهٗ

جب امام نماز پوری نہ پڑھے اور مقتدی پوری طرح پڑھیں

عَنْ اَبِیْ هُرَیْرَةَ اَنَّ رَسُوْلَ اللهِ ﷺ قَالَ یُصَلُّوْنَ فَاِنْ اَصَابُوْا فَلَكُمْ وَاِنْ اَخْطَأُوْا فَلَكُمْ وَعَلَیْهِمْ۔

ترجمہ: حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا کہ تمہیں نماز پڑھائی جاتی ہے پس اگر امام نے ٹھیک نماز پڑھائی تو اس کا ثواب تمہیں ملے گا۔ اور اگر غلطی کی تو تمہیں ثواب ملے گا اور گناہ امام پر ہوگا۔

شرح: اس باب میں امام بخاری رحمہ اللہ نے ائمہ صلوٰۃ کے بارے میں یہ حدیث بیان فرمائی ہے کہ امام کی غلطی کا اثر مقتدیوں پر نہ پڑیگا لیکن یہاں وہ غلطیاں ہیں جو نماز کے اندر ائمہ سے سرزد ہوتی ہیں اور وہ نماز کے لئے مفسد نہیں یونہی چھوٹی بڑی غلطیوں کا مقتدیوں کو علم نہ ہو مثلاً اس کا کپڑا پلید ہے یا وہ عمداً یا خطاً نماز بے وضو یا بحالتِ جنب نماز پڑھا رہا ہے تو مقتدیوں کی نماز ہو جائیگی گناہ کے بوجھ تلے امام ہی خود دبا رہیگا اسکے گناہوں کا اثر مقتدیوں پر نہ پڑے گا۔ یہی وجہ ہے کہ ائمہ نماز کے لئے شرع مطہرہ نے شرائط مقرر فرمائے ہیں ان شرائط پر اترنے والے ائمہ صلوٰۃ کا مرتبہ بھی بلند ہے اور فضائل بھی بیشمار ہیں۔ فقیر یہاں ائمہ صلوٰۃ کے فضائل اور شرائط اور احکام و مسائل بیان کرتا ہے۔

حاشیہ:۔ امام شعبی نے فرمایا نابالغ بلوغت سے پہلے امامت نہ کرائے ۱۲۔ حضرت ابن مسعود نے فرمایا کہ وہ لڑکا جس پر حدود کے قیام کا حکم نہیں وہ غیر بالغ ہے وہ امامت نہ کرائے۔ حضرت ابن عباس سے مروی ہے کہ نابالغ بلوغت سے پہلے امامت نہ کرائے۔ اویسی غفرلہٗ۔

احادیث مبارکہ:(۱) نبی پاک ﷺ نے فرمایا، امام ومؤذن کوان سب کے برابر ثواب ملتا ہے جنہوں نے ان کے ساتھ نماز پڑھی (بہار شریعت) اس لئے جتنے نمازی زیادہ امام ومؤذن کا اجر وثواب زیادہ۔

(۲) ترمذی ابوامامہ رضی اللہ عنہ سے راوی کہ حضور ﷺ نے فرمایا کہ تین شخصوں کی نماز کانوں سے متجاوز نہیں ہوتی۔ بھاگا ہوا غلام یہاں تک کہ واپس آئے اور جو عورت اس حالت میں رات گزارے کہ اس کا شوہر اس پر ناراض ہے اور کسی گروہ کا امام کہ وہ لوگ اس کی امامت سے کراہیت کرتے ہوں (یعنی کسی شرعی قباحت کی وجہ سے)۔ ابن ماجہ کی روایت ابن عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہما سے یوں ہے کہ تین شخصوں کی نماز سر سے ایک بالشت بھی اوپر نہیں جاتی۔ ایک وہ شخص کہ قوم کی امامت کرے اور وہ لوگ اس کو برا جانتے ہوں اور وہ عورت جس نے اس حالت میں رات گزاری کہ اس کا شوہر اس پر ناراض ہے اور دو مسلمان بھائی باہم جو ایک دوسرے کو کسی دنیاوی وجہ سے چھوڑے ہوں۔ (۳) ابوداؤد وابن ماجہ ابن عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہما سے راوی کہ فرماتے ہیں ﷺ تین شخصوں کی نماز قبول نہیں ہوتی جو شخص قوم کے آگے ہو یعنی امام ہو اور وہ لوگ اس سے کراہیت کرتے ہوں اور وہ شخص کہ نماز کو پیٹھ دے کر آئے یعنی نماز فوت ہونے کے بعد پڑھے اور وہ شخص جس نے آزاد کو غلام بنایا۔ (۴) رسول اکرم شفیع معظم ﷺ نے فرمایا کہ قیامت کی علامات سے ہے کہ باہم اہل مسجد امامت ایک دوسرے پر ڈالیں گے کسی کو امام نہیں پائیں گے کہ ان کو نماز پڑھادے (یعنی کسی میں امامت کی صلاحیت نہ ہوگی)۔ (۵) بخاری میں عبداللہ ابن مسعود رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے مروی کہ فرماتے ہیں ﷺ کسی کے گھر یا اس کی سلطنت میں امامت نہ کی جائے نہ اس کی مسند پر بیٹھا جائے مگر اس کی اجازت سے۔ (۶) بخاری ومسلم وغیرہ، حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے راوی کہ فرماتے ہیں ﷺ جب کوئی اوروں کو نماز پڑھائے تو تخفیف کرے کہ ان میں بیمار اور کمزور اور بوڑھا ہوتا ہے اور جب اپنی پڑھے تو جس قدر چاہے طول دے۔ (۷) امام بخاری ابوقتادہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے راوی کہ حضور ﷺ فرماتے ہیں کہ میں نماز میں داخل ہوتا ہوں اور طویل کرنے کا ارادہ رکھتا ہوں کہ بچہ کے رونے کی آواز سنتا ہوں لہٰذا نماز میں اختصار کر دیتا ہوں کہ جانتا ہوں کہ اس کے رونے سے اس کی ماں کو غم لاحق ہوتا ہے۔ (۸) صحیح مسلم میں ہے انس رضی اللہ تعالیٰ عنہ کہتے ہیں کہ ایک دن رسول اللہ ﷺ نے نماز

پڑھائی جب پڑھ چکے ہماری طرف متوجہ ہو کر فرمایا اے لوگو! میں تمہارا امام ہوں رکوع وسجود و قیام اور نماز سے پھرنے میں مجھ پر سبقت نہ کرو کہ میں تم کو آگے اور پیچھے سے دیکھتا ہوں۔(۹) امام مالک کی روایت میں ہے کہ فرمایا جو امام سے پہلے اپنا سر اٹھاتا اور جھکاتا ہے اس کی پیشانی کے بال شیطان کے ہاتھ میں ہے۔(۱۰) نبی پاک ﷺ نے فرمایا کہ تین باتیں کسی کو حلال نہیں جو کسی کی امامت کرے تو ایسا نہ کرے کہ خاص اپنے لئے دعا کرے انہیں چھوڑ دے ایسا کیا تو ان کی خیانت کی اور کسی کے گھر کے اندر بغیر اجازت نظر نہ کرے اور ایسا کیا تو ان کی خیانت کی اور پاخانہ پیشاب روک کر نماز نہ پڑھے بلکہ ہلکا ہولے یعنی فارغ ہولے۔

فائدہ: اسی لئے فقہاء کرام نے ائمہ صلوٰۃ کیلئے شرائط مقرر کئے ہیں۔

مسائلِ فقہ: کتب فقہ میں شرائط امامت کا مستقل باب ہے چند مسائل ملاحظہ ہوں۔

مسئلہ: مرد غیر معذور کے امام کے لئے چھ شرطیں ہیں اسلام، بلوغ، عاقل ہونا، مرد ہونا، قرأت، معذور نہ ہونا۔

مسئلہ: عورتوں کے امام کے لئے مرد ہونا شرط نہیں عورت بھی امام ہوسکتی ہے اگرچہ مکروہ ہے۔(عامہ کتب)

مسئلہ: نابالغوں کے امام کے لئے بالغ ہونا شرط نہیں بلکہ نابالغ بھی نابالغوں کی امامت کرسکتا ہے اگر سمجھ والا ہو۔(ردالمختار)

مسئلہ: معذور اپنے مثل یا اپنے سے زائد عذر والے کی امامت کرسکتا ہے کم عذر والے کی امامت نہیں کرسکتا اور اگر امام و مقتدی دونوں کو دو قسم کے عذر ہوں مثلاً ایک کو ریاح کا مرض ہے دوسرے کو قطرہ آنے کا تو ایک دوسرے کی امامت نہیں کرسکتا۔(عالمگیری، ردالمختار)

مسئلہ: طاہر معذور کی اقتدا نہیں کرسکتا جبکہ حالتِ وضو میں حدث پایا گیا یا بعدِ وضو وقت کے اندر طاری ہوا اگرچہ نماز کے بعد اور اگر نہ وضو کے وقت حدث تھا نہ ختم وقت تک اس نے عود کیا تو یہ نماز جو اس نے انقطاع پر پڑھی اس میں تندرست اس کی اقتدا کرسکتا ہے۔(درمختار)

مسئلہ: معذور اپنے مثل معذور کی اقتدا کرسکتا ہے ایک عذر والا دو عذر والے کی اقتدا نہیں کرسکتا نہ ایک عذر

والا دوسرے عذر والے کی اور دو عذر والا ایک عذر والے کی اقتدا کر سکتا ہے جبکہ وہ ایک عذر اسی کے دو میں سے ہو۔ (درمختار وغیرہ)

مسئلہ: معذور نے اپنے مثل دوسرے معذور اور صحیح کی امامت کی، صحیح کی نہ ہوگی اوروں کی ہو جائے گی۔ (درمختار)

مسئلہ: وہ بد مذہب جس کی بد مذہبی حد کفر کو پہنچ گئی ہو جیسے رافضی اگرچہ صرف صدیق اکبر رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی خلافت یا صحبت سے انکار کرتا ہو یا شیخین رضی اللہ تعالیٰ عنہما کی شان اقدس میں تبرا کہتا ہو۔ قدری، جہمی، مشبہ اور وہ جو قرآن کو مخلوق بتاتا ہے وہ جو شفاعت یا دیدار الٰہی یا عذاب قبر یا کراماً کاتبین کا انکار کرتا ہے ان کے پیچھے نماز نہیں ہو سکتی۔ (عالمگیری، غنیہ) اس سے سخت تر حکم دیو بندیہ وہابیہ زمانہ کا ہے کہ اللہ عزوجل و نبی ﷺ کی توہین کرتے یا توہین کرنے والوں کو اپنا پیشوا یا کم از کم مسلمان ہی جانتے ہیں۔

مسئلہ: جس بد مذہب کی بد مذہبی حد کفر کو نہ پہنچی ہو جیسے تفضیلیہ اس کے پیچھے نماز مکروہ تحریمی ہے (عالمگیری)

اقتدا کی تیرہ شرطیں ہیں۔ نیتِ اقتدا اور اس نیت اقتدا کا تحریمہ کے ساتھ ہونا یا تحریمہ پر مقدم ہونا بشرطیکہ صورت تقدم میں کوئی اجنبی نیت و تحریمہ میں فاصل نہ ہو۔ امام و مقتدی دونوں کا ایک مکان میں ہونا، دونوں کی نماز ایک ہو یا امام کی نماز، نماز مقتدی کو متضمن ہو۔ امام کی نماز مذہب مقتدی پر صحیح ہونا اور امام و مقتدی دونوں کا اسے صحیح سمجھنا۔ عورت کا محاذی نہ ہونا ان شروط کے ساتھ جو مذکور ہوں گی۔ مقتدی کا امام سے مقدم نہ ہونا۔ امام کے انتقالات کا علم ہونا۔ امام کا مقیم یا مسافر ہونا معلوم ہو۔ ارکان کی ادا میں شریک ہونا۔ ارکان کی ادا میں مقتدی امام کے مثل ہو یا کم۔ یوں ہی شرائط میں مقتدی کا امام سے زائد نہ ہونا۔

مسئلہ: سوار نے پیدل کی یا پیدل نے سوار کی اقتدا کی یا مقتدی و امام دونوں دو سواریوں پر ہیں ان تینوں صورتوں میں اقتدا نہ ہوئی کہ دونوں کے مکان مختلف ہیں۔ اور اگر دونوں ایک سواری پر سوار ہوں تو پیچھے والا اگلے کی اقتدا کر سکتا ہے کہ مکان ایک ہے۔ (ردالمحتار)

مسئلہ: امام و مقتدی کے درمیان اتنا چوڑا راستہ ہو جس میں بیل گاڑی جا سکے تو اقتدا نہیں ہو سکتی۔ یوں ہی اگر بیچ میں نہر ہو جس میں کشتی یا بجرا چل سکے تو اقتدا صحیح نہیں اگرچہ وہ نہر بیچ مسجد میں ہو اور اگر بہت تنگ نہر ہو جس میں بجرا بھی نہ تیر سکے تو اقتدا صحیح ہے (درمختار) مزید تفصیل مسائل امامت کتب فقہ میں ہیں۔

(باب نمبر ٥٦) اِمَامَةِ الْمَفْتُوْنِ وَ الْمُبْتَدِعِ

دین کے معاملہ میں باغی اور بدعتی کی امامت کا بیان

وَقَالَ الْحَسَنُ صَلِّ وَعَلَيْهِ بِدْعَتُهُ وَقَالَ لَنَا مُحَمَّدُ بْنُ يُوْسُفَ حَدَّثَنَا الْاَوْزَاعِيُّ قَالَ حَدَّثَنَا الزُّهْرِيّ عَنْ حُمَيْدِبْنِ عَبْدِالرَّحْمٰنِ عَنْ عُبَيْدِاللهِ بْنِ عَدِيِّ بْنِ الْخِيَارِ اَنَّهُ دَخَلَ عَلٰى عُثْمَانَ بْنِ عَفَّانَ وَهُوَ مَحْصُوْرٌ فَقَالَ اِنَّكَ اِمَامُ عَامَّةٍ وَّنَزَلَ بِكَ مَاتَرٰى وَيُصَلِّيْ لَنَا اِمَامُ فِتْنَةٍ وَّنَتَحَرَّجُ فَقَالَ الصَّلٰوةُ اَحْسَنُ مَايَعْمَلُ النَّاسُ فَاِذَا اَحْسَنَ النَّاسُ فَاَحْسِنْ مَّعَهُمْ وَاِذَا اَسَآءُ وْا فَاجْتَنِبْ اِسَآءَ تَهُمْ وَقَالَ الزُّبَيْدِيُّ قَالَ الزُّهْرِيُّ لَا نَرٰى اَنْ يُّصَلّٰى خَلْفَ الْمُخَنَّثِ اِلَّا مِنْ ضَرُوْرَةٍ لَّابُدَّمِنْهَا.

ترجمہ: حضرت حسن نے فرمایا کہ تم نماز پڑھ لو۔اس کی بدعت کا گناہ اسی پر ہے۔ہم سے محمد بن حسن نے فرمایا کہ ہم سے اوزاعی نے حدیث بیان کی کہا کہ ہم سے زہری نے حدیث بیان کی حمید بن عبدالرحمٰن کے واسطہ سے وہ عبیداللہ بن عدی بن خیاؔر سے کہ جن دنوں عثمان بن عفان رضی اللہ عنہ کا محاصرہ ہوا تھا وہ ان کی خدمت میں حاضر ہوئے انہوں نے فرمایا کہ آپ امیرالمؤمنین ہیں اور صورت حال یہ ہے۔نماز باغیوں کا امام پڑھاتا ہے جو ہم پر بہت گراں ہے۔آپ نے جواباً فرمایا کہ نماز انسان کے عمل میں سب سے اچھی چیز ہے اس لیے جب لوگ اچھا کام کریں تو تم بھی اچھا کام کرو اور جب لوگ برا کام کریں تو تم ان کی برائی سے بچو۔زبیدی نے زہری کا یہ قول نقل کیا ہے کہ سوا انتہائی سخت داعیہ کے ہم مخنث کی اقتداء میں نماز پڑھنا مناسب نہیں خیال کرتے تھے۔

اَنَسَ بْنَ مَالِكٍ قَالَ قَالَ النَّبِيُّ ﷺ لِاَبِيْ ذَرٍّ اِسْمَعْ وَاَطِعْ وَلَوْ لِحَبَشِيٍّ كَاَنَّ رَاْسَهٗ زَبِيْبَةٌ.

ترجمہ: حضرت انس بن مالک رضی اللہ عنہ نے کہا کہ نبی کریم ﷺ نے ابوذر رضی اللہ عنہ سے فرمایا (حاکم کی) سنو اور اطاعت کرو۔خواہ وہ ایسا حبشی غلام ہی کیوں نہ ہو جس کا سر انگور کی طرح ہو۔

شرح: بہت سے نمازی سمجھتے ہیں کہ نماز ہر شخص کے پیچھے صحیح و جائز ہے یہ سخت جہالت اور اپنی نماز کو خود برباد کرنا ہے۔اس طرح سمجھنا احکام دین وملت سے لاپرواہی وغفلت ہے۔ایسوں پر واجب ہے کہ توبہ کریں ورنہ قیامت میں اس کا مواخذہ ہوگا کیوں کہ حضور نے (بالخصوص) بدعقیدہ و بدمذہب سے دور ہی مناسب رہنے کا حکم فرمایا ہے کہ اِیَّاھُمْ وَاِیَّاکُمْ لَا یُضِلُّوْنَکُمْ وَلَا یَفْتِنُوْنَکُمْ. (بیہقی ودارقطنی)

ان بدمذہبوں سے بچ کے رہو اور ان کو اپنے سے دور رکھو کہیں تمہیں وہ گمراہ نہ کردیں اور کہیں تمہیں فتنہ میں نہ ڈال دیں اور ساتھ یہ بھی نبی کریم ﷺ کا ارشاد ہے کہ "میری اُمت میں تہتر فرقے ہوں گے جن میں ایک فرقہ حق باقی سب جہنمی" (مشکوٰۃ ص ۵۲)

فائدہ: اس حدیث سے ثابت ہوا کہ بہتر فرقوں کو دوزخی ماننا ضروری ہے اور پھر اس دوزخی کے پیچھے نماز پڑھ لی جائے تو وہ نماز کہاں جائیگی قیامت میں اس نماز کا نہ صرف محاسبہ ہوگا بلکہ سخت سزا بھی ہوگی کہ جب تمہیں ایسے لوگوں کی خبر دی گئی تو پھر تم نے انہیں بتایا کیوں یا اس کے پیچھے نماز کیوں پڑھی۔

اسوۂ رسول ﷺ: نبی پاک ﷺ نے تو ایک معمولی خامی دیکھ کر صحابہ کرام کو ایک صحابی کے پیچھے نماز پڑھنے سے روک دیا حدیث شریف میں ہے:

"ان رجلاً ام قوما فبعق الی القبلة و رسول الله ﷺ ینظر فقال رسول الله ﷺ حین فرغ لایصلی لکم فاراد بعد ذلک اَنْ یُّصَلِّیَ لَھُمْ فَمنعُوْهُ وَاَخبرُوْهُ بِقَوْلِ رَسُوْلُ اللّٰہِ ﷺ قَالَ نَعَمْ وَحَسِبْتُ اَنَّهٗ قَالَ اَنَّکَ اٰذَیْتَ اللّٰہَ وَرَسُوْلَ اللّٰہ ﷺ".

(رواہ ابوداؤد، ص ۷۶، ج ۱)۔

ترجمہ: اصحاب نبی کریم ﷺ سے احمد رضی اللہ عنہ نے روایت کی کہ ایک آدمی نے قوم کو باجماعت کرائی اور قبلہ رخ تھوک دیا اور رسول اللہ ﷺ دیکھ رہے تھے۔جب فارغ ہوا تو آپ نے فرمایا اس کے بعد یہ شخص جماعت نہ کرائے اصحاب مصطفےٰ ﷺ نے اس شخص کو منع کردیا اور اس شخص کو بھی صحابہ کرام رضوان اللہ علیہم اجمعین نے سرور عالم نور مجسم ﷺ کے اس فیصلے سے متنبہ کردیا اس نے رسول اللہ ﷺ صورت حال عرض کی آپ نے فرمایا کہ تو نے اللہ اور اس کے رسول کو اذیت (تکلیف) پہنچائی ہے۔

فائدہ: سرورِ عالم ﷺ کے دین کے پرستار (عاشق) سے اپیل ہے کہ غور فرمائیں کہ صرف کعبہ مکرمہ کی طرف تھوکنے والے امام (صحابی) کو خود سرورِ عالم ﷺ نے امامت سے ہٹا دیا بلکہ وہی امام دوبارہ امامت کی جرأت کرتا تو صحابہ کرام رضی اللہ عنہم اس کی امامت قبول نہیں کرتے۔ بتایئے اس امام کی نماز کس کھاتے میں جائے گی جو کعبہ کے آقا بلکہ کعبہ کے کعبہ حضرت محمد مصطفیٰ ﷺ کا گستاخ ہے اور وہ امام تو کعبہ کی سمت (جو مدینہ طیبہ سے تخمیناً تین سو میل دور ہے) کو تھوکتا ہے تو امامت کے لائق نہیں یہاں تو کھلے بندوں رسالت مآب ﷺ کو لاعلمی بے اختیار اور دیگر بہت بُرے امور کا الزام لگاتا ہے۔ اس کی امامت تم نے کس طرح برداشت کر رکھی ہے کیا بے غیرتی تو سر نہیں ہوگئی۔ بے غیرت بنو یا غیرت منداس سے رسول اللہ ﷺ کی عظمت میں کمی یا اضافہ نہ ہوگا۔ یہ فیصلہ ابھی سے کرلیں کہ گستاخان نبوت کے پیچھے نماز برباد گئی ہے۔

دیوبندی فرقہ: یہ فرقہ سب سے زیادہ خطرناک ہے اس لئے کہ یہ عملی تقیہ کے بڑے مشاق ہیں اور اس کی انہیں خصوصیت سے تربیت دی جاتی ہے۔ اسی لئے یہ قادری، چشتی، نقشبندی، اویسی سہروردی حنفی بن جاتے ہیں۔ بوقتِ ضرورت یا رسول اللہ کے نعرے، انگوٹھے چومنا، سلام و قیام میں شامل ہونا وغیرہ وغیرہ اسی لئے ان کی اس بیماری کا خصوصاً خیال رکھیں۔ ان کے عقائد معلوم کرنے کے لئے فقیر کی تصنیف ''دیوبندی بریلوی فرق'' کا مطالعہ کریں اور ان کے پیچھے نماز بالکل نہیں ہوتی۔ فقیر کا رسالہ ''دیوبندی امام کے پیچھے نماز پڑھنے کا حکم'' پڑھیے۔

یاد رہے کہ دیوبندی فرقہ کے کفر وارتداد پر علمائے عرب و عجم کا اتفاق ہے۔ امام احمد رضا محدث بریلوی قدس سرہ کی تصنیف ''حسام الحرمین'' پڑھیے۔

وَهُوَ مَحْصُوْرٌ: یہ واقعہ سیدنا عثمان غنی رضی اللہ عنہ کے اس دور کا ہے جب باغیوں نے بغاوت کی اور آپ گھر میں محصور ہو کر رہ گئے اور باغی مصلّی مسجد نبوی پر قبضہ جما کر امام بن گئے اس زمانہ میں بہت سے صحابہ کرام رضی اللہ عنہم مقرر امام کے پیچھے نمازیں نہیں پڑھتے تھے جیسے آج نجدیوں نے حرمین طیبین میں قبضہ جما رکھا ہے اور ہم ان کے پیچھے نمازیں نہیں پڑھتے تو ہمیں الحمدللہ صحابہ کرام کی سنت نصیب ہے۔ حضرت عثمان رضی اللہ عنہ کے محصور ہونے اور باغیوں کے مصلّی پر قبضہ جمانے سے صحابہ بہت ملول تھے اور چاہتے تھے کہ اگر امیر المؤمنین کا حکم ہو تو کسی طرح موجودہ صورت کو ختم کیا جائے۔ حضرت عثمان رضی اللہ عنہ نے یہ

کلمات جو حدیث میں مذکور ہیں صرف اس لئے فرمائے تا کہ ان کی تسلی ہو جائے۔ یہ مطلب آپ کا ہرگز نہیں ہو سکتا تھا کہ اس طرح کے لوگوں کے پیچھے نماز پڑھنے میں کوئی حرج ہی نہیں ہو سکتا۔ چنانچہ امام ابوحنیفہ رحمۃ اللہ علیہ کے نزدیک فاسق بدعتی کی اقتداء میں نماز پڑھنا مکروہ ہے۔ کیونکہ بہت سے امور میں امام مقتدی کی کفالت کرتا ہے اور امام کی نماز کی اچھائی اور برائی کا اثر مقتدی کی نماز پر پڑنا ضروری ہے اسی لئے ہمارے نزدیک مرتد خارج اسلام کے پیچھے نماز ہوتی ہی نہیں۔ فقیر کا رسالہ ہے "امام حرم اور ہم" اس کا مطالعہ کیجئے اور فاسق و فاجر کے پیچھے نماز پڑھنا مکروہ تحریمی واجب الاعادہ، داڑھی منڈا اور قبضہ سے کم داڑھی والا امام فاسق مجاہر ہے یہ عام فاسق سے بھی بُرا ہے خواہ وہ پیر ہو یا مولوی۔ اسکی تفصیل فقیر کے رسالہ "داڑھی منڈے اور قبضہ سے کم والے امام کی نماز کا حکم" میں ہے۔

(باب ۵۷)

يَقُوْمُ عَنْ يَّمِيْنِ الْاِمَامِ بِحَذَآئِهٖ سَوَآءً اِذَا كَانَا اثْنَيْنِ

(نماز پڑھنے والے) صرف دو ہوں تو مقتدی امام کے دائیں جانب مقابل میں کھڑا ہوگا

عَنِ ابْنِ عَبَّاسٍ قَالَ بِتُّ فِيْ بَيْتِ خَالَتِيْ مَيْمُوْنَةَ فَصَلّٰى رَسُوْلُ اللّٰهِ ﷺ الْعِشَآءَ ثُمَّ جَآءَ فَصَلّٰى اَرْبَعَ رَكَعَاتٍ ثُمَّ نَامَ ثُمَّ قَامَ فَجِئْتُ فَقُمْتُ عَنْ يَّسَارِهٖ فَجَعَلَنِيْ عَنْ يَّمِيْنِهٖ فَصَلّٰى خَمْسَ رَكَعَاتٍ ثُمَّ صَلّٰى رَكْعَتَيْنِ ثُمَّ نَامَ حَتّٰى سَمِعْتُ غَطِيْطَهٗ اَوْ قَالَ خَطِيْطَهٗ ثُمَّ خَرَجَ اِلَى الصَّلٰوةِ.

ترجمہ: ابن عباس رضی اللہ عنہ نے فرمایا کہ ایک رات میں اپنی خالہ میمونہ رضی اللہ عنہا کے یہاں سویا۔ رسول اللہ ﷺ عشاء کی نماز کے بعد جب ان کے ہاں تشریف لائے تو چار رکعات نماز پڑھی اور سو گئے۔ پھر جب آپ اٹھے تو میں اٹھ کر آپ ﷺ کے بائیں طرف کھڑا ہو گیا۔ لیکن آپ نے مجھے داہنی طرف کر دیا۔ آپ ﷺ نے پانچ رکعت نماز پڑھی پھر دو رکعت (سنتِ فجر) اور پڑھ کر سو گئے۔ میں نے آپ ﷺ کے خراٹے کی آواز بھی سنی۔ پھر آپ ﷺ فجر کی نماز کے لئے تشریف لے گئے۔

(باب نمبر ۵۸)

اِذَا قَامَ الرَّجُلُ عَنْ يَّسَارِ الْاِمَامِ فَحَوَّلَهُ الْاِمَامُ اِلٰى يَمِيْنِهٖ لَمْ تَفْسُدْ صَلٰوتُهُمَا

جب کوئی امام کے بائیں طرف کھڑا ہو گیا اور امام نے اسے دائیں طرف کرلیا تو دونوں میں کسی کی بھی نماز فاسد نہیں ہوگی

عَنِ ابْنِ عَبَّاسٍ قَالَ قُمْتُ عِنْدَ مَيْمُوْنَةَ وَالنَّبِيُّ ﷺ عِنْدَهَا تِلْكَ اللَّيْلَةَ فَتَوَضَّأَ ثُمَّ قَامَ يُصَلِّيْ فَقُمْتُ عَنْ يَسَارِهٖ فَاَخَذَنِيْ فَجَعَلَنِيْ عَنْ يَمِيْنِهٖ فَصَلّٰى ثَلٰثَ عَشَرَةَ رَكْعَةً ثُمَّ نَامَ حَتّٰى نَفَخَ وَكَانَ اِذَا نَامَ نَفَخَ ثُمَّ اَتَاهُ الْمُؤَذِّنُ فَخَرَجَ فَصَلّٰى وَلَمْ يَتَوَضَّأْ قَالَ عَمْرٌو وَ فَحَدَّثْتُ بِهٖ بُكَيْرًا فَقَالَ حَدَّثَنِيْ كُرَيْبٌ بِذٰلِكَ .

ابن عباس رضی اللہ عنہ نے فرمایا کہ میں ام المؤمنین میمونہ رضی اللہ عنہا کے یہاں سویا۔ اس رات نبی کریم ﷺ کی بھی وہیں سونے کی باری تھی۔ آپ نے وضو کیا اور نماز پڑھنے کے لئے کھڑے ہو گئے۔ میں آپ ﷺ کے بائیں طرف کھڑا ہو گیا۔ اس لیے آپ نے مجھے پکڑ کر دائیں طرف کر دیا۔ پھر تیرہ رکعت نماز پڑھی اور سو گئے۔ یہاں تک کہ سانس لینے لگے۔ نبی کریم ﷺ کی عادت تھی کہ جب سوتے تو سانس لیتے تھے۔ پھر مؤذن آیا تو آپ باہر تشریف لے گئے۔ آپ نے اس کے بعد فجر کی نماز پڑھی اور وضو نہیں کیا۔ عمرو نے بیان کیا کہ میں نے یہ حدیث بکیر کے سامنے بیان کی تو انہوں نے فرمایا کہ یہ حدیث مجھ سے کریب نے بھی بیان کی تھی۔

(باب نمبر ۵۹)

اِذَا لَمْ يَنْوِ الْإِمَامُ اَنْ يَؤُمَّ ثُمَّ جَاءَ قَوْمٌ فَاَمَّهُمْ.

جب امام نے امامت کی نیت نہیں کی تھی لیکن کچھ لوگ آئے اور امام نے انہیں نماز پڑھائی

عَنِ ابْنِ عَبَّاسٍ قَالَ بِتُّ عِنْدَ خَالَتِي مَيْمُوْنَةَ فَقَامَ النَّبِيُّ ﷺ يُصَلِّيْ مِنَ الَّيْلِ فَقُمْتُ اُصَلِّي مَعَهٗ فَقُمْتُ عَنْ يَّسَارِهٖ فَاَخَذَ بِرَاْسِيْ وَاَقَامَنِيْ عَنْ يَّمِيْنِهٖ.

ابن عباس نے فرمایا کہ میں نے ایک مرتبہ اپنی خالہ میمونہ رضی اللہ عنہا کے یہاں رات گزاری۔ نبی کریم ﷺ رات میں نماز پڑھنے کے لیئے کھڑے ہوئے تو میں آپ کے ساتھ نماز میں شریک ہو گیا۔ میں آپ کے بائیں طرف کھڑا ہو گیا تھا لیکن آپ ﷺ نے میرا سر پکڑ کے دائیں طرف کر دیا۔

شرح: سیدہ میمونہ رضی اللہ عنہا کا ذکر خیر ان روایت میں بار بار آیا ہے تبرکاً ان کا مختصر تعارف حاضر ہے۔

تعارف حضرت میمونہ: آپ نے اپنے آپ کو حضور ﷺ کی خدمت میں پیش کیا۔ نام مبارک میمونہ۔ والد کا نام حارث اور والدہ کا نام ہند تھا۔ پہلے مسعود کے نکاح میں تھیں۔ ان سے طلاق کے بعد ابو درہم سے نکاح ہوا ان کے انتقال کے بعد حضور ﷺ کی زوجیت میں آئیں۔ ۵۱ھ میں وفات پائی۔ حسن اتفاق ہے کہ جس علاقہ میں آپ کا نکاح حضور نبی پاک ﷺ سے ہوا اسی علاقہ میں ہی آپ کی وفات ہوئی۔ آج بھی آپ کا مزار اقدس ایک چار دیواری میں محفوظ ہے فقیر بارہا حاضری سے مشرف ہوا۔ شارع ہجرہ یعنی وہ سڑک جو مکہ معظمہ سے مدینہ طیبہ کو جاتی ہے مکہ معظمہ سے علاقہ تنعیم سے گزرنے کے بعد علاقہ نوار شروع ہوتا ہے مغرب کی جانب بالکل سڑک کے قریب چار دیواری نظر آئیگی وہی مزار میمونہ رضی اللہ عنہا ہے۔ مزید تفصیل فقیر کے ''سفرنامہ شام و عراق'' میں ہے۔ چونکہ حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما کی خالہ ہیں اسی لئے کبھی کبھی حسب عادت بچگاں انہی خالہ کے ہاں رات گزارتے۔ خوش قسمتی سے حضور ﷺ کے ساتھ نوافل تہجد سے مشرف ہوتے اور بائیں جانب کھڑے ہوتے تو نماز میں ہی نبی پاک ﷺ ان کے سر

مبارک کو پکڑ کر دائیں جانب کھڑا کر دیتے جیسے عام مسئلہ ہے کہ مقتدی ایک ہو تو وہ امام کے دائیں جانب کھڑا ہو چونکہ یہ عمل قلیل ہے اسی لئے نماز میں اس قدر عمل جائز ہے۔

امام کی نیت: امام نماز کی نیت باندھکر نماز میں شروع ہو جائے تو جتنے لوگ بعد کو شامل ہوتے جائیں سب کی نماز بلا کراہت ہو جائے گی۔ احناف کے نزدیک امام کو مردوں کی امامت کی نیت کرنا شرط نہیں ہاں عورتوں کی امامت کی نیت کرنا شرط ہے اسی لئے شروع میں ہی امام کی نیت یہ ہو کہ انا امام القوم جس میں عورتوں کی بعد کی شمولیت کے لئے انکی نماز جائز ہوگی۔ ہاں جمعہ وعیدین میں عورتوں کی علیحدہ نیت ضروری نہیں۔ وہ اس حالت میں اقتداء کر سکتی ہیں۔

(باب نمبر ٦٠)

اِذَا طَوَّلَ الاِمَامُ وَكَانَ الرَّجُلِ حَاجَةٌ فَخَرَجَ وَصَلّٰى.

جب امام نے نماز طویل کر دی اور کسی کو ضرورت تھی اس لئے اس نے باہر نکل کر نماز پڑھ لی

عَنْ جَابِرِ بْنِ عَبْدِاللّٰهِ اَنَّ مُعَاذَ ابْنَ جَبَلٍ كَانَ يُصَلِّيْ مَعَ النَّبِيِّ ﷺ ثُمَّ يَرْجِعُ فَيَؤُمُّ قَوْمَهُ وَحَدَّثَنِيْ مُحَمَّدُ بْنُ بَشَّارٍ قَالَ ثَنَا غُنْدُرٌ قَالَ ثَنَا شُعْبَةُ عَنْ عَمْرٍو قَالَ سَمِعْتُ جَابِرَبْنِ عَبْدِ اللّٰهِ قَالَ كَانَ مُعَاذُبْنُ جَبَلٍ يُصَلِّيْ مَعَ النَّبِيِّ ﷺ ثُمَّ يَرْجِعُ فَيَؤُمُّ قَوْمَهُ فَصَلَّى الْعِشَآءَ فَقَرَاَبِالْبَقَرَةِ فَانْصَرَفَ الرَّجُلُ فَكَانَ مُعَاذٌ يَّنَالُ مِنْهُ فَبَلَغَ النَّبِيَّ ﷺ فَقَالَ فَتَّانٌ فَتَّانٌ ثَلٰثَ مِرَارٍ اَوْقَالَ فَاتِنًا فَاتِنًا فَاتِنًا وَّاَمَرَهُ بِسُوْرَتَيْنِ مِنْ اَوْسَطِ الْمُفَصَّلِ قَالَ عَمْرٌو لَآ اَحْفَظُهُمَا.

معاذ بن جبل رضی اللہ عنہ نبی پاک ﷺ کے ساتھ نماز پڑھتے تھے۔ پھر واپس آ کر اپنی قوم کی امامت کرتے تھے۔ جابر بن عبد اللہ رضی اللہ عنہ نے فرمایا کہ معاذ بن جبل نبی کریم ﷺ کے ساتھ نماز پڑھتے اور پھر واپس آ کر اپنی قوم کے لوگوں کو نماز پڑھاتے تھے۔ ایک مرتبہ عشاء میں سورۂ بقرہ پڑھی اس لیے ایک شخص باہر آ گیا نماز نہ پڑھی۔ معاذ رضی اللہ عنہ کو اس سے ناگواری رہنے لگی۔ لیکن جب نبی کریم ﷺ تک بات پہنچی تو آپ ﷺ نے تین مرتبہ فتان فتان فتان فرمایا۔ یا فاتن، فاتن، فاتن، فتنہ میں ڈالنے والے۔ اوساط مفصل کی دو سورتوں کے پڑھنے کا حکم دیا۔ عمرو نے کہا مجھے ان دو سورتوں کے نام یاد نہیں ہیں۔

(باب نمبر ٦١)

تَخفِيفِ الْاِمَامِ فِى الْقِيَامِ وَاِتْمَامِ الرُّكُوعِ وَالسُّجُوْدِ.

امام قیام میں تخفیف کرے لیکن رکوع اور سجدہ مکمل کرے

اَنَّ رَجُلاً قَالَ وَاللّٰهِ يَارَسُوْلَ اللّٰهِ اِنِّي لَاَتَاَخَّرُ عَنْ صَلٰوةِ الْغَدَاةِ مِنْ اَجْلِ فُلَانٍ مِمَّا يُطِيْلُ بِنَا رَاَيْتُ رَسُوْلَ اللّٰهِ ﷺ فِى مَوْعِظَةٍ اَشَدَّ غَضَبًا مِنْهُ يَوْمَئِذٍ ثُمَّ قَالَ اِنَّ مِنْكُمْ مُنَفِّرِيْنَ فَاَيُّكُمْ مَا صَلّٰى بِالنَّاسِ فَلْيَتَجَوَّزْ فَاِنَّ فِيْهِمُ الضَّعِيْفَ وَالْكَبِيْرَ وَذَا الْحَاجَةِ.

ایک شخص نے کہا یارسول اللہ ﷺ ! میں صبح کی نماز میں فلاں کی وجہ سے دیر میں جاتا ہوں۔ کیونکہ وہ نماز کو بہت طویل کردیتے ہیں۔ میں نے رسول اللہ ﷺ کو نصیحت کے وقت اس دن سے زیادہ غضبناک اور کبھی نہیں دیکھا۔ آپ ﷺ نے فرمایا کہ تم میں سے بعض لوگوں کو بھگانے کا باعث بنتے ہیں جو شخص بھی نماز پڑھائے تو ہلکی پڑھائے کیونکہ نمازیوں میں کمزور، بوڑھے اور ضرورت والے سب ہی ہوتے ہیں۔

شرح: حدیثِ معاذ بن جبل رضی اللہ عنہ ہی ایک اختلافی مسئلہ کا موجب نزاع ہے مسئلہ یوں ہے کہ متنفّل کے پیچھے مفترض کی نماز ہوگی یا نہ۔ احناف کے نزدیک ناجائز ہے۔ امام شافعی رحمۃ اللہ علیہ جس کے مُقلّد غیر مقلّد ہیں اگرچہ تقلید کے قائل نہیں انکی دلیل یہی حدیث معاذ ہے۔ اصل صورت یوں ہے کہ حضرت معاذ رضی اللہ عنہ کا تعلق قبیلہ بنوسلمہ سے تھا۔ بنوسلمہ کے گھر مدینہ کی آخری سرحد پر تھے۔ حضرت معاذ اور ان کی قوم کے دوسرے لوگ مغرب کی نماز حضور ﷺ کے ساتھ پڑھتے اور پھر اپنے گھروں کو واپس ہوتے تو لوگ عشاء کی نماز قبیلہ کی مسجد میں پڑھتے تھے۔ حضرت معاذ رضی اللہ عنہ بھی ان ہی کے ساتھ واپس چلے آتے تھے لیکن ایک روز اتفاق سے مغرب کی نماز کے بعد حضرت معاذ رضی اللہ عنہ صحبتِ نبوی میں بیٹھ گئے اور کافی دیر ہوگئی اس لیے آپ نے عشاء کی نماز بھی وہیں پڑھ لی۔ پھر اپنے قبیلہ میں آئے تو چونکہ یہاں امام آپ ہی تھے اس لیے عشاء کی نماز یہاں آپ نے ہی پڑھائی اور نماز میں طویل طویل سورتیں پڑھیں۔ ایک تو پہلے سے دیر ہو چکی تھی دوسرے طویل سورتوں سے اور زیادہ تاخیر ہوئی تو ایک صاحب جنھیں

کچھ ضرورت ہوگی نماز توڑ دی اور خود علیحدہ نماز پڑھ لی۔اس حدیث سے امام شافعی رضی اللہ عنہ نے استد لال فرمایا ہے کہ متنفل امام کے پیچھے مفترض کی نماز جائز ہے۔

جوابات از احناف: (۱) حضرت معاذ رضی اللہ عنہ کے صریح الفاظ کہیں نہیں کہ انہوں نے فرمایا ہو کہ میں نے حضور نبی پاک ﷺ کے پیچھے فرض نماز کی نیت کی تھی اب نفل کی نیت سے امام بنا ہوا ہوں جب انہوں نے نہیں فرمایا تو پھر تخمینہ سے مسئلہ ثابت کرنا بے اصولی بات ہے اسی تخمینہ کے بالمقابل ہم بھی کہتے ہیں کہ حضرت معاذ رضی اللہ عنہ حضور نبی پاک ﷺ کے پیچھے نفل کی نیت سے پڑھ لیتے ہوں قوم میں واپس آ کر فرض نماز پڑھاتے ہوں۔

(۲) حضور نبی پاک ﷺ نے کہیں نہیں فرمایا کہ تم میرے پیچھے بے شک فرض کی نیت کرلو واپس قوم کو نفل کی نیت سے نماز پڑھاؤ۔ جب حضور ﷺ کا ارشاد گرامی بھی نہیں تو پھر حدیث پر عمل نہ ہوا اپنے ایک گمان پر عمل ہوا پھر عمل علی الحدیث کا دعویٰ کیسا؟

(۳) ہمارے احناف کی تائید ایک اور حدیث شریف سے ہوتی ہے وہ یہ کہ بقول مخالفین حضرت معاذ رضی اللہ عنہ نے فرض پڑھ کر نفل کی جماعت کرائی تو یہ ان کا اجتہاد تھا اور اجتہاد صحابہ میں خطاً بھی ہوتی ہے اور خطائی اجتہاد پر عمل نہیں ہوتا۔ پھر حضور نبی پاک ﷺ نے انہیں اس اجتہاد خطائی پر انتباہ فرمایا چنانچہ مسند احمد میں تصریح ہے کہ حضور علیہ السلام کو جب ان کے اس اجتہاد پر آگاہی ہوئی تو فرمایا کہ اے معاذ فتنہ کا موجب نہ بنو۔ یا تو میرے ساتھ نماز پڑھ لیا کرو یا پھر اپنی قوم کو ہلکی نماز پڑھایا کرو۔ آپ اس موقع پر ناراض بھی ہوئے تو بعض محدثین اس ناراضگی کا موجب دوبارہ نماز پڑھانے کو بھی بتاتے ہیں۔ اس سے ثابت ہوا کہ اگر انہوں نے دوبارہ نفل کی صورت میں نماز پڑھائی تو وہ ان کا اجتہاد تھا اور وہ مبنی بر خطاً تھا جسے خود حضور علیہ السلام نے رد فرما دیا۔

(سوال) حضرت جابر (صحابی) رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ حضرت معاذ بن جبل رضی اللہ عنہ حضور کے ساتھ عشاء کی نماز پڑھ کر جاتے اور قوم کو بھی وہی نماز پڑھاتے چنانچہ وہ تصریح فرماتے ہیں کہ ھی لہٗ تطوع ولھم فریضۃ (بیہقی و دار قطنی) یہ نماز حضرت معاذ کے لئے نفل ہوتی اور قوم کے لئے فرض۔

(جواب) یہ بھی حضرت جابر رضی اللہ عنہ کا قیاس ہے انہیں حضرت معاذ رضی اللہ عنہ نے تو نہیں فرمایا کہ

میں پہلے فرض پڑھ کر آتا ہوں پھر نفل کی نیت سے نماز پڑھاتا ہوں۔ یہ جابر رضی اللہ عنہ کا قول ہے نہ کہ حدیث نبوی اور یہاں بھی وہی خطاء اجتہادی ہوگی، دوسرا یہ کہ نیت ارادہ کا علم کسی دوسرے کو کہاں جب تک وہ اسے ظاہر نہ کرے۔

دلائل احناف: (۱) نفل کا مرتبہ فرض سے کم ہے نفل پڑھنے والا امام ضعیف اور مقتدی قوی ثابت ہوتے ہیں اور یہ شرعی اصول کے خلاف ہے کہ ادنیٰ کے پیچھے اعلیٰ نماز پڑھے۔(۲) حدیث شریف میں ہے : الامام ضامن (مشکوٰۃ باب الاذان از ابوداؤد) امام ضامن ہے۔ جب امام ضامن ہے تو وہ ان کی ضمانت لے رہا ہے جو اس سے قوی ہیں یعنی خود نفل پڑھ رہا ہے جو ادنیٰ عمل ہے اور مقتدی اعلیٰ عمل میں ہیں اس معنی پر ادنیٰ کا اعلیٰ کا ضامن کیسے ہوسکتا ہے۔(۳) امام نخعی تابعی رحمۃ اللہ نے فرمایا کہ اگر امام ایک نماز پڑھے یعنی نفلی اور مقتدی دوسری تو امام کی نماز ہو جائیگی مقتدی کی نہیں کیونکہ مقتدی و امام میں یکجہتی ضروری ہے۔(۴) امام نمائندہ ہے مقتدی اس کے تابعدار۔ اگر پیشوا کے پاس نمائندگی کا عمل اور ہے اور مقتدیوں کا عمل اور تو یہ نمائندگی تو نہ ہوئی کیونکہ امام نفلی نماز پڑھ رہا ہے وہ اپنے اسی عمل سے محو مناجات ہے لیکن مقتدیوں کو فرض نماز کی نمائندگی چاہئے جو اس وقت امام کے قصد میں نہیں تو سرے سے نمائندگی ہی نہ پائی گئی تو پھر نماز کیسے جائز ہوگئی۔

(باب ٦٢) اِذَا صَلّٰے لِنَفْسِهٖ فَلْيُطَوِّلْ مَاشَآءَ .

جب تنہا نماز پڑھے تو جتنا چاہے نماز طویل کرسکتا ہے

عَنْ اَبِیْ هُرَيْرَةَ قَالَ اَنَّ رَسُوْلَ اللّٰهِ ﷺ قَالَ اِذَا صَلّٰى اَحَدُكُمْ لِلنَّاسِ فَلْيُخَفِّفْ فَاِنَّ فِيْهِمُ الضَّعِيْفَ وَالسَّقِيْمَ وَالْكَبِيْرَ وَاِذَا صَلّٰى اَحَدُكُمْ لِنَفْسِهٖ فَلْيُطَوِّلْ مَاشَآءَ .

ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے ہے کہ رسول اللہ (ﷺ) نے فرمایا جب کوئی نماز پڑھائے تو تخفیف کرنی چاہئے کیونکہ جماعت میں ضعیف، بیمار اور بوڑھے (سب ہی) ہوتے ہیں لیکن اگر تنہا پڑھے تو جس قدر جی چاہے طول دے سکتا ہے۔

(باب ۶۳) مَنْ شَكٰى اِمَامَهٗ اِذَا طَوَّلَ

جس نے امام سے نماز کے طویل ہوجانے کی شکایت کی

وَقَالَ اَبُوْ اُسَيْدٍ طَوَّلْتَ بِنَا يَابُنَيَّ.

ابواُسید نے فرمایا کہ بیٹے تم نے ہمیں پڑھانے میں نماز طویل کردی۔

عَنْ اَبِیْ مَسْعُوْدٍ قَالَ قَالَ رَجُلٌ يَارَسُوْلَ اللّٰهِ اِنِّیْ لَاَتَاَخَّرُ عَنِ الصَّلٰوةِ فِی الْفَجْرِ مِمَّا يُطِيْلُ بِنَا فُلَانٌ فِيْهَا فَغَضِبَ رَسُوْلُ اللّٰهِ ﷺ مَا رَاَيْتُهٗ غَضِبَ فِیْ مَوْعِظَةٍ كَانَ اَشَدُّ غَضَبًا مِّنْهُ يَوْمَئِذٍ ثُمَّ قَالَ يٰاَيُّهَا النَّاسُ اِنَّ مِنْكُمْ مُنَفِّرِيْنَ فَمَنْ اَمَّ مِنْكُمُ النَّاسَ فَلْيَتَجَوَّزْ فَاِنَّ خَلْفَهُ الضَّعِيْفَ وَالْكَبِيْرَ وَذَاالْحَاجَةِ.

ابومسعود انصاری رضی اللہ عنہ نے فرمایا کہ ایک شخص نے رسول اللہ (ﷺ) سے کہا کہ یارسول اللہ! میں فجر کی نماز میں تاخیر کرکے اس لیے شریک ہوتا ہوں کہ فلاں صاحب فجر کی نماز بہت طویل کردیتے ہیں۔ اس پر آپ اس قدر غصہ ہوئے کہ میں نے نصیحت کے وقت اس دن سے زیادہ غضبناک آپ (ﷺ) کو کبھی نہیں دیکھا تھا۔ پھر آپ (ﷺ) نے فرمایا لوگو! تم میں بعض لوگ (نماز سے لوگوں کو) دور کرنے کا باعث ہیں۔ پس جو شخص امام ہوا سے ہلکی نماز پڑھنی چاہیے اس لئے کہ اس کے پیچھے کمزور، بوڑھے اور ضرورت والے سب ہی ہوتے ہیں۔

جَابِرَبْنَ عَبْدِ اللّٰهِ الْاَنْصَارِیَّ قَالَ اَقْبَلَ رَجُلٌ بِنَا ضِحَيْنِ وَقَدْ جَنَحَ اللَّيْلُ فَوَافَقَ مُعَاذًا يُصَلِّیْ فَتَرَكَ نَاضِحَيْهِ وَاَقْبَلَ اِلٰى مُعَاذٍ فَقَرَاَ سُوْرَةَ الْبَقَرَةِ اَوِ النِّسَآءِ فَانْطَلَقَ الرَّجُلُ وَبَلَغَهٗ اَنَّ مُعَاذًا قَالَ مِنْهُ فَاَتَى النَّبِیَّ (ﷺ) فَشَكَا اِلَيْهِ مُعَاذًا قَالَ النَّبِیُّ (ﷺ) يَامُعَاذُ اَفَتَّانٌ اَنْتَ اَوْقَالَ اَفَاتِنٌ اَنْتَ ثَلَاثَ مَرَّاتٍ فَلَوْلَا صَلَّيْتَ بِسَبِّحِ اسْمَ رَبِّكَ الْاَعْلٰى وَالشَّمْسِ وَضُحٰهَا وَاللَّيْلِ اِذَا يَغْشٰى فَاِنَّهٗ يُصَلِّیْ وَرَآءَكَ الْكَبِيْرُ وَالضَّعِيْفُ وَذُوالْحَاجَةِ اَحْسِبُ هٰذَا فِی الْحَدِيْثِ وَتَابَعَهٗ سَعِيْدُ بْنُ مَسْرُوْقٍ وَّمِسْعَرٌ وَالشَّيْبَانِیُّ وَقَالَ عَمْرٌو وَّعُبَيْدُ اللّٰهِ بْنُ مِقْسَمٍ وَّاَبُو الزُّبَيْرِ عَنْ جَابِرٍ قَرَاَ مُعَاذٌ فِی الْعِشَآءِ بِالْبَقَرَةِ وَتَابَعَهُ الْاَعْمَشُ عَنْ مُحَارِبٍ.

جابر بن عبداللہ انصاری نے فرمایا کہ ایک شخص دو اونٹ (جو کھیت وغیرہ میں پانی دینے کے لیے استعمال ہوتے ہیں) لیے ہوئے ہماری طرف آیا۔رات تاریک ہو چکی تھی۔اس نے معاذ کو نماز پڑھاتے ہوئے پایا اس لیے اپنے اونٹوں کو بٹھا کر (نماز میں شریک ہونے کے ارادے سے) معاذ (رضی اللہ عنہ) کی طرف بڑھا۔معاذ (رضی اللہ عنہ) نے نماز میں سورۂ بقرہ یا سورۂ نساء پڑھی۔چنانچہ اس شخص نے نیت توڑ دی پھر اسے معلوم ہوا کہ معاذ (رضی عنہ اللہ) کو اس سے ناگواری ہوئی ہے اس لیے وہ نبی کریم (ﷺ) کی خدمت میں حاضر ہوا اور معاذ (رضی اللہ عنہ) کی شکایت کی۔نبی کریم (ﷺ) نے اس پر فرمایا۔معاذ! کیا تم لوگوں کو فتنہ میں ڈالتے ہو۔آپ (ﷺ) نے تین مرتبہ (فتان یا فاتن) فرمایا۔**سبح اسم ربک الاعلیٰ والشمس وضحٰھا واللیل اذا یغشیٰ** تم نے کیوں نہ پڑھی کیوں کہ تمہارے پیچھے بوڑھے ،کمزور اور حاجتمند (سب ہی) پڑھتے ہیں۔میرا خیال ہے کہ یہ آخری جملہ (کیونکہ تمہارے پیچھے الخ) حدیث میں شامل ہے۔اس روایت کی متابعت سعید بن مسروق ،مسعر اور شیبانی نے کی ہے۔عمرو عبیداللہ بن مقسم اور ابوالزبیر نے جابر کے واسطہ سے بیان کیا ہے کہ معاذ رضی اللہ عنہ نے عشاء میں سورۂ بقرہ پڑھی تھی اور اس روایت کی متابعت اعمش نے محارب کے واسطہ سے کی ہے۔

شرح: ان روایات میں ائمہ مساجد کو نفیس ہدایات ہیں سب سے بڑھ کر یہ کہ تمام مقتدیوں کے حالات پر امام مسجد کی نظر رہے۔شرعی اصول پر سب کا خیال ضروری ہے بالخصوص بیمار، کمزور اور ضرورتمند مقتدیوں کو نظر میں رکھے اور ان کی موجودگی میں طویل قرأۃ سے بچے۔ہاں اگر تمام مقتدیوں کی رائے ہو کہ امام نماز میں طویل قرأۃ کرے تو کوئی حرج نہیں لیکن پھر بھی اتنا طویل قرأۃ نہ ہو کہ بعض مقتدی بھاگ کھڑے ہوں۔

لطیفہ: غزالی زمان رحمۃ اللہ علیہ فرماتے تھے کہ ہم کہیں جا رہے تھے کہ ایک غیر مقلد نے صبح کی نماز میں سورۃ البقرہ شروع کر رکھی تھی میں نے ایک کو دیکھا کہ نماز توڑ کر مسجد سے نکل رہا تھا۔ایک عرصہ بعد وہی شخص ملا میں نے اسے کہا بھائی تو نے نماز کیوں توڑ دی۔وہ امام سے ایسا خوفزدہ تھا کہ کہا کاظمی صاحب بتائیے کیا اب تک وہ نماز پڑھا رہا ہے یا اس کی نماز ختم ہو گئی۔

لطیفہ: مولوی اشرفعلی نے الافاضات الیومیہ میں لکھا کہ ایک غیر مقلد نماز میں خوب ہلتا تھا کسی نے اسے کہا

کہ نماز میں زیادہ کیوں ہلتے ہو اس نے کہا حدیث میں ہلنے کا حکم ہے۔ اس نے کہا وہ حدیث کہاں ہے۔ وہ اردو بخاری لے آیا اس میں فلیتجوّز کا ترجمہ لکھا تھا: "ہلکی نماز پڑھنی چاہیئے" لیکن کاتب نے رسم الخط میں چھوٹی یاء کو بڑی یاء کی شکل میں لکھ دیا یعنی ہلکی کے بجائے "ہلکے" نا صح غیر مقلد کی حدیث دانی پر عش عش کرنے لگا۔

تبصرہ اویسی غفرلہٗ: دور حاضرہ کے اکثر غیر مقلدین کا یہی حال ہے کہ وہ اردو مترجم کتب احادیث کے ذریعے خود مجتہد بن کر ایسی واہی تباہی مارتے ہیں۔ اہلسنّت اسی لئے تقلید کو واجب سمجھتے ہیں کہ احادیث کا سمجھنا کوئی معمولی بات نہیں خود اہل زبان بلکہ بڑے بڑے اہل فہم صحابہ کرام بھی بسا اوقات غلط فہمی کا شکار ہو جاتے۔ جنہیں اپنے سے بڑوں کا سہارا لینا پڑتا۔ فقیر نے اس کی کئی مثالیں رسالہ "تقلید کا ثبوت" میں عرض کی ہیں۔

ائمہ مساجد سے اپیل:۔ بعض ائمہ مساجد حضرات غصّہ سے اپنے مقتدیوں سے الجھ جاتے ہیں بالآخر انہیں مسجد سے بستر گول کرنا پڑتا ہے انہیں چاہیئے کہ وہ خود کو خادم القوم سمجھ کر ان کی ہر بات کو ٹھنڈے دل سے سنیں اگر ان کی جائز شکایت ہو تو اپنی انا کا مسئلہ نہ بنائیں بلکہ ان کی جائز باتوں کو قبول کریں اسی میں تمہاری بھلائی ہے۔ تم صحابہ کرام رضی اللہ عنہم سے بڑھ کر عالم وفقیہ نہیں ہو۔ سیدنا معاذ بن جبل رضی اللہ عنہ جیسے جلیل القدر صحابی کی شکایت ہوئی انہیں رسول اللہ (ﷺ) کی طرف سے زجر و توبیخ ہوئی اور آپ ان پر سخت غضبناک بھی ہوئے انہیں فتنہ انگیز بھی بار بار فرمایا لیکن انہوں نے اس جائز شکایت کو سنا اور پھر اس پر عمل فرمایا جیسے مقتدیوں کی رائے تھی۔

(باب ٦٤) اَلْاِیْجَازِ فِی الصَّلٰوۃِ وَاِکْمَالِھَا.

نماز مختصر لیکن تکمیل کے ساتھ

عَنْ اَنَسِ بْنِ مَالِکٍ رضی اللہ عنہ قَالَ کَانَ النَّبِیُّ ﷺ یُوْجِزُ الصَّلٰوۃَ وَیُکْمِلُھَا

انس بن مالک سے مروی ہے کہ نبی کریم (ﷺ) نماز کو مختصر لیکن مکمل پڑھتے تھے۔

(باب ٦٥) مَنْ اَخفَّ الصَّلٰوۃ عِنْدَ بُکَآءِ الصَّبِیِّ.

جس نے بچے کے رونے کی آواز پر نماز میں تخفیف کر دی

اَلْوَلِیْدُ بْنُ مُسْلِمٍ قَالَ حَدَّثَنَا الْاَوزَاعِیُّ عَنْ اَبِیْ قَتَادَۃَ عَنِ النَّبِیِّ ﷺ قَالَ اِنِّیْ لَاَقُوْمُ فِی الصَّلٰوۃِ اُرِیْدُ اَنْ اُطَوِّلَ فِیْھَا فَاَسْمَعُ بُکَاءَ الصَّبِیِّ فَاَتَجَوَّزُ فِیْ صَلٰوتِیْ کَرَاھِیَۃَ اَنْ اَشُقَّ عَلٰی اُمِّہٖ تَابَعَہٗ بِشْرُ بْنُ بَکْرٍ وَّبَقِیَّۃُ وَابْنُ الْمُبَارِکِ عَنِ الْاَوْزَاعِیِّ.

ولید بن مسلم نے حدیث بیان کی۔کہا کہ ہم سے اوزاعی نے وہ ابوقتادہ سے کہ نبی کریم (ﷺ) نے فرمایا کہ میں نماز دیر تک پڑھنے کے ارادہ سے کھڑا ہوتا ہوں۔لیکن کسی بچے کی آواز سن کر نماز کو ہلکی کر دیتا ہوں کہ کہیں اس کی ماں پر (جو نماز میں شریک ہوگی شاق نہ گذرے) اس روایت کی متابعت بشر بن بکر، بقیہ اور ابن مبارک نے اوزاعی کے واسطہ سے کی ہے۔

حَدَّثَنَا خَالِدُ بْنُ مَخْلَدٍ قَالَ حَدَّثَنَا سُلَیْمَانُ بْنُ بِلَالٍ قَالَ حَدَّثَنَا شَرِیْکُ بْنُ عَبْدُ اللّٰہِ قَالَ سَمِعْتُ اَنَسَ بْنَ مَالِکٍ یَّقُوْلُ مَاصَلَّیْتُ وَرَآءَ اِمَامٍ قَطُّ اَخَفَّ صَلٰوۃٍ وَّلَا اَتَمَّ مِنَ النَّبِیِّ ﷺ وَاِنْ کَانَ لَیَسْمَعُ بُکَآءَ الصَّبِیِّ فَیُخَفِّفُ مَخَافَۃَ اَنْ تُفْتَنَ اُمُّہٗ.

ہم سے خالد بن مخلد نے حدیث بیان کی۔کہا کہ ہم سے سلیمان بن بلال نے حدیث بیان کی۔کہا کہ ہم سے شریک بن عبداللہ نے حدیث بیان کی کہا کہ میں نے انس بن مالک رضی اللہ عنہ سے سنا۔انہوں نے فرمایا کہ نبی کریم (ﷺ) سے زیادہ ہلکی لیکن کامل نماز میں نے کسی امام کے پیچھے کبھی نہیں پڑھی۔اگر آپ (ﷺ) بچے کے رونے کی آواز سن لیتے تو اس خیال سے کہ اس کی ماں کہیں فتنے میں نہ مبتلا ہو جائے نماز مختصر کر دیتے تھے۔

عَنْ اَنَسِ بْنَ مَالِکٍ عَنِ النَّبِیِّ ﷺ اِنِّیْ لَاَدْخُلُ فِی الصَّلٰوۃِ فَاُرِیْدُ اِطَالَتِھَا فَاَسْمَعُ بُکَآءَ الصَّبِیِّ فَاَتَجَوَّزُ مِمَّا اَعْلَمُ مِنْ شِدَّۃِ وَجْدِ اُمِّہٖ مِنْ بُکَآئِہٖ وَقَالَ مُوْسٰی حَدَّثَنَا اَبَانٌ قَالَ حَدَّثَنَا قَتَادَۃُ قَالَ نَا اَنَسٌ عَنِ النَّبِیِّ ﷺ مِثْلَہٗ.

انس بن مالک رضی اللہ عنہ سے کہ نبی کریم (ﷺ) نے فرمایا کہ میں نماز کی نیت باندھتا ہوں۔ ارادہ یہ ہوتا ہے کہ نماز کو طویل کروں گا لیکن بچے کے رونے کی آواز سن کر مختصر کر دیتا ہوں کیونکہ میں اس شدید اضطراب کو جانتا ہوں کہ بچے کے رونے کی وجہ سے ماں کو دکھ ہو جاتا ہے۔

(باب ٦٦) اِذَا صَلّٰی ثُمَّ اَمَّاقَوْمًا.

جب کوئی خود نماز پڑھ چکا ہو اور پھر دوسروں کو نماز پڑھائے

عَنْ جَابِرٍ قَالَ كَانَ مُعَاذٌ يُصَلِّيْ مَعَ النَّبِيِّ ﷺ ثُمَّ يَاْتِيْ قَوْمَهٗ فَيُصَلِّيْ بِهِمْ.

جابر نے فرمایا کہ معاذ نبی کریم (ﷺ) کے ساتھ نماز پڑھتے تھے اور واپس آ کر اپنی قوم کو نماز پڑھاتے۔

(باب ٦٧) مَنْ اسمَعَ النَّاسَ تَكْبِيْرَ الْاِمَامِ.

جو مقتدیوں کو امام کی تکبیر سنائے

عَنْ عَائِشَةَ قَالَتْ لَمَّا مَرِضَ النَّبِيُّ ﷺ مَرَضَهُ الَّذِيْ مَاتَ فِيْهِ اَتَاهُ بِلَالٌ يُؤْذِنُهٗ بِالصَّلٰوةِ قَالَ مُرُوْا اَبَا بَكْرٍ فَلْيُصَلِّ بِالنَّاسِ قُلْتُ اِنَّ اَبَا بَكْرٍ رَّجُلٌ اَسِيْفٌ اِنْ يَّقُمْ مَّقَامَكَ يَبْكِ فَلَا يَقْدِرُ عَلَى الْقِرَآءَةِ فَقَالَ مُرُوْا اَبَا بَكْرٍ فَلْيُصَلِّ فَقُلْتُ مِثْلَهٗ فَقَالَ فِي الثَّالِثَةِ اَوِ الرَّابِعِ اِنَّكُنَّ صَوَاحِبُ يُوْسُفَ مُرُوْا اَبَا بَكْرٍ فَلْيُصَلِّ وَ خَرَجَ النَّبِيُّ ﷺ يُهَادٰى بَيْنَ رَجُلَيْنَ كَاَنِّيْ اَنْظُرُ اِلَيْهِ يَخُطُّ بِرِجْلَيْهِ الْاَرْضَ فَلَمَّا رَآهُ اَبُوْبَكْرٍ ذَهَبَ يَتَاَخَّرُ فَاَشَارَ اِلَيْهِ اَنْ صَلِّ فَتَاَخَّرَ اَبُوْبَكْرٍ وَّقَعَدَ النَّبِيُّ ﷺ اِلٰى جَنْبِهٖ وَاَبُوْبَكْرٍ يُسْمِعُ النَّاسَ التَّكْبِيْرَ تَابَعَهٗ مُحَاضِرٌ عَنِ الْاَعْمَشِ.

عائشہ رضی اللہ عنہا نے فرمایا کہ نبی کریم (ﷺ) کے مرض الوفات میں حضرت بلال رضی اللہ عنہ تشریف لائے نماز کی اطلاع دینے کے لیے۔ آپ نے فرمایا کہ ابوبکر سے نماز پڑھانے کے لیے کہو۔ میں نے عرض کی ابوبکر رقیق القلب ہیں اگر آپ کی جگہ کھڑے ہوں گے تو قرأت نہ کر سکیں گے۔ آپ (ﷺ) نے پھر فرمایا کہ ابوبکر سے نماز پڑھانے کے لیے کہو۔ میں نے وہی عذر پھر دہرایا۔ پھر آپ (ﷺ) نے تیسری

یا چوتھی مرتبہ فرمایا کہ تم لوگ صواحب یوسف کی طرح ہو۔ابوبکر سے کہو کہ نماز پڑھائیں۔اس لیے ابوبکر رضی اللہ عنہ نے نماز پڑھائی۔ پھر نبی کریم (ﷺ) دو آدمیوں کا سہارا لیے باہر تشریف لائے گویا میری نظروں کے سامنے وہ منظر ہے کہ آپ کے قدمِ مبارک زمین سے گھسٹ رہے تھے۔ابوبکر رضی اللہ عنہ نے جب آپ (ﷺ) کو دیکھا تو پیچھے ہٹنے لگے۔لیکن آپ نے اشارہ سے انہیں سے نماز پڑھانے کے لیے کہا ابوبکر رضی اللہ عنہ کچھ پیچھے ہٹ گئے اور نبی کریم (ﷺ) ان کے قریب بیٹھے۔ابوبکر رضی اللہ عنہ لوگوں کو نبی کریم (ﷺ) کی تکبیر سناتے تھے۔

(باب ٦٨) الرَّجُلُ يَأْتَمُّ بِالْإِمَامِ وَ يَأْتَمُّ النَّاسُ بِالْمَأْمُوْمِ.

جو کوئی امام کی اقتداء کرے اور دوسرے لوگ اس کی اقتداء کریں

وَيُذْكَرُ عَنِ النَّبِيِّ ﷺ قَالَ ائْتَمُّوْا بِيْ وَلْيَأْتَمَّ بِكُمْ مَنْ بَعْدَكُمْ.

نبی کریم (ﷺ) سے یہ روایت بیان کی جاتی ہے کہ تم میری اقتداء کرو اور تم سے پیچھے کے لوگ تمہاری کریں۔

عَنْ عَآئِشَةَ قَالَتْ لَمَّا ثَقُلَ النَّبِيُّ ﷺ جَآءَ بِلَالٌ يُّؤْذِنُهٗ بِالصَّلٰوةِ فَقُلْتُ يَارَسُوْلَ اللّٰهِ اِنَّ اَبَابَكْرٍ رَّجُلٌ اَسِيْفٌ وَاِنَّهٗ مَتٰى يَقُوْمُ مَقَامَكَ لَايُسْمِعُ النَّاسَ فَلَوْاَمَرْتَ عُمَرَ فَقَالَ مُرُوْآ اَبَا بَكْرٍ اَنْ يُّصَلِّيَ بِالنَّاسِ فَقُلْتُ لِحَفْصَةَ قُوْلِيْ لَهٗ اِنَّ اَبَابَكْرٍ رَّجُلٌ اَسِيْفٌ وَّاِنَّهٗ مَتٰى عُمَرَ فَقَالَ اِنَّكُنَّ لَاَنْتُنَّ صَوَاحِبُ يُوْسُفَ مُرُوْا اَبَا بَكْرٍ اَنْ يُّصَلِّيَ بِالنَّاسِ فَلَمَّا دَخَلَ فِي الصَّلٰوةِ وَجَدَ رَسُوْلُ اللّٰهِ ﷺ فِيْ نَفْسِهٖ خِفَّةً فَقَامَ يُهَادٰى بَيْنَ رَجُلَيْنِ وَرِجْلَاهُ يَخُطَّانِ فِي الْاَرْضِ حَتّٰى دَخَلَ الْمَسْجِدَ فَلَمَّا سَمِعَ اَبُوْبَكْرٍ حِسَّهٗ ذَهَبَ اَبُوْبَكْرٍ يَّتَاَخَّرُ فَاَوْمَاَ اِلَيْهِ رَسُوْلُ اللّٰهِ ﷺ فَجَآءَ النَّبِيُّ ﷺ حَتّٰى جَلَسَ عَنْ يَّسَارِ اَبِيْ بَكْرٍ فَكَانَ اَبُوْبَكْرٍ يُّصَلِّيْ قَآئِمًا وَّكَانَ رَسُوْلُ اللّٰهِ ﷺ يُصَلِّيْ قَاعِدًا يَّقْتَدِيْ اَبُوْبَكْرٍ بِصَلٰوةِ رَسُوْلِ اللّٰهِ ﷺ وَالنَّاسُ مُقْتَدُوْنَ بِصَلٰوةِ اَبِيْ بَكْرٍ.

عائشہ رضی اللہ عنہا نے فرمایا کہ نبی کریم (ﷺ) زیادہ بیمار ہو گئے تھے اور بلال رضی اللہ عنہ آپ (ﷺ) کو نماز کی اطلاع دینے آئے تو آپ نے فرمایا کہ ابوبکر صدیق (رضی اللہ عنہ) سے نماز پڑھانے کے لیے کہو۔ میں نے کہا کہ یارسول اللہ (ﷺ)! ابوبکر ایک رقیق القلب آدمی ہیں اور جب بھی وہ آپ کی جگہ کھڑے ہوں گے لوگوں کو (شدت گریہ کی وجہ سے) آواز نہیں سنا سکیں گے اس لیے اگر آپ (ﷺ) عمر سے کہتے تو بہتر تھا لیکن آپ (ﷺ) نے پھر فرمایا کہ ابوبکر سے نماز پڑھانے کے لیے کہو۔ پھر میں نے حفصہ (رضی اللہ عنہا) سے کہا کہ تم کہو کہ ابوبکر رقیق القلب ہیں اور اگر آپ کی جگہ کھڑے ہوئے تو لوگوں کو اپنی آواز نہیں سنا سکیں گے۔ اس لیے اگر عمر (رضی اللہ عنہ) سے کہیں تو بہتر تھا۔ اس پر آپ (ﷺ) نے فرمایا کہ تم لوگ صواحبِ یوسف سے کم نہیں ہو۔ ابوبکر سے کہو کہ نماز پڑھائیں جب ابوبکر نماز پڑھانے لگے تو حضور (ﷺ) نے مرض میں کچھ کمی محسوس کی اور دو آدمیوں کا سہارا لے کر کھڑے ہو گئے۔ آپ (ﷺ) کے پاؤں زمین سے گھسٹ رہے تھے۔ اسی طرح آپ (ﷺ) مسجد میں داخل ہوئے۔ جب ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ نے محسوس کیا تو پیچھے ہٹنے لگے اس لیے رسول اللہ (ﷺ) نے اشارہ سے روکا۔ پھر نبی کریم (ﷺ)، ابوبکر رضی اللہ عنہ کی بائیں طرف آکر بیٹھ گئے۔ ابوبکر رضی اللہ عنہ کھڑے ہو کر نماز پڑھ رہے تھے اور رسول اللہ (ﷺ) بیٹھ کر۔ ابوبکر رضی اللہ عنہ آپ (ﷺ) کی اقتداء کر رہے تھے اور لوگ ابوبکر رضی اللہ عنہ کی۔

شرح: ان احادیث پر گفتگو ہو چکی ہے یہاں ایک بحث عرض کرنی ہے وہ یہ کہ تکبیراتِ انتقالیہ سنت ہے یعنی جماعت کثیر ہو اور امام کی آواز مقتدیوں تک نہ پہنچ سکے تو مکبّر امام کی تکبیرات زور سے کہے تا کہ مقتدیوں کو امام کی اقتداء صحیح طریق سے نصیب ہو جب سے اسپیکر مروج ہوا ہے تکبیراتِ انتقالیہ کی سنت متروک ہو گئی حالانکہ یہ سنتِ متوارثہ ہے کہ نبی پاک (ﷺ) کے زمانۂ اقدس سے لے کر اسپیکر کی ترویج تک مسلسل ہر ملک اور ہر مذہب میں مروج رہی۔

مجوزین نے اسپیکر کے ذریعہ تکبیرات انتقالیہ کی روایات کو ضعیف قرار دے کر اسپیکر پر نماز پڑھانے اور تکبیرات انتقالیہ کے ترک کا جواز نکال لیا لیکن وہ ایک حیلہ بہانہ ہے ورنہ تکبیرات انتقالیہ کی روایات صحیح ہیں بطریق تنزل دیگر روایات صحیح نہ ہو بخاری شریف کی روایات صحیح ہیں ان میں شک کی گنجائش نہیں لیکن ان روایات صحیحہ میں تو شک نہیں ہو سکتا تو سیدنا ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ نے حضور سرورِ عالم ﷺ کی تکبیرات انتقالیہ مقتدیوں کو پہنچائیں یہی اسپیکر نہ لگانے والوں کا موقف ہے۔

اسپیکر پر نماز پڑھنے کا حکم: اس بارے میں دور حاضرہ میں علماء مختلف ہیں بعض جائز سمجھتے ہیں بعض ناجائز۔ ان دونوں کا بنیادی اور اصولی اختلاف کا دار و مدار اسپیکر کی آواز انسان کی اصلی آواز ہے یا غیر۔ مجوزین تو عین اور اصلی کہتے ہیں اور غیر مجوزین اسے غیر سمجھتے ہیں اور اس کا علم سائنسدانوں کو ہے۔ غیر مجوزین کہتے ہیں کہ سائنسدان خود اس مسئلہ میں مختلف ہیں تو پھر کیوں اپنی نمازیں برباد کی جائیں اسی لئے بہتری اسی میں ہے کہ نماز اور تکبیرات انتقالیہ میں اسپیکر استعمال نہ کیا جائے۔

(باب ٦٩) هَلْ يَأْخُذُ الْإِمَامُ إِذَا شَكَّ بِقَوْلِ النَّاسَ.

کیا اگر امام کو شک ہو جائے تو مقتدیوں کی بات پر عمل کر سکتا ہے؟

عَنْ مُحَمَّدِبْنِ سِيْرِيْنَ عَنْ اَبِىْ هُرَيْرَةَ اَنَّ رَسُوْلَ اللّٰهِ ﷺ انْصَرَفَ مِنِ اثْنَتَيْنَ فَقَالَ لَهُ ذُوْالْيَدَيْنِ اَقُصِرَتِ الصَّلٰوةُ اَمْ نَسِيْتَ يَارَسُوْلَ اللّٰهِ ﷺ اَصَدَقَ ذُوالْيَدَيْنَ فَقَالَ النَّاسُ نَعَمْ فَقَامَ رَسُوْلُ اللّٰهِ ﷺ فَصَلّٰى اثْنَتَيْنِ اُخْرَيَيْنِ ثُمَّ سَلَّمَ كَبَّرَ فَسَجَدَ مِثْلَ سُجُوْدِهٖ اَوْاَطْوَلَ.

ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے ہے کہ رسول اللہ (ﷺ) نے دو رکعت پر نماز ختم کر دی تو آپ (ﷺ) سے ذوالیدین نے کہا کہ یا رسول اللہ (ﷺ) کیا نماز کم ہوگئی ہے یا آپ بھول گئے ہیں؟ اس پر رسول اللہ (ﷺ) نے پوچھا کہ کیا ذوالیدین صحیح کہتے ہیں۔ لوگوں نے کہا کہ ہاں۔ پھر رسول اللہ (ﷺ) اٹھے اور دوسری دو رکعتیں بھی پڑھیں پھر سلام پھیرا پھر تکبیر کہی اور سجدہ کیا پہلے کی طرح یا اس سے بھی طویل۔

عَنْ اَبِىْ هُرَيْرَةَ قَالَ صَلَّى النَّبِىُّ ﷺ الظُّهْرَ رَكْعَتَيْنِ فَقِيْلَ قَدْ صَلَّيْتَ رَكْعَتَيْنِ فَصَلّٰى رَكْعَتَيْنِ ثُمَّ سَلَّمَ ثُمَّ سَجَدَ سَجْدَتَيْنِ.

ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ نے فرمایا کہ نبی کریم (ﷺ) نے ظہر کی (ایک مرتبہ) صرف دو ہی رکعت پڑھی۔ آپ سے کہا گیا کہ آپ نے صرف دو ہی رکعت پڑھی ہے اس لیے آپ (ﷺ) نے دو اور پڑھیں۔ پھر سلام پھیرا اور دو سجدے کئے۔

باب (۷۰) اِذَا بَكٰی الْاِمَامُ فِی الصَّلٰوةِ

جب امام نماز میں روئے

وَقَالَ عَبْدُ اللّٰهِ بْنُ شَدَّادٍ سَمِعْتُ نَشِيْجَ عُمَرَ وَاَنَا فِیْ اٰخِرِ الصُّفُوْفِ يَقْرَأُ اِنَّمَآ اَشْكُوْا بَثِّیْ وَ حُزْنِیْٓ اِلَی اللّٰهِ.

عبداللہ بن شداد رضی اللہ عنہ نے بیان کیا کہ میں نے عمر رضی اللہ عنہ کے گریہ کی آواز سنی حالانکہ میں آخری صف میں تھا، آپ اِنَّمَآ اَشْكُوْا بَثِّیْ وَ حُزْنِیْٓ اِلَی اللّٰهِ کی تلاوت فرما رہے تھے۔

عَنْ عَائِشَةَ اُمِّ الْمُؤْمِنِيْنَ اَنَّ رَسُوْلَ اللّٰهِ ﷺ قَالَ فِیْ مَرَضِهٖ مُرُوْٓا اَبَا بَكْرٍ يُصَلِّیْ بِالنَّاسِ قَالَتْ عَائِشَةُ قُلْتُ لَهٗ اِنَّ اَبَا بَكْرٍ اِذَا قَامَ فِیْ مَقَامِكَ لَمْ يُسْمِعِ النَّاسَ مِنَ الْبُكَآءِ فَمُرْ عُمَرَ يُصَلِّیْ بِالنَّاسِ فَقَالَ مُرُوْٓا اَبَا بَكْرٍ فَلْيُصَلِّ بِالنَّاسِ فَقَالَتْ عَآئِشَةُ فَقُلْتُ لِحَفْصَةَ قُوْلِیْ اِنَّ اَبَا بَكْرٍ اِذَا قَامَ فِیْ مَقَامِكَ لَمْ يُسْمِعِ النَّاسَ مِنَ الْبُكَآءِ فَمُرْ عُمَرَ فَلْيُصَلِّ لِلنَّاسِ فَفَعَلَتْ حَفْصَةُ فَقَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ ﷺ مَهْ اِنَّكُنَّ لَاَنْتُنَّ صَوَاحِبُ يُوْسُفَ مُرُوْٓا اَبَا بَكْرٍ فَلْيُصَلِّ لِلنَّاسِ فَقَالَتْ حَفْصَةُ لِعَآئِشَةَ مَا كُنْتُ لِاُصِيْبَ مِنْكِ خَيْرًا.

ام المومنین عائشہ رضی اللہ عنہا سے ہے کہ رسول اللہ (ﷺ) نے مرض الوفات میں فرمایا کہ ابوبکر سے نماز پڑھانے کے لیے کہو۔ عائشہ رضی اللہ عنہا کہتی ہیں کہ میں نے عرض کی کہ ابوبکر اگر آپ کی جگہ کھڑے ہوئے تو گریہ کی وجہ سے لوگوں کو اپنی آواز سنا نہ سکیں گے۔ اس لیے آپ عمر رضی اللہ عنہ سے فرمائیے کہ وہ نماز پڑھائیں۔ لیکن آپ (ﷺ) نے پھر فرمایا کہ ابوبکر (رضی اللہ عنہ) سے نماز پڑھانے کے لیے کہو۔ عائشہ رضی اللہ عنہا بیان کرتی ہیں کہ میں نے حفصہ (رضی اللہ عنہا) سے کہا کہ وہ کہیں کہ اگر ابوبکر رضی اللہ عنہ آپ کی جگہ کھڑے ہوئے تو گریہ وزاری کی وجہ سے لوگوں کو اپنی آواز سنا نہ سکیں گے اس لیے عمر رضی اللہ عنہ سے کہیے کہ وہ نماز پڑھائیں۔ حفصہ (رضی اللہ عنہا) نے کہہ دیا۔ اس پر رسول اللہ (ﷺ) نے فرمایا۔ تم لوگ صواحب یوسف سے کسی طرح کم نہیں ہو۔ ابوبکر (رضی اللہ عنہ) سے کہو کہ وہ نماز پڑھائیں۔ بعد میں حضرت حفصہ رضی اللہ عنہا نے حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا سے کہا۔ میں تم سے کوئی بھلائی کیوں دیکھنے لگی۔

(باب ۷۱) تَسْوِيَةِ الصُّفُوْفِ عِنْدَ الْإِقَامَةِ وَبَعْدَهَا.

اقامت کے وقت اور اس کے بعد صفوں کو درست کرنا

النُّعْمَانَ بْنَ بَشِيْرٍ يَقُوْلُ قَالَ النَّبِيُّ ﷺ لَتُسَوُّنَّ صُفُوْفَكُمْ اَوْلَيُخَالِفَنَّ اللّٰهُ بَيْنَ وُجُوْهِكُمْ

نعمان بن بشیر نے کہا کہ نبی کریم (ﷺ) نے فرمایا کہ اپنی صفوں کو درست کرلو۔ ورنہ خدا تعالیٰ تمہارے دلوں میں اختلاف ڈال دے گا۔

عَنْ اَنَسٍ اَنَّ النَّبِيَّ ﷺ قَالَ اَقِيْمُوا الصُّفُوْفَ فَاِنِّيْ اَرَاكُمْ خَلْفَ ظَهْرِيْ.

انس رضی اللہ عنہ سے ہے کہ نبی کریم (ﷺ) نے فرمایا کہ صفیں سیدھی کرلو۔ میں تمہیں پیچھے سے بھی دیکھتا ہوں۔

(باب ۷۲) اِقْبَالِ الْاِمَامِ عَلَى النَّاسِ عِنْدَ تَسْوِيَةِ الصُّفُوْفِ.

صفیں درست کرتے وقت امام کا لوگوں کی طرف متوجہ ہونا

اَنَسُ بْنُ مَالِكٍ قَالَ اُقِيْمَتِ الصَّلٰوةُ فَاَقْبَلَ عَلَيْنَا رَسُوْلُ اللّٰهِ ﷺ بِوَجْهِهٖ فَقَالَ اَقِيْمُوْا صُفُوْفَكُمْ وَتَرَاصُّوْا فَاِنِّيْ اَرَاكُمْ مِّنْ وَّرَاءِ ظَهْرِيْ.

انس بن مالک رضی اللہ عنہ نے حدیث بیان کی کہ نماز کے لیے اقامت کہی گئی تو رسول اللہ (ﷺ) نے اپنا رخ ہماری طرف کیا اور فرمایا کہ اپنی صفیں درست کرلو اور شانے ملا کر کھڑے ہو جاؤ۔ میں تم کو پیچھے سے بھی دیکھتا رہتا ہوں۔

(باب ۷۳) الصَّفِّ الْاَوَّلِ.

صف اوّل کی فضیلت

عَنْ اَبِيْ هُرَيْرَةَ قَالَ قَالَ النَّبِيُّ ﷺ الشُّهَدَاءُ الْغَرِقُ وَالْمَبْطُوْنُ وَالْمَطْعُوْنُ وَالْهَدِمُ وَقَالَ لَوْ يَعْلَمُوْنَ مَافِي التَّهْجِيْرِ لَا اسْتَبَقُوْآ اِلَيْهِ وَلَوْ يَعْلَمُوْنَ مَافِي الْعَتَمَةِ وَالصُّبْحِ لَاَ تَوْهُمَا وَلَوْ حَبْوًا وَّلَوْيَعْلَمُوْنَ مَافِي الصَّفِّ الْمُقَدَّمِ لَا اسْتَهَمُوْا.

ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے ہے کہ نبی کریم (ﷺ) نے فرمایا کہ ڈوبنے والے، پیٹ کی بیماری میں مرنے والے، طاعون میں مرنے والے اور دب کر مرنے والے شہید ہیں۔فرمایا کہ اگر اول وقت میں نماز پڑھنے کا ثواب لوگوں کو معلوم ہو جائے تو ایک دوسرے پر اس کے لیے سبقت لے جانے کی کوشش کریں اور اگر عشاء اور صبح کی نماز کے ثواب کو جان لیں تو اس کو ضرور آئیں خواہ سرین کے بل آنا پڑے اور پہلی صف کے ثواب کو جان لیں تو قرعہ اندازی کریں۔

(باب ٧٤) اِقَامَةِ الصَّفِّ مِنْ تَمَامِ الصَّلٰوةِ.

نماز میں تکمیل کے لیے صفیں درست رکھنا

عَنْ اَبِیْ هُرَیْرَةَ عَنِ النَّبِیِّ ﷺ قَالَ اِنَّمَا جُعِلَ الْاِمَامُ لِیُؤْتَمَّ بِهٖ فَلَا تَخْتَلِفُوْا عَلَیْهِ فَاِذَا رَكَعَ فَارْكَعُوْا وَاِذَا قَالَ سَمِعَ اللّٰهُ لِمَنْ حَمِدَهٗ فَقُوْلُوْا رَبَّنَا لَكَ الْحَمْدُ وَاِذَا سَجَدَ فَاسْجُدُوْا وَاِذَا صَلّٰی جَالِسًا فَصَلُّوْا جُلُوْسًا اَجْمَعُوْنَ وَاَقِیْمُوا الصَّفَّ فِی الصَّلٰوةِ فَاِنَّ اِقَامَةَ الصَّفِّ مِنْ حُسْنِ الصَّلٰوةِ.

ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے ہے نبی کریم (ﷺ) نے فرمایا کہ امام اس لئے ہے تا کہ اس کی اقتداء کی جائے اس لئے اس سے اختلاف نہ کرو جب وہ رکوع کرے تو تم بھی رکوع کرو اور جب وہ سمع اللہ لمن حمدہ کہے تو تم ربنا لک الحمد کہو اور جب سجدہ کرے تو تم بھی سجدہ کرو۔بیٹھ کر پڑھے تو تم سب بھی بیٹھ کر پڑھو اور نماز میں صفیں درست رکھو۔کیونکہ نماز کی خوبی صفوں کے درست رکھنے میں ہے۔

عَنْ اَنَسٍ عَنِ النَّبِیِّ ﷺ قَالَ سَوُّوْا صُفُوْفَكُمْ فَاِنَّ تَسْوِیَةَ الصُّفُوْفِ مِنْ اِقَامَةِ الصَّلٰوةِ.

انس رضی اللہ عنہ سے ہے کہ نبی کریم (ﷺ) نے فرمایا صفیں درست رکھو کیونکہ صفوں کی درستگی اقامت صلوٰۃ میں داخل ہے۔

(باب ۷۵) اِثْمُ مَنْ لَّمْ يُتِمَّ الصُّفُوف

صفیں پوری نہ کرنے والوں پر گناہ

عَنْ اَنَسِ بْنِ مَالِكٍ اَنَّهٗ قَدِمَ الْمَدِيْنَةَ فَقِيْلَ لَهٗ مَآ اَنْكَرْتَ مِنَّا مُنْذُ يَوْمِ عَهِدتَّ رَسُوْلَ اللّٰهِ ﷺ قَالَ مَا اَنْكَرْتُ شَيْئًا اِلَّا اَنَّكُمْ لَا تُقِيْمُوْنَ الصُّفُوْفَ وَقَالَ عُقْبَةُ ابْنُ عُبَيْدٍ عَنْ بَشِيْرِ بْنِ يَسَارٍ قَدِمَ عَلَيْنَا اَنَسُ بْنُ الْمَدِيْنَةَ بِهٰذَا.

انس بن مالک رضی اللہ عنہ سے ہے کہ جب آپ مدینہ تشریف لائے تو آپ سے پوچھا گیا کہ نبی کریم (ﷺ) کے عہد مبارک اور ہمارے اس دور میں آپ نے کیا فرق پایا۔ فرمایا کہ اور تو کوئی بات نہیں صرف لوگ صفیں پوری نہیں کرتے اور عقبہ بن عبید نے بشیر بن یسار کے واسطہ سے یہی حدیث اسی طرح بیان کی انس رضی اللہ عنہ ہمارے پاس مدینہ تشریف لائے۔

(باب ۷۶) اِلْزَاقِ الْمَنْكِبِ بِالْمَنْكِبِ وَ الْقَدَمِ بِالْقَدَمِ فِي الصَّفِّ.

صف میں شانے سے شانہ اور قدم سے قدم ملا دینا

وَقَالَ النُّعْمَانُ بْنُ بَشِيْرٍ رَّاَيْتُ الرَّجُلَ مِنَّا يُلْزِقُ كَعْبَهٗ بِكَعْبِ صَاحِبِهٖ.

نعمان بن بشیر نے فرمایا کہ میں نے اپنے میں سے ایک شخص کو دیکھا کہ اپنا ٹخنہ اپنے قریب کے آدمی کے ٹخنہ سے اس نے ملا دیا تھا۔

عَنْ حُمَيْدٍ عَنْ اَنَسٍ عَنِ النَّبِيِّ ﷺ قَالَ اَقِيْمُوْا صُفُوْفَكُمْ فَاِنِّيْ اَرَاكُمْ مِّنْ وَّرَآءِ ظَهْرِيْ وَكَانَ اَحَدُنَا يُلْزِقُ مَنْكِبَهٗ بِمَنْكِبِ صَاحِبِهٖ وَ قَدَمَهٗ بِقَدَمِهٖ.

انس رضی اللہ عنہ سے ہے کہ نبی کریم (ﷺ) نے فرمایا صفیں درست کرلو کہ میں تمہیں اپنے پیچھے سے بھی دیکھتا رہتا ہوں۔ ہم اپنے شانے کو اپنے قریب کے آدمی کے شانے سے اور اپنے قدم اس کے قدم سے ملا دیا کرتے تھے۔

(باب ۷۷) اِذَاقَامَ الرَّجُلُ عَنْ يَّسَارِ الْاِمَامِ وَلَاحَوَّلَهُ الْاِمَامُ خَلْفَهُ اِلٰى يَمِيْنِهٖ تَمَّتْ صَلٰوتُهُ.

جب کوئی امام کے بائیں طرف کھڑا ہو گیا اور امام نے اپنے پیچھے سے اسے دائیں طرف کر دیا تو نماز ہو جائے گی

عَنْ ابْنِ عَبَّاسٍ قَالَ صَلَّيْتُ مَعَ النَّبِيِّ ﷺ ذَاتَ لَيْلَةٍ فَقُمْتُ عَنْ يَّسَارِهٖ فَاَخَذَ رَسُوْلُ اللّٰهِ ﷺ بِرَاسِيْ مِنْ وَّرَآئِيْ فَجَعَلَنِيْ عَنْ يَّمِيْنِهٖ فَصَلّٰى وَرَقَدَ فَجَآءَ الْمُؤَذِّنُ فَقَامَ يُصَلِّيْ وَلَمْ يَتَوَضَّأْ.

ابن عباس نے فرمایا کہ ایک رات میں نے نبی کریم (ﷺ) کے ساتھ (آپ کے گھر میں) نماز پڑھی۔ میں آپ کے بائیں طرف کھڑا ہو گیا تھا اس لیے آپ (ﷺ) نے پیچھے سے پکڑ کر دائیں طرف کر دیا۔ پھر نماز پڑھی اور لیٹ گئے (اذان کی اطلاع دینے آیا) تو نماز کے لیے کھڑے ہوئے اور وضو نہیں کیا۔

شرح:

مونڈھے سے مونڈھا پاؤں سے پاؤں ملانا:۔ اس باب میں تاکید ہے کہ صفوں کو برابر اور درمیانی خلا کو پُر کرنا چاہیئے یعنی صف سیدھی ہو جہاں تک کہ ممکن ہو ایک دوسرے کے ساتھ مل کر کھڑا ہونا ہے دونوں قدموں کا درمیانی فاصلہ صرف چار انگل ہو نہ صرف احناف بلکہ شوافع کا بھی یہی مذہب ہے۔

بدعت غیر مقلدین:۔ غیر مقلدین نے بدعت نکالی ہے کہ قدموں کا درمیانی فاصلہ بہت زیادہ رکھتے ہیں یہاں تک کہ یہ لوگ نماز میں فٹ ڈیڑھ فٹ ٹانگیں چوڑی کر دیتے ہیں۔ ہم نے نجدیوں کو دیکھا کہ نمازی کتنا دُور کھڑا ہو وہاں تک ٹانگ چوڑی کرتے چلے جاتے ہیں ان کا یہ عمل بدعت ہے احادیث مبارکہ کے بھی خلاف ہے اور عقلاً بھی حالانکہ اس سے مقصد پوری طرح صفوں کو درست کرنا ہے تاکہ درمیان میں کسی قسم کی کوئی کشادگی باقی نہ رہے۔ فقہاء اربعہ کے یہاں بھی یہی مسئلہ ہے۔ دو آدمیوں کے درمیان چار انگلیوں کا فرق ہونا چاہیئے۔

تردید غیر مقلدین:۔ نماز معراج المؤمنین ہے اس میں وقار و سکون کو بڑی اہمیت ہے اور ہونا چاہئے کہ بارگاہ لایزال کی حاضری ہے اس میں نماز کے خلاف عمل کا صدور نماز کے فساد کا سبب بن جاتا ہے غیر مقلدین ٹانگیں چوڑی کرنے کے عمل سے نماز کے وقار اور سکون کے خلاف کرتے ہیں اور عملِ کثیر سے فسادِ نماز بھی ہے۔

قرآن مجید میں اللہ تعالیٰ نے فرمایا وَقُوْمُوْا لِلّٰهِ قَانِتِیْنَ (پ۲ بقرہ ۳۱)

اور اللہ کے لئے عاجز ہونے والے کھڑے ہو جاؤ۔

اس آیت کریمہ نے قیام نماز کی ہیئت کذائیہ فرمادی۔ عاجزی کا قیام رکن صلوٰۃ سے ہے اگر قیام نماز میں ہی عجز و انکساری نہیں تو قیام نماز صحیح نہ ہوا اور اکڑ کر کھڑے ہونا یا پاؤں پھیلا کر کھڑے ہونا آیت کریمہ کے خلاف ثابت ہوا۔

اور حدیث شریف میں ہے رسول اکرم (ﷺ) نے فرمایا اُسْكُنُوْا فِی الصَّلٰوةِ (رواہ مسلم صفحہ ۱۸۱ جلد ۱) یعنی نماز میں آرام سے کھڑے رہو۔ غیر مقلدین قرآن و حدیث کے برخلاف ٹانگیں پھیلا کر نہ وقار بحال رکھ سکتے ہیں نہ نماز میں سکون کا مظاہرہ ہوتا ہے بلکہ وہ نماز میں ایک کھیل تماشہ بنے رہتے ہیں۔ تجربہ کرلیں۔

ازالۂ وہم: جس حدیث شریف سے استدلال کرتے ہیں اس میں بھی انہیں غلط فہمی ہوئی ہے وہ حدیث شریف یہ ہے۔

عن انس بن مالک عن رسول الله ﷺ قَالَ رُصُّوْا صُفُوْفَكُمْ وَقَارِبُوْا بَيْنَهَا وَحَاذُوْا بِالْاَعْنَاقِ فَوَالَّذِیْ نَفْسِیْ بِيَدِهٖ اِنِّیْ لَاَرَی الشَّيْطَانَ يَدْخُلُ مِنْ خَلَلِ الصُّفُوْفِ كَاَنَّهَا الْحَذَفُ. (رواہ ابو داؤد صفحہ ۹۷ ج ۱)

انس بن مالک رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت ہے کہ فرمایا رسول اللہ (ﷺ) نے کہ اپنی صفوں کو مضبوط کرو اور صفوں کو ایک دوسرے کے قریب کرو اور گردنوں کو برابر کرو۔ قسم ہے اس ذات کی جس کے قبضے میں میری جان ہے میں نے شیطان کو دیکھا کہ وہ صف میں داخل ہوتا ہے۔ جیسا کہ بھیڑ کا بچہ۔

غیر مقلدین نے کہا کہ اس کا مطلب یہ ہے کہ فٹ ڈیڑھ فٹ ٹانگیں چوڑی کی جائیں۔حالانکہ واضح امر ہے اتنی بڑی ٹانگیں چوڑی کرنے والا مصطفیٰ (ﷺ) کے فرمان رُصُّوْا صُفُوْفَکُمْ صفیں مضبوط کرو کے خلاف کرتا ہے۔

حدیث کا صحیح مفہوم: حدیث مصطفیٰ (ﷺ) سے یہ ثابت ہوتا ہے کہ ٹانگوں میں اتنا فاصلہ نہیں ہونا چاہئے۔کہ جس سے بھیڑ کا بچہ گذر جائے اپنی ٹانگوں میں چاہے فاصلہ ہو یا ایک دوسرے کے مابین فاصلہ ہو دونوں منع ہیں۔کیونکہ جب مصطفیٰ (ﷺ) نے فرمایا کہ میں نے دیکھا کہ شیطان بھیڑ کے بچے کی طرح صف سے گزرتا ہے تو شیطان کو تو فاصلہ چاہئے ٹانگوں کے اندر سے فاصلہ مل جائے یا باہر سے۔بہرحال فاصلہ نہیں ہونا چاہئے۔

(سوال) نبی کریم (ﷺ) نے ایک دوسرے کی ٹانگوں کے متعلق فرمایا ہے کہ فاصلہ نہیں ہونا چاہئے یہ نہیں کہ اپنی ٹانگوں کے درمیان فاصلہ نہ کرو۔

(جواب) نبی کریم (ﷺ) نے فرمایا رُصُّوْا صُفُوْفَکُمْ اپنی صفوں کو مضبوط کرو۔یہ تو فرمان مصطفیٰ (ﷺ) ایسا ہے کہ آپ نے سب فاصلے بند فرمادیئے اپنی ٹانگوں کا فاصلہ ہو یا دوسرے کے ساتھ ملنے سے ٹانگوں کا فاصلہ ہو۔تو تم نے مصطفیٰ (ﷺ) کی مخالفت کی ٹھانی ہے کہ آپ نے فرمایا صف میں فاصلہ نہ ہو تو اپنے باہر سے روکا تم اپنی ٹانگوں میں فاصلہ بناتے ہو اس کا مطلب یہ ہوا کہ تم نے شیطان کی گذرگاہ کو پہلوؤں سے تو روک دیا اور اپنی ٹانگوں سے گذرگاہ شیطان بنادی۔سبحان اللہ اس کا نام ہے غیر مقلدیت۔

(سوال) شیطان کو پہلوؤں سے روکنا کافی ہے۔اپنی ٹانگیں چاہے جتنی بھی چوڑی کرلیں شیطان ٹانگوں کے درمیان سے نہیں گزر سکتا جیسا کہ کسی کو کہا جائے کہ تم ٹانگ کے نیچے سے گزر جاؤ تو وہ ٹانگ کے نیچے سے گزرے گا ہرگز نہیں تو معلوم ہوا کہ شیطان بھی پہلوؤں سے گزرتا ہے نیچے سے نہیں گزر سکتا ہے۔

(جواب) غیر مقلدین سے ہمارا سوال ہے کہ کیا انسان کو شیطان پر قیاس کرلیا۔انسان اگر ننگا ہو تو صحیح الفطرت انسان منہ پھیر لیتا ہے۔لیکن نبی کریم (ﷺ) نے فرمایا کہ جب تم طہارت خانے میں ننگے ہونے لگو تو بوقت دخول بایاں پاؤں رکھا کرو اور اَللّٰھُمَّ اِنِّیْ اَعُوْذُبِکَ مِنَ الْخُبُثِ وَالْخَبَائِثِ پڑھو۔کیونکہ

شیطان ننگے انسان کو پیچھے سے چھیڑتا ہے۔ بتایئے شیطان اور انسان ایک جیسے رہے یا کچھ فرق ثابت ہوا۔

(جواب ۔۲) جب آدمی رات کو لیٹتا ہے تو بعض دفعہ جوان آدمیوں کے سامنے شیطان عورت کی شکل میں مجامعت کے لئے آجاتا ہے۔ عورت کو بھی بعض دفعہ آجاتا ہے۔ جیسا کہ رسول اللہ (ﷺ) کی حدیث میں مذکور ہے تو رات کو شیطان انسان کی ٹانگوں سے پرہیز نہیں کرتا اور صف میں دن کو داخل ہو اور پھر ٹانگوں سے پرہیز کرے اس کو کون سی شرم ہے۔

فائدہ: ثابت ہوا کہ شیطان کو ٹانگوں کے باہر سے گزرنا تو صرف صف کو خراب کرنا ہی مقصد ہے ٹانگوں کے درمیان سے اگر شیطان کو فاصلہ مل جائے اور پھر نماز میں جب انسان ہاتھ پاؤں بھی نہ ہلا سکتا ہو پہلو بھی نہ پلٹ سکتا ہو اور وہ صف میں بھی موجود ہو تو وہ موقعہ جو اس کو رات کو بمشکل نصیب ہوتا ہے وہ عین اس کی آمد میں پیش کر دیا گیا تو وہ کب ٹلتا ہے۔

غیر مقلدوں کے لئے مہنگا سودا: غیر مقلدوں نے حدیث کو نہ سمجھ کر ٹانگیں چوڑی کر دیں اور جانبین کے ساتھیوں سے ٹانگیں ملا دیں تو شیطان بڑا حرکتی ہے اس نے غیر مقلدین کے دونوں ٹانگوں کے درمیان دیکھ لی تو ان کے کولہوں کے درمیان چھلانگ لگا دی۔ چنانچہ حدیث شریف میں ہے کہ

قَالَ رَسُوْلَ اللّٰہِ ﷺ سَوُّوْصَفُوْفَکُمْ وَحَاذُوْ بَیْنَ مَنَا کِبِکُمْ وَلِیْنُوْافِیْ اَیْدِیْ اَخْوَانِکُمْ وَسُدُّوْالْخَلَلَ فَاِنَّ الشَّیْطَانَ یَدْخُلُ فِیْمَا بَیْنَکُمْ بِمَنْزِلَۃِ الْخَذَفِ یَعْنِی اَوْلَا دُ الضَّانِ الصِّغَارِ. (رواہ احمد، مشکوٰۃ صفحہ ۹۸)

رسول اللہ (ﷺ) نے فرمایا اپنی صفوں کو برابر کرو اور اپنے کندھوں کو برابر رکھو اور بھائیوں کے لئے ہاتھوں کو نرم رکھو اور فاصلے کو بند کرو شیطان تمہارے درمیان میں سے گزرتا ہے بھیڑ کے چھوٹے بچے جیسا۔

فائدہ: رسول اللہ (ﷺ) کے فرمان فِیْمَا بَیْنَکُمْ نے ثابت کر دیا کہ اپنی ٹانگوں کے درمیان میں بھی جگہ کھلی ہو جائے تو شیطان وہاں سے بھی گزرنے کو عار نہیں سمجھتا اور یہ فاصلہ ٹانگوں کو کم کرو گے تو ہی حدیث مصطفیٰ (ﷺ) پر عمل ہوگا۔ اور اگر ٹانگیں فٹ ڈیڑھ فٹ چوڑی کر دی جائیں تو فرمان مصطفیٰ (ﷺ) سُدُّوْاالْخَلَلَ کی تکذیب لازم آتی ہے۔ افسوس ہے کہ رسول اللہ (ﷺ) فرمائیں خلل کو بند کرو اور ہم

ٹانگوں کے درمیان خلل پیدا کریں اور یہ جملہ عام ہے ٹانگوں کے اندر کو بھی اور باہر کو بھی تو اس لئے ٹانگوں کے فاصلے کو تھوڑا کر کے کندھے سے کندھا تنگ کر کے ملا دیا جائے اور لَیِّنُوْا فِیْ اَیْدِیْ اِخْوَانِکُمْ پر عمل کیا جائے تو صف میں سب فاصلے ٹانگوں کے اندر اور باہر کے ایسے مساوی ہو جائیں گے کہ شیطان کی گزرگاہ بند ہو جائے گی۔ ورنہ ٹانگیں چوڑی کرنا قرآن اور احادیث صحیحہ کی تکذیب ومخالفت کا ثبوت واضح ہے۔

غیر مقلدوں کو چیلنج: غیر مقلدین نجد سے لے کر دہلی تک مل کر کسی حدیث مصطفیٰ (ﷺ) سے دکھا دیں کہ ٹانگوں کے اندر سے فٹ ڈیڑھ فٹ فاصلہ رکھنا چاہئے وہاں سے شیطان نہیں گزر سکتا۔ تو منہ مانگا انعام حاصل کریں۔

نماز ہے یا کھیل تماشہ: غیر مقلدو بتاؤ کہ تم جب کھڑے ہوتے ہو تو ٹانگیں ڈیڑھ فٹ چوڑی کرتے ہو اور جب رکوع میں گئے تو دو فٹ چوڑی کر دیں اور اتنی چوڑی ٹانگوں سے سجدے میں نہیں جا سکتا پھر تنگ کر کے سجدہ کیا جب سجدے سے فارغ ہوئے تو پھر قیام میں چوڑی کرنی پڑیں۔ علیٰ ہذا القیاس۔ نماز میں پاؤں کی ہیرا پھیری سے فرمان مصطفیٰ (ﷺ) اُسْکُنُوْا فِی الصَّلٰوۃ کا مکذب ثابت ہو گیا تو نماز بے جا حرکات سے فاسد ہو گئی کیونکہ یہ فعل غیر صلوٰۃ ہے یا نہیں؟ حدیث مصطفیٰ (ﷺ) سے دکھاؤ کہ مصطفیٰ (ﷺ) یا صحابہ کرام نے نماز میں پاؤں کے ساتھ یہ کھیل کھیلا ہو جو تم تمام مذکورہ بالا کھیل نماز میں کھیلتے ہو۔ ورنہ فرمان مصطفیٰ (ﷺ) اُسْکُنُوْا فِی الصَّلٰوۃ پر عمل کرتے ہوئے پاؤں اتنے چوڑے رکھو کہ پاؤں سے یہ کھیل بھی نہ کھیلا جائے یعنی جہاں پاؤں کا قیام ہو وہاں سے آگے پیچھے بھی نہ کرنے پڑیں اور فاصلہ بھی پہلوؤں اور ٹانگوں کے درمیان میں مساوی ہو تو صف چونے گچ ہو جاتی ہے نہ بازوؤں میں اتنا فاصلہ ہو کہ شیطان گزر سکے اور نہ ہی ٹانگوں کے درمیان اتنا فاصلہ ہو کہ شیطان گزر سکے تو صف بھی چونے گچ ہو گئی اس پر عمل ہو گیا شیطان کو موقع بھی نہ ملا اور قُوْمُوْا لِلّٰهِ قَانِتِیْنَ پر بھی عمل ہو گیا اور سُدُّوا الْخَلَلَ پر بھی کامل طور عمل ہو گیا۔ (مقیاس الصلوٰۃ بتفسیر یسیر)

الحمد للہ حنفی قرآن وحدیث کے عامل ثابت ہوئے اور غیر مقلد وہابی بدعتی مخالف قرآن وحدیث، قسمت اپنی اپنی نصیب اپنا اپنا۔

(باب ۷۸) اَلْمَرْءَۃُ وَحْدَھَا تَکُوْنُ صَفًّا.

تنہا عورت سے صف ہو جاتی ہے

عَنْ اَنَسِ بْنِ مَالِکٍ قَالَ صَلَّیْتُ اَنَا وَیَتِیْمٌ فِیْ بَیْتِنَا خَلْفَ النَّبِیِّ ﷺ وَاُمِّیْ خَلْفَنَا اُمُّ سُلَیْمٍ.

انس بن مالک رضی اللہ عنہ نے فرمایا کہ اپنے گھر میں اور یتیم نبی کریم (ﷺ) کے پیچھے نماز پڑھ رہے تھے اور میری والدہ ام سلیم ہمارے پیچھے تھیں۔

شرح: اس میں مردوں بچوں عورتوں کی جماعت میں ترتیب بتائی گئی ہے کہ اگر کہیں مرد اور بچے اور خنثیٰ اور عورتیں جمع ہوں تو صفوں کی ترتیب یہ ہے کہ پہلے مردوں کی صف ہو پھر بچوں کی پھر خنثیٰ کی پھر عورتوں کی بچہ اگر تنہا ہو تو مردوں کی صف میں داخل ہو جائے۔

(باب ۷۹) مَیْمَنَۃِ الْمَسْجِدِ وَ الْاِمَامِ.

مسجد اور امام کے دائیں طرف

عَنْ اِبْنِ عَبَّاسٍ رضی اللہ عنہ قَالَ قُمْتُ لَیْلَۃً اُصَلِّیْ عَنْ یَّسَارِ النَّبِیِّ ﷺ فَاَخَذَ بِیَدِیْ اَوْ بِعَضُدِیْ حَتّٰی اَقَامَنِیْ عَنْ یَّمِیْنِہٖ وَقَالَ بِیَدِہٖ مِنْ وَّرَآئِیْ.

ابن عباس رضی اللہ عنہ نے فرمایا کہ میں نبی کریم (ﷺ) کے بائیں طرف نماز کے لیے کھڑا ہو گیا۔ اس لیے آپ نے میرے سر یا بازو پکڑ کر دوسری طرف کھڑا کر دیا۔ آپ نے مجھے پیچھے کی طرف سے اپنے ہاتھ سے کھینچا۔

(باب ۸۰) اِذَا کَانَ بَیْنَ الْاِمَامِ وَبَیْنَ الْقَوْمِ حَآئِطٌ اَوْ سُتْرَۃٌ.

جب امام اور مقتدیوں کے درمیان کوئی دیوار حائل ہو یا پردہ ہو

وَّقَالَ الْحَسَنُ لَا بَاْسَ اَنْ تُصَلِّیَ وَبَیْنَکَ وَبَیْنَہٗ نَھْرٌ وَّقَالَ اَبُوْ مِجْلَزٍ یَّاْتَمُّ بِالْاِمَامِ وَاِنْ کَانَ بَیْنَھُمَا طَرِیْقٌ اَوْ جِدَارٌ اِذَا سَمِعَ تَکْبِیْرَ الْاِمَامِ.

حضرت حسن نے فرمایا کہ اگر امام اور تمہارے درمیان نہر ہو جب بھی نماز پڑھنے میں کوئی حرج نہیں۔ ابو مجلز نے فرمایا کہ اگر امام اور مقتدی کے درمیان کوئی راستہ یا دیوار حائل ہو جب بھی اقتدا کرنی چاہیے بشرطیکہ امام کی تکبیر سن سکتا ہو۔

عَنْ عَائِشَةَ قَالَتْ كَانَ رَسُوْلُ اللّٰهِ ﷺ يُصَلِّيْ مِنَ اللَّيْلِ فِيْ حُجْرَتِهٖ وَجِدَارُ الْحُجْرَةِ قَصِيْرٌ فَرَاَى النَّاسُ شَخْصَ النَّبِيِّ ﷺ فَقَامَ اُنَاسٌ يُصَلُّوْنَ بِصَلٰوتِهٖ فَاَصْبَحُوْا فَتَحَدَّثُوْا بِذٰلِكَ فَقَامَ اللَّيْلَةَ الثَّانِيَةَ فَقَامَ مَعَهٗ اُنَاسٌ يُصَلُّوْنَ بِصَلٰوتِهٖ صَنَعُوْا ذٰلِكَ لَيْلَتَيْنِ اَوْثَلٰثًا حَتّٰى اِذَا كَانَ بَعْدَ ذٰلِكَ جَلَسَ رَسُوْلُ اللّٰهِ ﷺ فَلَمْ يَخْرُجْ فَلَمَّا اَصْبَحَ ذَكَرَ ذٰلِكَ النَّاسُ فَقَالَ اِنِّيْ خَشِيْتُ اَنْ تُكْتَبَ عَلَيْكُمْ صَلٰوةُ اللَّيْلِ .

عائشہ رضی اللہ عنہا نے فرمایا کہ رسول اللہ (ﷺ) رات میں اپنے حجرہ کے اندر نماز پڑھتے تھے۔ حجرہ کی دیواریں چھوٹی تھیں اس لیے لوگوں نے نبی کریم (ﷺ) کو دیکھ لیا اور آپ کی اقتداء میں نماز کے لئے کھڑے ہو گئے۔ صبح کے وقت لوگوں نے اس کا دوسروں سے ذکر کیا۔ پھر جب دوسری رات آپ کھڑے ہوئے تو لوگ آپ کی اقتدا میں اس رات بھی کھڑے ہو گئے۔ یہ صورت دو یا تین راتوں تک رہی اس کے بعد رسول اللہ (ﷺ) بیٹھے رہے اور نماز کے لیے تشریف نہیں لائے۔ پھر جب صبح کے وقت لوگوں نے اس کا تذکرہ کیا تو آپ نے فرمایا کہ میں ڈرا کہ کہیں رات کی نماز تم پر فرض نہ ہو جائے (اس شدتِ اشتیاق کو دیکھ کر)

(باب ۸۱) صلٰوۃِ اللَّیْل.

رات کی نماز کی فضیلت

عَنْ عَائِشَةَ اَنَّ النَّبِيَّ ﷺ كَانَ لَهٗ حَصِيْرٌ يَبْسُطُهٗ بِالنَّهَارِ وَيَحْتَجِرُهٗ بِاللَّيْلِ فَثَابَ اِلَيْهِ نَاسٌ فَصَفُّوْا وَرَآءَهٗ.

عائشہ رضی اللہ عنہا سے ہے کہ نبی کریم (ﷺ) کے پاس ایک چٹائی تھی جسے آپ دن میں بچھاتے تھے اور رات میں اسے حجرہ کی طرح بنا لیتے تھے۔ پھر کچھ لوگ جمع ہو گئے اور آپ (ﷺ) کے پیچھے نماز پڑھنے لگے۔

اَنَّ رَسُوْلَ اللّٰهِ ﷺ اتَّخَذَ حُجْرَةً قَالَ حَسِبْتُ اَنَّهُ قَالَ مِنْ حَصِيْرٍ فِيْ رَمْضَانَ فَصَلّٰى فِيْهَا لَيَالِيْ فَصَلّٰى بِصَلٰوتِهٖ نَاسٌ مِّنْ اَصْحَابِهٖ فَلَمَّا عَلِمَ بِهِمْ جَعَلَ يَقْعُدُ فَخَرَجَ اِلَيْهِمْ فَقَالَ قَدْ عَرَفْتُ الَّذِيْ رَاَيْتُ مِنْ صَنِيْعِكُمْ فَصَلُّوْا اَيُّهَا النَّاسُ فِيْ بُيُوْتِكُمْ فَاِنَّ اَفْضَلَ الصَّلٰوةِ صَلٰوةُ الْمَرْءِ فِيْ بَيْتِهٖ اِلَّا الْمَكْتُوْبَةَ.

رسول اللہ (ﷺ) نے ایک حجرہ بنایا۔ یسر بن سعید نے بیان کیا کہ میرا خیال ہے کہ زید بن ثابت نے کہا کہ چٹائی سے (حجرہ بنایا تھا) رمضان میں آپ نے کئی رات اسی میں نماز پڑھی۔ صحابہ میں بعض حضرات نے ان راتوں میں آپ (ﷺ) کی اقتداء کی۔ جب آپ (ﷺ) کو اس کا علم ہوا تو رک گئے۔ پھر باہر تشریف لائے اور فرمایا کہ تمہارا جو طرز عمل میں نے دیکھا اس کی وجہ جانتا ہوں لیکن تم اپنے گھروں میں ہی نماز پڑھا کرو۔ کیونکہ سوائے فرائض کے اور تمام نمازوں کو گھروں میں ہی پڑھنا افضل ہے۔

قال الحسن البصری رحمہ اللہ تعالیٰ:۔ اس حدیث سے امام بخاری رحمہ اللہ کا وہی مقصد ہے جو احناف کا موقف ہے وہ یہ کہ مسجد تمام کی تمام مکان واحد کے حکم میں ہے ہاں درمیان میں دیوار حائل ہو یا کوئی اور شے جو امام کے درمیان حد فاصل بن جائے تو امام و مقتدیوں کا درمیانی رابطہ نہ ٹوٹے مثلاً تکبیرات انتقالیہ سے مقتدی باخبر ہو۔ جنگل میں تین صفوں کا فاصلہ روا رکھا گیا ہے۔ ہاں جب مقتدی اور امام کے درمیان میں فاصلہ طویل ہو تو پھر اقتداء صحیح نہیں مثلاً درمیان اتنی بڑی نہر حائل ہے کہ اس میں کشتیاں آتی جاتی ہیں (اگرچہ کشتیاں نہ بھی چلتی ہوں تب بھی اس کے لئے تخمینہ یونہی ہو) مزید احکام کتب فقہ میں ہیں۔

جدار الحجرۃ:۔ یہ ایک سابق مضمون کا مؤید ہے وہ یہ کہ نبی پاک (ﷺ) کی ازواج مطہرات کے حجرات کی دیواریں چھوٹی تھیں اسی لئے ان کے صحن پر دھوپ کافی دیر تک رہتی تھی اس سے حنفیہ کے خلاف شوافع نے دلیل پیش کی کہ ظہر کا وقت صرف مثلِ اول تک ہے ہم نے وہاں جواب لکھا ہے کہ حجرات سے قیاس غلط ہے اس لئے کہ حجرات خود بھی اور ان کی دیواریں بھی چھوٹی تھیں اسی لئے دھوپ دو مثلوں کے بعد بھی رہتی تھی یہ حدیث الٹا احناف کی مؤید ہے اسی پارہ صفحہ ۳ کے اول میں یہ بحث گذر چکی ہے اور مزید تفصیل فقیر کے رسالہ " الیسر فی ابراد صلوٰۃ الظھر" میں ہے۔

بیس تراویح:۔ نبی پاک (ﷺ) نے رمضان المبارک میں دو یا تین راتیں نوافل (تراویح) جماعت سے پڑھی پھر پڑھنا چھوڑ دیا کہ کہیں امت پر یہ نماز فرض نہ ہو جائے۔اس سے اندازہ لگائیے کہ اللہ کو نبی پاک (ﷺ) سے کتنا پیار ہے کہ آپ کی ادا فرضیت میں بدل دیتا ہے اور یہ بھی قابل غور بات ہے کہ نبی پاک (ﷺ) کو اپنی امت پر کتنی بڑی شفقت ہے کہ نوافل اسی لئے چھوڑ دیئے کہ کہیں ان پر فرض نہ ہو جائے۔

فائدہ: اس سے نفس تراویح کا ثبوت تو ہے لیکن بیس تراویح کی تصریح نہیں پھر بمطابق قاعدہ علم الحدیث مبہم روایت کے لئے دوسری روایت سے تصریح مل جائے تو وہ روایت مبہم بھی تصریح کے حکم میں ہوتی ہے اور یہ دوسری روایات سے ثابت ہے کہ حضور (ﷺ) سے بیس تراویح بروایت صحیح ثابت ہیں صحابہ کا اسی پر عمل رہا اور چاروں صاحب مذہب مجتہد اماموں کے نزدیک بیس تراویح ہی سنت ہے۔ چنانچہ چند روایات حاضر ہیں۔

(۱) روای ابن ابی شیبة فی سنده احادیث عن یزید بن ابراهیم بن عثمان من الحکم عن مقسم عن ابن عباس ان رسول الله ﷺ کان یصلی رمضان عشرین رکعته والوتر (۲) واخرجه عبد بن حمید فی مسنده عن ابی نعیم عن ابی شیبة ابراهیم بن عثمان بن سند اومتنا .(۳) اخرجه البغوی فی معجمه عن منصور بن ابی مزاحم عن ابی شیبة .(۴) وخراجه الطبرانی من طریق ابی شیبة .(۵) واخرجه البیهقی من طریقه ایض عن ابن عباس ان النبی ﷺ کان یصلی فی رمضان فی غیر جماعته عشرین رکعته والوتر .

یعنی ابن عباس رضی اللہ عنہما سے مروی ہے کہ نبی پاک (ﷺ) رمضان میں جماعت کے بغیر بیس رکعات پڑھتے تھے۔

فائدہ: حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما کی بات وزنی بھی ہے اس لئے کہ آپ بچپن میں اکثر اپنی خالہ میمونہ رضی اللہ عنہا کے ہاں مقیم ہوتے۔تراویح کی طرح آپ سے اس دوران متعدد مضامین کی روایات مروی ہیں۔بخاری شریف میں بھی بکثرت ہیں۔غیر مقلدین عجیب لوگ ہیں کہ ابن عباس رضی اللہ عنہما کی دوسری تمام روایات کو قبول کر لیا انکار ہے تو بیس تراویح سے۔

(سوال) ان حدیثوں میں ایک راوی ابراہیم بن عثمان پر محدثین نے گفتگو کی ہے۔ اکثر حضرات نے ان کو ضعیف اور ان کی وجہ سے حدیث کو بھی ضعیف کہہ دیا ہے؟

(جواب) بعض محدثین نے قابل اعتماد بھی قرار دیا ہے (۱) تہذیب صفحہ ۱۴۵ جلد ا قال ابن علی له احادیث صالحته وهو خير من ابراهيم ابن ابی حيته......مافضی فی زمانه اعدل قضاء منه، (۲) اور لسان المیزان صفحہ ۵۳ جلد اول پر اُن (ابراہیم) کا تذکرہ جن سے اُن کو افضل کہا ہے اس طرح ہے، ابراهيم بن ابی حية مختلف فی حسن الحديث .عن يحييٰ بن معين شيخ ثقته كبير اب شیخ ثقہ کبیر سے جو خیر ہوگا وہ شدید ضعیف مجروح نہیں ہو سکتا۔ اس لئے جن حضرات نے ضعیف کہہ دیا ہے نا قابل قبول ہے ان کی بات وزن دار نہیں ہو سکتی۔

(جواب۲) اگر بالفرض یہ ضعیف ہی ہوں لیکن حدیثیں گھڑنے والے تو نہیں اسی لئے ایسی روایت موضوع نہیں ہو سکتی بلکہ دوسری وجہ سے ثابت ہوگی۔ ان کی حدیث پر صحابہ اور تمام ائمہ مجتہدین کا اتفاق ہوا ہے تو یہ اس اعتبار سے بھی حدیث قابل قبول ہے۔ محدثین کے نزدیک ائمہ مجتہدین کا تعامل اس کے صحیح ہونے کی تائید ہے۔ اور پھر صحابہ کا قبول اور زیادہ معتبر بنادے گا۔ امام شعرانی نے کشف الغمہ میں شروع ہی میں کہا ہے ولم اعترا احاديثه الى من خر جهامن الائمته لافی ماذكرت فيه الا ،استدلال به الائمته المجتهدون لمذاهبهم وكفانا صحتهً لذلك الحديث استدلال مجتهد به اور کچھ آگے چل کر کہا ہے فانه لولا ماصح عنده ماستدلال به ولا يقرح فيه تخريج غيره من المحدثين والمجتهدين من طريق روايتهم شامی صفحہ ۵۷ جلد ۴ پر تحریر ابن ہمام سے منقول ہے المجتهد او راستدلال بحديث كان تصحيحا رالتلخيص الجير لابن حجر صفحہ ۱۷۰ جلد ا پر ہے ایک حدیث کے متعلق جس پر امام بیہقی نے کلام کیا تھا۔ قد احتج بھذا الحدیث احمد وابن المنذر وفی جز مہما بذلک دلیل الصحۃ عندہما اور تدریب الراوی صفحہ ۱۵ قال ابن عبدالبر لكن الحديث صحيح عندی لان العلماء تلقوه بالقبول ، یہ حدیث بحر کے باب میں ہے کہ اس پر اعتراض تھا کہ محدثین ایسی سند کو صحیح نہیں قرار دیتے۔ جواب دیا کہ علماء کے قبول کرنے سے حجت ہوگئی اور صفحہ ۱۴ پر ہے ۔صلاۃ

التسبیح کے باب میں قال الھیفی کان عبدالله ابن المبارک یصلیھا وتداوله الصالحون بعضھم عن بعض وفی ذلک تقویته الحدیث المرفوع ۔جصاص نے احکام القرآن صفحہ ۳۸۶ جلد ا پر لکھا ہے وقد استعملت الامته ھذ بن الحدیثین وان کان من طریق الاحاد فصار فی خبرا لمتواتر لان ماتلقاه الناس من اخبار لآحاد بالقبول فھو عند نافی معنی ا لمتواتر لمابینا فی مواضع اور حدیث تراویح بھی ایسی ہی ہے۔لہٰذا یہ حدیث جب کہ صحابہ کے اجماع اور ائمہ مجتہدین کے اتفاق نے اس کو قبول کرلیا ہے گو بعض یا بہت حضرات نے اس کو ضعیف کہا ہو سند کے اعتبار سے تو ضعیف کہلاسکتی ہے مگر متن اور مضمون حدیث کا ضعیف نہیں ہوگا۔ حجت باقی رہے گی بلکہ تواتر کا درجہ پالے گی۔

(جواب ۳) اگر حدیث ضعیف ہو اور دوسرے قرائن یا حدیثوں سے اس کی تقویت ہو جائے تو گو وہ صحیح لعینہٖ نہ ہوگی، حسن لغیرہٖ تو بن جاتی ہے'' اس کے ایسے قرائن اور روایات آگے بکثرت ہیں اس لئے یہ حدیث حجت ہوگی۔فتح القدیر صفحہ ۲۸۳ جلد ا اذاتایدا الضعیف بما یدل علی صحته من القرائن کان صحیحا ۔شرح نخبہ صفحہ ۲۴ وقفو الاثر صفحہ ۱۶،۱۷ وخبرا لواحد الذی یرویه من یکون سیئی الحفظ ولو مختلطا لم یتمیز ماحدث به قبل الاختلاط اویکون مستورا اومرسلا لحدیثه اورمدلسانی روایته من غیر معرفته فیھما فیتابع ایا کن منھم من ھو مثله اوفوقه فی الدرجته من السند فھو الحسن لغیره ۔

(جواب ۴) جس راوی کو ضعیف قرار دیا گیا ہے گو وہ متفق علیہ ضعیف نہیں، کم کم ضعیف ہے مگر وہ ۲۰۰ھ کا ہے تو اس کا مطلب یہ ہوا کہ ۲۰۰ھ میں آکر یہ حدیث ضعیف بن گئی ہے اور اس سے پہلے تک کا چونکہ کوئی راوی ضعیف نہ تھا یہ روایت ضعیف نہ تھی اور ائمہ مجتہدین کے زمانے اس سے پہلے کے ہیں لہٰذا یہ حدیث ان کے زمانے تک ضعیف ہی نہ تھی اس لئے ان مذاہب کا مدار ضعیف روایت پر قرار دینا کوئی عقل کی بات نہیں ہوسکتی بلکہ ان کے ۲۰۰ھ سے پہلے کے ہونے کی وجہ سے یہ مذاہب تو ضعیف کہنے والوں کے نزدیک بھی حدیث صحیح پر مبنی ہوئے لہٰذا ان مذاہب کے متعلق غلطی کا گمان کرنا خود غلط در غلط ہے۔

(جواب ۵) اس روایت کا ضعف بعد کو لاحق ہوا خیر القرون بالخصوص حضرت عمر رضی اللہ عنہ کا اس پر عمل کرنا اس کی صحت کی قوی دلیل ہے" علیکم بسنتي وسنته الخلفاء الراشدين کے مطابق بیس تراویح پر عمل عین مراد ہے۔

مزید احادیث: یہ حضرت ابن عباس کی حدیث ۱/ پانچ حوالوں سے پیش کی تھی اب آگے دوسری حدیثیں پیش ہیں جن سے بیس تراویح معلوم ہو رہی ہیں تا کہ لوگ خود غور کر لیں کہ ایک ہم ہی بیس نہیں پڑھتے تمام صحابہ، تابعین، تبع تابعین، ائمہ مجتہدین اور ان کے مذہب کے پیروکار تقریباً ساری امت بیس پڑھتی اور بیس کو ہی سنت مؤکدہ قرار دیتی ہے اور کم کو خلافِ سنتِ مؤکدہ اور بدعت وگناہ۔

حدیث: ترمذی نے صفحہ ۹۲ جلد ۲ پر حسن صحیح کہہ کر یہ حدیث نقل کی۔ علیکم بسنتي وسنته الخلفاء الراشدين المجتهدين عضوا عليها بالنوا جذ لہٰذا سنت خلفا اس حدیث سے لازم بن گئی کیونکہ علیکم لازم کرنے کے لئے ہے۔ اور سنت نبی وسنت خلفا کو ساتھ ساتھ لانا بتاتا ہے کہ یہ بھی سنت نبی کے مثل ہے کہ ان ہی سے حاصل کردہ ہوتی ہے اس لئے ایک کو سنت اور ایک کو ممنوع یا بدعت یا مستحب قرار دینا اس حدیث کے خلاف ہوگا اور پھر اس کی پیروی سے پکڑ لینے کا ارشاد اس کی پیروی کو لازم بنا رہا ہے اس کو ہلکا قرار دینا اس حدیث کے برعکس ہو کر گناہ ہوگا۔ بلکہ حضور (ﷺ) کی سنت کو سنت اور خلفاء راشدین کی سنت کو مستحب قرار دینا بھی دانتوں سے پکڑنے کے خلاف اور پھر خلفا کی خصوصیت کو باطل کرنا ہو گیا ورنہ تمام صحابہ کی پیروی مستحب ہے اور باعث نجات ہے، مشکوٰۃ صفحہ ۵۴۷ پر حدیث ہے حضرت عمر رضی اللہ عنہ، حضور (ﷺ) سے روایت کرتے ہیں، فرمایا میں نے اپنے رب عزوجل سے اپنے بعد اپنے صحابہ کے اختلاف کے بارے میں سوال کیا وحی آئی، یا محمد ان اصحابک عندی بمنزله النجوم في السماء بعضها اقوى من بعض ولكل نور فمن اخذ بشيئى مما هم عليه فهو عندى على هدىً لهم اس لئے خلفائے راشدین کی خصوصیت اور دانتوں سے پکڑنے کا حکم ان کے فعل کو سنت مؤکدہ بنا دیتا ہے، اب خلفائے راشدین کی سنت ملاحظہ ہو۔ امام بیہقی نے حضرت سائب بن یزید سے بسند صحیح یہ حدیث روایت کی ہے، انهم كانوا يقومون على عهد عمر بعشرين ركعته وعلى عهد عثمان

وعلی مثله، لہٰذا یہ خلفاء راشدین کی سنت فعلی ہے اور حضور (ﷺ) نے فرض ہو جانے کے اندیشہ سے ترک کی یعنی اگر یہ اندیشہ نہ ہوتا تو برابر پڑھتے اور دوسرے صحابہ کی بھی سنت ہے جو آگے آتی ہے۔

(۷) مؤطا امام مالک میں ہے عن یزید بن رومان انه قال کان الناس یقومون فی زمان عمر بن الخطاب فی رمضان بثلاث وعشرین رکعته۔

(۸) مصنف ابن ابی شیبہ میں ہے، ان عمر بن الخطاب امر رجلا یصلی بھم عشرین رکعته۔

(۹) سنن بیہقی میں حضرت سائب بن یزید سے ہے کانوا ،یقومون علی عهد عمر بن الخطاب فی شهر رمضان بعشرین رکعته، نووی نے خلاصہ میں اور سبکی نے شرح منہاج میں اس کو صحیح کہا ہے۔

فائدہ: ابن عبدالبر کہتے ہیں کہ مؤطا میں گیارہ رکعت وہم ہے۔

(۱۰) مصنف ابن ابی شیبہ میں حضرت عطا سے روایت ہے قال ادرکت الناس (الصحابته) وهم یصلون ثلثا وعشرین رکعته بالوتر۔

(۱۱) ابوالخصیب سے بیہقی نے حسن کہہ کر روایت کیا ہے قال کان یومنا سوید بن غفلته فی رمضان فیصلی خمس ترویحات عشرین رکعته لهم حضرت سوید کو بعض حضرات نے صحابی قرار دیا ہے مثلاً ابن القانع نے جیسے کہ تہذیب میں ہے۔

(۱۲) مصنف ابن ابی شیبہ میں ہے عن ابن عمر رضی الله عنه قال ابن ابی ملکیة یصلی بنائی رمضان عشرین رکعته، اس کی سند صحیح ہے (آثار السنن)

(۱۳) بیہقی میں ہے عن علی رضی الله عنه وقدوء القراء فی رمضان فامر منهم رجلا یصلی بهم فی رمضان عشرین رکعته قال وکان علی یوتربهم۔

(۱۴) بیهقی عن ابی الحسناء ان علیا امر رجلا ان یصلی بالناس خمس ترویحات عشرین رکعته۔

(۱۵) عن ابی بن کعب ان عمر امره ان یصلی فی رمضان ......فصلی بهم عشرین رکعته۔

(۱٦)مصنف ابن ابى شيبه عن حسن بن عبدالعزيز ان ا بيا كانّ يصلى بهم فى رمضان بالمدينة عشرين ركعته.

(۱۷)عن الحارث انه كان يوم الناس فى رمضان بعشرين ركعته .

(۱۸)عن محمد بن كعب القرظى كان الناس يصلون فى زمان عمر بن الخطاب فى رمضان عشرين ركعته .

(۱۹)عينى شرح بخارى عن زيد بن وهب قال كان عبدالله ابن مسعود يصلى لنا فى شهر رمضان قال الاعمش يصلى عشرين ركعته ويوتر بثلا ث.

(۲۰)ابن ابى شيبته عن ابى النجترى انه كان يصلى خمس ترويحات فى رمضان ويصلى بثلا ث.

(۲۱)عن شيتر بن شكل انه كان يصلى فى رمضان عشرين ركعته والوتر.

(۲۲)عن ابى الحسن ان عليا امر رجلا يصلى بهم فى رمضان عشرين ركعته .

(۲۳)عن سعيد بن عبيد ان على بن ربعيته كان يصلى بهم فى رمضان خمس ترويحات ويوتر بثلا ث سند صحیح ہے۔(آثار السنن)

(۲۴)بيقهى عن شبرمته وكان من اصحابه على انه كان يومهم فى رمضان فيصلى خمس ترويحات .

(۲۵)بيهقى عن السائب بن يزيد قال كانو يقومون على عهد عمربن الخطاب فى شهر رمضان بعشرين ركعته قال كانور يقرؤن بالمئِن وكان تيو كئِون على عصيهم فى عهد عثمان بن عفان من شدة القيام نووی نے خلاصہ میں ابن العراقی نے شرح تقریب میں اور سیوطی نے مصابیح میں اس کو صحیح کہا ہے۔

(۲٦)مدونه مالكيه صفحه ۱۹۴ جلد ۱ ان عمر بن عبدالعزيز امر بالقراء ان يقوموا بذلك ويقرء وافى كل ركعته عشر آيات . دس آیات فی رکعت سے بیس رکعت میں ہی قرآن مجید ختم ہوسکتا ہے نہ کہ آٹھ میں کیونکہ آیات چھ ہزار سے زائد ہیں۔

(۲۷)نسائی بسند حسن عن عبدالرحمن بن عوف قال رسول الله ﷺ ان الله تبارک وتعالیٰ فرض صیام وقامه ایمانا واحتسابا خرج من وتوبه کیوم ولدته امه ۔
تراویح حضور (ﷺ) کی سنت ہیں اور تہجد امر الٰہی سے تھا اس لئے یہ تہجد کے علاوہ ہیں لہٰذا تہجد کی رکعات سے ان کی رکعات اس سے مخلوط کرنا صحیح نہ ہوگا تہجد تقریباً آٹھ تھیں یہ بیس ہوں گی ۔ جیسے روزانہ کی سنتیں بیس ہیں ۔ ۲۸ تا ۳۵ عینی شرح بخاری میں ہے ان حضرات نے بیس تراویح پڑھی ہیں، (۲۸) شیر بن شکل (۲۹) ابن ابی ملیکہ، (۳۰) الحارث الہمدانی، (۳۱) عطاء ابن ابی رباح، (۳۲) ابوالبختری، (۳۳) حضرت حسن بصری کے بھائی سعید بن ابی الحسن، (۳۴) عبدالرحمٰن بن ابی بکر، (۳۵) عمران العبدی جو مشہور تابعین ہیں اور پھر ان کے شاگرد در شاگرد (۳۶) ترمذی میں ہے رائی بعضهم ان یصلی احدی واربعین مع الوتر وهو قول اهل مدینته (۳۷) ابن عبدالبر نے استذکار میں درج کیا ہے عن الاسود بن یزید کان یصلی اربعین رکعته ویوتر (۳۸) محمد بن نصر نے امام مالک سے ۳۸ رکعات روایت کر کے اہل مدینہ کا عمل بتایا ہے (۳۹) زرارة ابن اوفی سے عشر آخر میں ۳۴ عشرہ اول و دوم میں ۲۸ منقول ہیں (۴۰) ابن جبیر سے ۲۴ آئی ہیں (اوجز المسالک) (۴۱ تا بے نہایت) ماثبت بالسنۃ میں ہے الذی استقر علیه الامر وشهر بین الصحابة والتابعین ومن بعد هم هو العشرون تراویح صحابہ و تابعین سے بدرجہ شہرت بیس ہی ثابت ہیں ۔

ترمذی میں ہے:

اختلف اهل العلم فی قیام رمضان فردی بعضهم ان یصلی احدی واربعین رکعة مع الوتر وهو قول اهل المدینه والعمل علی هذا

اور حضرت علی رضی اللہ عنہ سے بیس رکعات ثابت ہیں اور حضرت عمر سے مشہور یہی ہے کہ آپ رضی اللہ عنہ کے زمانہ میں اس پر اجماع ہوا ۔ سفیان ثوری اور ابن المبارک سے ایسے ہی منقول ہے حضرت امام شافعی رحمہ اللہ تعالیٰ نے فرمایا ہے هکذا درکت ببلد نابمکة یصلون عشرین رکعة۔

یعنی میں نے شہر مکہ والوں کو بیس رکعت تراویح پڑھتے دیکھا اور علامہ عینی شارح بخاری نے جمہور علماء کو بیس رکعت تراویح پڑھنے پر قائم کیا ہے ۔ وَقَالَ بْنُ عَبْدِ الْبِرِّ وَهُوَ قَوْلُ الْجُمْهُوْرِ وَالْعُلَمَاءِ اور امام بیہقی

نے بایں طور حدیث بیان کی عَنِ ابْنِ عَبَّاسٍ اَنَّ النَّبِیَّ ﷺ کَانَ یُصَلِّیْ فِیْ رَمَضَانَ بِغَیْرِ جَمَاعَةٍ عِشْرِیْنَ رَکْعَةً حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام رمضان میں بیس رکعت بغیر جماعت پڑھتے تھے۔ اور امام سیوطی نے اپنے مجموعہ میں لکھا ہے کہ بیس رکعت کا پڑھنا بہت بہتر ہے وسنن البیہقی وغیرہ باسناد صحیح عَنِ السَّائِبِ بْنِ یَزِیْدِ الصَّحَابِیْ قَالَ کَانَ یَقُوْمُوْنَ عَلٰی عَهْدِ عُمَرَ بْنَ الْخَطَّابِ فِیْ شَهْرِ رَمَضَانَ بِعِشْرِیْنَ رَکْعَةً وَفِیْ عَهْدِ عُثْمَانَ وَعَلِیْ مِثْلَهٗ مجموعہ امام سیوطی صفحہ ۴۲ میں یعنی خلافتِ اصحاب ثلاثہ میں بیس رکعت تراویح لوگ پڑھتے تھے۔ اور یہی سنت ہے خلفاء الراشدین کی جن کی اتباع کا حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام نے بایں طور حکم فرمایا ہے۔ اِتَّبِعُوْا مِنْ بَعْدِیْ اَبِیْ بَکْرٍ وَعُمَرَ اور جو شخص اتباعِ سنت خلفاء الراشدین کا منکر ہے وہ دراصل حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام کے حکم کا منکر ہے اور ناری ہے اور جو حدیث عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا سے مسلم و بخاری میں بایں طور مروی ہے سُئِلَتْ عَلٰی قِیَامِ رَسُوْلِ اللّٰهِ ﷺ فِیْ رَمَضَانَ فَقَالَتْ مَاکَانَ یَزِیْدُ فِیْ رَمَضَانَ وَلَا فِیْ غَیْرِهٖ عَلٰی اِحْدٰی عَشَرَ رَکْعَةً الخ یعنی سائل نے اُم المومنین سے پوچھا کہ حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام رمضان میں کس قدر قیام کرتے تھے کہا ام المومنین کہ رمضان ہو یا غیر ہو آپ گیارہ رکعت ادا کرتے تھے۔ یہ تہجد کے لئے ہے کیونکہ اس میں رمضان وغیر رمضان کا لفظ صریح ہے اس پر مزید بہت کچھ لکھا جا سکتا ہے۔ بقدر ضرورت اتنا کافی ہے مزید تحقیق کے لئے فقیر کے دو رسالے پڑھئے۔ ''بیس تراویح سنت ہے''، ''آٹھ تراویح بدعت ہے''۔

(باب ۸۲) اِیْجَابِ التَّکْبِیْرِ وَافْتِتَاحِ الصَّلٰوةِ.

تکبیر تحریمہ کا وجوب اور نماز کا افتتاح

عَنِ الزُّهْرِیِّ قَالَ اَخْبَرَنِیْ اَنَسُ بْنُ مَالِکِ نِ الْاَنْصَارِیُّ اَنَّ رَسُوْلَ اللّٰهِ ﷺ رَکِبَ فَرَسًا فَجُحِشَ شِقُّهُ الْاَیْمَنُ وَقَالَ اَنَسٌ فَصَلّٰی لَنَا یَوْمَئِذٍ صَلٰوةً مِّنَ الصَّلَوَاتِ وَهُوَ قَاعِدٌ فَصَلَّیْنَا وَرَآئَهٗ قُعُوْدًا ثُمَّ قَالَ لَمَّا سَلَّمَ اِنَّمَا جُعِلَ الْاِمَامُ لِیُؤْتَمَّ بِهٖ فَاِذَا صَلّٰی قَائِمًا فَصَلُّوْا قِیَامًا وَّ اِذَا رَکَعَ فَارْکَعُوْا وَاِذَا رَفَعَ فَارْفَعُوْا وَاِذَا سَجَدَ فَاسْجُدُوْا وَاِذَا قَالَ سَمِعَ اللّٰهُ لِمَنْ حَمِدَهٗ فَقُوْلُوْا رَبَّنَا وَلَکَ الْحَمْدُ.

انس بن مالک انصاری رضی اللہ عنہ نے خبر دی کہ رسول اللہ (ﷺ) ایک مرتبہ گھوڑے پر سوار ہوئے اور اس وجہ سے آپ کو دائیں جانب زخم آ گئے۔ انس رضی اللہ عنہ نے فرمایا کہ ہمیں آپ (ﷺ) نے ایک نماز پڑھائی چونکہ آپ (ﷺ) بیٹھے ہوئے تھے اسی لیے ہم نے بھی آپ (ﷺ) کے پیچھے بیٹھ کر نماز پڑھی۔ پھر سلام کے بعد آپ نے فرمایا کہ امام اس لئے ہے تا کہ اس کی اقتداء کی جائے اسی لیے جب وہ کھڑے ہو کر نماز پڑھے تو تم بھی کھڑے ہو کر پڑھو وہ جب رکوع کرے تو تم بھی رکوع کرے اور جب سر اٹھائے تم اٹھاؤ اور جب سجدہ کرے تو تم بھی کرو اور جب سمع اللہ لمن حمدہ کہے تو تم بھی ربنا ولک الحمد کہو۔

عَنْ اَنَسِ بْنِ مَالِكٍ اَنَّهُ قَالَ خَرَّ رَسُوْلُ اللّٰهِ ﷺ عَنْ فَرَسٍ فَجُحِشَ فَصَلّٰى لَنَا قَاعِدًا فَصَلَّيْنَا مَعَهُ ثُمَّ انْصَرَفَ فَقَالَ اِنَّمَا الْاِمَامُ اَوْ اِنَّمَا جُعِلَ الْاِمَامُ اَوْ اِنَّمَا جُعِلَ الْاِمَامُ لِيُؤْتَمَّ بِهٖ فَاِذَا كَبَّرُوا وَاِذَا رَكَعَ فَارْكَعُوْا وَاِذَا رَفَعَ فَارْفَعُوْا وَاِذَا قَالَ سَمِعَ اللّٰهُ لِمَنْ حَمِدَهٗ فَقُوْلُوْا رَبَّنَا وَلَكَ الْحَمْدُ وَاِذَا سَجَدَ فَاسْجُدُوْا .

انس بن مالک رضی اللہ عنہ سے ہے کہ آپ نے فرمایا کہ رسول اللہ (ﷺ) گھوڑے سے گر گئے اور زخمی ہو گئے اس لیے آپ (ﷺ) نے بیٹھ کر نماز پڑھی ہم نے بھی بیٹھ کر پڑھی۔ پھر نماز پڑھ کر فرمایا کہ امام اس لیے ہے کہ اس کی اقتداء کی جائے اس لیے جب وہ تکبیر کہے تو تم بھی کہو وہ رکوع کرے تو تم بھی کرو۔ سر اٹھائے تو تم بھی اٹھاؤ اور سمع اللہ لمن حمدہ کہے تو تم ربنا ولک الحمد کہو اور جب سجدہ کرے تو تم بھی سجدہ کرو۔

عَنْ اَبِىْ هُرَيْرَةَ رضى الله عنه قَالَ قَالَ النَّبِىُّ ﷺ اِنَّمَا جُعِلَ الْاِمَامُ لِيُؤْتَمَّ بِهٖ فَاِذَا كَبَّرَ فَكَبِّرُوْا وَاِذَا رَكَعَ فَارْكَعُوْا وَاِذَا قَالَ سَمِعَ اللّٰهُ لِمَنْ حَمِدَهٗ فَقُوْلُوْا رَبَّنَا وَلَكَ الْحَمْدُ وَاِذَا سَجَدَ فَاسْجُدُوْا وَاِذَا صَلّٰى جَالِسًا فَصَلُّوْا جُلُوْسًا اَجْمَعُوْنَ.

ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے ہے کہ رسول اللہ (ﷺ) نے فرمایا امام اس لیے ہے تا کہ اس کی اقتداء کی جائے اس لیے جب وہ تکبیر کہے تو تم بھی کہو۔ رکوع کرے تو تم بھی کرو اور جب سمع اللہ لمن حمدہ کہے تو تم ربنا ولک الحمد کہو اور جب سجدہ کرے تو تم بھی کرو اور جب بیٹھ کر نماز پڑھے تو تم سب بھی بیٹھ کر نماز پڑھو۔

(باب ۸۳) رَفْعِ الْيَدَيْنِ فِي التَّكْبِيْرَةِ الْاُوْلٰى مَعَ الْاِفْتِتَاحِ سَوَآءً.

رفع یدین اور تکبیر تحریمہ دونوں ایک ساتھ

عَنِ ابْنِ شِهَابٍ عَنْ سَالِمِ بْنِ عَبْدِ اللّٰهِ اَبِيْهِ اَنَّ رَسُوْلَ اللّٰهِ ﷺ كَانَ يَرْفَعُ يَدَيْهِ حَذْوَمَنْكِبَيْهِ اِذَا افْتَتَحَ الصَّلٰوةَ وَاِذَا كَبَّرَ لِلرُّكُوْعِ وَاِذَا رَفَعَ رَاْسَهُ مِنَ الرُّكُوْعِ رَفَعَهُمَا كَذٰلِكَ اَيْضًا وَّقَالَ سَمِعَ اللّٰهُ لِمَنْ حَمِدَهُ رَبَّنَا وَلَكَ الْحَمْدُ وَكَانَ لَايَفْعَلُ ذٰلِكَ حَمِدَهُ رَبَّنَا وَلَكَ الْحَمْدُ وَكَانَ لَا يَفْعَلُ ذٰلِكَ فِي السُّجُوْدِ.

ابن شہاب سے وہ سالم بن عبداللہ سے وہ اپنے والد سے کہ رسول اللہ (ﷺ) جب نماز شروع کرتے تو اپنے دونوں ہاتھ مونڈھوں تک اٹھاتے تھے اور اسی طرح جب رکوع کے لئے تکبیر کہتے۔ اور اپنا سر رکوع سے اٹھاتے تو دونوں ہاتھ بھی اٹھاتے تھے (رکوع سے سر مبارک اٹھاتے ہوئے) آپ کہتے تھے کہ سمع اللہ لمن حمدہ۔ ربنا ولک الحمد۔ یہ رفع یدین سجدہ میں جاتے وقت نہیں کرتے تھے۔

ایجاب التکبیر: امام بخاری رحمہ اللہ یہاں یہ بتانا چاہتے ہیں کہ نماز کا افتتاح صرف اللہ اکبر کہنے سے ہوگا اور اگر کسی نے صرف ہاتھ اٹھائے اور تکبیر نہ کہی تو وہ نماز میں داخل نہ ہوا۔ یہی امام ابوحنیفہ رضی اللہ عنہ کا مذہب ہے اور یہی امام بخاری رحمہ اللہ کا مختار ہے۔

حکایت: ایک دفعہ امام ابوحنیفہ سیدنا امام جعفر صادق رضی اللہ عنہما کی خدمت میں حاضر ہوئے تو امام جعفر صادق رضی اللہ عنہ نے آپ سے سوال کیا کہ **تحریمة الصلوٰة اھو بالتکبیر ام برفع الید فقال بالتکبیر ولماذھب الامام قال نعم فقیه** نماز کی افتتاح تکبیر سے ہو یا ہاتھ اٹھانے سے، امام ابوحنیفہ رضی اللہ عنہ نے فرمایا تکبیر سے۔ جب آپ چلے گئے تو امام جعفر صادق رضی اللہ عنہ نے فرمایا یہ فقیہ ہیں اس قسم کی دلچسپ حکایات فقیر کی کتاب ”مناقب امام اعظم ترجمہ مناقب الموفق“ میں پڑھیے۔

یاد رہے کہ امام جعفر صادق امام ابوحنیفہ رضی اللہ عنہما کے استاذ مکرم بھی ہیں۔ (حوالہ کتاب مذکور وغیرہ)

نماز پڑھنے کا طریقہ: بہت سے سمجھدار طریقہ نماز میں غلطیاں کر جاتے ہیں۔ فقیر یہاں نبوی نماز کا

طریقہ مختصراً عرض کرتا ہے۔ باوضو قبلہ رُخ دونوں پاؤں کے پنجوں میں چار انگل کا فاصلہ کر کے کھڑا ہو اور دونوں ہاتھ کان تک لے جائے کہ انگوٹھے کان کی لَو سے چھو جائیں اور انگلیاں ملی ہوئی نہ رکھے نہ خوب کھولے ہوئے بلکہ اپنی حالت پر ہوں اور ہتھیلیاں قبلہ کو ہوں، زبان سے نیت کر کے اللہ اکبر کہتا ہوا ہاتھ نیچے لائے اور ناف کے نیچے باندھ لے یوں کہ دہنی ہتھیلی کی گدی بائیں کلائی کے سرے پر ہو اور بیچ کی تین انگلیاں بائیں کلائی کی پشت پر اور انگوٹھا اور چھنگلیاں کلائی کے اغل بغل اور پڑھے۔

سُبْحٰنَکَ اللّٰھُمَّ وَبِحَمْدِکَ وَتَبَارَکَ اسْمُکَ وَتَعَالٰی جَدُّکَ وَلَآاِلٰهَ غَیْرُکَ.

پھر تعوذ اَعُوْذُ بِاللّٰهِ مِنَ الشَّیْطٰنِ الرَّجِیْمِ پڑھے پھر تسمیہ بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِیْمِ ط کہے پھر الحمد پڑھے اور ختم پر آمین آہستہ کہے اس کے بعد کوئی سورت یا تین آیتیں پڑھے یا ایک آیت کہ تین کی برابر ہو۔ اب اللہ اکبر کہتا ہوا رکوع میں جائے اور گھٹنوں کو ہاتھ سے پکڑے اس طرح کہ ہتھیلیاں گھٹنے پر ہوں اور انگلیاں خوب پھیلی ہوں نہ یوں کہ سب انگلیاں ایک طرف ہوں اور نہ یوں کہ چار انگلیاں ایک طرف ایک طرف فقط انگوٹھا اور پیٹھ بچھی ہو اور سر پیٹھ کے برابر ہو اونچا نیچا نہ ہو اور کم سے کم تین بار سُبْحَانَ رَبِّیَ الْعَظِیْمِ کہے پھر سَمِعَ اللّٰهُ لِمَنْ حَمِدَهٗ کہتا ہوا سیدھا کھڑا ہو جائے اور منفرد ہو تو اس کے بعد اَللّٰھُمَّ رَبَّنَا وَلَکَ الْحَمْدُ کہے پھر اَللّٰهُ اَکْبَرُ کہتا ہوا سجدہ میں جائے یوں کہ پہلے گھٹنے زمین پر رکھے پھر ہاتھ پھر دونوں ہاتھوں کے بیچ میں سر رکھے نہ یوں کہ صرف پیشانی چھو جائے اور ناک کی نوک لگ جائے بلکہ پیشانی اور ناک کی ہڈی جمائے اور بازوؤں کو کروٹوں اور پیٹ کو رانوں اور رانوں کو پنڈلیوں سے جدا رکھے اور دونوں پاؤں کی سب انگلیوں کے پیٹ قبلہ رو جمے ہوں اور ہتھیلیاں بچھی ہوں اور انگلیاں قبلہ کو ہوں اور کم از کم تین بار سُبْحَانَ رَبِّیَ الْاَعْلٰی کہے پھر سر اٹھائے پھر ہاتھ اور دہنا قدم کھڑا کر کے اس کی انگلیاں قبلہ رخ کر کے اور بایاں قدم بچھا کر اس پر خوب سیدھا بیٹھ جائے اور ہتھیلیاں بچھا کر رانوں پر گھٹنوں کے پاس رکھے کہ دونوں ہاتھ کی انگلیاں قبلہ کو ہوں پھر اللہ اکبر کہتا ہوا سجدے کو جائے اور اسی طرح سجدہ کرے پھر سر اٹھائے پھر ہاتھ کو گھٹنے پر رکھ کر پنجوں کے بل کھڑا ہو جائے اب صرف بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِیْمِ پڑھ کر قرأت شروع کر دے پھر اسی طرح رکوع اور سجدہ کر کے دہنا قدم کھڑا کر کے

بایاں قدم بچھا کر بیٹھ جائے اور

اَلتَّحِيَّاتُ لِلّٰهِ وَالصَّلَوٰتُ وَالطَّيِّبَاتُ اَلسَّلَامُ عَلَيْكَ اَيُّهَا النَّبِيُّ وَرَحْمَةُ اللّٰهِ وَبَرَكَاتُهٗ اَلسَّلَامُ عَلَيْنَا وَعَلٰى عِبَادِ اللّٰهِ الصّٰلِحِيْنَ اَشْهَدُ اَنْ لَّآ اِلٰهَ اِلَّا اللّٰهُ وَاَشْهَدُ اَنَّ مُحَمَّدًا عَبْدُهٗ وَرَسُوْلُهٗ۔

پڑھے اور اس میں کوئی حرف کم وبیش نہ کرے اور اس کو تشہد کہتے ہیں اور جب کلمہ لا کے قریب پہنچے، دہنے ہاتھ کی بیچ کی انگلی اور انگوٹھے کا حلقہ بنائے اور چھنگلیا اور اس کے پاس والی کو ہتھیلی سے ملا دے اور لفظ لا پر کلمہ کی انگلی اٹھائے مگر اس کو جنبش نہ دے اور کلمہ اِلَّا پر گرا دے اور سب انگلیاں فوراً سیدھی کر لے اور اگر دو سے زیادہ رکعتیں پڑھنی ہیں تو اٹھ کھڑا ہو اور اسی طرح پڑھے مگر فرضوں کی ان رکعتوں میں الحمدللہ کے ساتھ سورۃ ملانا ضرور نہیں۔ اب پچھلا قعدہ جس کے بعد نماز ختم کرے گا اس میں تشہد کے بعد درود شریف پڑھے۔

اَللّٰهُمَّ صَلِّ عَلٰى سَيِّدِنَا مُحَمَّدٍ وَّعَلٰى اٰلِ سَيِّدِنَا مُحَمَّدٍ كَمَا صَلَّيْتَ عَلٰى سَيِّدِنَا اِبْرَاهِيْمَ وَعَلٰى اٰلِ اِبْرَاهِيْمَ اِنَّكَ حَمِيْدٌ مَّجِيْدٌ o اَللّٰهُمَّ بَارِكْ عَلٰى سَيِّدِنَا مُحَمَّدٍ وَّعَلٰى اٰلِ سَيِّدِنَا مُحَمَّدٍ كَمَا بَارَكْتَ عَلٰى سَيِّدِنَا اِبْرَاهِيْمَ وَعَلٰى اٰلِ سَيِّدِنَا اِبْرَاهِيْمَ اِنَّكَ حَمِيْدٌ مَّجِيْدٌ. (اسیدنا کا اضافہ خواہ نماز میں ہو جائز ہے۔ درمختار، شامی وغیرہ اویسی غفرلہٗ)

اس کے بعد کوئی دعاء مثلاً رب اجعلنی یارب انی ظلمت نفسی وغیرہ پڑھے۔

(باب ۸۴) رَفْعَ الْيَدَيْنِ اِذَا كَبَّرَ وَاِذَا رَكَعَ وَاِذَا رَفَعَ.

تکبیر کے وقت، رکوع میں جاتے وقت اور رکوع سے سر اٹھاتے وقت ہاتھ اٹھانا

عَنْ عَبْدِ اللّٰهِ بْنِ عُمَرَ قَالَ رَاَيْتُ رَسُوْلَ اللّٰهِ ﷺ اِذَا قَامَ فِي الصَّلٰوةِ رَفَعَ يَدَيْهِ حَتّٰى تَكُوْنَا حَذْوَ مَنْكِبَيْهِ وَكَانَ يَفْعَلُ ذٰلِكَ حِيْنَ يُكَبِّرُ لِلرُّكُوْعِ وَيَقُوْلُ سَمِعَ اللّٰهُ لِمَنْ حَمِدَهٗ وَلَا يَفْعَلُ ذٰلِكَ فِي السُّجُوْدِ.

عبداللہ بن عمر نے فرمایا کہ میں نے رسول اللہ (ﷺ) کو دیکھا جب آپ نماز کے لیے کھڑے ہوئے تو رفع

یدین کیا۔آپ (ﷺ) کے دونوں ہاتھ اس وقت مونڈھوں تک اٹھے۔اسی طرح آپ رفع یدین رکوع کے لیے تکبیر کہتے وقت بھی کرتے تھے اور جب رکوع سے سر اٹھاتے اس وقت بھی کرتے۔اس وقت آپ کہتے سمع اللہ لمن حمدہ لیکن سجدہ میں آپ رفع یدین نہیں کرتے تھے۔

عَنْ اَبِیْ قِلَابَةَ اَنَّہٗ رَاٰی مَالِکَ ابْنَ الْحُوَیْرِثِ اِذَا صَلّٰی کَبَّرَ وَرَفَعَ یَدَیْهِ وَاِذَا اَرَادَ اَنْ یَّرْکَعَ رَفَعَ یَدَیْهِ وَاِذَا رَفَعَ رَاْسَهٗ مِنَ الرُّکُوْعِ رَفَعَ یَدَیْهِ وَحَدَّثَ اَنَّ رَسُوْلَ اللّٰهُ عَلَیْهِ وَسَلَّمَ صَنَعَ هٰکَذَا.

ابوقلابہ نے مالک بن حویرث کو دیکھا کہ جب وہ نماز پڑھتے تو تکبیر تحریمہ کے ساتھ رفع یدین کرتے۔پھر رکوع میں جاتے رفع یدین کرتے اور رکوع سے سر اٹھاتے تب کرتے اور انہوں نے کہا کہ رسول اللہ (ﷺ) نے بھی اسی طرح کیا تھا۔

(باب ۸۵) اِلٰی اَیْنَ یَرْفَعُ یَدَیْهِ .

ہاتھ کہاں تک اٹھایا جائے؟

وَقَالَ اَبُوْ حُمَیْدٍ فِیْ اَصْحَابِهٖ رَفَعَ النَّبِیُّ ﷺ حَذْوَمِنْکِبَیْهِ.

ابوحمید نے اپنے تلامذہ سے کہا کہ نبی کریم (ﷺ) کاندھوں تک اٹھاتے تھے۔

اَنَّ عَبْدَ اللّٰهِ ابْنَ عُمَرَ قَالَ رَاَیْتُ النَّبِیَّ ﷺ افْتَتَحَ التَّکْبِیْرَ فِی الصَّلٰوةِ فَرَفَعَ یَدَیْهِ حِیْنَ یُکَبِّرُ حَتّٰی یَجْعَلَهُمَا حَذْوَمِنْکَبَیْهِ وَاِذَا کَبَّرَ لِلرُّکُوْعِ فَعَلَ مِثْلَهٗ وَاِذَا قَالَ سَمِعَ اللّٰهُ لِمَنْ حَمِدَهٗ فَعَلَ مِثْلَهٗ وَقَالَ رَبَّنَا وَلَکَ الْحَمْدُ وَلَا یَفْعَلُ ذٰلِکَ حِیْنَ یَسْجُدُ وَلَا حِیْنَ یَرْفَعُ رَاْسَهٗ مِنَ السُّجُوْدِ.

عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہ نے فرمایا۔میں نے نبی کریم (ﷺ) کو دیکھا کہ آپ نماز کی تکبیر سے افتتاح کرتے اور تکبیر کہتے وقت ہاتھ اٹھاتے۔دونوں ہاتھ مونڈھوں تک لے جاتے جب رکوع کے لیئے تکبیر کہتے تب بھی اسی طرح اور جب سمع اللہ لمن حمدہ کہتے تب بھی اسی طرح کرتے اور ربنا ولک الحمد کہتے،سجدہ کرتے وقت یا سجدہ سے سر اٹھاتے وقت اس طرح نہیں کرتے تھے۔

(باب ۸٦) رَفْعِ الْيَدَيْنِ إِذَا قَامَ مِنَ الرَّكْعَتَيْنِ .

قعدۂ اولیٰ سے اٹھنے کے بعد رفع یدین

حَدَّثَنَا عَيَّاشُ بْنُ الْوَلِيْدُ قَالَ حَدَّثَنَا عَبْدُ الْاَعْلٰى قَالَ حَدَّثَنَا عُبَيْدُ اللّٰهِ عَنْ نَّافِعٍ اَنَّ ابْنُ عُمَرَ كَانَ اِذَا دَخَلَ فِي الصَّلٰوةِ كَبَّرَ وَرَفَعَ يَدَيْهِ وَاِذَا رَكَعَ رَفَعَ يَدَيْهِ وَاِذَا قَالَ سَمِعَ اللّٰهُ لِمَنْ حَمِدَهٗ رَفَعَ يَدَيْهِ وَاِذَا قَامَ مِنَ الرَّكْعَتَيْنِ رَفَعَ يَدَيْهِ وَرَفَعَ ذٰلِكَ ابن عُمَرَ اِلَى النَّبِيِّ ﷺ .

ہم سے عیاش بن ولید نے حدیث بیان کی ۔ کہا کہ ہم سے عبدالاعلیٰ نے حدیث بیان کی ۔ کہا کہ ہم سے عبیداللہ نے نافع کے واسطہ سے حدیث بیان کی کہ ابن عمر رضی اللہ عنہ جب نماز کی نیت باندھتے تو تکبیر کہتے اور رفع یدین کرتے ۔ اسی طرح جب رکوع کرتے تب سمع اللہ لمن حمدہ کہتے اور جب قعدۂ اولیٰ سے اٹھتے تب بھی رفع یدین کرتے ۔ آپ اس فعل کو نبی کریم (ﷺ) کی طرف منسوب کرتے تھے ۔

رفع الیدین :۔ اس عنوان میں دو مسئلے آتے ہیں دونوں کے لئے امام بخاری رحمہ اللہ علیحدہ علیحدہ باب لائے ہیں فقیر ان دونوں کو واضح طور عرض کرے گا ۔

(۱) رفع الیدین عند التکبیر الاولیٰ فقط (۲) رفع الیدین الی الاذنین ۔ فقیر کی ان ہر دونوں کے متعلق تصانیف ہیں ۔

مسئلہ :۔ احنافِ اہلسنّت کے نزدیک رکوع میں جاتے اور رکوع سے اٹھتے وقت دونوں ہاتھ اٹھانا (رفع یدین) خلافِ سنّت اور مکروہ ہے اس کے متعلق بے شمار احادیث اور اقوالِ مجتہدین وارد ہیں ۔ چند ایک احادیث بقدرِ ضرورت حاضر ہیں ۔

حدیث ۱ :

حَدَّثَنَا هُنَّادُنَا وَكِيْعٌ عَنْ سُفْيَانَ عَنْ عَاصِمِ بْنِ كُلَيْبٍ عَنْ عَبْدُ الرَّحْمٰنِ بْنِ الْاَسْوَدُ عَنْ عَلْقَمَةَ قَالَ قَالَ لَنَا صَلٰوةَ رَسُوْلِ اللّٰهِ ﷺ فَصَلّٰى وَلَمْ يَرْفَعْ يَدَيْهِ اِلَّا مَرَّةً وَّاحِدَةً مَعَ تكبير الافتتاح وقال الترمذى حديث اِبْنُ مَسْعُوْدٍ حَدِيْثٌ حَسَنٌ وَبِهٖ يَقُوْلُ غَيْرَ وَاحِدِ اَهْلَ الْعَلْمِ مِنْ اَصْحَابِ النَّبِيِّ ﷺ وَالتَّابِعِيْنَ وَابْنَ اَبِىْ شَيْبَةَ .

ایک دفعہ ہم سے حضرت عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ نے فرمایا کہ میں تمہارے سامنے حضور کی نماز نہ

پڑھوں، پس آپ نے نماز پڑھی اس میں سوائے تکبیر تحریمہ کے کبھی ہاتھ نہ اٹھائے۔
امام ترمذی نے فرمایا کہ ابن مسعود کی حدیث حسن ہے۔اس رفع یدین نہ کرنے پر بہت سے علمائے صحابہ اور علمائے تابعین کا عمل ہے۔

قواعد الحدیث:

(۱) یہ روایت اعلیٰ درجہ کی معتبر و مستند اور ہر علت و جرح سے سالم ہے اور اس کے تمام راوی ثقہ (معتبر) ہیں۔

(۲) حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام کی نماز کا طریقہ ابن مسعود (حضوری صحابی رضی اللہ عنہ) نے صحابۂ کرام اور تابعین رضی اللہ عنہم کے سامنے بیان کیا تو کسی نے انکار نہ کیا۔اسی کو کہتے ہیں اجماع واتفاق ورنہ کسی کو انکار ہوتا تو وہ جان قربان کردیتا لیکن حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام کے خلاف عمل کو برداشت نہ کرتا۔

(۳) امام ترمذی نے اس حدیث کو حسن کہا ہے۔

(۴) بلکہ امام ترمذی رحمہ اللہ نے اس رفع یدین کے ترک کو بہت سے جلیل القدر اور عظیم الشان صحابۂ کرام اور تابعین رضی اللہ عنہم کا مذہب بتایا ہے۔

(۵) اس روایت کے پہلے راوی عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ وہ صحابی ہیں جو بچپن سے تا آخر وصال حضور علیہ السلام کے ساتھ رہے اور حضور نبی پاک (ﷺ) نے آپ کی بہت بڑی فضیلت بیان فرمائی ہے۔

حدیث ۲:

عَنْ البراء رضی اللّٰہ تعالیٰ عنہ قَالَ کَانَ النَّبِیُّ ﷺ اِذَا افْتَتَحَ الصَّلٰوۃَ رَفَعَ یَدَیْہِ ثُمَّ لَا یَرْفَعُھَا حَتّٰی یَفْرُغَ.

حضرت براء رضی اللہ عنہ سے مروی ہے حضور (ﷺ) نماز شروع فرماتے تھے تو ہاتھ اٹھاتے پھر نماز سے فارغ ہونے تک ہاتھ نہیں اٹھاتے تھے۔(رواہ ابن ابی شیبہ والترمذی)

قاعدہ: کَانَ (فعل ناقصہ) کا قانون ہے کہ جب فعل مضارع پر داخل ہوتا ہے وہ مضارع ماضی استمراری بن جاتا ہے اور پہلی حدیث میں فقیر نے عرض کیا ہے کہ یہ عمل حضور نبی پاک (ﷺ) کی زندگی مبارک کا آخری ہے جو وصال تک دائمی رہا جس کے دوام (ہمیشگی) کی دلیل پہلی حدیث ہے۔

حدیث ۳:

عَنِ الْبَرَّاء بْنِ عَازِبٍ قَالَ قَالَ رَأَيْتُ رَسُوْلَ اللّٰهِ ﷺ رَفَعَ يَدَيْهِ حِيْنَ افْتَتَحَ الصَّلٰوةَ ثُمَّ لَمْ يَرْفَعْهُمَا حَتّٰى انْصَرَفَ. (رواه ابو داؤد)

حضرت براء بن عازب رضی اللہ عنہ سے مروی ہے۔فرمایا کہ میں نے حضور (ﷺ) کو دیکھا کہ جب آپ نے نماز شروع کی تو دونوں ہاتھ اٹھائے پھر نماز سے فارغ ہونے تک نہ اٹھائے۔

حدیث ٤:

عَنْ عَبْدُ اللّٰهِ بْنِ مَسْعُوْدٍ رضى الله تعالىٰ عنه عَنِ النَّبِيِّ ﷺ اَنَّهُ كَانَ يَرْفَعَ يَدَيْهِ فِيْ اَوَّلَ تَكْبِيْرَةٍ ثُمَّ لَايَعُوْدُ (رواه الطبرانى ورواه الطحاوى)

ابن مسعود رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ رسول اللہ (ﷺ) صرف پہلی تکبیر میں ہاتھ اٹھاتے تھے پھر کبھی نہ اٹھاتے تھے۔

حدیث ٥:

عَنْ عَبْدِ اللّٰهِ ابْنِ عَبَّاسٍ وَابْنُ عُمَرَ قَالَ قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ ﷺ تُرْفَعُ الايدى فِيْ سَبْعِ مَوَاطِنَ عِنْدَ افْتِتَاحِ الصَّلٰوةِ اِسْتَقْبَالِ الْبَيْتِ وَالصَّفَا وَالْمَرْوَةِ وَالْموقِفَيْنَ وَالْجَمْرَتَيْنِ. (رواه الحاكم والبيهقى والطحاوى)

عبداللہ ابن عباس وابن عمر سے روایت ہے۔حضور (ﷺ) نے فرمایا کہ سات جگہ ہاتھ اٹھائے جائیں۔نماز شروع کرتے وقت، کعبہ شریف کے سامنے منہ کرتے وقت، صفا و مروہ کی پہاڑیوں پر اور دو موقف منیٰ و مزدلفہ اور دونوں جمروں کے سامنے۔

فائدہ: ایک روایت میں عیدین کا ذکر بھی آیا ہے تو وہ بھی صحیح ہے لیکن ان مقامات کے علاوہ دوسری جگہ رفع یدین ابتداء میں تھا لیکن حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام کی آخری زندگی پاک کا عمل ترکِ رفع یدین ہے۔کیونکہ اس حدیث شریف میں حج کے احکام بھی ہیں اور سب کو معلوم ہے کہ حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام کا حجۃ الوداع (آخری حج مبارک) کے بعد تھوڑے عرصہ کے اندر وصال ہوگیا۔اور حدیث روایت کرنے والے وہ جلیل القدر اور عظیم الشان راوی ہیں جو حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام کے ساتھ بچپن سے آپ کے وصال مبارک تک ساتھ رہے اور وہ صرف حج مبارک بلکہ آپ کے ہر عمل اور قول و فعل کو عینی شاہد کی حیثیت سے روایت

کرر ہے ہیں تو وہ نماز کے لئے رفع یدین کا ذکر صرف تکبیر اُولیٰ کا فرمار ہے ہیں اگر نماز میں دوسری جگہوں میں رفع یدین حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام کی آخری زندگی مبارک میں ہوتا تو ان کو ضرور بیان فرماتے یہی نہ سہی تو دوسرے راوی بیان فرماتے لیکن حج کے بیان میں صرف انہی جگہوں کا ذکر ہے جس پر الحمدللہ ہم حنفیوں کا عمل ہے۔

حدیث ٦:

عَنْ تَمِيْمِ بْنِ طُرَفَةَ عَنْ جَابِرِ بْنِ سُمُرَةَ قَالَ خَرَجَ عَلَيْنَا رَسُوْلُ اللّٰهِ ﷺ وَنَحْنُ رَافِعُوْا اَيْدِيْنَا فِيْ الصَّلٰوة فقال مابالُهُمْ رافِعِيْنَ اَيْدِيْهِمْ فِيْ الصَّلٰوةِ كَاَنَّهَا اَذْنَابُ الْخَيْلِ الشُّمُسِ اُسْكُنُوْا فِيْ الصَّلٰوةِ. (رواہ نسائی صفحہ ۱۷۶ و مسلم ج ۱ صفحہ ۱۸۱ و ابوداؤد صفحہ ۱۵۰)

حضرت جابر بن سمرہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے مروی ہے کہ ہمارے پاس رسول اللہ (ﷺ) تشریف لائے اور ہم نماز میں رفع یدین کرتے تھے۔ حضور (ﷺ) نے فرمایا ان کو کیا ہو گیا ہے کہ نماز میں ہاتھ اٹھاتے ہیں گویا کہ وہ سرکش گھوڑوں کے دُم ہیں۔ نماز میں سکون اختیار کرو۔

سوال:۔ یہ حدیث شریف تو سلام کے متعلق ہے کیوں کہ صحابہ کرام نماز میں سلام کا جواب ہاتھ ہلا کر دیتے تھے۔

جواب ۱: اس حدیث کو سلام کے ساتھ مخصوص نہیں کیا جا سکتا۔ کیونکہ جابر بن سمرہ کی دوسری روایت جو عبداللہ بن قبطیہ سے مروی ہے کہ وہ سلام کے ساتھ مخصوص ہے۔ اس کا مضمون بھی اس سے الگ ہے۔

جواب ۲:۔ اگر اس کو سلام کے ساتھ مخصوص کیا جائے تو اس حدیث میں موضع استدلال ''اسکنوا فی الصلوٰۃ'' ہے۔ نماز میں سکون مطلوب ہے اور رفع یدین کے ساتھ وہی نقشہ بنے گا جس کو امام بخاری نے ان الفاظ میں بیان کیا ہے۔ **وَقَالَ كَانَ اَصْحَابُ النَّبِيِّ ﷺ كَاَنَّمَا اَيْدِيْهِمُ الْمَرَاوِحُ يَرْفَعُوْا بِهَا اِذَا رَكَعُوْا واذا رفعوا رؤسهم يعنى رَفْعُ يَدَيْنِ عِنْدَ الرُّكُوْعِ وَعِنْدَ الرَّفْعِ مِنَ الرُّكُوْعِ** کی وجہ سے اصحابِ نبی (ﷺ) کے ہاتھ پنکھوں کی طرح چلتے تھے۔ حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام نے سلام کے وقت بھی رفع یدین کو گوارا نہ فرمایا۔ جو من وجہ نماز سے خارج ہے اور فرما دیا کہ نماز میں سکون اختیار کرو اور رکوع سے قبل و بعد کی رفع یدین تو بالکل ہر وجہ سے نماز کے اندر ہے اور اصحاب کرام کا فعل ممکن ہے کہ راوی نے ''اُسْكُنُوْا فِيْ الصَّلٰوةِ'' کے ارشاد سے پہلے کا واقعہ نقل فرمایا ہو۔

جتنے رنگ کے کالے سب باپ کے سالے:۔غیر مقلدین کے اکثر دلائل اسی مثال کے مرہونِ منت ہیں مثلاً اسی سوال کو سمجھئے کہ ہمارے دلیل کے راوی جابر بن سمرہ ہیں لیکن وہی راوی دوسرے واقعے کے بھی ہیں غیر مقلدین نے ایک قسم کے ایک راوی سے دھوکہ کھایا ورنہ علم حدیث کا قانون ظاہر ہے کہ ایک راوی اگر دوواقعات کی دوحدیثیں بیان کردے تو وہ دوحدیثیں اوردو واقعات ایک نہیں ہو جاتے۔اس قاعدہ کو ذہن میں رکھ کراب اصل مضمون سمجھئے۔

ہماری پیش کردہ دلیل کے راوی حضرت جابر بن سمرہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے شروع روایت میں فرمایا کہ خَرجَ عَلَینَا رسول اللہِ ﷺ (الحدیث) یہ واقعہ اور رہوا۔اسی راوی نے دوسرا واقعہ بیان فرمایا کہ کُنَّا اِذَا صَلَّیْنَا مع رسول اللہ ﷺ (الحدیث) اوراسی میں نماز میں سلام کے جواب کی تصریح ہے۔چنانچہ غیر مقلدین کی سوالیہ حدیث کے الفاظ میں ہے کہ

فَلَمَّا اِذَا سَلَّمْنَا قُلْنَا بِاَیْدِیْنَا السّلام علیکم السلام علیکم فینظر اِلَیْنَا رَسُوْل اللہ ﷺ فقال ما شانکم لشیرون بایدیکم کانہا اَذْنَابُ خَیْلٍ شمسٍ اِذَا سَلَّمَ اَحَدُکُمْ وَلیلتفت الیٰ صاحبہٖ ولا یومیٰ بِیَدِہٖ الخ.

تو ہم اپنے ہاتھوں سے سلام سلام کہتے۔رسول اللہ (ﷺ) نے ہمیں دیکھ کر فرمایا یہ کیا کررہے ہو؟ ہاتھوں کا اشارہ کرتے ہو گویا وہ سرکش گھوڑوں کے دُم ہیں جب تمہارا دوست کسی کو سلام کرے تو تم ساتھی کی طرف ملتفت تو ہو لیکن ہاتھ سے اشارہ نہ کرو۔

ایک تیسرا واقعہ بھی ساتھ ملالیجئے اس کے راوی بھی یہی حضرت جابر ہیں تو اس کا آغاز یوں ہوتا ہے کہ "صَلَّیْتَ مع رسول اللہ ﷺ" (الحدیث)۔

نتیجہ نکالئے: فقیر کی یہ مختصر تحقیق اہلِ انصاف اور اہلِ علم کو دعوت غور وفکر پیش کرتی ہے کہ مختلف روایات اور واقعات کو ملا کر صرف ایک واقعہ بتانا یہ نہ صرف علمی دھوکہ ہے بلکہ شرعی اسلامی مسائل کی زبردست تحریف ہے۔

حدیث ۶: حضرت مغیرہ رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ میں نے ابراہیم نخعی سے عرض کیا کہ حضرت وائل نے حضور (ﷺ) کو دیکھا کہ آپ شروع نماز میں اور رکوع کے وقت رکوع سے اُٹھتے وقت ہاتھ اُٹھاتے تھے تو آپ نے جواب دیا کہ:

اِنْ کَانَ وَائِلٌ رَآہ مرۃ یفعَلُ ذَالِکَ فَقَدْ رَآہُ عَبْدُ اللّٰہِ خَمْسِیْنَ مَرَّۃً لَایَفْعَلُ ذٰلِکَ.(رواہ الطحاوی)

اگر وائل نے حضور (ﷺ) کو ایک بار رفع یدین کرتے دیکھا ہے تو حضرت عبداللہ ابن مسعود نے حضور (ﷺ) کو پچاس مرتبہ رفع یدین نہ کرتے دیکھا ہے۔

فائدہ: سیدنا عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ کی حدیث بہت قوی ہے کیونکہ آپ صحابہ میں فقیہ وعالم تھے۔حضور (ﷺ) کی صحبت میں اکثر رہنے والے نماز میں اور حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام کے زیادہ قریب کھڑے ہونے والوں میں سے تھے کیونکہ حضور کے قریب وہ صحابہ کھڑے ہوتے تھے جو صحابہ میں بڑے عالم وعاقل ہوتے تھے جیسا کہ روایات میں وارد ہے۔ویسے تاریخِ حدیث شاہد ہے کہ حضرت وائل اور حضرت ابن مسعود رضی اللہ عنہما کی روایات میں بڑا فرق ہے اور علمِ حدیث کا قاعدہ ہے کہ دو راویوں کی روایات میں اختلاف پیدا ہو جائے تو اس کی روایت کو لینا ضروری ہے جو ان میں زیادہ فقیہ اور حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام کے زیادہ حاضر باش رہتا ہو مثلاً اسی حدیث کو دیکھئے کہ حضرت ابن مسعود رضی اللہ عنہما پچاس بار دیکھنے کا ذکر فرماتے ہیں اور حضرت وائل ایک دفعہ کا۔تو پہلے قاعدہ عرض کیا گیا ہے کہ وہ حدیث قابلِ عمل ہے جن کے راوی کو حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام کا دائمی قرب نصیب ہوا ہو۔

ردِ غیر مقلدین : غیر مقلدین بھی رفع الیدین کے بارے میں بیشمار روایات پیش کرتے ہیں ان کے جوابات کے لئے چند اصول سمجھنے ضروری ہیں تا کہ مسئلہ آسانی سے ذہن نشین ہو۔

(۱) دین کی تکمیل تئیس سال تک ہوئی یعنی مسائل واحکام مدت مذکورہ تک مختلف طریقوں سے مکمل ہوئے مثلاً گدھے کا گوشت ایک مدت تک کھانا حلال تھا پھر خیبر میں روک دیا گیا۔

(۲) احادیثِ صحیحہ (بخاری ومسلم وغیرہا) بے شک صحیح حدیثیں ہیں لیکن بعض ایسی روایات واحادیث پر عمل نہیں رہتا جیسے قرآن مجید کی آیات سے بڑھ کر کوئی مضمون صحیح نہیں ہو سکتا۔بعض آیات ایسی ہیں جن پر عمل نہیں کیونکہ وہ عملاً منسوخ ہیں جیسے دوسرے پارہ میں عورت (جس کا شوہر فوت ہو گیا ہو) اس کی عدت پہلے ایک سال مقرر ہوئی بعد کو چار ماہ دس دن ہو گئی۔

(۳) ناسخ (ختم کرنے والا) حکم کبھی قولی ہوتا ہے کبھی عملی اسے صحابۂ کرام اور تابعین اور راویانِ حدیث کے عمل وغیرہ سے ہوتا ہے۔

(۴) صحابۂ کرام رضی اللہ عنہم مختلف ملکوں اور علاقوں سے آتے اور حاضری دے کر چلے جاتے تو جس وقت میں وہ حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام کا ارشاد سن کر یا عمل دیکھ کر چلے گئے وہ تا دمِ زیست اسی کے عامل رہے بعض کو بعد والے حکم کا علم نہ ہوتا تو وہ روایات واحادیث حق ہیں لیکن قابلِ عمل وہ احادیث وروایات ہوں گی جنہیں خلفائے راشدین اور صحابۂ کرام رضی اللہ تعالیٰ عنہم نے روایت کیا جو حضور سرورِ عالم (ﷺ) کے وصالِ مبارک میں آپ کے ساتھ اور قریب رہے جیسے خلفائے راشدین کے علاوہ سیدنا عبد اللہ بن مسعود رضی اللہ عنہم وغیرہم۔

(۵) ایسے ہی خلفائے راشدین اور دیگر صحابۂ کرام رضی اللہ عنہم سے روایات نقل کرنے والے تابعین اور نیچے کے راویوں میں فرق سمجھنا ضروری ہے۔ کیونکہ غیر مقلدین اس کے برعکس روایات واحادیث دکھا کر دھوکہ دیتے ہیں۔

(۶) ایک عمل جو حضور نبی پاک (ﷺ) کے زمانہ اقدس میں کافی مدت تک ہوتا رہا اس کے راوی بھی کافی ہوں گے لیکن وصال سے پہلے وہ عمل منسوخ ہو گیا اور وہ نسخ بتانے والے اگرچہ تھوڑے راوی ہوں گے لیکن دربارِ رسالت (ﷺ) کے قریبی ہیں تو ان کی کثرت پچھلے حکم پر غالب نہ ہو گی۔

مزید اصولِ فن حدیث میں نے بقدرِ ضرورت عرض کر دیئے ہیں تاکہ وہابیوں کے داؤ فریب عوام کو پریشان نہ کر سکیں۔

(۷) جو روایات واحادیث قولاً وعملاً منسوخ ہو جائیں تو پھر ان پر علم کے باوجود وہ عمل کرنا گمراہی اور اسلام دشمنی ہے۔

اس مسئلہ کی تحقیق کے لئے فقیر کے دو رسالے "ترک رفع الیدین" اور "نور العینین فی ترک رفع الیدین" پڑھیے۔

کہاں تک ہاتھ اٹھائے: افتتاح نماز کا یہ دوسرا عنوان ہے کہ نمازی تکبیر تحریمہ کے وقت کہاں تک ہاتھ

اٹھائے۔احناف کے نزدیک تکبیر تحریمہ کے وقت مردوں کو کانوں تک ہاتھ اٹھانا سنت ہے۔عورتوں کو کاندھوں تک۔مرد کا طریقہ یوں ہے۔

انگوٹھا..................سر............انگوٹھا

انگلیاں......کان......کان......انگلیاں

ہتھیلی......کاندھا......کاندھا......ہتھیلی

عورتوں کے لئے نقشہ کی ضرورت نہیں اس لئے کہ وہابی غیر مقلدین عورتوں کی طرح کندھوں سے انگوٹھے چھوکر ہاتھ باندھ لیتے ہیں عورتوں کے لئے تو یہ سنت ہے لیکن مردوں کے لئے خلاف سنت ہے۔فقیر اس رسالہ میں احناف کا موقف احادیث صحیحہ مرفوعہ متصلہ سے ثابت کرے گا۔اور غیر مقلدین کے دلائل کا ضعف بلکہ غلط ثابت کرے گا (انشاءاللہ تعالیٰ)۔

﴿مقدمہ﴾

(۱) حضور سرور عالم (ﷺ) نے احکام تیئس سال میں مکمل فرمائے۔اسی لئے بعض روایات پہلے وارد ہوئیں جو صحابی اسی پہلی روایت کو سن کر چلا جائے گا اس کا اور اس کے متبعین کا اسی پر عمل رہا اور جس امام مجتہد کو وہی روایت ملی اس کا مسلک وہی رہا۔اور وہ معذور ہوگا۔

(۲) جس صحابی کو حدیث کا مفہوم جس طرح سمجھ آیا اس کا اور اس کے متبعین کا وہی عمل ہوگا۔

(۳) حضور سرور عالم (ﷺ) کے وصال کے بعد احادیث مبارکہ صحابہ کرام رضی اللہ عنہم مختلف بلاد کو ہجرت کر جانے کی وجہ سے یکجا نہیں مل سکتی ہیں۔امام اعظم ابوحنیفہ رضی اللہ عنہ کی محنت وکاوش قابل داد ہے کہ اپنے ہزاروں (۱) تلامذہ کو مختلف ممالک میں پھیلا دیا یہاں تک کہ صحابہ اور ان کے تلامذہ تابعین ثقہ راویوں کی روایات کو جمع فرمادیا۔(۱) امام اعظم ابوحنیفہ رضی اللہ عنہ کا حلقۂ درس کچھ معمولی نہ تھا ہزاروں کی تعداد میں ایک جماعتِ تلامذہ خاطر میں رہتی صرف ایک قبرستان میں چھ سو محمد نام والے آپ کے شاگرد اور شاگردوں کے شاگرد مدفون تھے)۔

(۴) امام اعظم ابوحنیفہ رضی اللہ عنہ تمام احادیث مبارکہ پر تطبیق کی کوشش فرماتے اسی لئے فرمایا کہ حدیث مبارک کے مقابلے میں میرا قول دیوار پر ماردیا جائے۔

(۴) کانوں تک ہاتھ لے جانے والی احادیث بھی مختلف طریقوں سے مروی ہیں بعض میں کانوں تک ہاتھ لے جانا بعض میں سر تک لے جانا بعض میں کاندھوں تک لے جانا۔ امام اعظم ابوحنیفہ رضی اللہ عنہ کی فقاہت کا کمال ہے کہ آپ نے تینوں احادیث پر عمل کر دکھلایا جیسا کہ فقیر نے نقشہ میں عرض کر دیا ہے جس کی تفصیل یوں ہے کہ عربی میں یَدٌ (ہاتھ) بازو سے انگلیوں سمیت (پنجہ) کا نام ہے۔

ہماری بیان کردہ صورۃ میں مذکورہ بالا تینوں احادیث پر عمل ہو گیا اور غیر مقلدین نے صرف ایک قسم کی حدیث پر عمل کیا اور دو قسمیں ان سے رہ گئیں اس سے انصاف ناظرین کے ہاتھ میں ہے کہ عامل بالحدیث ہم ہیں یا وہ۔

باب ا: احناف کی مؤیدات روایات صحیحہ مرفوعہ متصلہ۔

(۱) حضرت مالک بن حویرث رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ

کَانَ النبی ﷺ اِذَا اکبَّر رَفَعَ یَدَیہِ حَتّٰی اُذُنَیہِ وفی لفظ حَتّٰی یَحَاذِیَ بِهِمَا فُرُوْعَ اُذُنَیہِ. (بخاری ومسلم وطحاوی)

نبی پاک (ﷺ) جب تکبیر کہتے تو اپنے مبارک ہاتھ کانوں تک لے جاتے۔ ایک روایت میں ہے کہ کانوں کی لو تک اٹھاتے۔

(۲) حضرت براء بن عازب رضی اللہ عنہ سے مروی ہے فرماتے ہیں کہ

رَاَیْتُ رَسُوْلَ اللّٰهِ ﷺ اِذَا افْتَتَحَ الصَّلٰوۃَ رَفَعَ یَدَیْهِ اِلٰی قَرِیْبٍ مِنْ اُذُنَیْهِ ثُمَّ لَا یَعُوْدُ (ابو داؤد)

میں نے رسول اکرم (ﷺ) کو دیکھا کہ جب نماز شروع فرماتے تو اپنے ہاتھ مبارک کان کے قریب تک اٹھاتے۔ رفع یدین نہ کرتے۔

فائدہ: یہی روایت غیر مقلدین کے مسئلہ رفع یدین کے رد میں بھی پیش کی جاتی ہے۔

(۲) حضرت وائل بن حجر رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ

انه رایٔ النبی ﷺ رَفَعَ یَدَیْهِ حِیْنَ دَخَلَ فِی الصَّلٰوۃ کَبَّرَ قَالَ اَحَدُ الرواۃ حِیَالَ اُذُنیه ثُمَّ التحف ثوبه. (مسلم)

انہوں نے حضور (ﷺ) کو دیکھا کہ حضور جب نماز میں داخل ہوتے تو اپنے ہاتھ اٹھاتے۔ ایک راوی نے فرمایا کہ اپنے کانوں کے مقابل پھر کپڑے میں ہاتھ چھپا لئے۔

۴۔ حضرت براء بن عازب سے روایت ہے۔

كَانَ رسول الله ﷺ اذا صَلّٰى رَفَعَ يَدَيْهِ حَتّٰى تَكُوْنَ اِبْهَا ماهُ اُذُنَيْهِ.(احمدو دارقطنی)

جب نبی (ﷺ) نماز پڑھتے تو یہاں تک ہاتھ شریف اُٹھاتے کہ آپ کے انگوٹھے کانوں کے مقابل ہو جاتے۔

۵۔ سیدنا انس رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ

رايتُ رسول الله ﷺ كَبَّرفَحَاذٰى بابها مَيهِ اُذُنَيْهِ.(مستدرک ودارقطنی بیهقی باسنا د صحیح علٰے شرائط الصحیحین بخاری ومسلم)

میں نے رسول اللہ (ﷺ) کو دیکھا کہ آپ نے تکبیر کہی اور اپنے انگوٹھے اپنے کانوں کے مقابل کر دیئے۔

٦. كان النبی ﷺ اِذَا كَبَّرَ لَا فْتِتَاحِ الصَّلٰوةِ رَفَعَ يَدَيْه حَتّٰى يَكُوْنَ اِبْهَا مَاه قَرِيْبًا مَنْ شَحَمِةِ اُذُنِيْهُ.(عبدالرزاق وطحاوی)

جب نبی (ﷺ) نماز شروع فرمانے کے لئے تکبیر فرماتے تو یہاں تک ہاتھ شریف اٹھاتے کہ آپ کے انگوٹھے کانوں کی لَو یہ کے مقابل ہو جاتے۔

٧.اَنَّ النبی ﷺ رَفَعَ يَدَيْهِ حَتّٰى كَانَتَ بِحَيَال مِكْبَيْهُ رَحَاذٰى با بُها ئِهِ اُذُنَيْه.(ابو داؤد)

حضرت وائل بن حجر سے مروی ہے

حضور (ﷺ) نے ہاتھ مبارک اُٹھائے یہاں تک کہ ہاتھ شریف کندھوں کے اور انگوٹھے کانوں کے مقابل ہو گئے۔

٨.اَنَّـهُ رَاىٔ النبی ﷺ حِيْنَ اِفْتَتَحَ رَفَعَ يَدَيْهِ حَتّٰى حَاذا بِهِمَا اُذُنَيْهِ ثُمَّ لَمْ يَعُدْاِلٰى شَئىٍ مِنْ ذٰلِکَ حَتّٰى فَرَغَ مِنْ صَلٰوتِه(دارقطنی)

حضرت براء بن عازب نے روایت کی انہوں نے حضور ﷺ کو دیکھا جب آپ نے نماز شروع کی تو اپنے ہاتھ مبارک اُٹھائے یہاں تک کہ انہیں کانوں کے مقابل فرما دیا پھر نماز سے فراغت تک ہاتھ نہ اٹھاتے۔

اَنَّ مَالِکَ ابْنَ حُوَیرِثِ رَایَ النبآی ﷺ یَرْفَعُ یَدَیْهِ اذاکبر واذا راسهٗ من الرکوع حتی یبطنع فروع اذنیه .(بخاری .ابوداؤد ونسائی)

حضرت ابوقلابہ سے روایت کی مالک بن حویرث نے نبی (ﷺ) کو دیکھا کہ آپ ہاتھ شریف اٹھاتے تھے جب تکبیر تحریمہ فرماتے اور جب رکوع سے سر اٹھاتے یہاں تک کہ ہاتھ کانوں کی لوتک پہنچ جاتے۔

اَنَّهٗ کَانَ یَقُوْلُ لِاَصْحَابِ رَسُوْلِ اللّٰهِ ﷺ اَنَا اَعْلَمُکُمْ بِصلٰوۃِ رسول الله ﷺ کَانَ اِذَا قَامَ اِلَی الصَّلٰوۃِ کَبَّرَ رَفَعَ یَدَیْهِ حَذاءَ وَجْهِهٖ.

وہ حضور کے صحابہ سے فرمایا کرتے تھے کہ تم سب سے زیادہ حضور کی نماز کو میں جانتا ہوں آپ جب کھڑے ہوتے نماز میں تو تکبیر فرماتے اور اپنے ہاتھ مبارک چہرے شریف کے مقابل تک اٹھاتے۔

عقل بھی چاہتی ہے کہ نماز شروع کرتے وقت کانوں تک ہاتھ اٹھائے جائیں کہ نماز شروع کرتے وقت عبادت میں مشغول ہوتا ہے اور دنیاوی جھگڑوں سے بیزار و بے تعلق ہوتا ہے۔ کھانا پینا بولنا اِدھر اُدھر دیکھنا سب کو اپنے پر حرام کر لیتا ہے گویا دنیا سے نکل کر عالم بالا کی سیر کرتا ہے اور عرف میں جب کسی چیز سے توبہ یا بیزاری کراتے ہیں تو کانوں پر ہاتھ رکھواتے ہیں کندے نہیں پکڑواتے گویا نمازی قول سے نماز شروع کرتا ہے اور اپنے عمل سے کانوں پر ہاتھ رکھ کر دنیا سے بیزار ہوتا ہے ایسے موقعہ پر کندھے پکڑنا بالکل ہی خلاف عقل ہے، جیسے سجدے میں مسلمان زبان سے تو رب تعالیٰ کی عظمت و کبریائی کا اقرار کرتا ہے اور سر زمین پر رکھ کر اپنے عجز و نیاز کا اظہار ایسے ہی شروع نماز کے وقت ایک جز کا اقرار زبان سے ہے دوسری جز کا اظہار عمل سے۔

باب ۲: اس باب میں فقیر غیر مقلدین کی روایت کردہ احادیث کے جوابات عرض کرتا ہے۔

سوال:۔

(۱) مسلم و بخاری نے حضرت ابوحمید ساعدی سے ایک طویل حدیث نقل کی جس میں الفاظ یہ ہیں۔

اِذَا کَبَّرَ جَعَلَ یَدَیْهِ حَذَاءَ مَنْکَبَیْهِ.

حضور جب تکبیر فرماتے تھے تو اپنے ہاتھ شریف کندھوں کے مقابل کرتے تھے۔

(۲) انہیں مسلم و بخاری نے حضرت ابن عمر رضی اللہ عنہما سے یہ الفاظ نقل کیے۔

اَنَّ رَسُوْلَ اللّٰهِ ﷺ کان یَرْفَعُ یَدَیْهِ حَذْ وَمَنْکِبَیْهِ.

نبی (ﷺ) اپنے ہاتھ مبارک اپنے کندھوں کے مقابل کرتے تھے۔

یہ حدیث بہت اسنادوں سے مروی ہے معلوم ہوا کہ کندھوں تک ہاتھ اٹھانا سنت ہے اور کانوں تک ہاتھ اٹھانا خلاف سنت۔

جواب: یہ احادیث احناف کے خلاف نہیں کیونکہ کانوں سے انگوٹھے لگنے میں ہاتھ کاندھوں تک ہو جائیں گے اور دونوں حدیثوں پر عمل ہو جائے گا لیکن کاندھوں تک انگوٹھے لگانے میں اُن احادیث پر عمل نہ ہو سکے گا جن میں کانوں تک کا ذکر ہے۔ حنفی مذہب دونوں قسم کی حدیثوں پر عمل کرتا ہے وہابی مذہب دوسری قسم کی حدیثیں چھوڑ دیتا ہے۔ لہٰذا حنفی جامع ہیں جیسا کہ فقیر نے مقدمہ میں رسالہ ھٰذا میں لکھا۔

فائدہ: حدیث میں اس کی تصریح گزر گئی کہ حضور انور (ﷺ) ہاتھ شریف ایسے اٹھاتے تھے کہ ہاتھ کاندھوں تک ہوتے تھے اور انگوٹھے کانوں تک۔ لہٰذا نہ احادیث متعارض ہیں نہ ان دونوں حدیثوں کا جمع کرنا مشکل ہے صرف وہابی کی سمجھ میں پھیر ہے۔

چیلنج: سارے غیر مقلدوں کو اعلان عام ہے کہ کوئی مرفوع حدیث ایسی دکھائیں جس میں یہ ہو کہ حضور (ﷺ) اپنے انگوٹھے کاندھوں تک اٹھاتے تھے۔ جہاں کاندھوں کا ذکر ہے وہاں ہاتھ ارشاد ہوا اور جہاں کانوں کا ذکر ہے وہاں انگوٹھا فرمایا گیا جس سے معلوم ہوا کہ کاندھوں تک ہاتھ اسی طرح اٹھتے تھے کہ انگوٹھے کانوں تک پہنچ جاتے تھے۔

سوال: کانوں کی جتنی احادیث احناف نے پیش کیں وہ سب ضعیف ہیں لہٰذا قابل عمل نہیں؟

جوابات:

(۱) وہابی غیر مقلد اپنی عادت سے مجبور ہیں کہ اپنے مخالف حدیثوں کو بلاوجہ ضعیف کہہ دیتے ہیں۔ (۲) ہم نے اسی سلسلہ میں مسلم و بخاری کی احادیث بھی پیش کی ہیں جس پر ان کا پختہ ایمان ہے۔ (۳) ضعیف حدیث جب کئی اسنادوں سے منقول ہو تو قوی اور حسن بن جاتی ہے۔ کمزور تنکے مل کر مضبوط رسی بن جاتے

ہیں۔تو کمزور اسنادیں متن حدیث کوقوی کیسے نہ کریں گی۔(۴)ان احادیث پر امت کے علماء، اولیاء صالحین نے عمل کیا ہے امت کے عمل سے ضعیف حدیث قوی ہوجاتی ہے(۵)اگر یہ احادیث ضعیف بھی ہوں تب بھی امام اعظم ابوحنیفہ جیسی ہستی کا اسے قبول کرنا ہی قوی بنادے گا کیونکہ عالم صالح کا قبول کرلینا ضعیف حدیث کوقوی کردیتا ہے۔(۶)وہابی کا ان احادیث کوضعیف کہہ دینا جرح مجہول ہے جوکسی طرح قابل قبول نہیں کیونکہ اس میں وجہ ضعف نہ بتائی گئی کہ کیوں کرضعیف ہے۔(۷)اگر محدثین کو یہ احادیث ضعیف ہوکر ملیں تو امام ابوحنیفہ رضی اللہ عنہ پر اسکا اثر نہیں ہوسکتا کیونکہ ان کے وقت میں ضعیف راوی اسنادوں میں شامل نہیں ہوئے تھے بعد کا ضعف پہلے والوں کو مضر نہیں۔وہابیوں کا اس مایۂ ناز اعتراض کا مکمل ومدلل جواب ہوگیا۔

فقاہت امام ابوحنیفہ رضی اللہ عنہ:۔امام ابوحنیفہ رضی اللہ عنہ کا ایک ضابطہ جامعہ ہے وہ یہ کہ مختلف طور روایات پر ایسے طریقہ سے عمل کیا جائے کہ کوئی حدیث رہ نہ جائے۔ہاتھ اٹھانے میں تین طرح روایات وارد ہیں۔(۱)کانوں تک(۲)سر کے بالمقابل(۳)کاندھوں تک۔امام ابوحنیفہ رضی اللہ عنہ نے تینوں پر یوں عمل فرمایا کہ انگلیاں سر کے بالمقابل انگوٹھے کانوں کومس کریں ہتھیلیاں کاندھوں کے بالمقابل۔غیر مقلدین صرف کاندھوں تک ہاتھ اٹھاتے ہیں تو پہلی دوقسم کی روایات پر عمل نہ ہوا۔اب بتایئے عامل بالحدیث تارک الحدیث ہیں۔اس مسئلہ کی مزید تحقیق فقیر کے رسالہ"سنتہ رسول الثقلین فی رفع الیدین الی الاذنین"میں پڑھئے۔

(باب۸۷) وَضعِ الْیُمْنٰی عَلَی الْیُسْرٰی فِی الصَّلٰوۃِ.

نماز میں دایاں ہاتھ بائیں پر رکھنا

حَدَّثَنَا عَبْدُ اللّٰہِ بْنُ مَسْلَمَۃَ عَنْ مَالِکٍ عَنْ اَبِیْ حَازِمٍ عَنْ سَھْلِ بْنِ سَعْدٍ قَالَ کَانَ النَّاسُ یُؤْمَرُوْنَ اَنْ یَّضَعَ الرَّجُلُ الْیَدَ الْیُمْنٰی عَلٰی ذِرَاعِہِ الْیُسْرٰی فِی الصَّلٰوۃِ وَقَالَ اَبُوْحَازِمٍ لَّا اَعْلَمُہٗ اِلَّا یَنْمِیْ ذٰلِکَ اِلَی النَّبِیِّ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ.

ہم سے عبداللہ بن مسلمہ نے حدیث بیان کی مالک کے واسطہ سے وہ ابوحازم سے وہ سہل بن سعد سے کہ لوگوں کو حکم تھا کہ نماز میں دایاں ہاتھ بائیں کلائی پر رکھیں۔ابوحازم نے بیان کیا کہ مجھے اچھی طرح یاد ہے کہ آپ اسے نبی کریم (ﷺ) کی طرف منسوب کرتے تھے۔

(باب۸۸) اَلْخُشُوْعِ فِی الصَّلٰوۃِ.

نماز میں خشوع

عَنْ اَبِیْ ھُرَیْرَۃَ رَضِیَ اللّٰہُ تَعَالٰی عَنْہُ اَنَّ رَسُوْلَ اللّٰہِ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ قَالَ ھَلْ تَرَوْنَ قِبْلَتِیْ ھٰھُنَا وَاللّٰہِ مَا یَخْفٰی عَلَیَّ رُکُوْعُکُمْ وَلَا خُشُوْعُکُمْ وَاِنِّیْ لَاَرَاکُمْ وَرَآءَ ظَھْرِیْ.

ابوہریرہ رضی اللہ عنہ سے ہے کہ رسول اللہ (ﷺ) نے فرمایا۔تم سمجھتے ہو کہ میرا رخ اس طرف (قبلہ کی طرف) ہے۔خدا کی قسم تمہارا رکوع اور تمہارا خشوع مجھ سے پوشیدہ نہیں ہے۔میں تمہیں پیچھے سے بھی دیکھتا رہتا ہوں۔

عَنْ اَنَسِ بْنِ مَالِکٍ عَنِ النَّبِیِّ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ قَالَ اَقِیْمُوا الرُّکُوْعَ وَالسُّجُوْدَ فَوَاللّٰہِ اِنِّیْ لَاَرَاکُمْ مِنْ بَعْدِیْ وَرُبَّمَا قَالَ مِنْ م بَعْدِیْ ظَھْرِیْ اِذَا رَکَعْتُمْ وَسَجَدْتُّمْ.

انس بن مالک رضی اللہ عنہ نے بیان کیا کہ نبی کریم (ﷺ) نے فرمایا رکوع اور سجدہ پوری طرح کیا کرو۔خدا کی قسم میں تمہیں اپنے پیچھے سے دیکھتا رہتا ہوں۔بعض مرتبہ اس طرح کہا کہ پیٹھ پیچھے سے جب تم رکوع کرتے ہو اور جب سجدہ کرتے ہو تو میں تمہیں دیکھتا ہوں۔

شرح:۔اس باب میں نماز ہاتھ باندھ کر پڑھنے کا بیان ہے۔شیعہ ہاتھ چھوڑ کر نماز پڑھنے کے قائل وعامل

ہیں ان کے رد میں فقیر کا رسالہ ہے" ہاتھ باندھ کر نماز پڑھنا" اس میں وہ زیادہ سہارا امام مالک کی روایت وعمل کا لیتے ہیں ان کے جوابات بھی رسالہ مذکور میں عرض کر دیئے گئے ہیں۔ اس میں جمہور صحابہ وتابعین رضی اللہ عنہم مثلاً صدیق اکبر وعلی المرتضٰی وابو ہریرہ وسعید بن جبیر، ابوثور، ابن جریر وداؤد وعامہ اہل علم رضی اللہ عنہم کا یہی قول وعمل ہے اس کے دلائل عرض کروں گا۔ غیر مقلدین ہاتھ باندھنے کے قائل ہیں لیکن وہ سینہ پر ہاتھ باندھتے ہیں اور ہم احناف زیر ناف اس پر بھی فقیر کا رسالہ مطبوعہ "المسرۃ فی وضع الیدین تحت السرۃ" ہے۔ اس کا طریقہ یہ ہے کہ اللہ اکبر کہہ کر ناف کے نیچے ہاتھ باندھ لئے جائیں یوں کہ داہنی ہتھیلی کی گدی بائیں کلائی کے سرے پر ہو اور بیچ کی تین انگلیاں بائیں کلائی کی پشت پر اور انگوٹھا اور چھنگلیا کلائی کے اغل بغل ہو۔

زیر ناف ہاتھ باندھنا:۔ احناف کے نزدیک نماز میں مرد کو ناف کے نیچے ہاتھ باندھنا سنت ہے اور غیر مقلدین عورتوں کی طرح سینہ پر ہاتھ باندھتے ہیں جو سراسر غلط اور خلاف سنت ہے بلکہ بدعت ہے۔ خیر القرون سے لے کر تا حال کسی کا مذہب نہیں۔ سوائے ان غیر مقلدوں کے۔ صحاح ستہ کی نمبر سوم کی صحیح حدیث ترمذی شریف میں امام ترمذی رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں۔

عَلٰی هٰذَا عِنْدَ اَهْلِ الْعِلْمِ مِنْ اَصْحَابِ النَّبِیِّ صَلَّی اللّٰهُ عَلَیْهِ وَآلِهٖ وَسَلَّمَ وَالتَّابِعِیْنَ وَمَنْ بَعْدِهِمْ (رَضِیَ اللّٰهُ تَعَالٰی عَنْهم)یَرَوْنَ اَنْ یَضَعَ الرَّجُلُ یَمِیْنَهٗ عَلٰی شِمَالِهٖ فِی الصَّلٰوةِ وَرَاٰی بَعْضُهُمْ اَنْ یَضَعَ فَوْقَ السُّرَّةِ وَرَاٰی بَعْضَهُمْ تَحْتَ السُّرَّةِ وَکُلِّ ذٰلِکَ وَاسِعَ عِنْدَهُمْ.

اس پر عمل ہے علماء صحابہ اور تابعین اور من بعدہم کا۔ جانتے ہیں کہ آدمی دائیں ہاتھ کو بائیں ہاتھ پر رکھے نماز میں اور بعضوں کی رائے ہے کہ ناف کے نیچے رکھے اور سب واسع ہے نزدیک علماء کے۔ اگر وضع علی الصدر کسی کا مذہب ہوتا تو امام ترمذی اسے بھی نقل کرتے جیسے ان کی عادت ہے۔ اس سے واضح ہوا کہ غیر مقلدین کا مذہب خیر القرون کے مطابق نہیں فلہذا ان کا یہ عمل بدعت ہے۔

دلائلِ احناف

حدیث ۱۔

عَنْ وَائِلِ ابْنِ حَجَرٍ قَالَ رَاَیْتُ رَسُوْلَ اللّٰهِ صَلَّی اللّٰهُ عَلَیْهِ وَسَلَّمَ وَضَعَ یَمِیْنَهٗ عَلٰی شِمَالِهٖ تَحْتَ السُّرَّةِ رَوَاهُ ابْنُ اَبِیْ شَیْبَهٖ بِسَنَدٍ صَحِیْحٍ وَرِجَالُهٗ ثِقَاتٌ

حضرت وائل ابن حجر سے روایت ہے وہ فرماتے ہیں کہ میں نے حضور (ﷺ) کو دیکھا کہ آپ نے اپنا داہنا ہاتھ بائیں ہاتھ پر رکھا ناف کے نیچے۔ یہ حدیث ابن ابی شیبہ نے صحیح اسناد سے نقل کی اس کے سب راوی ثقہ ہیں۔

حدیث نمبر۲:۔ابن شاہین نے حضرت علی رضی اللہ عنہ سے روایت کی کہ

قَالَ ثلٰثٌ مِنْ اَخْلَاقِ النُّبُوَّةِ تَعْجِيْلِ الْاِفْطَارِ وَتَاخِيْرُ السُّحُوْرِ وَوَضْعُ الْكَفِّ تَحْتَ السُّرَّةِ.

تین چیزیں نبوت کی علامت میں سے ہیں۔افطار میں جلدی کرنا۔سحری میں دیر کرنا۔نماز میں داہنا ہاتھ بائیں ہاتھ پر ناف کے نیچے رکھنا۔

حدیث نمبر۳:۔ابوداؤد شریف (نسخہ ابن اعرابی) میں حضرت ابووائل رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ

قَالَ اَبُوْ وَائِلٍ اَخْذُ الْكَفِّ عَلَى الْكَفِّ فِى الصَّلٰوةِ تَحْتَ السُّرَّةِ.

ابووائل رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ نماز میں ناف کے نیچے ہاتھ پر ہاتھ رکھنا چاہئے۔

حدیث نمبر۴۔دار قطنی اور عبداللہ ابن احمد نے حضرت علی رضی اللہ عنہ سے روایت کی۔

اِنَّ مِنَ السُّنَّةِ فِى الصَّلٰوةِ وَضْعُ الْاَكُفِّ وَفِىْ رِوَايَةٍ وَضْعُ الْيَمِيْنِ عَلَى الشِّمَالِ تَحْتَ السُّرَةِ.

نماز میں ہاتھ پر ہاتھ رکھنا اور ایک روایت میں ہے داہنا ہاتھ بائیں پر رکھنا ناف کے نیچے سنت ہے۔

حدیث نمبر۵:۔ابوداؤد (نسخہ ابن اعرابی) احمد، دار قطنی اور بیہقی نے حضرت علی رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت کی کہ

اِنَّهٗ قَالَ السُّنَّةُ وَضْعُ الْكَفِّ عَلَى الْكَفِّ تَحْتَ السُّرَةِ.

ناف کے نیچے ہاتھ پر ہاتھ رکھنا سنت ہے۔

حدیث نمبر۶:۔زرین نے حضرت ابی جحیفہ رضی اللہ عنہ سے روایت کی۔

اِنَّ عَلِيًّا قَالَ السُّنَّةُ وَضْعُ الْكَفِّ فِى الصَّلٰوةِ وَيَضَعُهُمَا تَحْتَ السُّرَةَ.

نماز میں ہاتھ باندھنا سنت یہ ہے کہ ہاتھ ناف کے نیچے رکھے۔

حدیث نمبر۷:۔امام محمد نے کتاب الآثار شریف میں ابراہیم نخعی سے روایت کی۔

اَنَّہٗ کَانَ یَضَعُ یَدَہُ الْیُمْنٰی عَلٰی یَدِہِ الْیُسْرٰی تَحْتَ السُّرَّۃِ.

آپ اپنا داہنا ہاتھ بائیں ہاتھ پر ناف کے نیچے رکھتے تھے۔

حدیث نمبر۸:۔ ابن ابی شیبہ نے حضرت ابراہیم نخعی سے روایت کی۔

قَالَ یَضَعُ یَمِیْنِہٖ عَلٰی شِمَالِہٖ تَحْتَ السُّرَّۃَ.

آپ نے فرمایا کہ اپنا داہنا ہاتھ بائیں ہاتھ پر ناف کے نیچے رکھے۔

حدیث نمبر۹:۔ ابن حزم نے حضرت انس رضی اللہ عنہ سے روایت کی۔

اَنَّہٗ قَالَ مِنْ اَخْلَاقِ النُّبُوَّۃِ وَضْعُ الْیَمِیْنِ عَلٰی الشِّمَالِ تَحْتَ السُّرَّۃِ.

آپ نے فرمایا داہنا ہاتھ بائیں ہاتھ پر ناف کے نیچے رکھنا نبوت کے اخلاق میں سے ہے۔

حدیث نمبر۱۰:۔ ابوبکر ابن ابی شیبہ نے حجاج ابن حسان سے روایت کی۔

قَالَ سَمِعْتُ اَبَا مِجْلَزٍ وَسَالَتُہٗ قُلْتُہٗ کَیْفَ یَصْنَعُ قَالَ یَضَعُ باطِنَ کَفِّہٖ بِیَمِیْنِہٖ عَلٰی ظَاھِرِ کَفِّ شِمَالِہٖ وَیَجْعَلُھُمَا اَسْفَلُ مِنَ السُّرَۃَ اَسْنَادِ جَیِّدٌ وَرُوَاتُہٗ.

میں نے ابومجلز سے پوچھا کہ نماز میں ہاتھ کیسے رکھے۔آپ نے فرمایا کہ اپنے دائیں ہاتھ کی ہتھیلی بائیں ہاتھ کی پشت پر رکھے ناف کے نیچے،اس کی اسناد بہت قوی ہے اور سارے راوی ثقہ ہیں۔

فائدہ:۔ اس کے متعلق اور بہت حدیثیں پیش کی جاسکتی ہیں۔صرف ان پر اکتفاء کرتا ہوں۔

انتبــاہ: ۔اگر کسی کو اتباع رسول (ﷺ) کا شوق ہے تو اس کے لئے ہم نے احادیث کا ذخیرہ جمع کر دیا ہے اور بعض اسی طرح صحیح مرفوع جیسے بخاری وغیرہ کی۔اور ویسے سینہ پر ہاتھ رکھنے کی روایات اس کی محبوب کتاب (بخاری وغیرہ) میں بھی نہیں اور جو ہم نے احادیث پیش کی ہیں یہ کتابیں امام بخاری کے اساتذہ کی ہیں۔سچا عشق ہے تو مان لو ورنہ ضدی کا علاج ہمارے ہاں نہیں ہے۔

باب نمبر ۲
سوال وجواب

غیر مقلدین کے پاس سینہ پر ہاتھ باندھنے کی صحیح روایت صحاح کی تین صحیح ترین بخاری ومسلم وترمذی میں نہیں ملی۔اس سے ان کا وہ دھوکہ سامنے آ گیا کہ اہلسنّت عوام کو کہتے ہیں کہ ہم تو صرف بخاری کی حدیث چاہتے ہیں۔اس کے علاوہ انہیں کسی دوسری احادیث کی کتب سے بھی صحیح مرفوع حدیث نہیں ملی صرف ابوداؤد پر غلط سہارا کیا تو وہ بھی ......ہم نے توڑ دیا۔اب حدیث کے عشق کا حق یہ تھا کہ جو روایات ہم نے پیش کی ہیں سنداً صحیح بھی ہیں اور بعض ان میں ضعیف ہیں تو بقاعدہ اصول حدیث حسن لغیرہ ہیں لیکن اس کے برعکس سوالات کھڑے کئے اور وہ بھی لولے لنگڑے۔یا کسی حدیث سے استدلال کیا تو غلط۔چند نمونے ملاحظہ ہوں۔

ابوداؤد شریف میں ابن جریر حلبی نے اپنے والد سے روایت کی۔

قَالَ رَائتُ عَلِیًّا یُمْسِکُ شِمَالِهٗ بِیَمِیْنِهٖ عَلَی الرَّاسِغِ فَوْقَ السُّرَّةِ.

آپ نے بایاں ہاتھ داہنے ہاتھ سے کلائی پر پکڑا ناف کے اوپر۔

اس حدیث سے معلوم ہوا کہ علی مرتضٰی رضی اللہ عنہ ناف کے اوپر ہاتھ باندھتے تھے۔

جواب ۱: ۔غیر مقلدین کی عادت ہے کہ روایت ادھوری نقل کرتے ہیں یہاں بھی حدیث مکمل نہیں لکھی اسکے بعد مفصل یہ ہے (نسخہ ابن اعرابی) میں روایت یوں ہے۔

قَالَ اَبُوْدَاوٗدُ رُوِیَ عَنْهُ سَعِیْدِ ابْنِ جُبِیْرٍ فُوْقَ السُّرَّةِ وروی عن ابی هریرة وَلَیْسَ بِالْقَوِیِّ.

ابوداؤد نے فرمایا کہ سعید ابن جبیر سے ناف کے اوپر کی روایت ہے، ابوجلاد نے ناف کے نیچے کی روایت کی۔ابی ہریرہ سے بھی یہ روایت ہے مگر یہ کچھ قوی نہیں۔

انتباہ: ۔زیر ناف یا ناف کے اوپر ہاتھ باندھنے کی احادیث مروّجہ ابوداؤد کے نسخوں میں نہیں۔ابن اعرابی والے ابوداؤد کے نسخوں میں موجود ہیں جیسا کہ حاشیہ ابوداؤد میں اس کی تصریح ہے۔اسی نسخے سے فتح القدیر نے روایات کیں۔

بہرحال وہابیہ کی پیش کردہ ابوداؤد کی حدیث میں تعارض واقع ہو گیا۔اور ان تمام متعارضہ روایتوں

کو خود ابوداؤد نے ضعیف فرمایا۔ تعجب ہے کہ غیر مقلدین ابوداؤد کی ضعیف حدیث سے استدلال کریں تو جائز اگر ہم کسی حدیث سے استدلال کریں جو ضعیف تو ہو لیکن اس کی کسی دوسری حدیث سے تائید مل جائے اور وہ حسن لغیرہ کا درجہ پا جائے تب بھی ناجائز، اسے کہتے ہیں سینہ زوری یا "یجوز لنا لا یغرنا"

ہاتھ کھول کر نماز پڑھنے کا رد:۔ نماز عجز و نیاز اور انکساری کا نام ہے اس میں جلسہ قعدہ قیام رکوع وسجود و دیگر جملہ حرکات وسکنات اظہار عجز کے لئے کئے جاتے ہیں۔ منتہٰی مقصد اس کا عجز و تضرع ہی ہوتا ہے جیسا کہ قرآن کریم میں ہے۔

قَدْاَفْلَحَ الْمُؤْمِنُوْنَ الَّذِیْنَ هُمْ فِیْ صَلٰوتِهِمْ خَاشِعُوْنَ.

ترجمہ:۔ بے شک مراد کو پہنچے ایمان والے جو اپنی نماز میں گوگڑاتے ہیں۔

غرض اس میں مطلوب بھی یہ ہے کہ بندہ اس شہنشاہ حقیقی کے دربار میں بحالتِ غایت انکساری اور خاکساری مؤدبانہ کھڑا ہوتا کہ دریائے رحمتِ باری جوش میں آ کر اس کی سیاہ کاریوں کو دھوڈالے اور غایت انکساری ہر عقلمند کے نزدیک ہاتھ باندھنے میں ہے۔ چنانچہ مرشد یا استاد یا والد اپنے حاکم اور افسر کی طرف خطوط لکھے جاتے ہیں تو خاکسارانہ لفظ یہی ہوتا ہے کہ دست بستہ اور مؤدبانہ گذارش یہ ہے نیز عرض یہی ہے کہ مرید اپنے شیخ کے سامنے، شاگرد استاذ کے سامنے، لڑکا اپنے والد بزرگوار کے سامنے عجز وانکساری سے دست بستہ دوزانو ہو کر مؤدبانہ بیٹھ جاتا ہے اور ہر ایک عقلمند کے نزدیک یہی صورت ادب کی ہے۔ دنیوی دستور ہے کہ مجرم حاکم وقت کی کچہری میں پیش ہوتا ہے، آدابِ عدالت سے ہے کہ وہ دست بستہ باادب کھڑا ہو خاص کر بادشاہانِ اسلام کے درباروں کا تو ہمیشہ یہی طریقۂ آداب رہا ہے کہ ارکانِ حکومت کے لیئے رعیت سب کے لئے یہی حکم تھا کہ جب امیر المؤمنین کے دربار میں آئیں تو دست بستہ باادب کھڑے ہوں اور عہد حاضرہ کا معمول بھی اس کی تائید کر رہا ہے کہ کسی سے اگر کچھ لینا ہے تو دستِ بستہ اس سے عرض کی جاتی ہے اور تمام مذاہب خواہ اسلام ہو یا ہندو عیسائی ہوں یا دیگر مذہب سب دست بستہ پیش آنے کو خاکساری اور انکساری پر محمول کرتے ہیں لہٰذا جب کہ مجازی درباروں کا یہ ادب و آداب ہو تو اس شہنشاہِ حقیقی خالقِ ارض وسما کے دربارِ معلّٰی میں ہم اکڑ کر کھلے ہاتھوں کیونکر پیش ہوں کیا اس سرکار ایزدی کا رعب اور خوف ہمارے دل میں ایک معمولی افسر کے برابر بھی نہ ہو، کیا یہ اس شہنشاہِ قہار کی دربار ایزدی

کی اشد ترین توہین نہیں کہ ایک افسر کی عدالت میں تو ہم اپنے حواس ظاہری اور باطنی دونوں سے خوف وادب کا اظہار کریں مگر شہنشاہ حقیقی کے دربار میں اکڑ کر کھڑے ہوں اور پھر رحمت کے امیدوار ہونے کا دعویٰ بھی ساتھ۔ایں خیال است ومحال است وجنوں۔خاص کر عبادت کا معنے یہ ہے کہ عبد اپنے معبود کے سامنے اپنے آپ کو ظاہراً اور باطناً ذلیل دکھائے کہ جس سے اللہ کی عظمت اور جلال ظاہر ہو کہ جس سے خلق اور خالق میں بیّن امتیاز نظر آئے مگر عبادت کا یہ معنے کھلے ہاتھ نماز پڑھنے کی صورت میں قطعاً مفقود ہے کیونکہ جیسے نماز کے باہر اس کے کھلے ہاتھ تھے اب بھی ویسے ہی ہیں اور باہر سے دیکھنے والا شخص یہ نہیں باور کرسکتا کہ یہ شخص نماز میں ہے یا ویسے کسی کے انتظار میں کھڑا ہے تو جب نماز اور بیرون نماز کی یکساں حالت رہی تو پھر نماز کیسی اور اگر نماز ہے تو پہلے ہی سے ہر شیعہ الکشن رہتا ہے تو ہر وقت وہ نماز میں ہے تو پھر مسجد آنے کی کیا ضرورت ہے۔بہر حال ماننا پڑے گا کہ کھلے ہاتھ نماز اور عبادت نہیں کہلا سکتی اور یونہی کھڑا ہونا یہ اکڑ شیطانی ہوئی اور دربار ایزدی کی ہتک ہوئی اور اللہ تعالیٰ سے تمسخر کرنا ہوا عبادت الٰہی نہ ٹھہری جس طرح اللہ کے ہاں شیطان مرتبہ رکھتا ہے اور جو انعام اُسے ملا اسے بھی وہی ملے گا کیونکہ شیطان نے بھی عجز وانکساری اختیار کرنے سے انکار کیا۔

قرآن مجید:۔قرآن مجید میں بعض احکام صریح ہوتے ہیں بعض بطور اشارات ثابت ہوتے ہیں یہ مسئلہ اشارات کے قبیل سے ہے

(۱) سورۂ کوثر میں ہے۔فَصَلِّ لِرَبِّکَ وَانْحَرْ خدا کی نماز ہاتھ باندھ کر پڑھیئے۔اہل لغت اور عربیت نے بھی نحر کا معنے ہاتھ باندھنے کا تسلیم کیا ہے ملاحظہ ہو۔لُغت کی مشہور کتاب قاموس جلد اول صفحہ ۳۴۲ باب الراء فصل النون میں ہے نَحَرَ الرَّجُلُ فِی الصَّلٰوۃِ اِنْتَصَبَ اِلَی القِبَاۃ اَوْوَضَعَ یَمِیْنَہٗ عَلٰی شِمَالِہٖ یعنے نحر الرجل فی الصّلوٰۃ کا معنے یہ ہے کہ کھڑا ہوا شخص اور سیدھا قبلہ کی طرف کیا سینہ کو اور دائیں ہاتھ کو بائیں پر رکھا جب کہ لغت سے ثابت ہوگیا کہ نحر کا معنے بحالت نماز دائیں ہاتھ کو بائیں پر رکھنا ہے تو آیت قرآنی سے بتائید ثابت ہوگیا کہ منشاء ایزدی بھی یہی ہے کہ ہاتھ باندھ کر باادب نماز پڑھنی چاہئے اور لفظ نحر کا معنے وضع الیمین علی الشمال مناسب بھی ہے کیونکہ اول جملہ فَصَلِّ یعنے نماز پڑھ بھی اس کی تائید کرتا ہے کہ پہلے نماز کا حکم کیا اور اس کے بعد نماز پڑھنے کی حالت بیان کی کہ ہاتھ

باندھ کر نماز پڑھ اور خاص کر نحر کا لفظ سورۃ کوثر میں وارد ہوا ہے اور وہ نماز کا حکم لے کر مکہ میں ۹ سال پہلے نازل ہوئی اور حکم قربانی لینا اگرچہ کسی قدر صحیح ہو مگر قربانی کا حکم مدینہ منورہ میں ۹ سال بعد ہوا جیسا کہ سورۃ بقرہ مدنی میں لفظ والھدیہ اور سورۃ حج مدنی میں لفظ منسکا اس پر دال ہے لہٰذا ثابت ہو گیا کہ قرآن بھی دست بستہ باادب نماز پڑھنے کی رہبری فرماتا ہے۔

فائدہ: ۔اوپر کا ہاتھ نیچے کے ہاتھ سے بہتر ہوتا ہے لیکن دائیں ہاتھ چونکہ بہتر ہے اس لئے وہی لائق ہے کہ اوپر رہے اس آیت سے بھی ثابت ہوا کہ نماز دست بستہ باادب پڑھی جائے اور یہ بھی ثابت ہو گیا کہ ہاتھ باندھ کر نماز پڑھنے کا حکم نبی علیہ السلام سے نہیں بلکہ انبیاء سابقہ سے چلا آ رہا ہے۔اللہ تعالیٰ نے فرمایا:

(۲) اَلَمْ تَرَ اِلَی الَّذِیْنَ قِیْلَ لَهُمْ كُفُّوْا اَیْدِیَكُمْ وَاَقِیْمُوا الصَّلٰوةَ وَاٰتُوا الزَّكٰوةَ .

ترجمہ: ۔کیا تو نے اُن لوگوں کو نہیں دیکھا کہ انہیں کہا گیا ہے کہ ہاتھ بند کرو اور نماز پڑھو اور زکوٰۃ دو اس آیت سے ثابت ہوتا ہے کہ ہاتھ باندھ کر نماز پڑھو۔

نیز فرمایا:

(۳) وَلَا تَجْعَلْ يَدَكَ مَغْلُوْلَةً اِلٰى عُنُقِكَ وَلَا تَبْسُطْهَا كُلَّ الْبَسْطِ (پ ۱۵)

ترجمہ: ۔اپنا ہاتھ گردن سے مت باندھ اور نہ بالکل ہی کھول دے۔

اس آیت سے تو صاف طور پر ثابت ہو رہا ہے کہ نہ ہاتھوں کو بالکل گردن کے قریب باندھنا چاہئے اور نہ بالکل ہاتھ چھوڑ کر جیسا کہ منکرین قرآن رافضی لوگ نماز سے ٹھٹھا کرتے ہیں اور شیطان کی طرح اکڑ کر متکبرانہ انداز میں ہاتھ چھوڑ کر کھڑے ہوتے ہیں۔اَفَلَا یَتَدَبَّرُوْنَ الْقُرْاٰنَ۔

(۴) وَاخْفِضْ لَهُمَا جَنَاحَ الذُّلِّ مِنَ الرَّحْمَةِ.

ترجمہ: ۔اپنے ماں باپ کے لئے انکساری سے ہاتھ جھکا۔

اوراو پر عرض کیا گیا ہے کہ استاذ ہو یا والدین ان کے ساتھ انکساری یہی ہے کہ دست بستہ باادب پیش آنا چاہئے تو جب مجازی مربّیوں سے دست بستہ پیش آنے میں ادب ہے تو پھر مُربی حقیقی کے دربار میں کیوں نہ دست بستہ باادب و نیاز پیش آئیں۔

احادیث مبارکہ: ۔اہلسنّت کی کتب احادیث میں بے شمار روایات موجود ہیں۔فقیر نے بعض وضع الکف زیرناف کی بحث میں عرض کردی ہیں۔تبرکاً چند یہاں عرض کردوں۔

(۱) عَنْ اَبِیْ جُحَیْفَةَ اَنَّ عَلِیًّا قَالَ مِنَ السُّنَّةِ وَضْعُ الْکَفِّ عَلَی الْکَفِّ فِی الصَّلٰوةِ تَحْتَ السُّرَّةِ

(۲) عَنْ اَبِیْ وَائِلٍ قَالَ قَالَ اَبُوْھُرَیْرَۃ السنة وضع الْکَفِّ فِی الصَّلٰوةِ تَحْتَ السُّرَّةِ

ترجمہ: ۔ابی جحیفہ سے مروی ہے کہ سنت یوں ہے کہ نماز میں ہتھیلی ناف کے نیچے رکھی جائے اوراسی طرح باقی کتب احادیث اورفقہ میں موجود ہے کہ نماز باادب ہاتھ باندھ کر پڑھی جائے بالخصوص اس سے یہ بھی پتہ چل گیا کہ حضرت علی رضی اللہ عنہ کے نزدیک بھی سنتِ رسول یہی ہے کہ ہاتھ باندھ کر باادب نماز پڑھی جائے۔

(۳) سنن نسائی صفحہ ۱۴۸ میں ہے:

عَلْقَمَةَ ابْنِ وَائِلٍ عَنْ اَبِیْهِ قَالَ رَاَیْتُ رَسُوْلَ اللّٰهِ اِذَا کَانَ قَائِمًا فِی الصَّلٰوةِ قَبَضَ بِیَمِیْنِهٖ عَلٰی شِمَالِهٖ

علقمہ ابی وائل اپنے باپ سے روایت کرتے ہیں کہ میں نے رسول اللہ (ﷺ) کو دیکھا کہ جب آپ نماز میں کھڑے ہوتے تو بائیں ہاتھ کو دائیں ہاتھ سے پکڑے رکھتے۔

(۴) صحیح بخاری شریف جلد اول پر موجود ہے کہ

کان ابن سَعْدٍ قَالَ کَانَ نَاسُ یُؤْمَرُوْنَ اَنْ یَّضَعَ الرَّجُلُ یَدَ الْیُمْنٰی عَلٰی ذِرَاعِهِ الْیُسْرٰی .

حضرت ابن سعد نے کہا کہ (عہد نبوی) میں لوگوں کو امر کیا جاتا کہ ہر شخص نماز میں دائیں ہاتھ کو بائیں ہاتھ کے اوپر رکھے۔یعنی ہاتھ باندھ کر باادب نماز پڑھے۔

﴿ایک وہم کا ازالہ﴾

بعض شیعہ کہتے ہیں کہ امام مالک اِرْسَالُ الْیَدَیْنَ فِی الصَّلٰوةِ کے قائل وعامل تھے چنانچہ بعض کتب فقہ میں بھی ارسال الیدین فی الصلوۃ کو امام مالک رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ کی طرف منسوب کیا ہے تو جواب عرض ہے کہ

جواب: ۔یہ نسبت غلط مشہور ہے چنانچہ جہاں کہیں ضعیف روایت یا قول میں یہ نسبت آئے گی وہاں یہ بھی آئے گا کہ یہ نسبت غلط مشہور ہے اور حقیقۃً یہ مذہب امام مالک رحمۃ اللہ علیہ کا نہیں۔بلکہ بعض معتبر ذرائع

سے معلوم ہوا ہے کہ ارسال الیدین فی الصلوٰۃ کا قائل اصل میں مالک بن عطیہ شیعی ہے اور عدم تدبر کی بنا پر بعض لوگوں نے شرکت اسمی سے مغالطہ کھا کر امام مالک کی طرف منسوب کر دیا اور سب سے بڑھ کر دلیل اس بات پر کہ ارسال الیدین فی الصلوٰۃ امام مالک کا مذہب نہیں یہ ہے کہ امام مالک کہ مشہور تالیف موطا امام مالک میں ارسال الیدین کا نام تک بھی کہیں نہیں ملتا بلکہ اس کے برعکس نماز ہاتھ باندھ کر پڑھنے کی دو مرفوع حدیثیں موجود ہیں بلکہ اسی مسئلہ پر امام مالک رحمۃ اللہ علیہ نے مستقل باب بھی منعقد کیا ہے ملاحظہ ہو موطا امام مالک مطبع فاروقی صفحہ ۵۵ وضع الیدین احدیھما علی الاخری فی الصلوٰۃ .مالک عن عبدالکریم ابن المخارق البصری انہ قال ......من کلام النبوۃ وضع الیدین احدیھما علی الاخری فی الصلوٰۃ یضع الیمنی علی الیسری یعنی یہ فرمان پیغمبر علیہ السلام ہے کہ نماز میں دائیں ہاتھ کو بائیں ہاتھ پر رکھا جائے۔۔دوسری حدیث ملاحظہ ہو۔مالک رحمتہ اللہ علیہ عَنْ اَبِیْ حَازِمِ ابْنِ دِیْنَارٍ عَنْ سَھْلٍ ابْنِ سَعْدُ السَّاعدیُ قَدْ کَانَ النَّاسُ یُؤمَرُوْنَ اَنْ یَّضَعَ الرَّجُلُ الْیَدَ الْیُمْنٰی عَلٰی ذَرَاعِہِ الْیُسْرٰی فِیْ الصَّلٰوۃِ۔یعنی مسلمان حکم کئے جاتے ہیں کہ نمازی نماز میں دائیں ہاتھ کو بائیں ہاتھ پر رکھے۔تو بہر حال ثابت ہو گیا کہ امام مالک کی طرف یہ نسبت غلط مشہور ہے۔بعض جاہل کہہ دیتے ہیں کہ عرب میں بعض مالکیوں کو ہاتھ کھلے نماز پڑھتے دیکھا گیا ہے۔(جواب)اول تو یہ مالکی نہ ہوں گے بلکہ تقیہ باز شیعہ ہوں گے اور اگر مالکی ہوں تو بھی ان کا فعل امام مالک کا مذہب نہیں کہلا سکتا بلکہ وہ اپنے اصلی مذہب سے عدم واقفیت اور غلط مشہور کی بنا پر اس فعل کے مرتکب ہوتے ہیں جیسے بہت سے سنی حنفی کہلوانے والے لوگوں کا ارتکاب تعزیہ داری امام اعظم رحمتہ اللہ علیہ کا مذہب نہیں کہلا سکتا۔اسی طرح ان کا فعل بھی بشرط وجود امام مالک کا مذہب نہیں کہلا سکتا۔

ہاتھ باندھ کر نماز کا ثبوت از کتب شیعہ:۔شیعوں کی صحاح اور معتبر کتب سے ثابت ہے کہ ہاتھ باندھ کر نماز پڑھنی چاہئے چند حوالے حاضر ہیں۔

۱۔کتاب شیعہ فروع کافی جلد ا صفحہ ۹۸ میں ہے: اعَنْ زُرَارَۃَ قَالَ اِذَا قَامَتُ الْمَرْئَۃُ فِی الصَّلٰوۃِ جَمَعَتْ بِیْنَ قَدَ مَیْھَا وَلَا تُفَرِّجُ بَیْنَھُمَا وَتَضُمُّ یَدَیْھَا اِلٰی صَدْرِ ھَا لِمَکَان ثَدْیَیْھَا

ترجمہ: ۔زرارہ سے روایت ہے کہا کہ جب عورت نماز میں کھڑی ہو تو اپنے دو پاؤں ایسے ملا کر رکھے کہ ان میں فاصلہ نہ ہو اور دونوں ہاتھ سینہ پر پستانوں کی جگہ باندھ لے یہی روایت (۲) علل الشرائع صفحہ

۱۳۵۔(۳) تہذیب الاحکام جلد ۴ صفحہ ۱۶۱ پر بھی موجود ہے۔تو جب عورت کے لئے نماز میں ہاتھ باندھنا ثابت ہو گیا تو مرد کے لئے بطریق اولیٰ ثابت ہے۔(۴) کتاب شیعہ مجمع المعارف بر حاشیہ حلیۃ المتقین صفحہ ۱۹۳ پر ہے کہ منقول از ابی عبداللہ است کہ درنماز دست بستن بہتر است ونماز تراویح بست رکعات است یعنے امام جعفر نے فرمایا کہ نماز میں ہاتھ باندھنا بہتر ہے اور نماز تراویح بیس رکعات ہے۔

انتباہ:۔شیعہ بیس رکعات تراویح بھی سنتِ عمر رضی اللہ عنہ سمجھ کر نہ صرف پڑھنے کے منکر ہیں بلکہ قسم قسم کی تشنیع کرتے ہیں ان کے ایسے لغویات کے لئے یہی ایک حوالہ کافی ہے۔

استدلال شیعہ از قرآن مجید:۔شیعہ اپنے غلط مسئلہ کو قرآن سے ثابت کرتے ہیں اور طریقہ استدلال عجیب ہے چند آیات میں سے ان کا ایک استدلال ملاحظہ ہو۔

شیعہ کہتے ہیں کہ پیدائش کے وقت ہاتھ کھولے ہوئے آئے تو نماز بھی ویسے ہی پڑھنی چاہئے۔

(جواب) اول تو یہ کہنا ہی عجیب ہے اسلئے کہ طبی قاعدہ سے ثابت ہو چکا ہے کہ بچہ جب پیٹ سے باہر آتا ہے تو اس پر باریک سی جھلی ہوتی ہے کہ جس سے اس کے دونوں ہاتھ بندھے ہوئے ہوتے ہیں اور اگر تسلیم بھی کرلیں کہ بچہ ہاتھ کھلے باہر آتا ہے تو حالتِ نماز اس پر کیوں کر قیاس ہوسکتا ہے جو بوقت بلوغت فرض ہوتی ہے اور اگر شیعوں کو بحالتِ تکلیف اور نماز میں بھی اسی فطری اور پیدائشی حالت کے تابع ہونے کا شوق ہے تو پھر چند اور باتیں بھی ہیں مثلاً بچہ جب پیٹ سے باہر آتا ہے تو غیر ملبوس اور ننگا ہوتا ہے لہٰذا شیعہ مردوں اور عورتوں کو بھی باہر اندر ننگا پھرنا چاہئے۔نیز پیدائش کے وقت ختنہ نہیں ہوتا۔لہٰذا شیعوں کو بھی بلا ختنہ رہنا چاہئے نیز جب بچہ پیدا ہوتا ہے تو سر کے بل پیدا ہوتا ہے تو شیعوں کو بھی پیدائش کے موافق سر کے بل چلنا چاہئے نیز وہ پلتا ہی ماں کے دودھ پر ہے تو شیعوں کے جوانوں سے لے کر بوڑھوں تک ماں کا دودھ پینا چاہئے وہ سوتا بھی اکثر ماں یا ہمشیرہ کے ساتھ ہے تو شیعوں کے جوان ہوں یا بوڑھے وہ بھی ایسا کیا کریں۔اس کا ٹٹی خانہ بھی بچھونے اور بستر پر ہوتا ہے یہ بھی پیدائشی حالت کے مطابق چھوٹے ہوں یا بڑے آئندہ بسترہ پر پیشاب اور ٹٹی کیا کریں اگر یہ کام چھوڑ دیئے گئے ہیں تو نماز میں بھی ہاتھ چھوڑنے پر عمل نہ بھی ہو تو کون سا جرم ہے۔

سوال:۔شیعہ کہتے ہیں کہ اللہ تعالیٰ پیدائشی فطری حالت کے خلاف حکم امر نہیں کرتا۔

جواب:۔شیعوں کا یہ خیال بھی غلط ہے کیونکہ حالتِ پیدائش میں ہم پر کوئی چیز فرض نہیں تھی لیکن بحالت بلوغت نماز، روزہ، زکوٰۃ وغیرہ فرض ہو گئے تو معلوم ہوا کہ اللہ تعالیٰ پیدائشی حالت کے احکام کا امر کرتا ہی نہیں۔ ان کے علاوہ شیعہ کے اعتراضات پھر جوابات اور اپنے مسلک کے مطابق ہاتھ باندھ کر نماز پڑھنے کے دلائل فقیر کے رسالہ "ہاتھ باندھ کر نماز پڑھنا" کا مطالعہ فرمایئے۔

(باب ۸۹) مَایُقْرَ اُبَعْدَ التَّکْبِیْرَ.

تکبیر تحریمہ کے بعد کیا پڑھا جائے

عَنْ اَنَسٍ اَنَّ النَّبِیَّ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ وَاَبَا بَکْرٍ وَّ عُمَرَ کَانُوْا یَفْتَتِحُوْنَ الصَّلٰوۃَ بِا لْحَمْدُ لِلّٰہِ رَبِّ الْعٰلَمِیْنَ .

شعبہ نے قتادہ کے واسطہ سے حدیث بیان کی۔وہ انس رضی اللہ عنہ سے کہ نبی کریم (ﷺ) اور ابو بکر اور عمر رضی اللہ عنہما الحمد للہ رب العالمین سے نماز شروع کرتے تھے۔

اَبُوْ ھُرَیْرَۃَ قَالَ کَانَ رَسُوْلُ اللّٰہِ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ یَسْکُتُ بَیْنَ الْقِرَآءَۃِ اِسْکَاتَۃً قَالَ اَحْسِبُہٗ قَالَ ھُنَیَّۃً فَقُلْتُ بِاَبِیْ اَنْتَ وَاُمِّیْ یَارَسُوْلَ اللّٰہِ اِسْکَاتُکَ بَیْنَ التَّکْبِیْرِ وَبَیْنَ الْقِرَآءَۃِ مَاتَقُوْلُ قَالَ اَقُوْلُ اَللّٰھُمَّ بَاعِدْبَیْنِیْ وَبَیْنَ خَطَایَایَ کَمَا بَاعَدْتَّ بَیْنَ الْمَشْرِقِ وَالْمَغْرِبِ اَللّٰھُمَّ نَقِّنِیْ مِنَ الخَطَایَاکَمَا یُنَقَّی الثَّوْبُ الْاَ بْیَضُ مِنَ الدَّنَسِ اَللّٰھُمَّ اغْسِلْ خَطَایَایَ بِالْمَآءِ وَالثَّلْجِ وَالْبَرَدِ.

ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ نے فرمایا کہ رسول اللہ (ﷺ) تکبیر تحریمہ اور قرأت کے درمیان تھوڑی دیر خاموش رہتے تھے۔میں نے کہا۔یارسول اللہ (ﷺ)! آپ پر میرے ماں باپ قربان ہوں۔آپ اس تکبیر اور قرأت کے درمیان کی خاموشی کے دوران کیا پڑھتے ہیں۔آپ نے فرمایا کہ میں پڑھتا ہوں (ترجمہ) اے اللہ میرے اور خطاؤں کے درمیان اتنی دوری کردے جتنی مشرق اور مغرب میں ہے،اے اللہ مجھے خطاؤں سے اس طرح پاک کردے جیسے سفید کپڑا میل سے پاک ہوتا ہے۔اے اللہ! میری خطاؤں کو پانی اور برف اور اولے سے دھوڈال۔

(باب ۹۰)

اَسْمَآءَ بِنْتِ اَبِیْ بَکْرٍ اَنَّ النَّبِیَّ صَلَّی اللّٰهُ عَلَیْهِ وَسَلَّمَ صَلّٰی صَلٰوةَ الْکُسُوْفِ فَقَامَ فَاَطَالَ الْقِیَامَ ثُمَّ رَکَعَ فَاَطَالَ الرُّکُوْعَ ثُمَّ قَامَ فَاَطَالَ الْقِیَامَ ثُمَّ رَکَعَ فَاَطَالَ الرُّکُوْعَ ثُمَّ رَفَعَ ثُمَّ سَجَدَ فَاَطَالَ السُّجُوْدَ ثُمَّ رَفَعَ ثُمَّ سَجَدَ فَاَطَالَ السُّجُوْدَ ثُمَّ قَامَ فَاَطَالَ الْقِیَامَ ثُمَّ رَکَعَ فَاَطَالَ الرُّکُوْعَ ثُمَّ رَفَعَ فَاَطَالَ الْقِیَامَ ثُمَّ رَکَعَ فَاَطَالَ الرُّکُوْعَ ثُمَّ رَفَعَ فَسَجَدَ فَاَطَالَ السُّجُوْدَ ثُمَّ انْصَرَفَ فَقَالَ قَدْ دَنَتْ مِنِّی الْجَنَّةُ حَتّٰی لَوِ اجْتَرَاْتُ عَلَیْهَا جِئْتُکُمْ بِقِطَافٍ مِّنْ قِطَافِهَا وَدَنَتْ مِنِّیَ النَّارُ حَتّٰی قُلْتُ اَیْ رَبِّ اَوَ اَنَا مَعَهُمْ فَاِذَا امْرَاَةٌ حَسِبْتُ اَنَّهٗ قَالَ تَخْدِشُهَا هِرَّةٌ قُلْتُ مَاشَاْنُ هٰذِهٖ قَالُوْا حَبَسَتْهَا حَتّٰی مَاتَتْ جُوْعًا لَّا اَطْعَمَتْهَا وَلَا اَرْسَلَتْهَا تَاْکُلُ قَالَ نَافِعٌ حَسِبْتُ اَنَّهٗ قَالَ مِنْ خَشِیْشِ الْاَرْضِ اَوْخَشَاشِ.

اسماء بنت ابی بکر رضی اللہ عنہا نے بیان کیا کہ نبی کریم (ﷺ) نے نماز کسوف پڑھی آپ جب کھڑے ہوئے تو دیر تک کھڑے رہے پھر رکوع میں گئے اور دیر تک رکوع میں رہے پھر رکوع سے سر اٹھایا اور دیر تک کھڑے رہے پھر (دوبارہ) رکوع میں گئے اور دیر تک رکوع کی حالت میں رہے اور پھر سر اٹھایا۔ پھر سجدہ کیا اور دیر تک سجدہ میں رہے پھر سر اٹھایا اور پھر سجدہ کیا اور دیر تک سجدہ میں رہے پھر کھڑے ہوئے اور دیر تک کھڑے رہے۔ پھر رکوع کیا اور دیر تک رکوع میں رہے پھر سر اٹھایا اور دیر تک کھڑے رہے پھر (دوبارہ) رکوع کیا اور دیر تک رکوع کی حالت میں رہے، پھر سر اٹھایا پھر سجدہ میں گئے اور دیر تک سجدہ میں رہے پھر سر اٹھایا پھر سجدہ میں گئے اور دیر تک سجدہ میں رہے۔ جب نماز سے فارغ ہوئے تو فرمایا کہ جنت مجھ سے اتنی قریب ہوگئی تھی (نماز میں) کہ اگر میں چاہتا تو (اس کے باغوں سے) کوئی خوشہ توڑ لیتا اور مجھ سے دوزخ بھی قریب ہوگئی تھی اتنی کہ میں بول پڑا میں تو اس میں سے نہیں ہوں؟ میں نے وہاں ایک عورت کو دیکھا۔ نافع بیان کرتے ہیں کہ مجھے خیال ہے کہ ابن ابی ملیکہ نے فرمایا کہ اس عورت کو ایک بلی نوچ رہی تھی۔ میں نے پوچھا کہ اس کی کیا وجہ ہے؟ جواب ملا کہ اس عورت نے بلی کو باندھے رکھا تھا تا آنکہ بھوک کی وجہ سے وہ مرگئی نہ تو اس نے اسے کھانا دیا اور نہ چھوڑا کہ کہیں سے کھالے۔ نافع نے بیان کیا میرا خیال ہے کہ ابن ابی ملیکہ نے کہا زمین کے کیڑے مکوڑے (سے بلی پیٹ بھرلے)۔

شرح:۔اس باب میں امام ابو حنیفہ رضی اللہ عنہ کی بھرپور تائید ہے۔ان کے نزدیک سنت یہ ہے کہ نمازی سورۂ فاتحہ سے پہلے بسم اللہ شریف آہستہ پڑھے پھر قرأۃ شروع کرے تو الحمدللہ شریف سے، یہ جہری نماز کا حکم ہے۔لیکن غیر مقلد وہابی بسم اللہ بھی اُونچی آواز سے پڑھتے ہیں۔جو بالکل خلافِ سنت ہے۔بسم اللہ آہستہ پڑھنے کے متعلق بہت احادیث شریفہ ہیں جن میں سے یہاں چند پیش کی جاتی ہیں۔

حدیث۱:۔مسلم و بخاری و امام احمد نے حضرت انس سے روایت کی۔

قَالَ صَلَّيْتُ خَلْفَ رَسُوْلَ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ وَخَلْفَ اَبِىْ بَكْرٍ وَعُمَرَ وَعُثْمَانَ فَلَمْ اَسْمَعْ اَحَدًا مِنْهُمْ يَقْرَاءُ بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِيْمِ.

میں نے نبی کریم (ﷺ) اور ابو بکر و عمر فاروق و عثمان غنی (رضی اللہ عنہم) کے پیچھے نمازیں پڑھیں ان میں سے کسی کو نہ سنا کہ بسم اللہ الرحمٰن الرحیم پڑھتے ہوں۔

حدیث۲:۔مسلم شریف نے حضرت انس سے روایت کی۔

وَعَنْ اَنَسٍ اَنَّ النَّبِىَّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ وَاَبَا بَكْرٍ وَعُمَر كَانُوْا يَفْتَتِحُوْنَ الصَّلٰوةَ بِالْحَمْدُ لِلّٰهِ رَبِّ الْعَالَمِيْنَ.

بیشک نبی (ﷺ) اور حضرت ابو بکر و عمر رضی اللہ عنہما الحمدللہ رب العالمین سے قرأۃ شروع فرماتے تھے۔

حدیث۳:۔نسائی طحاوی شریف نے حضرت انس رضی اللہ عنہ سے روایت کی:

قَالَ صَلَّيْتَ خَلْفَ النَّبِىِّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ وَاَبِىْ بَكْرٍ وَعُمَرَ وَعُثْمَانَ فَلَمْ اَسْمَعْ اَحَدًا مِنْهُمْ يَجْهَرُ بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِيْمِ.

میں نے نبی (ﷺ) ابو بکر و عمر و عثمان کے پیچھے نمازیں پڑھیں۔ان حضرات میں سے کسی کو بسم اللہ اونچی آواز سے پڑھتے نہ سنا۔(رضی اللہ عنہم)

حدیث۴:۔طبرانی نے معجم کبیر میں ابو نعیم نے حلیہ میں اور طحاوی نے حضرت انس سے روایت کی۔

اَنَّ النَّبِىِّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ وَاَبَا بَكْرٍ وَعُمَرَ وَكَانُوْا يَسِرُّوْنَ بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِيْمِ.

بیشک نبی (ﷺ) اور ابو بکر و عمر بسم اللہ الرحمٰن الرحیم آہستہ پڑھا کرتے تھے۔

حدیث۵:۔ابوداؤد، دارمی، طحاوی نے حضرت انس سے روایت کی کہ

اَنَّ النَّبِیَّ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ وَاَبَا بَکْرٍ وَعُمَرَ وَعُثْمَانَ کَانُوْا یَسْتَفْتِحُوْنَ الْقِرَاْۃَ بِالْحَمْدُ لِلّٰہِ رَبِّ الْعٰلَمِیْنَ.

بیشک نبی (ﷺ) اور ابوبکر وعمر وعثمان (رضی اللہ عنہم) الحمد للہ رب العالمین سے قرأۃ شروع فرماتے تھے۔

حدیث۶:۔مسلم شریف نے حضرت انس رضی اللہ عنہ سے روایت کی۔

اَنَّ النَّبِیَّ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ وَاَبَا بَکْرٍ وَعُمَرَ وَ عُثْمَانَ کَانُوا یَسْتَفْتِحُوْنَ الْقِرَاءَ ۃِ بِالْحَمْدُ لِلّٰہِ رَبِّ الْعَالَمِیْنَ لَایَذْکُرُوْنَ بِسْمِ اللّٰہِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِیْمِ فِی اَوَّلَ الْقِرَاءَ ۃِ وَلَا فِی آخِرِھَا.

یقیناً نبی (ﷺ) اور ابوبکر وعمر وعثمان (رضی اللہ عنہم) الحمد للہ سے قرأۃ شروع فرماتے تھے بسم اللہ الرحمٰن الرحیم نہ قرأۃ کے شروع میں ذکر کرتے تھے نہ قرأۃ کے آخر میں۔

حدیث۷:۔ابن ابی شیبہ نے سیدنا عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ سے روایت کی۔

عَنْ اِبْنِ مَسْعُوْدٍ اَنَّہٗ کَانَ یُخْفِیْ بِسْمِ اللّٰہِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِیْمِ وَاِلْا سْتِعَاذَۃَ وَرَبَّنَا لَکَ الْحَمْدُ.

عبداللہ ابن مسعود بسم اللہ الرحمٰن الرحیم اور اعوذ باللہ اور ربنا لک الحمد آہستہ پڑھا کرتے تھے۔

حدیث۸:۔امام محمد نے کتاب الآثار میں حضرت ابراہیم نخعی سے روایت کی۔

قَالَ اَرْبَعٌ یُخْفِیْھِنَّ الْاِمَامُ بِسْمِ اللّٰہِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِیْمِ وَسُبْحَانَکَ اللّٰھُمَّ وَالتَّعَوُّذَ وَآمِیْن.

آپ نے فرمایا کہ چار چیزوں کو امام آہستہ پڑھے، بسم اللہ . سبحانک اللھم . اعوذ باللہ اور آمین۔

حدیث۹:۔مسلم ابوداؤد شریف نے حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا سے روایت کی۔

قَالَت کَانَ رَسُوْلَ اللّٰہِ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ یَسْتَفْتِحُ الصَّلٰوۃَ بِالتَّکْبِیْرِ وَالْقِرَاءَ ۃِ بِالْحَمْدُ لِلّٰہِ رَبِّ الْعَالَمِیْنَ.

فرماتی ہیں کہ نبی (ﷺ) نماز تکبیر سے شروع فرماتے ہیں اور قرأۃ الحمد للہ سے۔

حدیث۱۰: عبدالرزاق نے ابوفاختہ سے روایت کی۔

اَنَّ عَلِیًّا کَانَ لَایَجْهَرُ بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِیْمِ وَ کَانَ یَجْهَرُ بِالْحَمْدُلِلّٰهِ رَبِّ الْعٰلَمِیْنَ.

حضرت علی مرتضٰی بسم اللہ اونچی آواز سے نہ پڑھتے تھے الحمدللہ اونچی آواز سے پڑھتے تھے۔

اس کے متعلق اور بہت سی احادیث پیش کی جاسکتی ہیں۔ مگر ہم یہاں صرف دس حدیثوں پر کفایت کرتے ہیں۔

اصل اختلاف:۔ شوافع کے نزدیک بسم اللہ فاتحہ شریف ہے اسی لئے وہ زور سے پڑھتے ہیں۔ احناف کہتے ہیں کہ بسم اللہ بلند آواز سے نہ پڑھی جائے۔ کیونکہ سورتوں کے اول میں جو بسم اللہ لکھی ہوتی ہے وہ ان سورتوں کا جز نہیں۔ فقط سورتوں میں فصل کرنے کے لئے لکھی گئی۔ اور حدیث شریف میں ارشاد ہوا کہ جو اچھا کام بسم اللہ سے شروع نہ ہو وہ ناقص ہے تو جیسے برکت کے لئے نمازی قرأۃ سے پہلے اعوذ باللہ پڑھتے ہیں مگر آہستہ کیونکہ اعوذ سورۃ کا جز نہیں۔ ایسے ہی برکت کے لئے بسم اللہ پڑھے مگر آہستہ کیونکہ یہ بھی ہر سورۃ کا جز نہیں۔ ہاں سورہ نمل شریف میں بسم اللہ الرحمٰن الرحیم سورۃ جز ہے امام وہاں بلند آواز سے پڑھتا ہے کیونکہ وہ وہاں کی آیت ہے۔ غرض یہ کہ امام صرف قرآن کو آواز سے پڑھے جو بسم اللہ سورۃ کے اول میں ہے۔ وہ سورۃ کا جز نہیں۔ لہٰذا آہستہ پڑھنی چاہئے۔

سوالات و جوابات:۔ وہابیوں کے پاس صحاح کی کوئی روایت ہے اگر کوئی کسی روایت میں ہے تو صحاح کے مقابلہ میں وہ شاذ ہے۔ شاذ روایت کی تاویل ضروری ہے وہ ہم آگے چل کر عرض کریں گے۔

سوال:۔ چونکہ بسم اللہ الرحمٰن الرحیم ہر سورۃ کا جز ہے۔ اگر جز نہ ہوتی تو قرآن میں لکھی نہ جاتی۔ قرآن کریم میں صرف آیات قرآنیہ لکھی گئیں۔ غیر قرآن نہ لکھا گیا۔ لہٰذا جیسے اور آیتیں بلند آواز سے پڑھی جاتی ہیں ویسے ہی بسم اللہ بھی اونچی آواز سے پڑھنی چاہئے۔

جواب۱:۔ بسم اللہ ہر سورۃ کا جز نہیں کیونکہ ہر سورۃ کے ساتھ نازل نہیں ہوئی۔ چنانچہ شروع بخاری شریف باب کیف کان بدء الوحی میں سب سے پہلی وحی کے متعلق روایت کی ہے کہ جبریل امین نے حضور (ﷺ) کی خدمت میں عرض کیا اقراء پڑھو۔ حضور (ﷺ) نے فرمایا۔ ما انا بقاری میں پڑھنے والا نہیں۔ پھر عرض کیا اقرأ حضور نے پھر وہی جواب دیا۔ آخر میں عرض کیا۔ اِقْرَاْ بِاسْمِ رَبِّکَ الَّذِیْ خَلَقَ الخ یہ پہلی وحی ہے جس میں بسم اللہ کا ذکر نہیں۔ معلوم ہوا کہ سورتوں کے اول میں بسم اللہ شریف نازل نہیں ہوئی۔

جواب ۲:۔اگر بسم اللہ ہر سورۃ کا جزو ہوتی تو سورۃ کے اوپر علیحدہ کر کے لمبے حروف سے نہ لکھی جاتی بلکہ جیسے اور آیتیں ملی ہوئی لکھی گئی ہیں ایسے ہی بسم اللہ تمام آیتوں کے ساتھ لکھی جاتی۔مثلاً سورۃ نمل شریف میں بسم اللہ سورۃ کا جز ہے تو وہاں علیحدہ امتیازی شکل میں نہ لکھی گئی بلکہ تمام آیات کے ساتھ تحریر ہوئی۔معلوم ہوا کہ سورتوں کے اول بسم اللہ کا امتیازی شکل میں علیحدہ لکھنا فاصلہ کے لئے ہے۔

سوال:۔طحاوی شریف میں حضرت ام المومنین ام سلمہ رضی اللہ عنہا سے روایت کی۔

اَنَّ النَّبِیَّ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ کَانَ یُصَلِّی فِی بَیْتِھَا فَیَقْرأُ بِسْمِ اللّٰہِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِیْمِ اَلحَمْدُ لِلّٰہِ.

نبی (ﷺ) میرے گھر میں نماز پڑھتے تھے۔تو پڑھتے تھے بسم اللہ الرحمٰن الرحیم الحمدللہ۔

معلوم ہوا کہ حضور (ﷺ) نماز میں بسم اللہ آواز سے پڑھتے تھے۔ورنہ ام سلمہ کیسے سن لیتیں۔

جواب:۔اس حدیث میں آواز کا ذکر نہیں۔صرف بسم اللہ پڑھنے کا ذکر ہے۔ہم بھی کہتے ہیں کہ بسم اللہ ہے مگر آہستہ پڑھے ظاہر یہ ہی ہے کہ حضور (ﷺ) اس موقع پر آہستہ ہی پڑھتے تھے۔یہ نماز جو حضور ام سلمہ کے گھر پڑھتے تھے۔فرض نماز نہ تھی۔نفل تھی۔فرض تو مسجد میں جماعت سے پڑھتے تھے نفل میں قرأتِ قرآن آہستہ ہوتی ہے۔لہٰذا یہاں بسم اللہ بھی آہستہ تھی اور الحمدللہ بھی آہستہ۔ام سلمہ اس موقع پر حضور کے قریب ہوتی تھیں۔اس لئے حضور کی آہستہ آواز شریف سن لیتی تھیں۔آہستہ قرأۃ میں بھی اتنی آواز چاہئے کہ برابر والا سن لے ورنہ وہ قرأۃ نہ ہوگی تفکر ہوگا۔لہٰذا اس حدیث سے مخالف کا مُدّعٰی ہونا ثابت نہیں۔

سوال:۔ترمذی شریف میں عبداللہ ابن عباس رضی اللہ عنہ سے روایت ہے۔

قَالَ کَانَ النَّبِیُّ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ یَفْتَتِحُ صَلٰوتہ بِبِسْمِ اللّٰہِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِیْمِ.

حضور (ﷺ) اپنی نماز بسم اللہ الرحمٰن الرحیم سے شروع فرماتے تھے۔

جواب ۱:۔افسوس ہے کہ مخالف نے ترمذی کا یہ مقام آگے نہ دیکھا وہ فرماتے ہیں:

من الحدیث لیس اسنادہ بذاک.

یہ ایسی حدیث ہے جس کی اسناد کچھ بھی نہیں۔

افسوس ہے کہ ہماری پیش کردہ حدیثوں کو مخالفین بلاوجہ ضعیف کہہ کے رد کرتے ہیں اور خود ایسی حدیث پیش کرر ہے ہیں جس کا سرا نہ پتہ۔

جواب ۲:۔ اگر اس حدیث کو صحیح مان بھی لیا جائے تو بھی اس میں بسم اللہ بلند آواز سے پڑھنے کا ذکر نہیں صرف یہ ہے کہ نماز بسم اللہ سے شروع فرماتے تھے۔ ہم بھی کہتے ہیں کہ بسم اللہ پڑھنی چاہئے۔ مگر آہستہ۔

جواب ۳:۔ ہوسکتا ہے کہ تکبیر تحریمہ سے پہلے بسم اللہ پڑھتے ہوں کیونکہ صلواته فرمایا نہ کہ قرأة۔

سوال:۔ طحاوی شریف نے حضرت عبدالرحمٰن ابن ابزی سے روایت کی۔

صَلَّيْتُ خَلفَ عُمَرَ فَجَهَرَ بِبِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِيْمِ وَكَانَ يَجهرَ اِلٰى بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِيْمِ .

میں نے حضرت عمر رضی اللہ عنہ کے پیچھے نماز پڑھی، آپ نے بسم اللہ الرحمٰن الرحیم بلند آواز سے پڑھی میرے والد بھی بلند آواز سے پڑھتے تھے۔

معلوم ہوا کہ حضرت عمر رضی اللہ عنہ بسم اللہ بلند آواز سے پڑھتے تھے۔

جواب ۱: ۔ یہ حدیث تمام ان مشہور احادیث کے خلاف ہے جو ہم پہلے ذکر کر چکے ہیں۔ جن میں بخاری و مسلم وغیرہ کی احادیث ہیں۔ جن سے بہت قوت سے ثابت ہے کہ نبی کریم (ﷺ) اور حضرت خلفاء راشدین الحمد للہ سے قرأة شروع کرتے تھے۔ بسم اللہ آہستہ پڑھتے تھے۔ لہٰذا یہ حدیث شاذ ہے اور احادیث مشہورہ کے مقابل حدیث شاذ قابل عمل نہیں ہوتی۔

جواب ۲: ۔ اس حدیث میں اس کی تصریح نہیں کہ حضرت عمر رضی اللہ عنہ نماز کے اندر سبحانک اللھم پڑھنے کے بعد الحمد سے پہلے بسم اللہ اونچی آواز سے پڑھتے تھے اس کے معنی یہ بھی ہو سکتے ہیں کہ حضرت عمر رضی اللہ عنہ نماز ختم فرما کر دعا سے پہلے برکت کے لئے بسم اللہ شریف پڑھتے تھے۔ پھر وہ دعا فرماتے تھے اس صورت میں یہ حدیث ہماری پیش کردہ احادیث کے خلاف نہیں۔ قاعدہ ہے کہ جہاں تک ہو سکے احادیث میں مطابقت کرنی چاہئے۔

جواب ۳: ۔ سورۃ سے پہلے بسم اللہ کا اونچی آواز سے پڑھنا اس لئے ہے کہ بسم اللہ ہر سورت کا جز ہے

اور سورۃ کا جز ہونا قطعی یقینی حدیث سے ہوسکتا ہے نہ کہ حدیث واحد سے۔مخالف کی پیش کردہ حدیث خبر واحد ہے جو یہ ثابت کرنے کے لئے کافی نہیں افسوس ہے کہ ہم آہستہ بسم اللہ کے لئے بخاری و مسلم کی روایات روایات پیش کریں۔اور مخالف اس کے مقابل طحاوی شریف کی آڑ لیں حالانکہ طحاوی شریف پر ان کا اعتماد نہیں۔خلاصہ یہ ہے کہ بسم اللہ شریف قرأۃ میں آہستہ پڑھنا مسنون ہے اور اسی پر احناف کا عمل ہے (الحمد للہ علی ذلک)

(باب ۹۱) رَفْعِ الْبَصَرِ اِلَى الْاِمَامِ فِى الصَّلٰوةِ
نماز میں امام کو دیکھنا

وَقَالَتْ عَآئِشَةُ قَالَ النَّبِىُّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فِىْ صَلٰوةِ الْكُسُوْفِ رَاَيْتُ جَهَنَّمَ يَحْطِمُ بَعْضُهَا بَعْضًا حِيْنَ رَاَيْتُمُوْنِىْ تَاَخَّرْتُ.

حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا نے بیان کیا کہ نبی کریم (ﷺ) نے فرمایا نماز کسوف کے سلسلے میں کہ میں نے جہنم دیکھی۔اس کا بعض حصہ بعض کو کھائے جارہا تھا جب میری نظر اس پر پڑی تو میں پیچھے ہٹ گیا۔

عَنْ اَبِىْ مَعْمَرٍ قَالَ لِخَبَّابٍ اَكَانَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يَقْرَأُ فِى الظُّهْرِ وَالْعَصْرِ قَالَ نَعَمْ فَقُلْنَا بِمَ كُنْتُمْ تَعْرِفُوْنَ ذَاكَ قَالَ بِاِضْطِرَابِ لِحْيَتِهٖ.

ابو معمر نے بیان کیا کہ ہم نے خباب رضی اللہ عنہ سے پوچھا کیا رسول اللہ (ﷺ) ظہر عصر کی رکعتوں میں قرأت کرتے تھے۔انہوں نے فرمایا کہ ہاں۔ہم نے عرض کی کہ آپ لوگ یہ بات کس طرح سمجھ جاتے تھے۔فرمایا آپ کی داڑھی کی حرکت سے۔

الْبَرَآءُ وَكَانَ غَيْرُ كَذُوْبٍ اَنَّهُمْ كَانُوْا اِذَا صَلَّوْا مَعَ النَّبِىِّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فَرَفَعَ رَاْسَهٗ مِنَ الرُّكُوْعِ قَامُوْا قِيَامًا حَتّٰى يَرَوْهُ قَدْ سَجَدَ.

براء رضی اللہ عنہ نے حدیث بیان کی اور وہ جھوٹ نہیں بولتے تھے کہ جب وہ نبی کریم (ﷺ) کے ساتھ نماز پڑھتے تو حضور کے رکوع سے سر اٹھانے کے بعد اس وقت تک کھڑے رہتے جب تک دیکھتے کہ آپ سجدہ میں چلے گئے ہیں۔

عَنْ عَبْدِ اللّٰهِ ابْنِ عَبَّاسٍ قَالَ خَسَفَتِ الشَّمْسُ عَلٰى عَهْدِ النَّبِىِّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فَصَلّٰى قَالُوْا يَارَسُوْلَ اللّٰهِ رَاَيْنَاكَ تَنَاوَلْتَ شَيْئًا فِىْ مَقَامِكَ ثُمَّ رَاَيْنَاكَ تَكَعْكَعْتَ فَقَالَ

اِنِّیْ رَاَیْتُ الْجَنَّۃَ فتنا وَلْتُ مِنْھَا عنقود اوَّلَوْ اَخَذْتُہٗ لَاَ کَلْتُمْ مِنْہُ مابقیتِ الدُّنْیَا.

عبداللہ بن عباس رضی اللہ عنہ نے فرمایا کہ نبی کریم (ﷺ) کے عہد میں سورج گرہن ہوا تو آپ (ﷺ) نے نماز پڑھی۔ صحابہ نے پوچھا کہ یارسول اللہ (ﷺ)! ہم نے دیکھا کہ (نماز میں) آپ اپنی جگہ سے کچھ آگے بڑھے تھے۔ پھر ہم نے دیکھا کہ کچھ پیچھے ہٹے۔ آپ نے فرمایا کہ میں نے جنت دیکھی تو اس میں سے ایک خوشہ لینا چاہا اور اگر میں لے لیتا تو اس وقت تک تم اسے کھاتے رہتے جب تک دنیا موجود ہے۔

حَدَّثَنَا مُحَمَّدُ بْنُ فُلَيْحٍ قَالَ حَدَّثَنَا هِلَالُ بْنُ عَلِيٍّ عَنْ اَنَسِ بْنِ مَالِكٍ قَالَ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ ثُمَّ رَقِيَ الْمِنْبَرَ فَاَشَارَ بِيَدَيْهِ قِبَلَ قِبْلَةِ الْمَسْجِدِ ثُمَّ قَالَ لَقَدْ رَاَيْتُ لآنَ مُنْذُ صَلَّيْتُ لَكُمُ الصَّلٰوةَ الْجَنَّةَ وَالنَّارَ مُمَثَّلَتَيْنِ فی قبلة هذا الجدار فلم ارفی الخير والشر ثلاثا.

ابن فلیح نے حدیث بیان کی کہا کہ ہم سے ہلال بن علی نے حدیث بیان کی کہ انس بن مالک رضی اللہ عنہ نے فرمایا کہ نبی کریم (ﷺ) نے نماز پڑھی پھر منبر پر تشریف لائے اور اپنے ہاتھ سے قبلہ کی طرف اشارہ کر کے فرمایا کہ ابھی جب میں نماز پڑھ رہا تھا تو جنت اور دوزخ اس دیوار پر ممثل دیکھی۔ میں نے آج کی طرح خیر اور شر کبھی نہیں دیکھے یہ آپ نے تین بار فرمایا۔

شرح:۔ ان روایات میں ہے کہ حضور نبی پاک (ﷺ) نے دوزخ اور جنت کو آنکھوں سے مشاہدہ فرمایا حالانکہ دوزخ ساتوں زمینوں کے نیچے جس کی مسافت ستر سو سال ہے۔ یونہی جنت ساتوں آسمانوں کے اوپر ہے وہ بھی ستر سو سال کی مسافت ہے اور یہ رؤیت بچشم سر ہے اسی سے ہم استدلال کرتے ہیں کہ حضور سرور عالم (ﷺ) اٹھارہ ہزار عالم کے ذرہ ذرہ کو بیک وقت مشاہدہ و معائنہ فرما رہے ہیں۔

فائدہ:۔ اس مسئلہ پر قبل ازیں بحث ہو چکی ہے مختصراً چند احادیث مبارکہ یہاں تبرکاً عرض کرتا ہوں۔

(۱) سیدنا ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ رسول اللہ (ﷺ) نے فرمایا ھل ترون قبلتی ھھنا واللہ مایخفی علی رکوعکم ولا خشوعکم وانی للاراکم من وراء ظھری (بخاری شریف صفحہ ۹۵ باب خشوع الصلوٰۃ) ترجمہ: کیا تم دیکھتے ہو میرے اس قبلہ میں بخدا مجھ پر تمہارا نہ رکوع مخفی ہے نہ خشوع اور بیشک میں تمہیں اپنی پیٹھ کے پیچھے دیکھتا ہوں۔

(۲) حضرت انس رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ رسول اللہ (ﷺ) نے فرمایا کہ اقیموا الرکوع والسجود فواللہ انی لا راکم من بعدی وربما قال من بعد ظھری اذا رکعتم وسجدتم ۔(رواہ البخاری)

ترجمہ:۔صحیح کرو اپنے رکوعوں اور سجدوں کو۔خدا کی قسم میں اپنے پیچھے بھی دیکھتا ہوں جب تم رکوع اور سجدہ کرتے ہو۔

(۳) عَنْ اَنَسٍ قَالَ کَانَ النَّبِيِ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ یَقُوْلُ اُسْتَوُوْا وَاسْتَوُوْا فَوَالَّذِیْ نَفْسِیْ بِیَدِہٖ اِنِّیْ لَاَ رَاکُمْ مِنْ خَلْفِیْ کَمَا اَرَاکُمْ بَیْنَ یَدَیَّ.(ابو داؤد شریف)

ترجمہ:۔حضرت انس رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ نبی (ﷺ) فرمایا کرتے تھے۔برابر کرو صفوں کو (یعنی جب نماز کو کھڑے ہوتے) قسم ہے اس ذات کی جس کے قبضہ میں میری جان ہے میں تم کو پیچھے سے بھی دیکھتا ہوں جس طرح سامنے سے دیکھتا ہوں۔

(۴) عَنْ اَبِیْ ھُرَیْرَۃَ قَالَ رَسُوْلُ اللّٰہِ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ اَقِیْمُوْا رُکُوْعَکُمْ وَسُجُوْدَکُمْ فَاِنِّیْ اَرَاکُمْ مِنْ خَلْفِیْ کَمَا رَوَاکُمْ مِنْ اِمَامِیْ.(بخاری شریف)

ترجمہ:۔حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ فرمایا رسول اللہ (ﷺ) نے کہ نماز میں رکوع وسجود صحیح صحیح کیا کرو کیونکہ میں تمہیں پیچھے سے اسی طرح دیکھتا ہوں جس طرح آگے سے۔

اس مسئلہ کے لئے فقیر کا رسالہ پڑھئے "نگاہ نبوت"۔

(باب ۹۲) رَفْعِ الْبَصَرِ اِلَی السَّمَآءِ فِی الصَّلٰوۃِ.

نماز میں آسمان کی طرف نظر اٹھانا

اَنَسَ بْنَ مَالِکٍ حَدَّثَھُمْ قَالَ قَالَ النَّبِیُّ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ مَابَالَ اَقْوَامٍ یَّرْفَعُوْنَ اَبْصَارَھُمْ اِلَی السَّمَآءِ فِیْ صَلٰوتِھِمْ فَاشْتَدَّ قَوْلُہٗ فِیْ ذٰلِکَ حَتّٰی قَالَ لَیَنْتَھُنَّ عَنْ ذٰلِکَ اَوْلَتُخْطَفَنَّ اَبْصَارُھُمْ .

انس بن مالک نے حدیث بیان کی کہ نبی کریم (ﷺ) نے فرمایا ایسے لوگوں کا کیا حال ہوگا جو نماز میں اپنی نظریں آسمان کی طرف اٹھاتے ہیں۔آپ (ﷺ) نے اس سے نہایت سختی کے ساتھ روکا۔آپ (ﷺ) نے فرمایا کہ اس سے باز آجاؤ ورنہ تمہاری آنکھیں نکال لی جائیں گی۔

(باب ۹۳) اِلْاِلْتِفَاتِ فِیْ الصَّلٰوۃِ.

نماز میں اِدھر اُدھر دیکھنا۔

عَنْ عَآئِشَۃَ قَالَتْ سَاَلْتُ رَسُوْلَ اللّٰہِ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ عَنِ الْاِلْتِفَاتِ فِی الصَّلٰوۃِ فَقَالَ ھُوَ اخْتِلَاسٌ یَخْتَلِسُہُ الشَّیْطَانُ مِنْ صَلٰوۃِ الْعَبْدِ.

عائشہ رضی اللہ عنہا نے فرمایا کہ میں نے رسول اللہ (ﷺ) سے نماز میں اِدھر اُدھر دیکھنے کے بارے میں پوچھا۔ آپ (ﷺ) نے فرمایا کہ یہ تو ایک ڈاکہ ہے جو شیطان بندے کی نماز پر ڈالتا ہے۔

عَنْ عَآئِشَۃَ اَنَّ النَّبِیَّ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ صَلّٰی فِیْ خَمِیْصَۃٍ لَّھَا اَعْلَامٌ فَقَالَ شَغَلَنِیْ اَعْلَامُ ھٰذِہٖ اذْھَبُوْا بِھَا اِلٰی اَبِیْ جَھْمٍ وَائْتُوْنِیْ بِاَنْبِجَانِیَّتِہٖ.

عائشہ رضی اللہ عنہا سے ہے کہ نبی کریم (ﷺ) نے ایک دھاری دار چادر میں نماز پڑھی پھر فرمایا کہ اس کے نقش ونگار مجھے اپنی طرف متوجہ کر لیتے۔ اسے لے کر ابو جہم کو واپس کر دو اور ان سے انجانیہ مانگ لاؤ۔

(باب ۹۴)

ھَلْ یَلْتَفِتُ لِاَ مْرٍ یَّنْزِلُ بِہٖٓ اَوْیَرٰی شَیْئًا اَوْبُصَاقًا فِی الْقِبْلَۃِ وَقَالَ سَھْلٌ اِلْتَفَتَ اَبُوْبَکْرٍ فَرَاَی النَّبِیَّ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ

اگر کوئی واقعہ پیش آجائے یا کوئی چیز یا تھوک قبلہ کی طرف دیکھے تو نماز میں ان کی طرف توجہ کر سکتا ہے۔ سہل نے فرمایا کہ ابو بکر رضی اللہ عنہ متوجہ ہوئے۔ تو نبی کریم (ﷺ) کو دیکھا۔

عَنِ ابْنِ عُمَرَ اَنَّہٗ قَالَ رَاٰی رَسُوْلُ اللّٰہِ صَلَّی اللّٰہُ علیہ وَسَلَّمَ نُخَامَۃً فِیْ قِبْلَۃِ الْمَسْجِدِ وَ ھُوَ یُصَلِّیْ بَیْنَ یَدَیِ النَّاسِ فَحَتَّھَا ثُمَّ قَالَ حِیْنَ انْصَرَفَ اِنَّ اَحَدَکُمْ اِذَا کَانَ فِی الصَّلٰوۃِ فَاِنَّ اللّٰہَ قِبَلَ وَجْھِہٖ فَلَا یَتَنَخَّمَنَّ اَحَدٌ قِبَلَ وَجْھِہٖ فِی الصَّلٰوۃِ.

ابن عمر رضی اللہ عنہ نے فرمایا کہ رسول اللہ (ﷺ) نے مسجد کے قبلہ کی دیوار پر رینٹ دیکھی۔ آپ (ﷺ) اس وقت لوگوں کے آگے نماز پڑھ رہے تھے۔ آپ (ﷺ) نے رینٹ کو صاف کیا۔ نماز سے فارغ

ہونے کے بعد آپ (ﷺ) نے فرمایا کہ جب کوئی نماز میں ہوتا ہے تو اللہ تعالیٰ اس کے سامنے ہوتا ہے اس لیے کوئی شخص سامنے کی طرف نماز میں نہ تھوکے۔

اَنَسُ بْنُ مَالِکٍ قَالَ بَیْنَمَا الْمُسْلِمُوْنَ فِی صَلٰوۃِ الْفَجْرِ لَمْ یَفْجَاھُمْ اِلَّا رَسُوْلُ اللّٰہِ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ کَشَفَ سِتْرَ حُجْرَۃِ عَآئِشَۃَ فَنَظَرَ اِلَیْھِمْ وَھُمْ صُفُوْفٌ فَتَبَسَّمَ یَضْحَکُ وَنَکَصَ اَبُوْبَکْرٍ عَلٰی عَقِبَیْہِ لِیَصِلَ لَہُ الصَّفُّ فَظَنَّ اَنَّہٗ یُرِیْدُ الْخُرُوْجَ وَھَمَّ الْمُسْلِمُوْنَ اَنْ یَّفْتَتِنُوْا فِیْ صَلٰوتِھِمْ فَاَ شَارَ اِلَیْھِمْ اَتِمُّوْا صَلٰوتَکُمْ وَاَرْخَی السِّتْرَ وَتُوُفِّیَ مِنْ اٰخِرِ ذٰلِکَ الْیَوْمِ.

انس بن مالک رضی اللہ عنہ نے فرمایا کہ مسلمان فجر کی نماز پڑھ رہے تھے کہ اچانک رسول اللہ (ﷺ) نے عائشہ رضی اللہ عنہا کے حجرہ سے پردہ ہٹایا۔ آپ (ﷺ) نے صحابہ کو دیکھا سب لوگ صف بستہ تھے آپ (ﷺ) (یہ منظر دیکھ کر خوب) مسکرائے۔ ابوبکر رضی اللہ عنہ نے (آپ کو دیکھ کر) پیچھے ہٹنا چاہا تا کہ صف سے مل جائیں۔ آپ نے سمجھا کہ حضور (ﷺ) تشریف لائیں گے۔ صحابہ ((آپ کو دیکھ کر) اس قدر بے قرار ہوئے کہ نماز توڑ دیں گے۔ لیکن حضور (ﷺ) نے اشارہ کیا کہ لوگ نماز پوری کرلیں اور پردہ ڈال لیا۔ اسی دن شام کو آپ (ﷺ) نے وصال فرمایا۔

شرح: نماز میں آسمان کی طرف دیکھنے پر وعید ارشاد فرمائی اس کی کئی وجوہ ہیں (۱) سجدہ میں حکم ہے کہ اپنی سجدہ گاہ کو دیکھے اس کی وجہ یہ ہے کہ سجدہ گاہ میں تجلیات ربانی کی خصوصیت سے جلوہ گری ہوتی ہے جیسا کہ حدیث بخاری شریف مشہور ہے کہ کانک تراہ فان لم تکن تراہ فانہ یراک، نماز ایسے ادا کرو گویا تو اللہ عزوجل کو دیکھ رہا ہے اگر ایسا نہیں ہوسکتا تو یہ تصور کر کہ وہ تمہیں دیکھ رہا ہے تو جہاں ایسی ذات سامنے ہے اور کوئی آسمان یا دائیں بائیں دیکھے تو یہ اس ذات والا شان کی توہین ہے کیونکہ وہ تو سامنے ہے اور یہ اس سے روگرداں ہو کر آسمان کی طرف یا دائیں یا بائیں دیکھ رہا ہے اسی لئے نماز میں ایسی کیفیت پر نماز مکروہ کا فتویٰ ہے۔ حضور نبی پاک (ﷺ) کے لئے حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما نے فرمایا کہ جب آپ نماز شروع فرماتے تو لم ینظر الا موضع سجودہ (عینی صفحہ ۱۵ جلد ۳) اپنے سجود پر ہی نظر رکھتے۔

اسباب النزول للواحدی میں ہے کہ جب کسی نے نماز میں آسمان کی طرف دیکھا تو یہ آیت نازل

ہوئی الذین فی ہم صلوتہم خاشعون ۔وہ جواپنی نماز میں خشوع کرنے والے ہیں۔اس سے ثابت ہوا کہ یہ فعل خشوع کے منافی ہے۔

نماز میں دائیں بائیں دیکھنا:۔ اس کی تقریر بھی مضمون بالا کی طرح ہے۔مزید براں یہ ہے کہ دائیں بائیں دیکھنے سے شیطان کو وساوس میں مبتلا کرنے کا موقعہ مل جاتا ہے اور حضور قلبی نماز کی روح ہے اور اس کا ادنیٰ درجہ یہ ہے کہ نماز میں یہ تصور ہو کہ وہ کیا پڑھ رہا ہے اور ایسی بارگاہ میں حاضر ہے جس کی حاضری کے لئے محبوبانِ خدا ترستے ہیں۔یہی اپنے مالک سے مناجات کا موقعہ ہے گویا جب بندہ نماز میں ہے تو وہ اپنے مالک سے باہم گفتگو ہے اسی لئے نماز کو معراج المومنین کا درجہ حاصل ہے۔اگر نماز کو حضور قلب سے ادا کیا جائے تو ایسی نماز نہی عن المنکر کا کام دیتی ہے (مسئلہ) نماز میں اگر گردن مڑ جائے تو مکروہ ہے اگر صرف گوشۂ چشم سے ہو تو یہ بھی ہے تو ناموزوں لیکن بوقتِ ضرورت جائز ہے۔مزید تفصیل کتب فقہ میں ہے۔

(باب ۹۵) وُجُوْبِ الْقِرَآئَةِ لِلْاِمَامِ وَالْمَامُوْمِ فِیْ الصَّلَوَاتِ كُلِّهَا فِی الْحَضَرِ وَالسَّفَرِ وَمَا يُجْهَرُ فِيْهَا وَمَا يُخَافَتُ .

امام اور مقتدی کے لئے قرأت کا وجوب اقامت حضر اور سفر ہر حالت میں سری اور جہری تمام نمازوں میں

عَنْ جَابِرِ بْنِ سَمُرَةَ قَالَ شَكَى اَهْلُ الْكُوْفَةِ سَعْدًا اِلٰى عُمَرَ فَعَزَلَهُ واسْتَعْمَلَ عَلَيْهِمْ عَمَّارًا فَشَكَوْا حَتّٰى ذَكَرُوْا اَنَّهُ لَا يُحْسِنُ يُصَلِّىْ فَاَرْسَلَ اِلَيْهِ فَقَالَ يَا اَبَا اِسْحٰقَ اِنَّ هٰٓؤُلَاءِ يَزْعُمُوْنَ اَنَّكَ لَاتُحْسِنُ تُصَلِّىْ قَالَ اَمَّا اَنَا وَاللّٰهِ فَاِنِّىْ كُنْتُ اُصَلِّىْ بِهِمْ صَلٰوةَ رَسُوْلِ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ مَا اَخْرِمُ عَنْهَا اُصَلِّىْ صَلٰوةِ الْعِشَآءِ فَاَرْكُمْ فِى الْاُوْلَيَيْنِ وَاُخِفُّ فِى الْاٰخِرَيَيْنِ قَالَ ذَاكَ الظَّنُّ بِكَ يَا اَبَا اِسْحَاقَ فَاَرْسَلَ مَعَهُ رَجُلًا اَوْرِجَالًا اِلَى الْكُوْفَةَ يَسْاَلُ عَنْهُ اَهْلَ الْكُوْفَةَ وَلَمْ يَدَعْ مَسْجِدًا اِلَّا سَاَلَ عَنْهُ وَيُثْنُوْنَ عَلَيْهِ مَعْرُوْفًا حَتّٰى دَخَلَ مَسْجِدًا لِبَنِىْ عَبْسٍ فَقَامَ رَجُلٌ مِّنْهُمْ يُقَالُ لَهٗ اُسَامَةُ بْنُ قَتَادَةَ يُكْنٰى اَبَا سَعْدَةَ فَقَالَ اَمَّا اِذَا

نَشَدْتَنَا فَإِنَّ سَعْدًا لَا يَسِيرُ بِالسَّرِيَّةِ وَلَا يَقْسِمُ بِالسَّوِيَّةِ وَلَا يَعْدِلُ فِي الْقَضِيَّةِ قَالَ سَعْدٌ أَمَا وَاللّٰهِ لَأَدْعُوَنَّ بِثَلَاثٍ اَللّٰهُمَّ إِنْ كَانَ عَبْدُكَ هٰذَا كَاذِبًا قَامَ رِيَاءً وَسُمْعَةً فَأَطِلْ عُمْرَهُ وَأَطِلْ فَقْرَهُ وَعَرِّضْهُ بِالْفِتَنِ وَكَانَ بَعْدُ إِذَا سُئِلَ يَقُولُ شَيْخٌ كَبِيرٌ مَفْتُونٌ أَصَابَتْنِي دَعْوَةُ سَعْدٍ قَالَ عَبْدُ الْمَلِكِ فَأَنَا رَأَيْتُهُ بَعْدُ قَدْ سَقَطَ حَاجِبَاهُ عَلٰى عَيْنَيْهِ مِنَ الْكِبَرِ وَإِنَّهُ لَيَتَعَرَّضُ لِلْجَوَارِي فِي الطُّرُقِ يَغْمِزُهُنَّ.

جابر بن سمرہ نے حدیث بیان کی کہا کہ اہلِ کوفہ نے حضرت سعد رضی اللہ عنہ کی عمر فاروق رضی اللہ عنہ سے شکایت کی تھی۔ اس لیے آپ کو معزول کر کے حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے عمار رضی اللہ عنہ کو کوفہ کا عامل بنایا۔ کوفہ والوں نے ان کے متعلق یہاں تک کہہ دیا تھا کہ وہ تو اچھی طرح نماز بھی نہیں پڑھتے۔ آپ نے جواب دیا کہ خدا گواہ ہے میں تو انہیں نبی کریم (ﷺ) کی طرح نماز پڑھاتا تھا اس میں کوئی کوتاہی نہیں کرتا تھا۔ عشاء کی نماز پڑھاتا تو اس کی پہلی رکعتوں میں (قرأت) طویل کرتا اور دوسری رکعتیں ہلکی پڑھاتا عمر رضی اللہ عنہ نے فرمایا کہ ابو اسحاق! تم سے امید بھی یہی تھی۔ پھر آپ نے سعد رضی اللہ عنہ کے ساتھ ایک یا کئی آدمیوں کو کوفہ بھیجا۔ قاصد نے ہر ہر مسجد میں ان کے متعلق جا کر پوچھا۔ سب نے آپ کی تعریف کی۔ لیکن جب مسجد بنی عبس میں گئے تو ایک شخص جس کا نام اسامہ بن قتادہ تھا اور کنیت ابو سعدہ تھی۔ کھڑا ہوا اس نے کہا کہ جب آپ نے خدا کا واسطہ دے کر پوچھا ہے تو (سنئے کہ) سعد نہ جہاد کرتے تھے نہ مال کی تقسیم صحیح کرتے تھے اور نہ فیصلے میں عدل وانصاف کرتے تھے۔ حضرت سعد رضی اللہ عنہ نے فرمایا کہ خدا کی قسم میں (تمہاری اس بات پر) تین دعائیں کرتا ہوں، اے اللہ اگر تیرا یہ بندہ جھوٹا ہے اور صرف ریاؤ نمود کے لیے کھڑا ہوا ہے تو اس کی عمر دراز کر دے اور اسے خوب محتاج بنا کر فتنوں میں مبتلا کر دے۔ اس کے بعد وہ شخص اس درجہ بدحال ہوا کہ جب اس سے پوچھا جاتا تو کہتا کہ ایک بوڑھا اور پریشان حال ہوں۔ مجھے سعد رضی اللہ عنہ کی بددعا لگ گئی ہے۔ عبدالملک نے بیان کیا کہ میں نے اسے دیکھا تھا۔ اس کی بھویں بڑھاپے کی وجہ سے آنکھوں پر آ گئی تھیں لیکن اب بھی راستوں میں وہ لڑکیوں کو چھیڑتا پھرتا تھا۔

شرح:۔ اس باب میں امام بخاری رحمہ اللہ نے اپنے مذہب کا اظہار فرمایا ہے کہ امام ومقتدی دونوں کو سورۃ فاتحہ پڑھنا واجب ہے لیکن اس کے تحت جو حدیث حضرت سعد رضی اللہ عنہ کی بیان فرمائی ہے وہ ان کے

مذہب کی تائید نہیں کرتی۔اسی لئے شارحین فرماتے ہیں کہ امام بخاری رحمہ اللہ کی امامت حدیث مُسلّم لیکن فقاہت میں ان کا مرتبہ نہیں جیسے ان کا مرتبہ حدیث میں ہے۔قرأۃ فاتحہ خلف الامام کی بحث آئے گی۔یہاں حضرت سعد رضی اللہ عنہ کے بارے میں عرض کرنا ہے آپ کا تعارف ملاحظہ ہو۔

تعارف سعد بن ابی وقاص:۔آپ کا پورا نام حضرت سعد بن ابی وقاص رضی اللہ عنہ ہے۔کنیت ابو اسحاق ہے۔عشرہ مبشرہ سے ہیں۔حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے آپ کو ۱۴ھ میں فارس کی مہم میں امیر مقرر فرمایا۔آپ ۲۰ھ یا ۲۱ھ تک کوفہ کے امیر رہے۔اسی دوران آپ پر کوفہ کے ایک نالائق نے ایک الزام لگایا جس کا ذکر حدیث شریف میں ہے کہ کوفہ کے بازاروں میں ضعیف العمر بوڑھا ابوسعدہ جس کی دونوں بھنویں اس کی آنکھوں پر لٹکی ہوئی تھیں۔لیکن اس ذلت و کبرسنی کے باوجود وہ راہ چلتی جوان لڑکیوں کو چھیڑتا تھا۔جب کوئی اس سے حال دریافت کرتا تو جواب دیتا۔

''میں ایک بوڑھا شخص ہوں جو فتنوں میں مبتلا ہوں مجھ کو حضرت سعد بن ابی وقاص رضی اللہ عنہ کی بددعا لگ گئی ہے۔''

اصل واقعہ:۔ہوا یوں کہ کوفہ میں ایک ایسی جماعت پیدا ہوگئی تھی جو قصداً جنگ سے جی چُراتی تھی۔حضرت سعد رضی اللہ عنہ نے بارگاہ خلافت میں ان لوگوں کے بارے میں اطلاع دی تو جراح بن سنان اور اس کے چند ساتھی آپ کے شدید مخالف ہوگئے۔اور سیدنا حضرت فاروق اعظم رضی اللہ عنہ کے پاس مدینہ جاکر شکایت کی کہ حضرت سعد رضی اللہ تعالیٰ عنہ نماز اچھی طرح نہیں پڑھاتے۔خلیفۃ المومنین رضی اللہ عنہ کو عالی مرتبت سابقون الاولون اور عشرہ مبشرہ صحابی رسول کے متعلق شکایت کی لغویت پر یقین نہ تھا لیکن رفع حجت کے لئے حضرت محمد بن مسلمہ رضی اللہ عنہ کو تحقیق حال کے لئے بھیجا۔انہوں نے مساجد میں جاکر نمازیوں سے دریافت کیا سب نے اس شکایت کی نفی کی جو دربار خلافت میں کی گئی تھی۔لیکن ابوسعدہ نے تین شکایات پیش کیں۔(۱) حضرت سعد رضی اللہ تعالیٰ عنہ مال غنیمت برابر تقسیم نہیں کرتے۔(۲) لشکروں کے ساتھ جہاد میں نہیں جاتے اور (۳) مقدمات کے فیصلوں میں عدل نہیں کرتے۔حضرت سعد رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے سنا تو بارگاہ رب العزت میں دعا کی۔

''اے اللہ! اگر یہ شخص جھوٹا ہے تو اس کی عمر لمبی کردے۔اس کی محتاجی دراز ہو اور اسے فتنوں میں مبتلا کردے۔''

آپ مستجاب الدعوات تھے۔محبوب کبریا (ﷺ) نے حضرت سعد رضی اللہ عنہ کے متعلق فرمایا کہ اے اللہ جب وہ دعا کریں تو ان کی دعا کو قبول فرما۔

۱۰ھ میں جب حضور (ﷺ) نے حجۃ الوداع کا قصد فرمایا تو آپ ہمرکاب تھے۔مکہ مکرمہ جب پہنچے تو صاحبِ فراش ہوگئے۔زندگی کی امید باقی نہ رہی۔حضور (ﷺ) عیادت کے لئے تشریف لائے تو عالمِ گریہ میں عرض کی۔

''یارسول اللہ (ﷺ)! کیا مجھے اس زمین کی خاک نصیب ہوگی جسے اللہ اور اسکے رسول (ﷺ) کی محبّت میں ہمیشہ کے لئے خیر باد کہہ چکا ہوں؟''

حضور (ﷺ) نے اپنا دست مبارک آپ کے سینے پر رکھا تو ٹھنڈک پڑ گئی۔بعدازاں آپ (ﷺ) نے ارشاد فرمایا۔

''اے اللہ! سعد (رضی اللہ تعالیٰ عنہ) کو صحت عطا کر۔''

''اور یہ بھی فرمایا کہ تم اس وقت تک وصال نہیں پاؤ گے جب تک تم ایک قوم کو نقصان اور دوسری کو نفع نہ پہنچالو گے۔''

آپ کی کنیت ابواسحاق تھی۔والد کا نام مالک اور کنیت ابووقاص تھی۔آپ سعد بن مالک کی بجائے سعد بن ابی وقاص رضی اللہ عنہ کے نام سے مشہور ہوئے۔۵۹۳ عیسوی کے آخر میں آپ اس عالم رنگ و بو میں تشریف لائے۔رشتہ میں نبی مکرم (ﷺ) کے ماموں تھے۔قبول اسلام سے قبل کا واقعہ ہے کہ ایک رات آرام فرمارہے تھے۔کیا دیکھتے ہیں کہ ایک چاند روشن ہوا ہے اور آپ اسکے پیچھے چل پڑے ہیں اور سوچ رہے ہیں کہ دیکھیں اس چاند کی طرف مجھ سے کون سبقت لے جاتا ہے۔پھر حضرت زید بن حارث رضی اللہ عنہ، حضرت علی رضی اللہ تعالیٰ عنہ اور حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ کو دیکھتے ہیں اور پوچھتے ہیں ''آپ حضرات یہاں کب پہنچے۔'' تو وہ جواب دیتے ہیں ابھی۔اس سے چند دن بعد آپ (ﷺ) سے اجیاد کی گھاٹی میں نماز عصر کے بعد ملے۔اور حلقہ بگوش اسلام ہوگئے۔اس وقت آپ کی عمر سترہ برس تھی۔فرماتے ہیں کہ جن حضرات کو خواب میں دیکھا تھا ان کے علاوہ اور کوئی اسلام میں مجھ پر سبقت نہیں لے گیا تھا۔لیکن بعض مورخین کے مطابق چھ سات بزرگوں کو ان پر تقدم کا فخر حاصل تھا۔

قیام مکہ کے دوران جو شخص اسلام قبول کرتا تھا اس پر شدائد ومصائب کے دروازے کھل جاتے تھے۔آپ بھی اس سے مستثنیٰ نہیں تھے۔لیکن ہر تکلیف کو بڑی پامردی اوراستقلال سے برداشت کرتے۔ خدائے لم یزل کی عبادت و پرستش کے لئے مکہ کی سنسان وویران گھاٹیوں کی طرف نکل جاتے۔ایک دن چندایک صحابہ کے ہمراہ اپنے رب کی عبادت میں مشغول تھے کہ کفار کی ایک جماعت اس طرف آنکلی۔آپ اورآپ کے ساتھیوں کو دیکھ کراسلام کامذاق وتمسخراڑانے لگی۔ہر طرح کی تکلیف اوراذیت برداشت تھی مگر اسلام کی تضحیک برداشت نہ تھی۔خون جوش مارنے لگا قریب ہی اونٹ کی بوسی سی ہڈی پڑی تھی اٹھا کراس دریدہ دہن کے سر پر وہ ماری جس سے اس کا سر پھٹ گیا۔اورخون بہنے لگا۔یہ پہلا خون تھا جوآپ نے اسلام کے نام پر بہایا تھا۔

آپ کی والدہ حمنہ ابوسفیان بن امیہ کی بیٹی نے جب سنا کہ بیٹا سعد (رضی اللہ تعالیٰ عنہ) اپنے آبائی دین سے منحرف ہوگیا ہے تو بے حد کبیدہ خاطر ہوئی کھانا پینا ترک کردیا۔آپ اپنی والدہ کے بڑے فرمانبرداراوراطاعت شعار تھے۔سخت آزمائش کاوقت تھا۔مگرآپ کے پائے استقلال میں جنبش تک نہ آئی۔لاریب جب دل توحید کی لذت اورعشقِ رسول اللہ (ﷺ) سے لبریز ہوجاتا ہے تواس کے سامنے باقی سب کچھ ہیچ ہے ایک دن ماں نے کہا۔''سعد (رضی اللہ تعالیٰ عنہ)! اگرتم واپس اپنے دین پر نہ آئے تو بھوکی پیاسی جان دے دوں گی۔''

''ماں! اگرتمہاری ہزار جانیں ہوں اورایک ایک کرکے نکل جائیں تب بھی دینِ اسلام کو نہ چھوڑوں گا۔''

اللہ تبارک وتعالیٰ کوآپ کی یہ شانِ استقامت اس قدر پسندآئی کہ تمام مسلمانوں کے لیے معصیت الٰہی میں والدین کے عدم اطاعت کا قانونِ عام بنادیا گیا۔اورقرآن پاک میں نازل فرمادیا کہ

''اگر والدین تجھ کو میرے ساتھ شرک پر مجبور کریں تواس میں ان کی اطاعت نہ کرو۔''

جب مکی زندگی میں مشرکین وکفار نے مسلمانوں پر سختیوں کی انتہاء کردی تو ہجرت کا حکم دیا گیا۔حضرت سعد رضی اللہ تعالیٰ عنہ بھی مدینہ تشریف لے گئے اوراپنے بھائی عتبہ بن ابی وقاص کے ہاں فروکش ہوئے۔ہادی برحق (ﷺ) نے آپ اورحضرت مصعب بن عمیر رضی اللہ عنہ کے درمیان عقدمواخات کیا۔اورایک ٹکڑا

اراضی بھی عطا فرمایا۔ سریہ رابغ میں امیر عسکر حضرت عبیدہ بن الحارث رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی ماتحتی میں آپ نے اللہ کی راہ میں تیر چلایا جو اسلام میں سب سے پہلا تیر تھا۔ سید الشہداء حضرت حمزہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے سریہ میں بھی شرکت کی تھی۔ ذیقعدہ ۱ھ میں الخراد کی طرف آپ کا سریہ ہوا اس کے لئے سفید جھنڈا بنایا گیا جسے حضرت المقداد بن عمرو البہرانی رضی اللہ تعالیٰ عنہ اٹھائے ہوئے تھے۔ آپ کو بیس مجاہدین پر امیر العسکر بنایا گیا۔ حکم تھا کہ قریش کے قافلے کو روکا جائے۔ حضور اکرم (ﷺ) کا حکم تھا کہ الخراد سے آگے نہ جائیں یہ چھوٹا سا دستہ پیدل ہی روانہ ہوا۔ مجاہدین دن کے وقت کمین گاہوں میں چھپے رہتے اور رات کو سفر کرتے تھے۔ پانچویں دن منزل مقصود پر پہنچے۔ پتہ چلا کہ قریش کا قافلہ گذشتہ شب گزر گیا ہے۔ لہٰذا آپ جحفہ تک گشت لگا کر مدینہ منورہ واپس لوٹ آئے۔ سریہ نخلہ میں بھی آپ نے بحیثیت مجاہد شرکت کی۔ اور جب تک آپ واپس نہ آ گئے حضور اکرم (ﷺ) نے قیدیوں کی رہائی کے لئے فدیہ قبول نہ فرمایا۔ مختلف غزوات میں آپ نے شرکت کی۔ حق و باطل کے پہلے معرکہ بدر میں داد شجاعت اس طرح دی کہ پیادہ ہونے کے باوجود شہسواروں کی طرح دشمن سے نبرد آزما تھے۔ سید الانبیاء (ﷺ) کے حکم سے سر موانحراف پر جب اُحد کی فتح شکست میں بدل گئی تو اس وقت حضرت سعد رضی اللہ تعالیٰ عنہ ثابت قدم رہے۔ حضور (ﷺ) ارشاد فرما رہے تھے۔

"اے سعد (رضی اللہ تعالیٰ عنہ)! تیر چلاؤ میرے ماں باپ تم پر فدا ہوں۔"

یہ الفاظ آپ (ﷺ) نے کسی اور صحابی کے لئے ارشاد نہیں فرمائے۔ آپ (ﷺ) حضرت سعد رضی اللہ تعالیٰ عنہ کو تیر پکڑا رہے تھے۔ اور وہ تاک تاک کر دشمن کو نشانہ بنا رہے تھے۔ ایک مشرک بڑھ چڑھ کر حملہ کر رہا تھا۔ حضرت سعد رضی اللہ تعالیٰ عنہ کا ترکش تیروں سے خالی ہو چکا تھا۔ اس مشرک کو نشانہ بنانے کا حکم ہوا تعمیل ارشاد میں آپ نے بغیر پھل کے ایک تیر اس طرح چلایا کہ وہ اس مشرک کی پیشانی پر لگا اور عالم سراسیمگی میں زمین پر گر پڑا۔ حضور (ﷺ) حضرت سعد رضی اللہ عنہ کی تیر اندازی اور کافر کی بدحواسی پر اس طرح ہنسے کہ دندان مبارک نظر آنے لگے۔ آپ خود فرماتے ہیں کہ بسا اوقات غزوات میں کھانے کے لئے کچھ نہ ہوتا تھا۔ انگور اور ببول کے پتوں پر گزارہ کرنا پڑتا تھا۔ لیکن ایمان اور اسلام کی خاطر یہ شدائد بھی راحت محسوس ہوتے تھے۔ آپ نے فتح مکہ اور بہت سے غزوات میں حصہ لیا اور اپنی تیغ آبدار

کے جوہر دکھائے۔

ایک مرتبہ صاحب کوثر (ﷺ) کسی غزوہ سے تشریف لا رہے تھے بوقت شب ایک جگہ قیام فرمایا۔اس جگہ غنیم کے حملے کا خطرہ موجود تھا۔کافی دیر سے جاگ بھی رہے تھے کہ اپنی زبان مبارک سے ارشاد فرمایا۔

''کیا اچھا ہوتا اگر میرے اصحاب میں سے آج رات کو کوئی پہرہ دیتا۔''

حضرت صدیقہ کائنات رضی اللہ تعالیٰ عنہا فرماتی ہیں کہ ابھی فقرہ مبارک مکمل نہیں ہوا تھا کہ اسلحہ کی جھنکار سنی۔سرورکونین (ﷺ) نے پوچھا۔

''کون ہے؟''

آنے والے نے عرض کی۔

''سعد بن ابی وقاص (رضی اللہ تعالیٰ عنہ)۔''

''فرمایا۔تم کیسے آئے؟''

عرض کی۔

''یارسول اللہ (ﷺ)!ازخود خیال آیا کہ آج آپ (ﷺ) کی حفاظت کرنا چاہیے لہٰذا اس فرض کو ادا کرنے کے لیے حاضر خدمت ہو گیا ہوں۔''

آپ (ﷺ) نے سماعت فرمایا تو اپنے اس محب وجاں نثار سے بے حد خوش ہوئے اور دعا دی۔

جب حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ تعالیٰ عنہ خلیفۃ الرسول بنے تو حضرت سعد رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے فوراً بیعت کر لی۔آپ کو ہوازن کا عامل مقرر کر دیا گیا۔حضرت عمر فاروق رضی اللہ تعالیٰ عنہ جب خلیفۃ المومنین ہوئے تو اولین ساعت میں عراق کی مہم کی طرف توجہ فرمائی۔جادو بیان خطیبوں کو مختلف قبائل میں بھیج بھیج کر جنگ پر ابھارا تو ماہر حرب وضرب اور شیر دل بہادروں کا طوفان اُمڈ پڑا۔حضرت سعد بن ابی وقاص رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے بھی ایک ہزار آدمی بھیجے جو تیغ وتفنگ کے ماہر تھے۔لشکر اسلام کی قیادت وامارت کے سوال پر بہت سے نام سامنے آئے۔حضرت عبدالرحمٰن بن عوف رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے جب حضرت سعد رضی اللہ تعالیٰ عنہ کا نام تجویز کیا تو سب نے یک زبان اس کی تائید کی۔آپ کی بہادری وشجاعت مسلمہ

تھی۔اور پھر چرخ نیلی فام نے دیکھا کہ آپ کی جنگی تدبیر، اُولوالعزمی، نائبین کے انتخاب میں مردم شناسی ،جرأت وبیباکی کے جوہر اس طرح کھل کر سامنے آئے کہ غیروں کو بھی آپ کی تعریف وتوصیف میں منہ کھولنا پڑا۔

قادسیہ کے مقام پر مورچے جمانے کے بعد آپ نے سرداران قبائل میں سے چودہ اشخاص منتخب فرما کر مدائن بھیجے تاکہ اسلام یا جزیہ قبول کرنے کی دعوت دیں۔شاہ ایران کے ساتھ یہ سفارت ناکام ہوئی تو جنگ کی تیاریاں شروع ہوگئیں۔آپ نے ہر طرف جاسوس پھیلا دیئے تاکہ دشمن فوج کی نقل وحرکت کی اطلاع ملتی رہے۔عجمی سپہ سالار جوان دنوں ساباط میں مقیم تھا، اپنی فوج کے ساتھ قادسیہ آ گیا۔ایک رات حضرت سعد رضی اللہ تعالیٰ عنہ بذات خود دشمن کی فوج میں چلے گئے۔ایک جگہ خوبصورت گھوڑا دیکھا تو اسے اپنے گھوڑے کے ساتھ باندھ کر لے آئے۔دشمن کو پتہ چلا تو آپ لڑتے بھڑتے ایک شخص کو قیدی بنا کر لے آئے۔اس نے اسلام قبول کرلیا اور بہت سے جنگی راز افشا کئے۔رستم جس کی قوت پر ایرانی نازاں تھے جنگ سے جی چراتا پھرتا تھا۔اس نے صلح کی کوشش کی اس کی خواہش پر حضرت سعد رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے متعدد سفارتیں روانہ کیں مگر کامیابی نہ ہوئی چنانچہ دوسرے روز رستم درمیان کی نہر کو عبور کر کے صف آرا ہو گیا فدایانِ اسلام کا جذبہ جہاد دیدنی تھا۔اتفاق سے حضرت سعد رضی اللہ تعالیٰ عنہ عرق النساء کے مرض میں مبتلا ہوگئے۔لہٰذا میدان جنگ کے قریب جو قصر تھا اس کے بالا خانے پر رونق افروز ہوئے اور فوج کو لڑاتے رہے۔جو حکم دینا ہوتا تو کاغذ پر لکھ کر اس کی گولی بناتے اور خالد ابن عرطفہ کی طرف پھینک دیتے جسے آپ نے اپنا قائم مقام مقرر کیا تھا۔ایرانی ہاتھیوں کے ریلے کے مقابلے کے لئے آپ نے جس تدبیر سے جنگ لڑائی تاریخ کے اوراق اس پر گواہ ہیں۔دوسرے دن شام کی امدادی افواج بھی آ گئیں تو مجاہدین اسلام اور شیر ہوگئے۔مسلمان اس عزم وحوصلہ اور ثبات واستقلال سے لڑے کہ رستم کو راہ فرار اختیار کرنی پڑی۔مگر ایک مسلمان سپاہی حضرت ہلال رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے اس کا کام تمام کر دیا۔مدائن پایہ تخت عراق کے درمیان دجلہ حائل تھا۔ایرانیوں نے مسلمانوں کے خوف سے پل توڑ دیئے لیکن حضرت سعد رضی اللہ عنہ جیسے جری اور اللہ کے سپاہی کے سامنے کوئی چیز حائل نہیں ہوسکتی تھی۔آپ نے اللہ کا نام لے کر گھوڑا دریا میں ڈال دیا تو ساری فوج نے گھوڑے دریا میں ڈال دیئے۔ایرانیوں نے مسلمانوں کا یہ جوش وخروش دیکھا تو

''دیوان آمدند'' کہتے ہوئے بھاگے۔فوج کے سپہ سالار حرزاد نے مسلمانوں کے دریا سے نکلتے وقت مزاحمت کی ۔لیکن اسے واصل جہنم کردیا گیا۔جب آپ مدائن میں داخل ہوئے تو ہر طرف سناٹا محیط تھا۔عجب عبرت کا مقام تھا۔جلولہ اور تکریب فتح کرنے کے بعد دربار خلافت میں مزید پیش قدمی کے لئے لکھ بھیجا تو حکم آیا۔''آگے بڑھنے کی ضرورت نہیں ۔مفتوحہ علاقوں کے نظم ونسق پر توجہ دو۔'' آپ اس ذمہ داری سے بڑی خوبی وحسن کے ساتھ عہدہ برآ ہوئے۔مدائن کی آب وہوا کی ناموزونیت کے بارے میں حضرت عمر فاروق رضی اللہ تعالیٰ عنہ کولکھا تو حکم آیا کہ عرب کی سرحد میں کوئی مناسب مقام تلاش کرواورنیا شہر آباد کرو۔چنانچہ آپ نے کوفہ کی بنیاد رکھی اور متفرق انتظامات کیے۔گردونواح میں رونما ہونے والے واقعات پر آپ کی کڑی نظر رہتی تھی اور دشمنان اسلام کی ایک ایک حرکت سے باخبر تھے۔لہٰذا جب بھی وہ کوئی اقدام کرنے لگتے تو حضرت سعد رضی اللہ تعالیٰ عنہ فوراً اس کی روک تھام کرتے۔کوفہ وہ ہی شہر تھا جہاں بوڑھے ابوسعدہ نے آپ پر الزام تراشے تھے۔اگرچہ وہ الزامات بے بنیاد اورلغو تھے۔لیکن حضرت عمر فاروق رضی اللہ عنہ نے مناسب نہ سمجھا کہ آپ کو اس عہدے پر برقرار رکھا جائے تاکہ کوئی شخص اس عالی مرتبت اورعشرہ مبشرہ صحابی کی شان میں گستاخی کا مرتکب نہ ہو۔اوردوسری وجہ یہ تھی کہ ایک جماعت مخالفت پر آمادہ ہوگئی تھی ۔لہٰذا آپ کو سبکدوش کردیا گیا اورمدینے بلالیا۔۲۲ھ میں جب حضرت عمر فاروق رضی اللہ عنہ پر قاتلانہ حملہ ہوا جس سے آپ کی شہادت واقع ہوئی تو شہادت سے قبل خلیفہ کی نامزدگی کے لئے جو چھ افراد منتخب کیے گئے تھے ان میں سے ایک حضرت سعد بن ابی وقاص رضی اللہ تعالیٰ عنہ بھی تھے۔

جب حضرت عثمان غنی ذوالنورین رضی اللہ تعالیٰ عنہ خلیفۃ المومنین منتخب ہوئے تو آپ نے حضرت سعد رضی اللہ تعالیٰ عنہ کو دوبارہ کوفہ کا والی مقرر کردیا۔لیکن تین سال بعد حضرت عبداللہ بن مسعود رضی اللہ تعالیٰ عنہ مہتمم بیت المال سے اختلاف ہوا تو پھر معزول کردیے گئے چنانچہ آپ نے گوشہ نشینی اختیار کرلی۔ خلیفہ ثالث کے آخری ایام میں جب فتنہ وفساد برپا تھا تو آپ اس سے لاتعلق رہے۔لیکن جب کاشانہ خلافت کا باغیوں نے محاصرہ کیا تو آپ نے ان کو سمجھانے کی کوشش کی مگرناکام رہے۔

حضرت عثمان غنی رضی اللہ عنہ کی شہادت عظمیٰ کے بعد آپ نے حضرت علی رضی اللہ عنہ کے ہاتھ پر بیعت کرلی۔لیکن معاملات ملکی سے کنارہ کش رہے۔حضرت علی رضی اللہ تعالیٰ عنہ جب طلحہ وزبیر رضی اللہ

تعالیٰ عنہم کے مقابلے کے لئے نکلے تو لوگوں نے آپ کو بھی ساتھ چلنے کے لئے کہا تو بولے۔

''مجھے ایسی تلوار لا دو جو مسلم و کافر میں تمیز کر سکے۔''

جب حضرت علی رضی اللہ تعالیٰ عنہ اور حضرت معاویہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے درمیان تنازعہ کا فیصلہ کرنے کے لئے پنچایت مقرر ہوئی تو آپ بہت خوش ہوئے کہ اب خانہ جنگی اور خونریزی کا خاتمہ ہو جائے گا۔ فیصلہ سننے کے لئے دومتہ الجندل تشریف لائے۔ جب نتیجہ بے اثر نکلا تو پھر عزلت کدہ تشریف لے گئے اور تمام جھگڑوں سے ہمیشہ کے لئے کنارہ کش ہو گئے۔

آپ بلند قامت فربہ اندام بڑے سر اور موٹی و مضبوط انگلیوں کے مالک تھے۔ خز کا لباس زیب تن فرماتے تھے۔ کنکریوں پر اللہ تعالیٰ کی تسبیح پڑھا کرتے تھے۔ خشیت الٰہی، حُبِ رسول (ﷺ) زہد و تقویٰ اور بے نیازی و خاکساری آپ کے اوصاف حمیدہ تھے۔ آخر شب میں مسجد نبوی میں جا کر رب العزت کی عبادت کیا کرتے تھے۔ طبیعت رہبانیت کی طرف مائل تھی۔ فرمایا کرتے تھے۔ ''یہ حضور اکرم (ﷺ) کو ناپسند ہے ورنہ اختیار کر لیتا۔'' اتباع سنت کی کامل پیروی کو اپنی سب سے بڑی سعادت خیال کرتے تھے۔ حضرت عتبہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ جو آپ کے حقیقی بھائی تھے بحالت کفر جنگ احد میں انہوں نے رسول اللہ (ﷺ) کا روئے مبارک زخمی کر دیا تھا۔ حضرت سعد رضی اللہ عنہ فرمایا کرتے تھے۔

''واللہ! میں عتبہ سے زیادہ کسی شخص کے خون کا پیاسا نہیں ہوا۔''

یہ فقرہ حضور اکرم (ﷺ) سے عشق کا منہ بولتا ثبوت ہے۔ بے حد متواضع اور صفت خاکساری سے متصف تھے۔ سپہ سالاری اور امارت کوفہ سے سبکدوشی کے بعد اونٹ اور بکریاں چرانے میں عار محسوس نہ کرتے تھے۔ حدیث بیان کرنے میں بے حد محتاط تھے۔ مدینہ منورہ سے دس میل دور مقامِ عقیق پر آپ نے رہائش اختیار کی اور غیر آباد زمین خرید کر اس پر کھیتی باڑی کا کام شروع کر دیا تھا۔

۵۰ھ میں جب آپ کی عمر ستر برس کی تھی تو پیغام وصل آ گیا۔ اس وقت آپ کا سر آپ کے بیٹے مصعب کے آغوش میں تھا۔ بیٹے کی آنکھ میں آنسو دیکھ کر رونے کی وجہ پوچھی تو بولا۔

''آپ کی وفات پر آنسو اس لئے کہ میں آپ کا بدل نہیں دیکھتا۔'' تو ارشاد فرمایا۔

''میرے اوپر نہ رو اللہ تعالیٰ مجھے عذاب نہ دے گا۔ میں اہل جنت میں سے ہوں۔ اللہ تعالیٰ ان

نیکیوں کی جزادیتا ہے جوانہوں نے اللہ تعالیٰ کے لئے کیں۔ ہر عمل کرنے والے کو اس شخص سے اپنے عمل کا اجر مانگنا چاہئے جس کے لئے اس نے عمل کیا۔"

وصال کے بعد آپ کی میت مدینہ منورہ لائی گئی۔ مروان بن الحکم جوان دنوں والی مدینہ تھا نے نماز جنازہ پڑھی۔ اور پھر بڑے تزک واحتشام کے ساتھ بقیع میں دفن کر دیے گئے۔

آپ نے مختلف الاوقات میں کئی شادیاں کیں جن میں سترہ فرزند اور سترہ لڑکیاں پیدا ہوئیں۔

آپ کی زندگی سے یہ سبق ملتا ہے کہ کسی کو اسلام اور شعار اسلام کا مذاق و تمسخر اڑانے کی اجازت نہیں دینی چاہئے۔ فتنوں سے محفوظ و مامون رہنے کے لئے اللہ تعالیٰ سے دعا مانگنی چاہئے۔ اگر کسی بڑے عہدے دار کی مخالفت شروع ہو جائے تو اسے ہٹا دینا چاہئے تا کہ فضا پُر امن رہے۔ اور مخلوق اللہ کا امن و سکون برباد نہ ہو۔ ہمیں ہر عمل اللہ کی رضا کے لئے کرنا چاہئے اور انسانوں کی خوشنودی کے لئے اللہ اور اس کے رسول (ﷺ) کی مخالفت میں عمل کرنے سے گریزاں رہنا چاہئے۔

آپ آخری عمر میں نابینا ہو گئے تھے عرض کی گئی کہ آپ مستجاب الدعوات ہیں دعا فرمایئے آپ کو بینائی مل جائے۔ آپ نے فرمایا اللہ تعالیٰ سے شرم آتی ہے۔ اس سے معلوم ہوا کہ اختیار کے باوجود اظہار عجز کا ہوا کرتا ہے جو لوگ انبیاء اولیاء پر عدم اختیار کا الزام لگاتے ہیں وہ حقیقت حال سے بے خبر ہیں۔

فائدہ: ۔حضور نبی پاک (ﷺ) کی دعا سے حضرت سعد رضی اللہ عنہ مستجاب الدعوات ہوئے کہ آپ کی ہر دعاء قبول ہوتی لیکن افسوس ہے اس برادری پر جو بلاسوچے سمجھے یا عمداً کہہ دیتے ہیں کہ اللہ کی مرضی نبی علیہ السلام کی دعا قبول کرے یا رد کر دے حالانکہ اللہ نے تو رسول اکرم (ﷺ) کی سفارش سے حضرت سعد کو مستجاب الدعوات بنایا پھر یہ کیسے ہو سکتا ہے کہ وہ اپنے محبوب (ﷺ) کی کسی دعاء کو رد کر دے۔ اس کی تفصیل کے لئے دیکھئے فقیر کا رسالہ "حضور کی ہر دعاء مستجاب"۔

(۲) عَنْ عُبَادَةَ بْنِ الصَّامِتِ اَنَّ رَسُوْلَ اللّٰہِ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ قَالَ لَاصَلٰوۃَ لِمَنْ لَّمْ یَقْرَأْ بِفَاتِحَۃِ الْکِتَابِ.

عبادہ بن صامت رضی اللہ عنہ سے کہ رسول اللہ (ﷺ) نے فرمایا جو سورۂ فاتحہ نہ پڑھے اس کی نماز نہیں ہوتی۔

شرح: ۔اس حدیث سے اور اس طرح کی متعدد احادیث سے غیر مقلدین امام شافعی رحمہ اللہ تعالیٰ علیہ کی تقلید میں ثابت کرتے ہیں کہ مقتدی کو امام کے پیچھے فاتحہ شریف پڑھنا واجب ہے۔ اس مسئلہ میں فقیر کا

رسالہ مطبوعہ ہے۔"ترک قرأة خلف الامام"۔

اصل مسئلہ یوں ہے کہ تنہا نماز پڑھنے والے پر فاتحہ کا پڑھنا واجب ہے خواہ وہ نماز فرض ہو یا نفل۔ سری ہو یا جہری۔اس میں کسی کو اختلاف نہیں، جہاں مطلق روایات آئے گی وہاں یہی مراد ہوگا۔اختلاف اسمیں ہے کہ امام ومقتدی کے لئے کیا حکم ہے۔شوافع امام ومقتدی دونوں کے لئے واجب قرار دیتے ہیں ان کا استدلال مطلق روایات سے ہے جس کا اجمالی رد فقیر نے عرض کردیا ہے۔احناف کے نزدیک امام کے پیچھے مقتدی پر کسی قسم کی قرأة واجب نہیں،اس کے متعلق دلائل عرض کروں گا۔شوافع مع غیر مقلدین کی روایات مؤول ہیں ان کے جوابات بھی عرض کروں گا(انشاءاللہ)

دلائلِ احناف:۔فاتحہ خلف الامام کے تارک صرف احناف ہی نہیں بلکہ جمہور صحابہ کرام اور تابعین واتباع تابعین نیز اکثر سلف وخلف جو کہ اس محقق نظریہ پر نصِ قرآنی اور بے شمار احادیث صحیحہ پیش کرتے ہیں۔ محدثین میں امام بیہقی رحمتہ اللہ علیہ نے اس مسئلہ پر ایک مستقل کتاب "کتاب القرأت" لکھی ہے۔

صحابہ کرام:۔(۱)عبداللہ بن عمر (۲)جابر بن عبداللہ (۳)زید بن ثابت (۴)عبداللہ بن مسعود(۵)ابودرداء(۶)عبداللہ بن عباس رضی اللہ عنہم وغیرہم فاتحہ خلف الامام کے قائل وعامل نہ تھے امام احمد بن حنبل رحمتہ اللہ علیہ بھی جہری نمازوں میں فاتحہ خلف الامام کے قائل نہ تھے۔"(تنوع العبادات صفحہ ۸۶۔ومغنی ابن قدامہ جلد ۱ صفحہ ۲۰۶)۔نیز ابوہریرہ رضی اللہ عنہ اور سیدہ عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا بھی جہری نمازوں میں فاتحہ خلف الامام کے قائل وعامل نہ تھے۔

نوٹ:۔غیر مقلدو!ان صحابہ کرام اور سلف وخلف کے بارے میں کیا کہو گے۔

ان کے حوالاجات مندرجہ ذیل ہیں۔

(موطا امام مالک صفحہ ۲۶،تفسیر کبیر ج ۱ صفحہ ۱،معالم التنزیل صفحہ ۲۴،فتح الملہم ج ۲ صفحہ ۲۷)۔

﴿قرآنی آیات سے استدلال﴾

(۱) واذا قرئ القرآن فاستمعو اله و انصتو العلكم ترحمون.

ترجمہ:۔اور جب قرآن پڑھا جائے تو کان دھر کرسنو اور خاموش رہو تا کہ تم رحمت کے مستحق ہو سکو۔

غیر مقلدین کے امام: حافظ ابن تیمیہ(۲)وامام بیہقی فرماتے ہیں وقد استفاض عن السلف

انھا نزلت فی القراء ۃ فی الصلوٰۃ (۳) مغنی ابن قدامہ میں ہے۔ذکرا احمد بن حنبل الاجماع علے انھا نزلت فی الصلوٰۃ (۴) ابن مردویہ نے عبداللہ بن مغفل سے نقل کیا ہے۔انما نزلت ھذہ الایۃ فی القراء ۃ خلف الامام ۔(۵) ابن جریر طبری نے بہت سندوں سے یہ بات ثابت کی ہے۔

ثابت ہوا:۔ابن تیمیہ۔امام بیہقی ۔امام احمد،ابن قدامہ،ابن جریر کا متفقہ فیصلہ ہے کہ سلف صالحین سے یہ بات متواتر طور پر ثابت ہے کہ یہ آیت (واذاقریٔ القرآن) قرآۃ خلف الامام کے بارے میں نازل ہوئی ہے (۶) نسائی میں زیر تاویل اسی آیت کے ابو ہریرہ سے مرفوعاً روایت ہے واذاقرا ء فانصتوا ۔یعنی حضور پُر نور (ﷺ) نے فرمایا کہ جب امام قرأۃ شروع کرے تو تم چپ ہو جاؤ۔گویا امام نسائی کے نزدیک بھی یہی امر محقق ہے کہ بوقت قراء ۃ مقتدی کچھ نہ پڑھے۔اور یہ کہ اس آیت کا نزول بھی ایسے واقعہ میں ہوا کہ صحابہ کرام جماعت کے اندر حضور علیہ السلام کے پیچھے پڑھا کرتے تھے۔چونکہ یہ امر خلاف مرضی خداوندی تھا پس قرآن کے ذریعہ منع فرمایا گیا کہ امام اسی واسطے بنایا جاتا ہے کہ تم امام کی قرأۃ خاموش ہو کر سنو کیونکہ صرف ایک قرأۃ ہی ہے جو مخصوص بالامام ہے اگر اس میں مقتدی خاموشی اختیار نہ کرے تو غرض اور حکمتِ شرعیہ بالکل فوت ہو جاتی ہے۔اور نماز انفرادی اور جماعت میں کچھ فرق نہیں رہتا کیونکہ باقی تمام ارکان میں بلکہ واجبات اور سنن اور مستحبات میں امام اور مقتدی برابر ہیں۔صرف قرأت میں امتیاز رکھا گیا ہے جیسا کہ حدیث شریف میں حضور علیہ السلام کے پیچھے کسی نے کچھ پڑھا تو آپ نے اسے مخالجہ سے تعبیر فرمایا۔اور یہ ظاہر ہے کہ منازعہ اور جھگڑا اسی صورت میں ہے جب امام کا حق مقتدی چھینے۔اس حدیث کے متعلق ابواب حدیث میں عرض کروں گا۔

سوال:۔قرآن میں دوبار کا حکم کیوں ہے یافاستمعوا وانصتوا ؟

جواب:۔حافظ ابن حجر عسقلانی نے استماع اور انصات میں عموم وخصوص من وجہ ثابت کیا ہے چونکہ آیت میں دونوں جمع ہیں تو محض انصات یا صرف استماع کافی نہیں بلکہ استماع مع الانصات ہو قرأۃ سنے یا نہ چنانچہ کنز العمال میں بروایت عبدالرزاق زید بن اسلم سے مرسلاً اور عثمان بن عفان سے موقوفاً وارد ہے۔اقیموا الصفوف وحاذوا با المناکب وانصتو افان اجر المنصت الذی لایسمع

کاجر المنصت الذی یسمع ترجمہ:۔صفیں قائم کرو مونڈھے ملاؤ اور چپ رہو اس لئے وہ صامت جو نہیں سنتا اس صامت سے بہتر ہے جو سن رہا ہے۔

فائدہ: اس حدیث سے معلوم ہوا کہ قرأۃ مقتدی کو شنوائی دے یا نہ بہرحال انصات ضروری ہے اور اجر بھی خاموش مقتدی کا جو قرأۃ امام نہیں سن رہا بوجہ دوری کے امام سے برابر ہے۔اس مقتدی کے جو بحالتِ اِنصات (خاموشی) قرأۃ امام سن رہا ہے۔ یہ حدیث اپنے مضمون کے اعتبار سے سری نماز کو بھی شامل ہے کیونکہ ظہر اور عصر کی نماز میں مقتدی کے حق میں صادق آتا ہے کہ منصت غیر سامع ہے اور باوجود خاموشی کے کچھ سن نہیں رہا کیونکہ نماز سری میں امام قرأۃ آواز سے نہیں پڑھتا تاکہ مقتدی سن سکے۔

فائدہ علمیہ:۔ یہاں تین صورتوں کا احتمال ہے (۱) مادہ اجتماعی یعنی انصات مع الاستماع جیسے جہری نماز میں کہ جہاں مقتدی امام کی آواز سن سکے۔(۲) مادہ افتراقی واستماع بغیر انصات کے جیسے جہری نماز میں جہاں مقتدی امام کی قرأۃ سن رہا ہو مگر اپنی طرف سے کچھ پڑھ بھی رہا ہو۔(۳) مادہ افتراقی انصات بغیر استماع کے جیسے سری نماز یا جہری مگر بوجہ دوری کے آواز شنوائی نہ دے۔اس سے ثابت ہوا کہ وانصتوا ایک صورت کو شامل ہے اسی لئے استماع کو ملایا گیا تاکہ تمام صورتیں حکم میں شامل ہوں۔

احناف کی توثیق:۔ قرآن مجید کی فصاحت وبلاغت کا تقاضا یونہی ہے کہ ایک جملہ میں دو لفظ مترادف المعنی نہ آئیں اگر آ جائیں تو اس میں کوئی حکمت مضمر ہوتی ہے۔ورنہ قرآن مجید پر غیر فصاحت کا نقص وعیب لازم آئے گا اور وہ کسی کو گوارہ نہیں اسی لئے لازماً ماننا پڑا کہ یہاں واستمعوا کے بعد انصتوا لانے میں مذکورہ بالا تینوں صورتوں کی شمولیت مراد ہے۔

صحابہ کرام کا معمول:۔ جس طرح قرآن مجید کو صحابہ کرام نے سمجھا ہمیں کروڑواں حصہ بھی نصیب نہیں پھر وہ رسول اللہ (ﷺ) کے ہمنشیں تھے اسی لئے ان کا عمل زیادہ قابل قدر ہے ان کا معمول ملاحظہ ہو۔

(۱) حضرت عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ نے نماز پڑھی اور چند لوگوں کو امام کے ساتھ قرأت کرتے سنا جب آپ نماز سے فارغ ہوئے تو فرمایا کہ وہ وقت ابھی نہیں آیا کہ تم عقل وفہم سے کام لو۔جب قرآن کریم کی قرأت ہوتی ہو تو تم اس کی طرف توجہ کرو اور خاموش رہو۔جیسا کہ اللہ تعالیٰ نے تمہیں حکم دیا ہے۔

(ابن جریر ج۹ صفحہ ۱۰۳)

(۲) حضرت عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ امام کے پیچھے خاموشی اختیار کرو۔ جیسا کہ تمہیں حکم دیا گیا ہے کیونکہ خود پڑھنے کی وجہ سے امام کی قرأۃ سننے سے آدمی رہ جاتا ہے اور امام کا پڑھنا ہی تمہیں کافی ہے۔ (کتاب القرأۃ صفحہ ۸۹)

حضور نبی پاک (ﷺ) کی نمازوں کے متعلق خلفاء راشدین (رضی اللہ عنہم) کے بعد جتنا حضرت عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ کو مہارت تھی وہ کسی دیگر صحابی کو حاصل نہ تھی۔ اسی لئے ان کا قول قابل اعتبار ہوگا۔ چنانچہ ضابطہ محدثین بالخصوص امام بخاری رحمتہ اللہ علیہ سے سنئے۔

قاعدہ علم الحدیث:۔ امام بخاری و مسلم صحابی کی تفسیر کو مسند و مرفوع کا حکم دیتے ہیں (متدرک ج ا صفحہ ۱۲۳) اور یہی امام حاکم کی تحقیق معرفت علوم الحدیث صفحہ ۲۰ یہی نواب صدیق حسن خانصاحب نے بھی لکھا ہے۔ "الجنة فی الاسوة الحسنة بالسنة (صفحہ ۹۶)۔"

سوال:۔ یہ آیت مکی ہے اور جماعت کا حکم مدینہ میں ہوا۔

جواب:۔ (۱) امام نووی لکھتے ہیں کہ جماعت کے ساتھ نماز ابتدائے نبوت سے شروع تھی، (شرح مسلم)۔

(۲) حافظ ابن حجر لکھتے ہیں کہ نماز باجماعت کا حکم ابتدائے اسلام سے شروع تھا۔ (فتح الباری ج ۳ صفحہ ۶۰۔ مسلم ج ۲ صفحہ ۲۔ متدرک ج ۳ صفحہ ۵۹۲) جب ابوذر غفاری رضی اللہ عنہ مسلمان ہو کر اپنی قوم کے پاس گئے تو حضرت ایماً بن رحضہ ان کو جماعت سے نماز پڑھاتے تھے حالانکہ حضرت ابوذر رضی اللہ عنہ سے قبل حضرت ابوبکر و بلال رضی اللہ عنہما مسلمان ہو چکے تھے۔

(متدرک ج ۳ صفحہ ۱۴۳ بسند صحیح تذکرہ ج ا صفحہ ۱۷، واکمال ۵۹۴)

حضرت سعید بن مسیب بھی آیت واذاقرأ لقرآن الخ کا شان نزول نماز ہی بیان کرتے ہیں۔ ان تمام دلائل سے ثابت ہوا کہ آیت مذکورہ مدنیہ ہے اور نماز ہی کے لئے حکم ہے کہ نماز میں قرأۃ پڑھی جارہی ہے تو خاموشی سے سنو۔ پھر حکم عمومی طور پر عام ہوا خواہ نماز میں ہو یا غیر نماز میں قرأۃ جہری ہو یا سری۔

آیت ۲: فاذاقرأنا فاتبع قرآنہ۔ پس جب ہم پڑھیں تو ہمارے پڑھنے کی اتباع کر۔

﴿بخاری و مسلم سے استدلال﴾

(۱) بخاری شریف میں ہے فاذاانزلنا ہ فاستمع۔

(۲)مسلم شریف میں ہے فاستمع و انصت ۔ شیخین کی تفسیر سے معلوم ہوا کہ جب قرآن پڑھا جائے تو اتباع قرآن استماع اور انصات سے ہے۔

قاعدہ:۔ یہ تو ہر عاقل جانتا ہے کہ تابع کا اتباع اپنے متبوع کے ساتھ شرکت فعل سے ہی ہوتا ہے اس ضابطہ کے مطابق لازم آیا کہ جب جبریل علیہ السلام قرآن پڑھیں تو حضور علیہ السلام بھی اتباع جبریل علیہ السلام کر کے ساتھ ساتھ پڑھنا شروع کر دیں لیکن اس سے منع کیا گیا۔ کما قال تعالیٰ لاتحرک به لسانک یعنی اے میرے نبی جبریل کے ساتھ ساتھ قرآن پڑھنا نہیں چاہئے۔ بلکہ جب جبریل وحی ختم کریں تو پھر پڑھو ساتھ ساتھ نہ پڑھو کیونکہ یہ استماع کے خلاف ہے اور قرآنی عظمت اور جلال بھی نہیں رہتا۔ بلکہ پوری توجہ کے ساتھ بحالت انصات سننا لازم ہے اور یہی شاہی فرمان کو مناسب ہے اور استماع اور تحرک لسان گو سننے کو مزاحم نہ ہو لیکن ادب خداوندی کے خلاف ضرور ہے۔ معلوم ہوا کہ قرآن کا اتباع عقلی ضابطہ کے خلاف ہے۔

تائید از دیگر صحاح ستہ:۔ اتباع مقتدی بحق قراءۃ بلفظ انصات احادیث میں ہے ۔(۱) نسائی ۔(۲) ابوداؤد۔ (۳) ابن ماجہ۔ (۴) طحاوی میں بروایت ابی ہریرہ مرفوعاً موجود ہے۔ انما جعل الامام لیؤتم به فاذا کبر فکبر و واذاقرفانصتوا ۔

ترجمہ:۔ امام اسی لئے بنایا گیا کہ اس کی پیروی کی جائے پس جب وہ اللہ اکبر کہے تو تم بھی اللہ اکبر کہو۔ اور جب وہ قراءۃ شروع کرے تو تم چپ چاپ ہو جاؤ۔

فائدہ: ۔ ثابت ہوا کہ قراءۃ کے بارے میں خاموشی اتباع ہے۔ باقی سب افعال میں شرکت سے اتباع ہوگی اور قرآن کی اتباع استماع مع الانصات ہے۔

خلاصہ یہ کہ قرآن کریم کی یہ دو آیتیں اس کی تردید کر رہی ہیں کہ قرأۃ خلف الامام ناجائز ہے۔ لیکن غیر مقلدین مدعی ہیں کہ ہم حدیث کو مانتے ہیں پس قرآن مجید کے مضامین بھی وہی آیات ان کی سمجھ میں آتے ہیں جو احادیث سے مفسر ہوں۔ اسی لئے اب ہم احادیث صحیحہ سے ثابت کرتے ہیں کہ امام کے پیچھے مقتدی خاموش رہے اس پر نہ قرأۃ واجب ہے اور نہ فاتحہ۔

احناف کی احادیث مبارکہ

(۱) عن انس قال قال رسول اللہ (ﷺ) ثلاثا اتقرؤن والامام یقرأ فقالو انا لنفعل فقال

لاتفعلوا .(احکام القرآن للطحاوی ۔الجواہر النقی) یعنی حضور علیہ السلام نے تین دفعہ نہایت تاکید کے ساتھ منع فرمایا کہ جب امام پڑھ رہا ہو۔تم نہ پڑھا کرو۔

(۲)عن ابوموسیٰ اشعری .ثم لیؤمکم احدکم فاذاکبر فکبر واواذا قرء فانصتو اواذاقال غیر المغضوب علیھم والاالضآلین .فقولو ا .آمین .(مسلم ج ا صفحہ ۱۷۴ ،ابوداؤد ج ا صفحہ ۱۴۰)

یعنی پھر تم میں سے ایک تمہاراامام بنے جب وہ تکبیر کہے تو تم تکبیر کہواور جب وہ قرأت کرے تو تم خاموش رہواور جب وہ غیرالمغضوب علیہم ولا الضالین کہے تو تم آمین کہو۔

(۳)عن ابی ھریرۃ.قال رسول اللہ (ﷺ)انما جعل الامام لیؤم بہ فاذاکبر فکبر وواذاقرأ فانصتوا واذا قال سمع اللہ لمن حمدہ فقولوا .اللھم ربنا لک الحمد .(نسائی ج ا ص ۱۴۲).

یعنی حضور علیہ السلام نے فرمایا کہ امام اس لئے مقرر کیا جاتا ہے کہ اس کی اقتدا ٔ کی جائے جب وہ تکبیر کہے تو تم بھی تکبیر کہو۔جب وہ قرأۃ کرے تو تم خاموش رہواور جب وہ سمع اللہ لمن حمدہ کہے تو تم اللھم ربنا لک الحمد کہو۔

(۴)عنَ ابی ھریرۃ ان رسول اللہ (ﷺ) انصرف من صلوٰۃ جھرفیھا باالقرأۃ فقال ھل قرأمعی منکم احد آنضا فقال رجل نعم انایارسول اللہ (ﷺ)قال فقال رسول اللہ (ﷺ)انی اقول مالی انازع القرآن فانتھی الناس عن القرأۃ مع رسول اللہ (ﷺ)فیھا .جھرفیہ رسول اللہ (ﷺ). (موطاامام مالک صفحہ ۲۹۔۳۰)

یعنی حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ (ﷺ) ایک جہری نماز سے فارغ ہوئے اورارشادفرمایا کہ کیا تم میں سے کسی نے ابھی میرے ساتھ قرأت کی ہے۔ایک آدمی بولا جی ہاں یارسول اللہ (ﷺ) میں نے قرأۃ کی ہے۔آپ نے ارشادفرمایا۔جب ہی تو میں کہہ رہا تھا کہ میرے ساتھ تلاوت وقرأت قرآن میں منازعت کیوں ہورہی ہے؟اس ارشاد کے بعد جن نمازوں میں آپ قرأۃ فرماتے تھے۔لوگوں نے آپ کے پیچھے قرأۃ ترک کردی۔

(۵)عن ابی ھریرہ ماکان من صلوٰۃ یجھر فیھا الامام باالقرأۃ فلیس لاحد ان یقرٔ معہ (کتاب القرأۃ ص۹۹)

ترجمہ:۔ حضور علیہ السلام نے فرمایا کہ جس نماز میں امام جہر سے قرأۃ کرتا ہو اس نماز میں کسی کو یہ حق حاصل نہیں کہ امام کے ساتھ قرأۃ کرے۔

(۶) من کان له امام فان قراته له قراة (موطا امام محمد ص ۹۸)

یعنی حضور علیہ السلام نے فرمایا۔ امام کا پڑھنا مقتدی کا پڑھنا ہے۔

(۷) و کان ابن عمر لایقرء خلف الامام .(موطا امام مالک ص ۲۹، دارقطنی ص ۱۵۴)

یعنی حضرت عبداللہ ابن عمر امام کے پیچھے قرأت نہیں کرتے تھے۔

(۸) لاقراۃ مع الامام فی شیء .(نسائی ج ۱ صفحہ ۱۱۱ مسلم ج ۱ صفحہ ۲۱۵)

یعنی حضرت زید بن ثابت رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ امام کے ساتھ کسی نماز میں کوئی قرأت نہیں۔

(۹) وددت ان الذی یقرأ خلف الامام فی فیه جمرة .(موطا امام محمد صفحہ ۹۸.)

یعنی حضرت سعد رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ میں چاہتا ہوں کہ جو شخص امام کے پیچھے قرأۃ کرے اس کے منہ میں آگ کی چنگاری ڈالوں۔

مسلّمات:۔

(۱) نہ صرف غیر مقلدین بلکہ تمام مذاہب مانتے ہیں کہ مرض الوصال میں حضور سرور عالم (ﷺ) نے بعض نمازوں میں شرکت فرمائی اگرچہ صدیق اکبر رضی اللہ عنہ آپ کے تشریف لانے پر پیچھے ہٹ جاتے لیکن قرأۃ میں سے اکثر حصہ پڑھا جا چکا ہوتا اس میں فاتحہ شریف بھی ہے اب حضور نبی پاک (ﷺ) نے از سرنو قرأۃ نہیں فرمائی وہی جو صدیق اکبر رضی اللہ عنہ پڑھ چکے اس پر اکتفا فرما کر نماز کی تکمیل فرمائی۔ اگر فاتحہ مقتدی کے لئے ضروری ہوتی تو آپ پڑھتے لیکن نہیں، تو معلوم ہوا کہ امام کی قرأۃ مقتدی کے لئے کافی ہے۔

(۲) ایک امام پہلی رکعت یا دوسری کی اکثر قرأۃ پڑھ چکا ہے رکوع میں جانے کے قریب ہے یا رکوع میں جا چکا ہے اب جو مقتدی ملا ہے تو اس کے لئے غیر مقلدین کہتے ہیں وہ امام کے ساتھ رکعت میں چلا جائے اسکی قرأۃ مع فاتحہ ہوگئی۔ اگرچہ بعض غیر مقلدین اس کے خلاف ہیں لیکن ان کے محققین جواز کے قائل ہیں اس کی تفصیلی بحث آنے والی حدیث میں آرہی ہے۔ (انشاء اللہ) تو اس سے ثابت ہوا کہ مقتدی پر کوئی

قرأۃ نہیں نہ فاتحہ اس کے لئے ضروری ہے۔مزید تحقیق وتفصیل فقیر کے رسالہ ''ترک فاتحہ خلف الامام'' میں پڑھیے۔

﴿سوالات وجوابات﴾

سوال: حدیث البخاری میں صاف ہے جوزیر بحث ہے کہ **لاصلوٰۃ لم یقرأبفاتحہ الکتاب۔**

جواب ا:۔غیر مقلدین کی عادت ہے کہ اپنے مطلب کا حدیث سے ایک ٹکڑا لے کر بضد ہوجاتے ہیں حالانکہ اصول حدیث کا قاعدہ ہے کہ اس روایت کے ساتھ اس کی جملہ متعلقہ روایات کو ملانا ضروری ہے جیسے امام ابوحنیفہ رضی اللہ عنہ کا طریقہ ہے یہاں بھی غیر مقلدین وہی چال چلتے ہیں حالانکہ صحاح ستہ کی دوسرے نمبر کی حدیث کی کتاب مسلم شریف میں یہ روایت یوں ہے۔

لاصلوٰۃلمن لم یقرأ بام القرآن فصا عداً۔اس کی نماز نہیں جو سورہ فاتحہ اور کچھ زیادہ نہ پڑھے۔

اور موطاامام مالک میں بھی یہی حدیث اسی طرح ہے۔

لَا صَلٰوۃاِلَّا بِفَاتِحَۃِ الْکِتَابِ وَ السُّوْرَۃِ.

نماز نہیں ہوتی مگرسورۂ فاتحہ سے اور ایک اور سورۃ سے۔

اب ہمارا سوال ہے کہ ان دونوں صحیح حدیثوں سے ثابت ہے کہ فاتحہ کے ساتھ قرأۃ کا کچھ حصہ بھی نماز میں فرض ہے لیکن غیر مقلدین صرف فاتحہ کے وجوب کے قائل ہیں تو اس سے ہم کیوں نہ کہیں کہ عامل بالحدیث نہیں بلکہ بندگانِ نفس ہیں کہ ایک حدیث پر اپنی خواہش پر عمل کرلیا دوسری کو چھوڑ دیا لیکن امام اعظم رضی اللہ عنہ نے دونوں پر عمل فرمایا کہ اکیلا ہے تو دونوں یعنی فاتحہ اور سورۃ بھی پڑھے اور امام ہے تو بھی یہی دونوں فرض ہیں حدیث مطلق ہے اسی لئے مقتدی کی اس میں تصریح نہیں اسی لئے امام کی قرأۃ مقتدی کو کافی ہے۔

جواب ۲:۔لاصلوٰۃ میں لانفی جنس ہے اور قاعدہ ہے لانفی جنس شے کے کمال کی نفی کرتا ہے نہ کہ اصل فعل کا مثلاً

لَاصلوٰۃَ اِلَّا بِحُضُوْرِ الْقَلْبِ لَاصَلٰوۃَ لِجَارِ الْمَسْجِدِ اِلَّا فِی الْمَسْجِدِ.

نماز نہیں ہوتی مگر حضور قلب سے، جو مسجد کے قریب رہتا ہواس کی نماز نہیں ہوتی مگر مسجد میں۔

فائدہ:۔ان دونوں حدیثوں میں کمال کی نفی ہے ورنہ غیر مقلدین بتائیں کہ حضور قلب کے بغیر نماز ہوگی

یا نہ۔ اگر ہو گئی تو ہمارا مدعیٰ حاصل اگر نہ ہوئی تو دلیل لاؤ۔

یونہی مسجد کا ہمسایہ نماز مسجد میں نہ پڑھ سکا تو اس کی نماز ہو گئی یا نہ، ہو گئی تو ہمارا مدعا حاصل ہو گیا اگر نہیں ہوئی تو دلیل لاؤ۔

ترمذی شریف میں حضرت عبادہ ابن صامت رضی اللہ عنہ سے ایک حدیث ہے جس کے آخری الفاظ یہ ہیں:

قَالَ اِنِّیْ اَرَاکُمْ تَقْرَؤُنَ وَرَاءَ اِمَامِکُمْ قَالَ قُلْنَا بَلٰی قَالَ لَاتَقْرَ وَاِلَّا بِاُمِّ الْقُرآنِ.

حضور نے صحابہ سے فرمایا کہ میرے خیال میں تم اپنے امام کے پیچھے قرأۃ کرتے ہو۔ ہم نے عرض کیا ہاں۔ فرمایا سورہ فاتحہ کے سواء کچھ نہ پڑھا کرو۔

اس حدیث میں صراحتہً اشارہ ہے کہ امام کے پیچھے مقتدی سورۂ فاتحہ پڑھے اور دوسری سورت نہ پڑھے یہ ہی ہم کہتے ہیں عبادہ ابن صامت کی یہ حدیث ابوداؤ دنسائی بیہقی میں بھی ہے۔

جواب ا:۔ یہ حدیث غیر مقلدوں کے بھی خلاف ہے کیونکہ تم بھی کہتے ہو کہ امام کے ساتھ رکوع میں مل جانے سے رکعت مل جاتی ہے۔ کیوں جناب جب مقتدی پر سورۂ فاتحہ پڑھنی فرض ہے۔ تو اس مقتدی کو یہ رکعت بغیر سورۂ فاتحہ پڑھے کیسے مل گئی اس کا جواب سوچو جو تم جواب دو گے وہ ہی ہمارا جواب ہوگا۔

دوسرے یہ کہ صرف عبادہ ابن صامت رضی اللہ عنہ سے یہ حدیث مرفوع نقل ہے جس میں حضور (ﷺ) نے امام کے پیچھے سورۃ فاتحہ کا حکم دیا لیکن اس کے خلاف حضرت جابر، علقمہ، عبداللہ ابن مسعود، زید ابن ثابت، عبداللہ ابن عباس، عبداللہ بن عمر، حضرت علی و عمر رضی اللہ عنہم سے بکثرت روایات منقول ہیں۔ طحاوی شریف و بہاری شریف میں ملاحظہ ہوں۔

قاعدہ:۔ احادیث مشہورہ کے مقابلہ میں خبر احاد ہوں تو خبر احاد پر مشاہیر کو ترجیح ہوتی ہے۔ حضرت عبادہ کی روایت خبر واحد ہے اور دوسرے صحابہ کی روایات مشہورہ ہیں۔

انتباہ: ۔ غیر مقلدین صحیح حدیثوں کے مقابلہ میں ایک ایسی حدیث پیش کر رہے ہیں جو قرآن کے خلاف مشہور حدیثوں کے بھی خلاف اور امام ترمذی کے نزدیک صحیح بھی نہیں بلکہ حسن ہے اور اسکے خلاف زیادہ صحیح ہے جو الزام حنفیوں پر دیا کرتے ہیں وہ خود بھی رہے ہیں۔

سوال:۔ اکثر صحابہ کرام کا عمل یہ ہی ہے کہ وہ امام کے پیچھے قرأۃ کرتے تھے۔ امام ترمذی اس حدیث عبادہ

ابن صامت کے ماتحت فرماتے ہیں۔

وَالْعَمَلُ عَلٰی هٰذَا الْحَدِيْثِ فِی الْقِرَاةِ خَلْفَ الْاِمَامِ عِنْدَ اَكْثَرِ اَهْلِ الْعِلْمِ مِنْ اَصْحَاب النَّبِیِّ (ﷺ) وَالتَّابِعِيْنَ،

امام کے پیچھے قرأت کرنے کے متعلق اکثر صحابہ وتابعین کا اس حدیث عبادہ پرعمل ہے۔

جب اکثر صحابہ کا عمل اس پر ہے تو فاتحہ ضرور پڑھنی چاہئے۔

جواب ا:۔امام ترمذی کا یہاں اکثر فرمانا اضافی نہیں بلکہ حقیقی ہے اس کے معنی یہ نہیں کہ زیادہ صحابہ تو امام کے پیچھے فاتحہ پڑھتے تھے اور کم صحابہ نہ پڑھتے تھے۔ بلکہ اکثر بمعنی چند اور متعدد ہے قرآن کریم فرماتا ہے۔

وَكَثِيْرٌ مِنْهُمْ عَلَى الْهُدٰی .وَ كَثِيْرٌ حَقَّ عَلَيْهِمُ الضَّلَالَةُ.

اُن میں سے بہت ہدایت پر ہیں اور بہت پر گمراہی ثابت ہوگئی۔

حق یہ ہے کہ زیادہ صحابہ قرأۃ خلف الامام کے سخت خلاف ہیں۔حضرت زید ابن ثابت فرماتے ہیں کہ جو امام کے پیچھے تلاوت کرے اس کی نماز نہیں ہوتی۔(بہاری) حضرت انس رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ جو امام کے پیچھے تلاوت کرے اس کا منہ آگ سے بھر جائے (ابن حبان) حضرت عبداللہ فرماتے ہیں کہ جو امام کے پیچھے تلاوت کرے اس کے منہ میں بدبو بھر جائے (ابن حبان) حضرت عبداللہ ابن مسعود اور حضرت علقمہ فرماتے ہیں کہ جو امام کے پیچھے قرأۃ کرے اس کے منہ میں خاک (طحاوی) حضرت علی مرتضٰی فرماتے ہیں کہ جو امام کے پیچھے تلاوت کرے وہ فطرت پر نہیں (طحاوی) حضرت زید ابن ثابت فرماتے ہیں۔جو امام کے پیچھے تلاوت کرتے اُس کی نماز نہیں ہوتی۔(ابن جوزی فی العلل) حضرت عمر رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں جو امام کے پیچھے تلاوت کرتے کاش اس کے منہ میں پتھر ہوں (موطا امام محمد وعبدالرزاق) حضرت سعد ابن ابی وقاص فرماتے ہیں کہ جو امام کے پیچھے تلاوت کرے اس کے منہ میں انگارے ہوں (موطا امام محمد عبدالرزاق) حضرت عبداللہ ابن عمر خود بھی امام کے پیچھے تلاوت نہ کرتے تھے اور سختی سے منع بھی فرماتے تھے۔کہتے تھے کہ امام کی قرأۃ کافی ہے (موطا امام محمد) یہ تمام روایات طحاوی شریف اور صحیح البہاری میں موجود ہیں یہ تو بطور نمونہ عرض کیا ورنہ ا(۸۰) سی صحابہ سے منقول ہے کہ وہ حضرات امام کے پیچھے قرأۃ سے سخت منع فرماتے تھے۔دیکھو شامی۔فتح القدیر وغیرہ اگر بعض روایات میں

آجائے کہ ان میں سے بعض حضرات فاتحہ پڑھتے تھے تو یا تو ان کا پہلا فعل ہوگا جو بعد کو منسوخ ہوگیا۔ یا وہ روایات قابلِ ترک ہوں گی۔ کیونکہ قرآن کے خلاف ہیں۔

مناظرہ امام اعظم رضی اللہ عنہ:۔ مناقب الموفق والکردری میں ہے کہ

قائلین قرأۃ فاتحہ خلف الامام کے چند افراد مسئلہ ہٰذا پر امام اعظم ابوحنیفہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے ساتھ مناظرہ کرنے کے لئے حاضر ہوئے۔ آپ نے فرمایا آپس میں مشورہ کر کے ایک کو امیر اور مقابل منتخب کرلو۔ جس کی ہار جیت تم سب کی ہار جیت ہو۔ سب نے اس تجویز کو قبول کر کے اپنا ایک نمائندہ مقرر کیا۔ جب سب اس کی نمائندگی سے راضی ہوگئے۔ امام اعظم رضی اللہ عنہ نے فرمایا یہی میرا موٗقف ہے جسے تم سب نے تسلیم کرلیا۔ وہ یہ کہ نماز میں اللہ تعالیٰ کے ساتھ مناجات مطلوب ہے۔ ان سب میں ہم نے ایک کو مقرر کرلیا جو تمام مقتدیوں کی طرف سے نمائندگی کرتا ہے۔ امام اعظم رضی اللہ عنہ کی تقریر سے تمام مخالفین لاجواب ہوگئے۔

نزاکتِ شریعت:۔ امام اعظم شرع کی نزاکت سے آگاہ تھے کہ شرع پاک امام کے کام امام کو سپرد کرتی ہے مقتدی اس کے تابع ہوتے ہیں مثلاً سترہ الامام سترۃ القوم۔ یونہی قرأۃ الامام قرأۃ القوم ہے۔ مزید تفصیل فقیر کے رسالہ ''ترک القرأۃ خلف الامام'' میں پڑھیے۔

(۳) عَنْ اَبِیْ هُرَیْرَةَ اَنَّ رَسُوْلَ اللّٰهِ (ﷺ) دَخَلَ الْمَسْجِدَ فَدَخَلَ رَجُلٌ فَصَلّٰی فَسَلَّمَ عَلَی النَّبِیِّ ﷺ فَرَدَّ فَقَالَ ارْجِعْ فَصَلِّ فَاِنَّکَ لَمْ تُصَلِّ فَرَجَعَ فَصَلّٰی کَمَا صَلّٰی ثُمَّ جَآءَ مُسَلِّمًا عَلَی النَّبِیِّ ﷺ فَقَالَ ارْجِعْ فَصَلِّ فَاِنَّکَ لَمْ تُصَلِّ ثَلَاثًا فَقَالَ وَالَّذِیْ بَعَثَکَ بِالْحَقِّ مَآ اُحْسِنُ غَیْرَهٗ فَعَلِّمْنِیْ فَقَالَ اِذَا قُمْتَ اِلَی الصَّلٰوةِ فَکَبِّرْ ثُمَّ اقْرَأْ مَاتَیَسَّرَ مَعَکَ مِنَ الْقُرْاٰنِ ثُمَّ ارْکَعْ حَتّٰی تَطْمَئِنَّ رَاکِعًا ثُمَّ ارْفَعْ حَتّٰی تَعْتَدِلَ قَائِمًا ثُمَّ اسْجُدْ حَتّٰی تَطْمَئِنَّ سَاجِدًا ثُمَّ ارْفَعْ حَتّٰی تَطْمَئِنَّ جَالِسًا وَّافْعَلْ فِیْ صَلٰوتِکَ کُلِّهَا .

ترجمہ:۔ اپنے والد کے واسطہ سے حدیث بیان کی وہ ابوہریرہ رضی اللہ عنہ سے کہ رسول اللہ (ﷺ) مسجد میں تشریف لائے اس کے بعد ایک اور شخص آیا اس نے نماز پڑھی اور پھر نبی کریم (ﷺ) کو سلام کیا۔ آپ (ﷺ) نے سلام کا جواب دے کر فرمایا کہ واپس جاؤ اور پھر نماز پڑھو کیونکہ تم نے نماز نہیں پڑھی۔ وہ

شخص واپس چلا گیا اور پہلے کی طرح پھر نماز پڑھی اور پھر آکر سلام کیا لیکن آپ (ﷺ) نے فرمایا اس مرتبہ بھی یہی فرمایا کہ اور دوبارہ نماز پڑھو کیونکہ تم نے نماز نہیں پڑھی۔ آپ (ﷺ) نے اس طرح تین مرتبہ کیا۔ آخر اس شخص نے کہا کہ اس ذات کی قسم جس نے آپ کو حق کے ساتھ مبعوث کیا ہے۔ اس کے علاوہ اور طریقہ نہیں جانتا اس لیے آپ مجھے سکھا دیجئے۔ آپ (ﷺ) نے فرمایا جب نماز کے لیے کھڑے ہوا کرو تو پہلے تکبیر کہو پھر آسانی سے جتنی قرأتِ قرآن ہوسکے کرو اس کے بعد رکوع کرو۔ رکوع ہو جائے تو سر اٹھا کر پوری طرح کھڑے ہو جاؤ اس کے بعد سجدہ کرو اور پورے اطمینان کے ساتھ پھر سر اٹھاؤ اور بیٹھ جاؤ۔ اسی طرح اپنی تمام نماز میں کرو۔

(باب ٩٦) اَلْقِرَآءَةِ فِیْ الظُّهْرِ.

ظہر میں قرأت کا حکم

قَالَ سَعْدٌ كُنْتُ أُصَلِّيَ بِهِمْ صَلٰوةَ رَسُوْلِ اللّٰهِ ﷺ صَلٰوتَيَ الْعَشِيِّ لَآ اَخْرِمُ عَنْهَا كُنْتُ اَرْكُدُ فِي الْاُوْلَيَيْنِ وَ اَحْذِفُ فِي الْاُخْرَيَيْنِ فَقَالَ عُمَرُ ذٰلِكَ الظَّنُّ بِكَ.

حضرت سعد نے کہا میں کوفہ والوں کو نبی کریم (ﷺ) کی طرح نماز پڑھاتا تھا۔ کسی قسم کا نقص ان میں نہیں چھوڑتا تھا۔ پہلی دو لمبی پڑھتا اور دوسری رکعتیں ہلکی کر دیتا تھا۔ عمر رضی اللہ عنہ نے فرمایا کہ تم سے امید بھی اسی کی تھی۔

عَنْ عَبْدِاللّٰهِ بْنِ اَبِیْ قَتَادَةَ عَنْ اَبِيْهِ قَالَ كَانَ النَّبِيُّ ﷺ يَقْرَأُ فِي الرَّكْعَتَيْنِ الْاُولَيَيْنِ مِنْ صَلٰوةِ الظُّهرِ بِفَاتِحَةِ الْكِتَابِ وَسُوْرَتَيْنِ يُطَوِّلُ فِي الْاُوْلٰى وَكَانَ يطول فی الرَّكْعَةِ الْاُوْلٰى مِنْ صَلٰوةِ الصُّبْحِ وَيُقَصِّرُ فِي الثَّانِيَةِ.

عبداللہ بن قتادہ کے والد رضی اللہ عنہ سے ہے کہ نبی کریم (ﷺ) ظہر کی پہلی دو رکعتوں میں فاتحہ اور دو مزید سورتیں پڑھتے تھے۔ ان میں طویل قرأت کرتے تھے لیکن آخری دو رکعتیں ہلکی پڑھاتے تھے کبھی کبھی آیت سنا بھی دیا کرتے تھے۔ عصر میں آپ سورۂ فاتحہ اور دو مزید آیتیں پڑھتے تھے۔ اس کی بھی پہلی رکعتیں طویل پڑھتے۔ اسی طرح صبح کی نماز کی پہلی رکعت طویل کرتے اور دوسری ہلکی۔

عَنْ اَبِیْ مَعْمَرٍ قَالَ سَاَلْنَا خَبَّابًا اَکَانَ النَّبِیُّ ﷺ یَقْرَأُ فِی الظُّهْرِ وَالْعَصْرِ قَالَ نَعَمْ قُلْنَا بِاَیِّ شَیْئٍ کُنْتُمْ تَعْرِفُوْنَ قَالَ بِاِضْطِرَابِ لِحْیَتِهٖ۔

انہوں نے کہا کہ ہم سے اعمش نے حدیث بیان کی کہا کہ مجھ سے عمارہ نے حدیث بیان کی ابو معمر سے کہا کہ ہم نے خباب سے پوچھا کہ کیا نبی کریم (ﷺ) ظہر اور عصر میں قرأت کرتے تھے تو آپ نے فرمایا کہ ہاں۔ ہم نے پوچھا کہ آپ لوگوں کو معلوم کس طرح ہوتا تھا۔ فرمایا کہ آپ (ﷺ) کی داڑھی کی حرکت سے۔

(باب ۹۷) اَلْقِرَآءَةِ فِی الْعَصْرِ.

عصر میں قرآن مجید پڑھنا

عَنْ اَبِیْ مَعْمَرٍ قُلْتُ لِخَبَّابِ بْنِ الْاَرَتِّ اَکَانَ النَّبِیُّ ﷺ یَقْرَأُ فِی الظُّهْرِ وَ الْعَصْرِ قَالَ نَعَمْ قُلْتُ بِاَیِّ شَیْئٍ کُنْتُمْ تَعْلَمُوْنَ قِرَآءَتَهٗ قَالَ بِاِضْطِرَابِ لِحْیَتِهٖ ۔

ابو معمر نے کہا کہ میں نے خباب بن الارت سے پوچھا کہ کیا نبی کریم (ﷺ) ظہر اور عصر میں قرأت کرتے تھے تو انہوں نے فرمایا کہ ہاں۔ میں نے کہا کہ آں حضور (ﷺ) کی قرأت کرنے کو آپ لوگ جانتے کس طرح تھے۔ فرمایا کہ داڑھی کی حرکت سے۔

عَنْ عَبْدِ اللّٰهِ بْنِ اَبِیْ قَتَادَةَ عَنْ اَبِیْهِ قَالَ کَانَ النَّبِیُّ ﷺ یَقْرَأُ فِی الرَّکْعَتَیْنِ مِنَ الظُّهْرِ وَالْعَصْرِ بِفَاتِحَةِ الْکِتَابِ وَ سُوْرَةٍ وَّیُسْمِعُنَا الْاٰیَةَ اَحْیَانًا.

عبداللہ بن ابی قتادہ کے والد سے ہے کہ نبی کریم (ﷺ) ظہر اور عصر کی دو رکعتوں میں سورۂ فاتحہ اور ایک ایک سورت پڑھتے تھے۔ کبھی کبھی آیت ہمیں سنا بھی دیا کرتے تھے (بلند آواز سے پڑھ کر تا کہ معلوم ہو جائے۔)

شرح:۔ ان ابواب میں وہی فقہی مسائل ہیں جن میں کسی کا اختلاف نہیں کہ جہری میں جہر اور سرّی نمازوں میں سرّ (آہستہ پڑھنا) اور پہلی رکعت طویل اور دوسری رکعت اس سے کم ہو۔ بابِ القرأۃ فی العصر والظہر

میں دو متضاد عمل ہیں مثلاً ظہر میں قرأۃ آہستہ پڑھی جسے صحابہ کرام رضی اللہ عنہم نے داڑھی مبارک کی حرکت سے سمجھا کہ آپ آہستہ قرأۃ پڑھ رہے ہیں لیکن عصر کی نماز میں قرأۃ جہر سے پڑھی اس کے شارحین جواب دیتے ہیں کہ صرف تعلیم امت کے لئے آپ نے ایسے کیا تا کہ معلوم ہو جائے کہ اس وقت میں کون سی سورۃ اور کتنا پڑھنا افضل ہے یونہی جواز کے لئے کبھی آپ بسم اللہ شریف بھی پڑھ لیتے تھے آپ کے طریقہ سے اگر کوئی عصر کی نماز کو جہر سے پڑھنا معمول بنائے تو مبنی بر جہالت ہے ایسے ہی آپ کے جملہ جوازات کو سمجھئے مثلاً کبھی کھڑے ہو کر کھانا۔ کھڑے ہو کر پیشاب کرنا۔ جوتا پہن کر نماز پڑھنا، ننگے سر نماز پڑھنا وغیرہ وغیرہ۔

(باب۹۸) اَلْقِرَآءَۃِ فِی الْمَغْرِبِ.

نمازِ مغرب میں قرآن پڑھنا

عَنْ اِبْنِ عَبَّاسٍ اَنَّہٗ قَالَ اِنَّ اُمَّ الْفَضْلِ سَمِعَتْہُ وَھُوَ یَقْرَأُ وَالْمُرْسَلَاتِ عُرْفًا فَقَالَتْ یَابُنَیَّ لَقَدْ ذَکَّرْتَنِیْ بِقِرَآءَتِکَ ھٰذِہِ السُّوْرَۃَ اِنَّھَا لَاٰخِرُ مَا سَمِعْتُ مِنْ رَّسُوْلِ اللّٰہِ ﷺ یَقْرَأُ بِھَا فِی الْمَغْرِبِ

ابن عباس نے فرمایا کہ ام فضل رضی اللہ عنہا نے انہیں والمرسلات عرفاً پڑھتے ہوئے سنا پھر فرمایا کہ بیٹے! تم نے اس سورہ کی تلاوت کر کے مجھے ایک بات یاد دلا دی۔ آخر عمر میں آ کر حضور (ﷺ) کو مغرب میں یہی آیت پڑھتے سنتی تھی۔

عَنْ مَرْوَانَ بْنِ الْحَکَمِ قَالَ لِیْ زَیْدُ بْنُ سَمِعْتُ النَّبِیَّ ﷺ یَقْرَأُ بِطُوْلَی الطُّوْلَیَیْنِ.

مروان بن حکم نے کہا کہ زید بن ثابت نے مجھے ٹوکا کہ تمہیں کیا ہو گیا ہے۔ مغرب میں چھوٹی سورتیں پڑھتے ہو۔ میں نے حضور (ﷺ) کو لمبی سورتوں میں سے ایک پڑھتے ہوئے سنا۔

(باب ۹۹) اَلْجَهْرَ فِیْ الْمَغْرِبِ.

نمازمغرب میں بلند آواز سے قرآن پڑھنا

مَالِکٌ عَنِ ابْنِ شِهَابٍ عَنْ مُحَمَّدِ بْنِ جُبَيْرِ بْنِ مُطْعِمٍ عَنْ اَبِيْهِ قَالَ سَمِعْتُ رَسُوْلَ الله ﷺ قَرَاَفِي الْمَغْرِبِ بِالطُّوْرِ.

ابن شہاب کے واسطہ سے خبر دی وہ محمد بن جبیر بن مطعم سے کہ ان کے والد نے بیان کیا کہ میں نے رسول اللہ (ﷺ) کو مغرب میں سورۂ طور پڑھتے سنا تھا۔

(باب ۱۰۰) اَلْجَهْرِ فِیْ الْعِشَآءِ.

عشاء میں بلند آواز سے قرآن پڑھنا

عَنْ اَبِیْ رَافِعٍ قَالَ صَلَّیْتُ مَعَ اَبِیْ هُرَیْرَةَ الْعَتَمَةَ فَقَرَأَ اِذَا السَّمَآءُ انْشَقَّتْ فَقُلْتُ لَهٗ قَالَ سَجَدْتُ خَلْفَ اَبِی الْقَاسِمِ ﷺ فَلَا اَزَالُ اَسْجُدُ بِهَا حَتّٰی اَلْقَاهُ

ابورافع نے بیان کیا کہ میں نے ابوہریرہ رضی اللہ عنہ کے ساتھ عشاء کی نماز پڑھی۔ اس میں آپ نے اذاالسماء انشقت کی تلاوت کی۔ میں نے ان سے اس کے متعلق دریافت کیا تو فرمایا کہ میں نے ابوالقاسم (ﷺ) کے پیچھے بھی (اس آیت میں) سجدہ کیا ہے۔ زندگی بھر اس میں سجدہ کروں گا۔

اَلْبَرَآءَ اَنَّ النَّبِیَّ ﷺ کَانَ فِی سَفَرٍ فَقَرَأَ فِی الْعِشَآءِ فِیْ اِحْدَی الرَّکْعَتَیْنِ بِالتِّیْنِ وَالزَّیْتُوْنِ.

براء نے بیان کیا کہ میں نے نبی کریم (ﷺ) سے سنا۔ آپ سفر میں تھے کہ عشاء کی دو پہلی رکعت میں سے کسی ایک میں آپ (ﷺ) نے والتین والزیتون پڑھی۔

(باب ۱۰۱) اَلْقِرَآءَ ۃِ فِی الْعِشَآءِ بِالسَّجْدَۃِ.

عشاء میں سجدہ کی سورۃ پڑھنا

حَدَّثَنَا مُسَدَّدٌ ثَنَا یَزِیْدُ بْنُ زُرَیْعٍ ثَنَا التَّیْمِیُّ عَنْ اَبِیْ بَکْرٍ عَنْ اَبِیْ رَافِعٍ قَالَ صَلَّیْتُ مَعَ اَبِیْ هُرَیْرَۃَ الْعَتَمَۃَ فَقَرَأَ اِذَا السَّمَآءُ انْشَقَّتْ فَسَجَدَ فَقُلْتُ مَا هٰذِهٖ قَالَ سَجَدْتُ فِیْهَا خَلْفَ اَبِی الْقَاسِمِ ﷺ فَلَا اَزَالُ اَسْجُدُ فِیْهَا حَتّٰی اَلْقَاهُ.

ابورافع نے انہوں نے بیان کیا کہ میں نے ابوہریرہ رضی اللہ عنہ کے ساتھ عشاء پڑھی۔ آپ نے اذالسماء انشقت کی تلاوت کی اور سجدہ کیا اس پر میں نے کہا کہ یہ کیا چیز ہے۔ آپ نے جواب دیا کہ اس سورۃ میں میں نے ابوالقاسم (ﷺ) کے پیچھے سجدہ کیا تھا۔ اس لیے ہمیشہ اس میں سجدہ کروں گا۔

(باب ۱۰۲) اَلْقِرَآءَ ۃِ فِی الْعِشَآءِ.

عشاء میں قرآن پڑھنا

اَلْبَرَآءِ قَالَ سَمِعْتُ النَّبِیَّ ﷺ یَقْرَأُ فِی الْعِشَآءِ بِالتِّیْنِ وَالزَّیْتُوْنَ وَمَا سَمِعْتُ اَحَدًا اَحْسَنَ صَوْتًا مِنْهُ اَوْ قِرَآءَ ۃً.

براء رضی اللہ عنہ نے بیان کیا کہ میں نے نبی کریم (ﷺ) کو عشاء میں والتین والزیتون پڑھتے سنا۔ آپ (ﷺ) سے زیادہ اچھی آواز اور میں نے کسی کی نہیں سنی یا اچھی قرأت۔

(باب ۱۰۳) یُطَوِّلُ فِی الْاُوْلَیَیْنَ وَیَحْذِفُ فِی الْاُخْرَیَیْنِ.

پہلی دو رکعتیں طویل اور آخری دو مختصر کرنی چاہئیں

جَابِرَ بْنَ سَمُرَۃَ قَالَ قَالَ عُمَرُ لِسَعْدٍ لَقَدْ شَکَوْکَ فِیْ کُلِّ شَیْءٍ حَتَّی الصَّلٰوۃَ قَالَ اَمَّا اَنَا فَاَمُدُّ فِی الْاُوْلَیَیْنِ وَاَحْذِفُ فِی الْاُخْرَیَیْنِ وَلَآ اٰلُوْمَا اقْتَدَیْتُ بِهٖ مِنْ صَلٰوۃِ رَسُوْلِ اللّٰهِ ﷺ

قَالَ صَدَقْتَ ذَاكَ الظَّنُّ بِكَ اَوْظَنِّيْ بِكَ.

جابر بن سمرہ نے بیان کیا کہ عمر رضی اللہ عنہ نے سعد رضی اللہ عنہ سے کہا کہ تمہاری شکایت کوفہ والوں نے تمام ہی باتوں میں کی ہے۔نماز تک میں! انہوں نے فرمایا کہ میرا حال تو یہ ہے کہ پہلی دو رکعتوں میں قرأت طویل کرتا ہوں اور دوسری دو میں مختصر کر دیتا ہوں جس طرح میں نے نبی کریم (ﷺ) کے پیچھے نماز پڑھی تھی اس میں کسی قسم کی کمی نہیں کرتا۔عمر رضی اللہ عنہ نے فرمایا کہ سچ کہتے ہو۔تم سے امید بھی اسی کی تھی۔

شرح:۔یہ حضرت سعد بن ابی وقاص رضی اللہ عنہ کی اجمالی روایت ہے اور تفصیلی روایت فقیر نے طویل بحث کے ساتھ پہلے ذکر کر دی ہے۔

(باب ١٠٤) اَلْقِرَآءَةِ فِي الْفَجْرِ

فجر میں قرآن مجید پڑھنا

وَقَالَتْ اُمُّ سَلَمَةَ قَرَأَالنَّبِيُّ ﷺ بِالطُّوْرِ.

ام سلمہ رضی اللہ عنہا نے فرمایا کہ نبی کریم (ﷺ) نے سورۂ طور پڑھی۔

حَدَّثَنَا سَيَّارُ ابْنُ سَلَامَةَ قَالَ دَخَلْتُ اَنَا وَاَبِيْ عَلٰى اَبِيْ بَرْزَةَ الْاَسْلَمِيِّ فَسَاَلْنَاهُ عَنْ وَقْتِ الصَّلَوَاتِ فَقَالَ كَانَ النَّبِيُّ ﷺ يُصَلِّي الظُّهْرَ حِيْنَ تَزُوْلُ الشَّمْسُ وَالْعَصْرَ وَيَرْجِعُ الرَّجُلُ اِلٰى اَقْصَى الْمَدِيْنَةِ وَالشَّمْسُ حَيَّةٌ وَّنَسِيْتُ مَا قَالَ فِي الْمَغْرِبِ وَلَايُبَالِيْ بِتَاخِيْرِ الْعِشَآءِ اِلٰى ثُلُثِ اللَّيْلِ وَلَا يُحِبُّ النَّوْمَ قَبْلَهَاوَلَا الْحَدِيْثَ بَعْدَهَا وَيُصَلِّي الصُّبْحَ فَيَنْصَرِفُ الرَّجُلُ فَيَعْرِفُ جَلِيْسَهٗ وَكَانَ يَقْرَاُ فِي الرَّكْعَتَيْنِ اَوْ اِحْدٰهُمَا مَابَيْنَ السِّتِّيْنَ اِلَى الْمِائَةِ.

سیار بن سلامہ نے بیان کیا کہ میں اپنے والد کے ساتھ ابو برزہ اسلمی رضی اللہ عنہ کی خدمت میں حاضر ہوا۔ہم نے آپ سے نماز کے اوقات کے متعلق دریافت کیا تو آپ نے فرمایا کہ نبی کریم (ﷺ) ظہر زوال شمس کے بعد پڑھتے تھے۔عصر جب پڑھتے تو مدینہ کے انتہائی کنارہ تک ایک شخص چلا جاتا لیکن سورج اب بھی باقی رہتا۔مغرب کے متعلق جو کچھ آپ نے کہا وہ مجھے یاد نہیں رہا اور عشاء تہائی رات تک

مؤخر کرنے میں کوئی حرج محسوس نہیں کرتے تھے۔اس سے پہلے سونے کواور اس کے بعد بات چیت کرنے کو ناپسند کرتے تھے جب نماز صبح سے فارغ ہوتے تو ہر شخص اپنے قریب بیٹھے ہوئے کو پہچان سکتا تھا۔(یعنی اجالا پھیل چکا ہوتا تھا) دونوں رکعتوں میں ایک میں سو تک آیتیں پڑھتے۔

اَبَا هُرَيْرَةَ يَقُوْلُ فِيْ كُلِّ صَلٰوةٍ يُقْرَأُ اَسْمِعْنَا رَسُوْلَ اللّٰهِ ﷺ اَسْمَعْنَا كُمْ وَمَآ اَخْفٰى عَنَّا اَخْفَيْنَا عَنْكُمْ وَاِنْ لَمْ تَزِدْ عَلٰى اُمِّ الْقُرْاٰنِ اَجْزَأَتْ وَاِنْ زِدْتَّ فَهُوَ خَيْرٌ.

ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ فرماتے تھے کہ ہر نماز میں قرآن مجید کی تلاوت کی جائے گی جن میں نبی کریم (ﷺ) نے ہمیں سنایا تھا ہم بھی تمہیں ان میں سنائیں گے۔اس میں آپ (ﷺ) نے آہستہ سے قرأت کی تھی ہم بھی ان میں آہستہ سے قرأت کریں گے اور اگر سورۂ فاتحہ سے زیادہ نہ پڑھو جب بھی کافی ہے۔ اگر زیادہ پڑھ لو تو اور بہتر ہے۔

(باب ١٠٥) اَلْجَهْرِ بِقِرَآءَةِ صَلٰوةِ الْفَجْرِ.

فجر کی نماز میں بلند آواز سے قرآن مجید پڑھنا

وَقَالَتْ اُمُّ سَلَمَةَ طُفْتُ وَرَآءَ النَّاسِ وَالنَّبِيُّ ﷺ يُصَلِّيْ يَقْرَأُ بِالطُّوْرِ.

ام سلمہ رضی اللہ عنہا نے فرمایا کہ میں نے لوگوں کے پیچھے سے طواف کیا اس وقت نبی کریم (ﷺ) (نماز میں) سورۂ طور پڑھ رہے تھے۔

عَنْ اِبْنِ عَبَّاسٍ قَالَ انْطَلَقَ النَّبِيُّ ﷺ فِيْ طَائِفَةٍ مِّنْ اَصْحَابِهٖ عَامِدِيْنَ اِلٰى سُوْقِ عُكَاظٍ وَّ قَدْ حِيْلَ بَيْنَ الشَّيَاطِيْنَ وَبَيْنَ خَبَرِ السَّمَآءِ وَاُرْسِلَتْ عَلَيْهِمُ الشُّهُبُ فَرَجَعَتِ الشَّيَاطِيْنُ اِلٰى قَوْمِهِمْ فَقَالُوْا مَالَكُمْ قَالُوْا حِيْلَ بَيْنَنَا وَبَيْنَ خَبَرِ السَّمَآءِ وَاُرْسِلَتْ عَلَيْنَا الشُّهُبُ قَالُوْا مَاحَالَ بَيْنَكُمْ وَبَيْنَ خَبَرِ السَّمَآءِ اِلَّا شَيْئٌ حَدَثَ فَاضْرِبُوْا مَشَارِقَ الْاَرْضِ وَمَغَارِبَهَا فَانْظُرُوْا مَا هٰذَا الَّذِيْ حَالَ بَيْنَكُمْ وَبَيْنَ خَبَرِ السَّمَآءِ فَانْصَرَفَ اُوْلٰئِكَ الَّذِيْنَ تَوَجَّهُوْا نَحْوَتِهَامَةَ اِلَى النَّبِيِّ ﷺ وَهُوَ بِنَخْلَةَ عَامِدِيْنَ اِلٰى سُوْقِ عُكَاظٍ وَهُوَ يُصَلِّيْ بِاَصْحَابِهٖ صَلٰوةَ الْفَجْرِ فَلَمَّا سَمِعُوا الْقُرْاٰنَ اسْتَمَعُوْا لَهٗ فَقَالُوْا هٰذَا وَاللّٰهِ الَّذِيْ حَالَ بَيْنَكُمْ وَبَيْنَ

خَبَرِ السَّمَآءِ فَهُنَالِكَ حِيْنَ رَجَعُوْا اِلٰى قَوْمِهِمْ قَالُوْا يَا قَوْمَنَآ اِنَّا سَمِعْنَا قُرْآنًا عَجَبًا يَّهْدِىْ اِلَى الرُّشْدِ فَآمَنَّا بِهٖ وَلَنْ نُّشْرِكَ بِرَبِّنَآ اَحَدًا فَاَنْزَلَ اللّٰهُ عَلٰى نَبِيِّهٖ ﷺ قُلْ اُوْحِىَ اِلَیَّ وَاِنَّمَا اُوْحِىَ اِلَيْهِ قَوْلُ الْجِنِّ.

ابن عباس رضی اللہ عنہ نے فرمایا کہ نبی کریم (ﷺ) ایک مرتبہ چند صحابہ رضی اللہ عنہم کے ساتھ سوق عکاظ کی طرف گئے۔ اب شیاطین کو آسمان کی خبریں سننے سے روک دیا گیا تھا۔ اور ان پر شہاب ثاقب پھینکے جانے لگے تھے۔ اس لیے شیاطین اپنی قوم کے پاس آئے بولے اور کہ کیا بات ہوئی۔ انہوں نے کہا کہ ہمیں آسمان کی خبریں سننے سے روک دیا گیا ہے اور (جب ہم آسمان کی طرف جاتے ہیں تو) ہم پر شہاب ثاقب پھینکے جاتے ہیں۔ شیاطین نے کہا کہ آسمان کی خبریں سننے سے روکنے کی کوئی نئی وجہ ہوگی۔ اس لیے تم مشرق ومغرب میں ہر طرف پھیل جاؤ اور اس سبب کو معلوم کرو جو کہ تمہیں آسمان کی خبریں سننے سے روکنے کا باعث ہوا ہے۔ وجہ معلوم کرنے کے لیے نکلے ہوئے شیاطین تہامہ طرف گئے۔ جہاں نبی کریم (ﷺ) عکاظ کے نخلہ میں اپنے اصحاب کے ساتھ نماز فجر پڑھ رہے تھے۔ جب قرآن مجید انہوں نے سنا تو غور سے اس کی طرف کان لگا دیئے۔ پھر کہا خدا کی قسم یہی ہے جو آسمان کی خبریں سننے سے روکنے کا باعث بنا ہے۔ پھر وہ اپنی قوم کی طرف لوٹے اور کہا قوم کے لوگو! ہم نے حیرت انگیز قرآن سنا جو سیدھے راستے کی طرف ہدایت کرتا ہے اس لیے ہم اس پر ایمان لاتے ہیں اور اپنے رب کے ساتھ کسی کو شریک نہیں ٹھہراتے۔ اس پر نبی کریم (ﷺ) پر یہ آیت نازل ہوئی قُلْ اُوْحِىَ اِلَیَّ (آپ کہہ دیجئے کہ مجھے وحی کے ذریعہ بتایا گیا ہے) اور آپ پر جنوں کی گفتگو وحی کی گئی تھی۔

عَنْ اِبْنِ عَبَّاسٍ رَضِىَ اللّٰهُ عَنْهُ قَالَ قَرَأَ النَّبِىُّ ﷺ فِيْمَآ اُمِرَ وَسَكَتَ فِيْمَآ اُمِرَ وَمَا كَانَ لَكُمْ فِىْ رَسُوْلِ اللّٰهِ اُسْوَةٌ حَسَنَةٌ.

ابن عباس نے فرمایا کہ نبی (ﷺ) کو جن نمازوں میں بلند آواز سے قرآن مجید پڑھنے کا حکم تھا آپ نے ان میں بلند آواز سے پڑھا اور جن میں آہستہ پڑھنے کا حکم تھا ان میں آہستہ پڑھا۔ خداوند تعالیٰ بھول نہیں سکتا تھا۔ (کہ بھول کر اس سلسلے کا کوئی حکم قرآن میں نازل نہیں کیا) بلکہ رسول اللہ (ﷺ) کی زندگی تمہارے لئے بہترین اُسوہ ہے۔

شرح:۔اِن ابواب کی روایات بھی فقہ کے مسائل ہیں صرف باب القرأۃ فی صلوۃ الفجر میں شیاطین وجنّات کا ذکر ہے اس میں مختصراً گذارشات عرض کروں گا۔

(۱) یہ واقعہ معرج شریف سے پہلے کا ہے۔(۲) عکاظ زمانہ جاہلیت کا ایک بازار تھا جس میں سرداران عرب جمع ہوکر اشعار کے ذریعہ ایک دوسرے کی ہجو کرتے اور مجلس عیش وعشرت قائم کرتے۔(۳) تہامہ مکہ مکرمہ کی زمین کو کہتے ہیں (۴) اسلام سے قبل عرب پر جنات کا قبضہ تھا لوگ ان کی پوجا کرتے تھے۔ان کے عجیب وغریب واقعات پڑھنے کے لئے فقیر کی کتاب ''جن ہی جن'' اور ''جن اور وہابی'' کا مطالعہ کیجئے۔

(۵) حضور نبی پاک (ﷺ) قبائل عرب میں دورہ کر کے تبلیغِ اسلام فرمارہے تھے اسی تقریب مذکورہ میں عکاظ میں تشریف لے جارہے تھے کہ راستہ میں رات کے وقت نخلہ میں قیام فرمایا۔صبح کے وقت اپنے صحابہ کے ہمراہ صبح کی نماز میں مصروف تھے اور قرآن کی آیات بالجہر پڑھ رہے تھے۔جنات کی ایک جماعت تہامہ کی طرف آئی جب انہوں نے حضور علیہ السلام سے قرآن سنا تو یکبار پکار اٹھے۔یہی ہیں جنہوں نے ہمارے تسلط کو ختم کردیا۔اس منظر کے بعد یہ جنات اپنی قوم کی طرف لوٹے اور انہیں حضور سرورعالم (ﷺ) کے ظہور کی خبر سنائی۔جس کا ذکر سورۂ جن شریف میں ہے۔

قُلْ اُوْحِیَ اِلَیَّ اَنَّهُ اسْتَمَعَ نَفَرٌ مِّنَ الْجِنِّ فَقَالُوْٓا اِنَّا سَمِعْنَا قُرْاٰنًا عَجَبًا یَّهْدِیْٓ اِلَی الرُّشْدِ فَاٰمَنَّا بِهٖ وَلَنْ نُّشْرِکَ بِرَبِّنَآ اَحَدًا.(پ ۲۹ ع ۱۱ سورۃ الجن)

ترجمہ: تم فرماؤ مجھے وحی ہوئی کہ کچھ جنوں نے میرا پڑھنا کان لگا کر سنا تو بولے ہم نے ایک عجیب قرآن سنا کہ بھلائی کی راہ بتاتا ہے تو ہم اس پر ایمان لائے اور ہم ہرگز اپنے رب کا شریک نہ کریں گے۔

بعثت سے پہلے کے جنّ:۔حضور (ﷺ) کے اعلانِ نبوت سے قبل جنوں اور شیطانوں نے آسمان کے قریب اپنے ٹھکانے بنا رکھے تھے۔وہاں پہنچ کر آسمانی باتیں فرشتوں سے سن سن کر آیا کرتے تھے۔اور پھر ان باتوں میں بہت سا جھوٹ بھی ملا کر کاہنوں سے کہا کرتے تھے۔کاہن ان باتوں کو اپنی پیش گوئیوں کے رنگ میں بیان کر کے اپنا سکہ جماتے تھے۔حضور (ﷺ) کو خدا تعالیٰ نے جب نبوت سے سرفراز فرمایا تو دفعتہً

سارے جنوں اور شیاطین کو آسمان پر جانے سے روک دیا گیا۔ پھر کسی کی مجال نہ تھی کہ کوئی آسمان کے قریب جا سکے۔ اور اگر کوئی گیا تو آسمان کے ستاروں سے ان پر آگ کے شعلے مارے گئے اور یہ ستارے گویا ان کے لیے آتش برسانے والے ٹینک بن کر ان کا پیچھا کرنے لگے۔ ایک دن جن اور شیاطین ابلیس کے پاس آئے۔ اور کہنے لگے کہ سبب کیا ہے جو ہم اب آسمان پر نہیں جا سکتے اور اگر کوئی گیا بھی تو اس پر آگ کے شعلے مارے گئے۔ ابلیس نے کہا کہ ضرور کوئی نہ کوئی حادثہ زمین پر ہوا ہے اب تم تمام روئے زمین پر اس کے مشرق و مغرب میں ایک ایک گاؤں ایک ایک شہر ہر ایک آبادی میں پھر جاؤ اور دیکھو کہ کس جگہ کوئی نیا واقعہ ہوا ہے۔ جس کی وجہ سے ہم آسمان پر جائیں تو ہم پر یہ ستارے آگ بن کر ٹوٹ پڑتے ہیں۔ چنانچہ یہ جن اور شیاطین روئے زمین پر بکھر گئے اور تجسس کرنے لگے کہ زمین پر کیا کوئی نیا واقعہ ہوا ہے۔ جب یہ مکہ مکرمہ کی طرف آئے تو حجاز کے میدان میں عکاظ بازار کے قریب کھجوروں کے درختوں کے نیچے حضور (ﷺ) اپنے صحابہ کرام کے ساتھ نماز فجر ادا فرما رہے تھے، اور حضور (ﷺ) جماعت کرا رہے تھے، جنات نے بھی حضور (ﷺ) کی قرأت سن لی۔ اور کچھ ایسے متاثر ہوئے کہ آپس میں کہنے لگے کہ دیکھو یہی وہ بات ہے جس کے سبب ہم آسمان پر جانے سے روک دیئے گئے۔ اور پھر وہیں کھڑے کھڑے مسلمان ہو گئے۔ یہ واقعہ تفصیل کے ساتھ کتب تفاسیر میں موجود ہے اور بخاری شریف صفحہ ۷۳۲ ج ۲ پر بھی یہ واقعہ مذکور ہے۔

صاحب معالم التنزیل لکھتے ہیں:

اَمَرَ هُمْ اَنْ یُّنْذِرُوْا الْجِنَّ وَیَدْعُوْهُمْ اِلَى اللّٰهِ تَعَالٰى وَیَقْرَؤُا عَلَیْهِمُ الْقُرْاٰن.

یعنی حضور (ﷺ) نے پھر انہیں اس بات پر مامور فرما دیا کہ وہ جنوں کو جا کر ڈرائیں اور اللہ تعالیٰ کی طرف ان کو بلائیں اور ان کو قرآن سنائیں۔

چنانچہ یہ آئے تھے شیطان کے لیے مخبری کرنے کے لیے لیکن حضور (ﷺ) کی قرأت نے وہ اثر دکھایا کہ مسلمان ہو گئے اور پھر حضور (ﷺ) کے ارشاد سے اپنی قوم کے ہادی اور مبلغ بن کر گئے۔

بدقسمت انسان اور خوش قسمت جن:۔ سورۂ جنّ سے پہلے سورۂ نوح ہے سورۂ نوح میں یہ بات بتلائی گئی تھی کہ نوح علیہ السلام نے سینکڑوں برس وعظ کیا۔ مگر چند اشخاص کے سوا اس شقی قوم نے نہ مانا۔ آخر ہلاک ہوئی۔ اب اے قریش! تم جو نہیں مانتے اور انکار کرتے ہو۔ تو یہ ہمارے محبوب کی تعلیم کا قصور نہیں۔ بلکہ

تمہاری فطرت ہی سعید نہیں اور تمہاری استعداد ہی میں فتور ہے ورنہ جن کی فطرت سعید تھی۔ وہ اس تعلیم سے مستفید ہوئے دیکھ لو چند جنوں نے حضور (ﷺ) سے قرآن سنا باوجود یکہ وہ سننے کی نیت سے بھی نہ آئے تھے محض گزرتے ہوئے صرف ایک بار ہی حضور (ﷺ) کے منہ سے قرآن سن لیا۔ تو سنتے ہی ایمان لے آئے اور قرآن کی خوبی کے قائل ہو گئے اور اپنے عیوب کا اقرار کر لیا اور نہ صرف یہ کہ ہدایت یافتہ بلکہ ہادی بھی بن گئے اور اپنی قوم میں جا کر اسلام لانے کی ترغیب دینے لگے اور بانی اسلام کے شیدائی اور ایسے خوش اعتقاد کہ جنہیں سن کر وہابی مشرک کہیں گے اور وہ وہابیوں کے عقیدے سن لیں تو وہ انہیں وہی کہیں گے جو ہم کہتے ہیں۔

ظہورِ حضور (ﷺ):۔ جنوں کا عقیدہ تھا کہ عیسیٰ علیہ السلام کے بعد کسی نبی نے نہیں آنا اسی لیے وہ آسمان پر آتے جاتے لیکن اچانک ان کا آنا جانا بند ہو گیا۔ اب انہیں معلوم ہوا کہ حضور علیہ السلام تشریف لائے چنانچہ حدیث میں ہے:

قال ابن عمر لما كان اليوم الذى نبناء فيه رسول الله ﷺ منعت الشياطين من خبر اسماء ارمرا بالشهب فذكر وذلك لابليس فقال لعله بعث نبى عليكم بالارض المقدسة فذهبوا ثم رجعوا فقالوا ليس بها احد فخرج ابليس بطلبه بمكة فاذارسول الله ﷺ لجراء منحد معهٔ جبرئيل فرجه الى اصحابه فقال بعث احمد ومعه جبرئيل (سيرة حلبيه)

حضرت عبداللہ بن عمر فرماتے ہیں کہ جس روز حق تعالیٰ نے حضور سرورِ عالم (ﷺ) کو خلعت نبوت پہنایا تو شیاطین کو آسمانی خبر حاصل کرنے سے روک دیا گیا اور ان پر ستاروں کی آگ پھینکی جانے لگی۔ شیاطین نے ابلیس سے شکایت کی تو اس نے کہا مجھے ایسا معلوم ہوتا ہے کہ ارضِ مقدس میں کوئی نبی مبعوث ہوا ہے۔ شیاطین تحقیقات کے لیے ارض مقدس گئے اور لوٹ کر آ گئے۔ وہاں ارض مقدس میں کسی نبی کا ظہور نہیں ہوا تھا اس کے بعد ابلیس اس جستجو میں مکہ گیا تو وہاں اس نے حضور آقائے دو عالم (ﷺ) کو غارِ حرا میں حضرت جبرئیل علیہ السلام کے ساتھ دیکھا۔ ابلیس نے اپنے دوستوں سے واپس آ کر کہا کہ مکہ میں احمد مبعوث ہوئے ہیں مگر ان کے ساتھ جبرئیل ہیں۔

فائدہ: ۔حضور سرورِ عالم (ﷺ) کے ظہور سے ابلیس اور اس کی پارٹی کو گھبراہٹ ہوئی مگر اہلِ ایمان جن اور انسان خوش ہوئے۔

﴿آقا (ﷺ) کی آمد مرحبا﴾

سببِ اسلام عمر رضی اللہ عنہ: ۔کسی امر کے متعدد اسباب بھی ہو سکتے ہیں۔حضرت عمر رضی اللہ عنہ کے اسلام کے اسباب میں سے ایک سبب۔

صحیح بخاری میں حضرت عمر رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ ان کے پاس ایک خوبصورت مرد گذرا۔حضرت عمر نے اس سے حال دریافت کیا اس شخص نے بتایا کہ میں زمانہ جاہلیت میں عرب کا کاہن تھا۔حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے فرمایا کہ جنیہ کی کوئی عجیب وغریب بات سناؤ۔اس شخص نے کہا کہ جنیہ ایک روز بازار میں ملی تو اس نے یہ اشعار پڑھ کر سنائے۔

الم تر الجن و ابلا سها

و با سها من بعد انكا سها

ولحو قهابالقلاص واحلاسها

حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے فرمایا اس نے سچ کہا میرے ساتھ بھی ایسا ہی واقعہ پیش آیا تھا۔میں ایک روز ایک بت کے پاس سو رہا تھا کہ ایک آدمی ایک گائے کا بچہ بت پر چڑھانے آیا اس شخص نے اس بچہ کو بت کے سامنے ذبح کیا اس بچہ کے پیٹ میں سے یکا یک شور پیدا ہوا،

یاجلیح امر نجیح رجل فصیح لَا اِلٰهَ اِلَّا اللّٰهُ.

(اے جلیح یہ امر نجات دینے والا ہے مرد نصیحت کرنے والا ہے وہ لَا اِلٰهَ اِلَّا اللّٰه کہتا ہے) یہ آواز سن کر لوگ بھاگ پڑے۔میں وہیں ڈٹا رہا یہی کلمات میں نے دوبارہ سہ بارہ سنے۔اس واقعہ کو کچھ عرصہ نہیں گذرا تھا کہ عرب میں حضور (ﷺ) کی بعثت کی خبر مشہور ہو گئی۔

فائدہ: ۔حضرت عمر رضی اللہ عنہ جیسے جلیل القدر خلیفۂ راشد کے اسلام کا سبب بھی جنات کی عقیدت بنی۔

قصہ سواد بن قارب رضی اللہ عنہ: مروی ہے کہ حضرت عمر فاروق رضی اللہ عنہ نے سواد بن قارب سے کہا کہ اپنے اسلام لانے کی بات سناؤ۔ سواد نے کہا ایک جن میرا دوست تھا۔ میں رات کو سویا ہوا تھا اس نے مجھے جگا کر کہا اٹھو سمجھ لو جان لو۔ لوئ بن غالب میں سے ایک رسول (ﷺ) مبعوث کیا گیا ہے پھر اس نے یہ اشعار پڑھے۔

عجبت للجن و انحاسها

وشدها العيس باحلاسها

"جنات سے میں تعجب کرتا ہوں اور جنات کے نجس لوگوں سے تعجب کرتا ہوں اور اس امر سے تعجب کرتا ہوں کہ وہ اپنے اونٹوں پر کجاوے باندھتے ہیں"۔

تهوى الى مكة تبغى الهدى

ما مو منو ها مثل ارجا سها

"وہ جنات مکہ کی طرف میل کرتے ہیں اور ہدایت کی خواہش کرتے ہیں ان جنات میں جو مومن ہیں وہ ان کے نجس جنات کی مثل نہیں"۔

فانهض الى الصفوة من هاشم

واسم بعينيك الى راسها

"تو اس خلاصہ کی طرف جا جو ہاشم میں سے ہے اور اپنی آنکھوں کو زرہ ہاشم کی طرف اٹھا کے دیکھے یعنی نبی (ﷺ) کو اپنی آنکھوں سے دیکھ کہ بنی ہاشم کے راس ہیں"۔

یہ اشعار سنا کر اسے سمجھ سے تہدید امیز انداز میں کہا۔ اس سواد اللہ تعالیٰ نے ایک نبی کو مبعوث کیا ہے تو اس نبی کے پاس جا ہدایت پائے گا۔

دوسری شب اس نے مجھے بیدار کر کے یہ اشعار سنائے:

عجبت للجن وتطلا بها

وسعدها العيس باقتابها

"میں جنات سے اور ان کی طلب سے تعجب کرتا ہوں اور جنات اونٹوں پر کجاوے باندھتے ہیں ان پر تعجب کرتا ہوں کہ وہ آمادہ سفر ہیں"۔

تهوى الى مكة تبغى الهدىٰ
ما صادقوا الجن ككذ ابها

''وہ جنات مکہ کی طرف میل کرتے ہیں اور ہدایت کی خواہش کرتے ہیں جنات کے صادق لوگ ان کذابوں کے مثل نہیں''۔

فالعل الى صفوة من هاشم
ليس قالما كا ذ نا بها

ہاشم سے جو خلاصہ مرد ہے اس کی طرف تو کوچ کر دے۔

جنات کے اگلے لوگ ان کے بعد کے لوگوں اور اتباع کی مثل نہیں۔

تیسری رات بھی اس جن نے مجھے اسی مضمون کے اشعار سنائے۔ اشعار مسلسل سن کر میرے دل میں اسلام کی محبت جاگزیں ہوگئی۔ اس کے بعد میں حضور سرور عالم (ﷺ) کی خدمت میں حاضر ہو کر مشرف بہ اسلام ہوگیا۔ (رواہ بیہقی)

نبی علیہ السلام کی آمد کی بشارت:۔ حضرت جابر بن عبداللہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ مدینہ میں ایک عورت کے جن تابع تھا۔ وہ عورت کاہنہ بنام حلیمہ مشہور تھی۔ ایک روز وہ جن ایک پرندہ کی صورت میں مکان کی دیوار پر آ کر بیٹھ گیا۔ اس عورت نے اس جن سے کہا اتر آؤ۔ جن نے انکار کر دیا اور کہا کہ مکہ میں ایک نبی مبعوث ہوا ہے جس نے زنا کو حرام قرار دے دیا ہے اور ہمیں یہاں ٹھہرنے سے منع کر دیا ہے۔ (طبرانی فی الاوسط)

نبی علیہ السلام کی آمد کی برکت:۔ ارطاۃ بن المنذرؒ کہتے ہیں کہ میں نے ضمرہ سے سنا وہ کہتے ہیں کہ مدینہ میں ایک عورت تھی اس سے ایک جن جماع کیا کرتا تھا کچھ دنوں غائب رہا۔ ایک دن وہ جن مکان کے روشندان سے جھانکتا ہوا نظر آیا۔ عورت نے کہا کیا بات ہے اب تو نے میرے پاس آنا جانا کیوں ترک کر دیا ہے۔ جن نے کہا کہ مکہ میں ایک نبی پیدا ہوا ہے۔ اس نے زنا کو حرام قرار دے دیا ہے اور سلام کر کے رخصت ہوگیا۔ (رواہ ابو نعیم)

جن کا اعلان:۔ حضرت عبداللہ بن عباس رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ حضور (ﷺ) کی بعثت کے وقت کسی جن نے جبلِ ابوقبیس پر چڑھ کر یہ آواز دی اور اشعار پڑھے۔

قبح الله راى كعب بن نهر
ما اراق العقول و الا حلام

"برا کرے اللہ تعالیٰ رائے کعب بن فہر کو یہ لوگ کتنے سبک عقل ہیں"۔

دينها انها بعنيف فيها
دين آبائها الحماة الكرم

"بنی کعب کا دین ان کے آباء کرام حمایت کرنے والوں کا دین ہے وہ اس دین میں ملامت کیے جاتے ہیں"۔

حالف الجن حين يقض عليكم
ورجال النخيل والا طام

"تمہارا ساتھ جنات دیں گے جس وقت تم پر حکم کیا جائے گا۔اور وہ مرد تمہارا ساتھ دیں گے جو نخیل واطام کے ہیں"۔

يوشک الخيل ان ترابا تهادى
تقتل القوم فى البلاد العظام

"قریب ہے تو سواروں کو دیکھے گا کہ وہ خرام کریں گے ایسی حالت میں کہ قوم کے بڑے بڑے شہروں میں قتل کریں گے"۔

هل كريم منكم له نفس حر
ماجرا الوالدين والا عمام

"کیا تم لوگوں میں کوئی ایسا کریم ہے کہ اس کا نفس آزاد ہے اور اس کے ماں باپ اور چچا شریف ہیں"۔

ضارب ضربة تكون نكالا
ورواحا من كربتة واغتمام

''وہ کریم ایسی ضرب لگانے والا ہو کہ وہ عذاب اور خوشی ہو سختی اور غمی سے''۔

یہ اشعار مکہ میں اس قدر مقبول ہوئے کہ ایک ایک مشرک کی زبان پر تھے۔کفار اس مضمون کو سن کر بہت خوش ہوئے اور مسلمانوں سے کہنے لگے دیکھو تمہارے قتل اور شہر بدر کرنے کا حکم غیب سے ہوا ہے۔ مسلمانوں کو بہت رنج ہوا۔حضور (ﷺ) سے عرض کیا گیا۔حضور (ﷺ) نے فرمایا یہ شیطان مسعر تھا۔اللہ تعالیٰ عنقریب اس کو سزا دے گا۔تیسرے دن سمج زور آور دیو مسلمان ہو گیا۔حضور (ﷺ) نے اس کا نام عبداللہ رکھا۔عبداللہ نے مسعر کو قتل کرنے کی اجازت چاہی۔حضور (ﷺ) نے اجازت عطا فرمادی حضور (ﷺ) نے فرمایا مسعر آج قتل ہو جائے گا۔مسلمان بہت خوش ہوئے اسی روز شام کے وقت پہاڑ سے ایک سخت آواز بلند ہوئی۔

نحن قتلنا مسعرا لما طغیٰ واستکبرا وسبفه الحق وسن المنکرا قنعته سیفا جر ونامتبراً بشمه نبینا المطهرا بمشته نبینا المطهرا .

ہم نے مسعر شیطان کو قتل کر ڈالا جب کہ اس نے سرکشی اور تکبر کیا۔مسعر شیطان نے حق کو سبک سمجھا اور امر منکر کو سنت ٹھہرایا۔میں نے مسعر کا قناع اس تلوار سے بنایا جو بنیاد ہستی کو کھودنے والی اور قاطع ہے اس شیطان کو اس سبب سے میں نے قتل کیا کہ اس نے ہمارے نبی مطہر کو برا کہا ہے۔

جندل کو دولتِ اسلام:۔کتاب شرف المصطفیٰ میں جندل بن فضلہ سے یوں روایت کی ہے کہ فضل نبی (ﷺ) کے پاس آئے اور کہا کہ میرا ایک دوست جنات میں سے تھا وہ یکا یک میرے پاس آیا اس نے کہا۔

هب قد لاح سراج الدین

لصادق مهذب اَمِین

''اُٹھ تحقیق دین کا چراغ روشن ہوا ہے ایسے پیغمبر (ﷺ) کے سبب سے جو صادق مہذب اور امین ہے''۔

فارحل الی ناجية امون

تمشی علی الصحیصح والحزون

''سوایسی اونٹنی پرکوچ کرجونجات دینے والی ہےاور خلقت میں مضبوط ہےاوروہ نرم زمین اور سخت دونوں پرچلتی ہے''

یہ اشعار سن کر میں خوف وہراس کی حالت میں بیدار رہوا۔میں نے پوچھا کیا واقعہ ہے تو اس نے جواب دیا''۔

وساطح الارض وفارض الفرض لقد بعث محمدا فی الطول والارض نشان الحرمات العظام وهاجر الی طيبة امينة.

''قسم ہے زمین کے سطح کرنے والے کی،فرض کے فرض کرنے والے کی کہ محمد(ﷺ) تمام روئے زمین پرمبعوث کیے گئے ہیں۔محمد(ﷺ) نے عظیم حرمات یعنی مکہ میں نشوونما پایا ہےاور طیبہ امینہ کی طرف ہجرت کی ہے''۔

یہ سنتے ہی میں حضوراکرم(ﷺ) کی زیارت کے لیےروانہ ہوگیا۔راستہ میں یہ غیبی آوازمیرے کان میں آئی۔

یاایها الراکب المزجی مطیته

نحوالرسول لقد وفقت الرشد

''اے وہ شترسوارجواپنی اونٹنی کورسول اللہ(ﷺ) کی طرف لے جانے والا ہے تحقیق تونے ہدایت کی توفیق پائی ہے''۔

ظہور کی خوشخبری:۔جبیر بن مطعم رضی اللہ عنہ سےروایت ہے کہ حضور(ﷺ) کی بعثت سےایک مہینہ قبل ہم لوگ بوانہ میں ایک بت کے پاس بیٹھے ہوئے تھے۔ہم نے اونٹ ذبح کیا اونٹ کے پیٹ میں سے کسی آواز دینے والے نے پکار کر کہا۔

الا اسمعوا الی العجب ذهب استراق السمع للحی ویری باب لنبی یکتا سمهٔ احمد مهاجر الی یثرب.

"یعنی تم لوگ سنو تعجب کی بات ہے وحی کے واسطے جو استراق سمع تھا یعنی شیاطین آسمان پر پہنچ کر وحی سنتے تھے وہ امر جاتا رہا، جنات پر آگ کے شعلے مارے جاتے ہیں اس نبی کے سبب سے جو مکہ میں ہے اس کا نام احمد (ﷺ) ہے اس کی ہجرت کی جگہ یثرب ہے"۔

جبیر کہتے ہیں کہ ہم یہ بات سن کر تعجب میں پڑ گئے یہاں تک کہ حضور سرور عالم (ﷺ) کا ظہور ہو گیا۔ (طبقات ابن سعد)

تمیم کو اسلام کی ہدایت:۔ حضرت تمیم داری رضی اللہ عنہ کہتے ہیں کہ جس وقت حضور سرور عالم (ﷺ) مبعوث ہوئے ہیں میں شام میں تھا۔ میں کسی کام سے جنگل گیا تھا رات ہو گئی وہیں لیٹ گیا۔ اچانک مجھے آواز آئی۔ کسی شخص نے مجھ سے کہا کہ جن کسی شخص کو اللہ تعالیٰ سے نجات نہیں دلا سکتا۔ میں نے کہا خدا کی قسم تو نے کیا کہا۔ تو آواز آئی کہ رسول امین رسول اللہ (ﷺ) نے ظہور فرمایا ہے۔ ہم نے مقام حجون میں آپ کے پیچھے نماز پڑھی ہے ہم مسلمان ہو گئے ہیں۔ اب جنات کا مکر و فریب دور ہو گیا اب جنات آگ کے شعلوں سے مارے جاتے ہیں تو محمد رسول اللہ (ﷺ) کے پاس جا کر مسلمان ہو جا۔

حضرت تمیم فرماتے ہیں کہ میں نے صبح اُٹھتے ہی ایک کاہن سے رات کے واقعہ کا ذکر کیا تو اس نے کہا کہ جن نے جو کچھ تجھ سے کہا سچ کہا، اس نبی (ﷺ) نے حرم سے ظہور کیا ہے اور اس کی ہجرت کی جگہ مدینہ ہے وہ خیر الانبیاء ہے تو اس کی طرف کیوں نہیں جاتا (رواہ ابونعیم)

(باب ١٠٦) اَلْجَمْعِ بَيْنَ السُّوْرَتَيْنِ فِيْ رَكْعَةٍ.

ایک رکعت میں دو سورتیں ایک ساتھ پڑھنا

سُوْرَةٍ وَّالْقِرَآءَ بِالْخَوَاتِيْمِ وَسُوْرَةٍ وَّبِاَوَّلِ وَيَذْكُرُ عَنْ عَبْدِ اللّٰهِ بْنِ السَّآئِبِ قَرَأَ النَّبِيُّ ﷺ الْمُؤْمِنُوْنَ فِي الصُّبْحِ حَتّٰى اِذَا جَآءَ ذِكْرُ مُوْسٰى وَهَارُوْنَ اَوْذِكْرُ عِيْسٰى اَخَذَتْهُ سَعْلَةٌ فَرَكَعَ وَقَرَأَ عُمَرُ فِي الرَّكْعَةِ الْاُوْلٰى بِمِائَةٍ وَّعِشْرِيْنَ اٰيَةً مِّنَ الْبَقَرَةِ وَفِي الثَّانِيَةِ بِسُوْرَةٍ مِّنَ الْمَثَانِيْ وَقَرَأَ الْاَحْنَفُ بِالْكَهْفِ فِي الْاُوْلٰى وَفِي الثَّانِيَةِ بِيُوْسُفَ اَوْيُوْنُسَ وَذَكَرَ اَنَّهُ صَلّٰى عُمَرُ الصُّبْحَ بِهِمَا وَقَرَأَ ابْنُ مَسْعُوْدٍ بِاَرْبَعِيْنَ اٰيَةً مِّنَ الْاَنْفَالِ وَفِي الثَّانِيَةِ بِسُوْرَةٍ مِّنَ

الْمُفَصَّلِ وَقَالَ قَتَادَةُ فِيمَنْ يَقْرَأُ بِسُورَةٍ وَّاحِدَةٍ فِي رَكْعَتَيْنِ اَوْيُرَدِّدُ سُورَةً وَّاحِدَةً فِي رَكْعَتَيْنِ كُلٌّ كِتَابُ اللّٰهِ عَزَّ وَجَلَّ وَقَالَ عُبَيْدُ اللّٰهِ عَنْ ثَابِتٍ عَنْ اَنَسٍ رَضِيَ اللّٰهُ عَنْهُ كَانَ رَجُلٌ مِّنَ الْاَنْصَارِ يَؤُمُّهُمْ فِي مَسْجِدِ قُبَاءَ وَّكَانَ كُلَّمَا افْتَتَحَ سُورَةً يَّقْرَأُ بِهَا لَهُمْ فِي الصَّلٰوةِ مِمَّا يُقْرَأُ بِهِ افْتَتَحَ بِقُلْ هُوَ اللّٰهُ اَحَدٌ حَتّٰى يَفْرُغَ مِنْهَا ثُمَّ يَقْرَأُ بِسُورَةٍ اُخْرٰى مَعَهَا وَكَانَ يَصْنَعُ ذٰلِكَ فِي كُلِّ رَكْعَةٍ فَكَلَّمَهُ اَصْحَابُهُ وَقَالُوْا اِنَّكَ تَفْتَتِحُ بِهٰذِهِ السُّوْرَةِ ثُمَّ لَاتَرٰى اَنَّهَا تُجْزِئُكَ حَتّٰى تَقْرَأَ بِاُخْرٰى فَاِمَّا تَقْرَأُ بِهَا وَاِمَّا اَنْ تَدَعَهَا وَتَقْرَأَ بِاُخْرٰى فَقَالَ مَآ اَنَا بِتَارِكِهَا اِنْ اَحْبَبْتُمْ اَنْ اَؤُمَّكُمْ بِذٰلِكَ فَعَلْتُ وَاِنْ كَرِهْتُمْ تَرَكْتُكُمْ وَكَانُوْا يَرَوْنَ اَنَّهُ مِنْ اَفْضَلِهِمْ وَكَرِهُوْٓا اَنْ يَّؤُمَّهُمْ غَيْرُهٗ فَلَمَّا اَتَاهُمُ النَّبِيُّ ﷺ اَخْبَرُوْهُ الْخَبَرَ فَقَالَ يَا فُلَانُ مَا يَمْنَعُكَ اَنْ تَفْعَلَ مَا يَاْمُرُكَ بِهٖ اَصْحَابُكَ وَمَا يَحْمِلُكَ عَلٰى لُزُوْمِ هٰذِهِ السُّوْرَةِ فِي كُلِّ رَكْعَةٍ فَقَالَ اِنِّيْ اُحِبُّهَا قَالَ حُبُّكَ اِيَّاهَآ اَدْخَلَكَ الْجَنَّةَ.

کسی سورۃ کو (جیسا کہ قرآن کی ترتیب ہے) اس سے پہلے کی سورۃ سے پہلے پڑھنا اور کسی سورۃ کے اول حصہ کا پڑھنا۔

عبداللہ بن سائب کی روایت میں ہے کہ نبی (ﷺ) نے صبح کی نماز میں سورۂ مومنون کی تلاوت کی۔ جب موسیٰ اور ہارون کے ذکر پر پہنچے یا عیسیٰ کے ذکر پر پہنچے تو آپ کو کھانسی آنے لگی اس لئے رکوع میں چلے گئے۔ عمر رضی اللہ عنہ نے پہلی رکعت میں سورہ بقرہ کی ایک سو بیس آیتیں پڑھیں اور مثانی (جس میں تقریباً سو آیتیں ہوتی ہیں) میں سے کوئی سورۃ دوسری رکعت میں تلاوت کی اور حضرت احنف نے پہلی رکعت میں کہف کی اور دوسری میں سورۂ یوسف یا یونس پڑھی۔ انہوں نے کہا کہ حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے صبح کی نماز میں یہ دونوں سورتیں پڑھی تھیں۔ ابن مسعود رضی اللہ عنہ نے انفال کی چالیس آیتیں (پہلی رکعت میں) پڑھیں اور دوسری رکعت میں مفصل کوئی سورۃ پڑھی، قتادہ رضی اللہ عنہ نے اس شخص کے متعلق جو ایک سورۃ دو رکعتوں میں تقسیم کر کے پڑھے یا ایک سورۃ دو رکعتوں میں بار بار پڑھے۔ فرمایا کہ ساری ہی کتاب اللہ میں سے ہیں۔ عبیداللہ نے ثابت کے واسطہ سے انہوں نے انس رضی اللہ عنہ کے واسطہ سے نقل کیا کہ انصار میں سے ایک شخص قبا کی مسجد میں ان کی امامت کرتا تھا۔ وہ جب بھی کوئی سورۃ نماز میں (سورۂ فاتحہ کے بعد) شروع کرتا تو پہلے قل ھو اللہ احد ضرور پڑھ لیتا۔ اسے پڑھنے کے بعد پھر کوئی دوسری سورۃ بھی

پڑھتا۔ ہر رکعت میں اس کا یہی معمول تھا چنانچہ اسکے ساتھیوں نے اس سلسلے میں اس سے گفتگو کی کہا کہ تم پہلے یہ سورۃ پڑھتے ہو اور صرف اسی کو کافی خیال نہیں کرتے بلکہ دوسری سورۃ بھی (اس کے ساتھ ضرور پڑھتے ہو) یا تو تمہیں صرف اسی کو پڑھنا چاہئے ورنہ اسے چھوڑ دینا چاہئے اور بجائے اس کے کوئی دوسری سورۃ پڑھنی چاہئے۔ اس شخص نے کہا میں اسے چھوڑ نہیں سکتا۔ اب اگر تمہیں پسند ہے کہ میں نماز پڑھاؤں تو برابر پڑھاتا رہوں گا لیکن اگر تم پسند نہیں کرتے تو میں نماز پڑھانا چھوڑ دوں گا۔ لوگ سمجھتے تھے کہ یہ ان سب سے افضل ہیں اس لئے یہ نہیں چاہتے تھے کہ ان کے علاوہ کوئی اور نماز پڑھائے۔ اس لیے جب نبی کریم (ﷺ) تشریف لائے تو ان لوگوں نے آپ (ﷺ) کو واقعہ کی اطلاع دی۔ اس پر آپ (ﷺ) نے ان سے پوچھا کہ اے فلاں تمہارے ساتھی جس طرح کہتے ہیں اس پر عمل کرنے سے کون سی چیز مانع ہے اور ہر رکعت میں اس سورۃ کو ضروری قرار دے لینے کا باعث کیا ہے۔ انہوں نے جواب دیا کہ میں اس سورۃ سے محبت رکھتا ہوں۔ آں حضور (ﷺ) نے فرمایا کہ اس سورۃ کی محبت تمہیں جنت میں لے جائے گی۔

اَبَا وَائِلٍ قَالَ جَآءَ رَجُلٌ اِلَی ابْنِ مَسْعُوْدٍ فَقَالَ قَرَاْتُ الْمُفَصَّلَ اللَّیْلَةَ فِیْ رَکْعَةٍ فَقَالَ ھٰذًا کَھَذِ الشِّعْرِ لَقَدْ عَرَفْتُ النَّظَآئِرَ الَّتِیْ کَانَ النَّبِیُّ ﷺ یَقْرِنُ بَیْنَھُنَّ فَذَکَرَ عِشْرِیْنَ سُوْرَةً مِّنَ الْمُفَصَّلِ سُوْرَتَیْنِ فِیْ کُلِّ رَّکْعَةٍ.

ابووائل نے کہا کہ ایک شخص ابن مسعود رضی اللہ عنہ کی خدمت میں حاضر ہوا اور کہا کہ میں نے رات ایک رکعت میں مفصل کی سورۃ پڑھی۔ آپ نے فرمایا کہ کیا اس طرح (جلدی جلدی) پڑھی جیسے شعر پڑھے جاتے ہیں۔ میں ان ہم معنی سورتوں کو جانتا ہوں جنہیں نبی کریم (ﷺ) ایک ساتھ ملا کر پڑھتے تھے آپ نے مفصل کی بیس سورتوں کا ذکر کیا۔ ہر رکعت کے لیے دو دو سورتیں۔

شرح:۔ اس باب امام بخاری رحمہ اللہ بتانا چاہتے ہیں کہ ایک رکعت میں دو سورتیں پڑھنا جائز ہیں اس میں مختلف اقوال نقل کرنے کے بعد ایک واقعہ بیان فرمایا کہ ایک صحابی جو مسجد قباء شریف کے امام تھے کا واقعہ بیان فرمایا کہ وہ رکعت میں سورۃ ملانے سے پہلے سورۃ اخلاص پڑھتے تھے ان سے پوچھا گیا کہ تم ایسا کیوں کرتے ہو۔ تو فرمایا مجھے اس سورۃ سے محبت ہے۔ اسے نوید سعید سنائی گئی کہ اس کی محبت تجھے جنت میں لے جائے گی۔

فائدہ: ۔اس سے چند امور ثابت ہوئے (۱) عشق ومحبت دلیل کے محتاج نہیں، عشق اپنی دلیل خود ہے یہی وجہ ہے جو امور حضور سرور عالم (ﷺ) کی محبت وعشق میں عمل میں لائے جاتے ہیں ان میں دلیل کی حاجت نہیں ہے ان کے متعلق منکر کو عدم جواز کی دلیل لانی چاہئے (۲) نیک عمل سے محبت جنت کا ٹکٹ ہے۔سورہ اخلاص اگر جنت میں لے جائے گی تو جو لوگ اذان سے قبل یا بعد صلوٰۃ وسلام حُبّ رسول (ﷺ) میں پڑھتے ہیں انہیں بھی یہی صلوٰۃ وسلام جنت میں لے جائے گی (۳) نیک عمل کی محبت جنت کا ٹکٹ ہے تو نیک عمل کرنے والوں کی محبت تو بطریق اولیٰ جنت کا ٹکٹ ہے۔

حُبّ درویشاں کلید جنت است

(۴) نیک عمل کو معین وقت میں ادا کرنا جائز ہے جب وہ اسے واجب نہ سمجھتا ہو جیسے اس صحابی رضی اللہ عنہ نے سورۃ اخلاص کو معین کر رکھا تھا۔ یونہی میلاد شریف وگیارہویں شریف اور ایصال ثواب کے مختلف طریقے، سوم، دہم، چہلم اور سالیانے اور اعراس کے تعیین جائز ہے۔

مسائل فقہیہ: ۔بہت سے نمازی قرأۃ کے مسائل میں بے خبر ہیں ان کے لئے باب کی مناسبت سے چند فقہی مسائل حاضر ہیں۔

﴿مسئلہ﴾ سورتوں کا معین کر لینا کہ اس نماز میں ہمیشہ وہی سورت پڑھا کرے مکروہ ہے مگر جو سورتیں احادیث میں وارد ہیں ان کو کبھی کبھی پڑھ لینا مستحب ہے مگر مداومت نہ کرے کہ کوئی واجب نہ گمان کر لے۔(درمختار، ردالمحتار) ﴿مسئلہ﴾ دونوں رکعتوں میں ایک ہی سورت کی تکرار مکروہ تنزیہی ہے جب کہ کوئی مجبوری نہ ہو اور مجبوری ہو تو بالکل کراہت نہیں مثلاً پہلی رکعت میں پوری قُلْ اَعُوْذُ بِرَبِّ النَّاسِ پڑھی تو اب دوسری میں بھی یہی پڑھے یا دوسری میں بلا قصد وہی پہلی سورت شروع کر دی یا دوسری سورت یاد نہیں آتی تو وہی پہلی پڑھے۔(ردالمحتار) ﴿مسئلہ﴾ نوافل کی دونوں رکعتوں میں ایک ہی سورت کو مکرر پڑھنا یا ایک رکعت میں اسی سورت کو بار بار پڑھنا بلا کراہت جائز ہے۔(غنیۃ) ﴿مسئلہ﴾ فرائض کی پہلی رکعت میں چند آیتیں پڑھیں اور دوسری میں دوسری جگہ سے چند آیتیں پڑھیں اگرچہ اسی سورت کی ہوں تو اگر درمیان میں دو یا زیادہ آیتیں رہ گئیں تو حرج نہیں ہے مگر بلا ضرورت ایسا نہ کرے اور اگر ایک ہی رکعت میں چند آیتیں پڑھیں پھر کچھ چھوڑ کر دوسری جگہ سے پڑھا تو مکروہ ہے اور بھول کر ایسا ہوا تو لوٹے اور چھوٹی ہوئی آیتیں پڑھے۔(ردالمحتار)

﴿مسئلہ﴾ پہلی رکعت میں کسی سورت کا آخر پڑھا اوردوسری میں کوئی چھوٹی سورت مثلاً پہلی میں اَفَحَسِبْتُمْ اوردوسری میں قُلْ هُوَ اللّٰهُ تو حرج نہیں۔(عالمگیری) ﴿مسئلہ﴾ فرض کی ایک رکعت میں دوسورت نہ پڑھے اورمنفرد پڑھ لے تو حرج بھی نہیں بشرطیکہ ان دونوں سورتوں میں فاصلہ نہ ہواوراگر بیچ میں ایک یا چند سورتیں چھوڑ دیں تو مکروہ ہے۔(ردالمحتار) ﴿مسئلہ﴾ پہلی رکعت میں کوئی سورت پڑھی اور دوسری میں ایک چھوٹی سورت درمیان سے چھوڑ کر پڑھی تو مکروہ ہے اوراگر وہ درمیان کی سورت بڑی ہے کہ اس کو پڑھے تو دوسری کی قرأت پہلی سے طویل ہوجائے گی تو حرج نہیں جیسے والتین کے بعد اِنَّا اَنْزَلْنَا پڑھنے میں کوئی حرج نہیں اوراِذَا جَآءَ کے بعد قُلْ هُوَ اللّٰهُ پڑھنا نہ چاہئے۔(درمختار وغیرہ) ﴿مسئلہ﴾ قرآن مجید الٹا پڑھنا کہ دوسری رکعت میں پہلی والی سے اوپر کی سورت پڑھے یہ مکروہ تحریمی ہے مثلاً پہلی میں قُلْ یٰاَیُّهَا الْکٰفِرُوْنَ پڑھی اوردوسری میں اَلَمْ تَرَ کَیْفَ (درمختار) اس کے لئے سخت وعید آئی ہے۔عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں جو قرآن الٹ کر پڑھتا ہے کیا خوف نہیں کرتا کہ اللہ اس کا دل الٹ دے اوربھول کر ہو تو نہ گناہ نہ سجدہ سہو ﴿مسئلہ﴾ بچوں کی آسانی کے لئے پارہ عَمَّ خلاف ترتیب قرآن مجید پڑھنا جائز ہے (ردالمحتار) ﴿مسئلہ﴾ بھول کر دوسری رکعت میں اوپر کی سورت شروع کردی یا ایک چھوٹی سورت کا فاصلہ ہوگیا پھر یاد آیا تو جو شروع کرچکا ہے اسی کو پورا کرے اگرچہ ابھی ایک ہی حرف پڑھا ہو مثلاً پہلی میں قُلْ یٰاَیُّهَا الْکٰفِرُوْنَ پڑھی اوردوسری میں اَلَمْ تَرَ کَیْفَ یاتَبَّتْ شروع کردی اب یاد آنے پر اسی کو ختم کرے چھوڑ کر اِذَا جَآءَ پڑھنے کی اجازت نہیں۔(درمختار وغیرہ) ﴿مسئلہ﴾ بہ نسبت ایک بڑی آیت کے تین چھوٹی آیتوں کا پڑھنا افضل ہے اور جزو سورت اور پوری سورت میں افضل وہ ہے جس میں زیادہ آیتیں ہوں۔(درمختار) ﴿مسئلہ﴾ رکوع کے لئے تکبیر کہی مگر ابھی رکوع میں نہ گیا تھا یعنی گھٹنوں تک ہاتھ پہنچنے کے قابل نہ جھکا تھا کہ اور زیادہ پڑھنے کا ارادہ ہو تو پڑھ سکتا ہے کچھ حرج نہیں۔(عالمگیری)

(باب ۱۰۷) يَقْرَأُ فِي الاُخْرَيَيْنَ بِفَاتِحَةِ الْكِتَابِ.

آخری دورکعتوں میں سورۃ فاتحہ پڑھی جائے گی

عَنْ عُبَيْدِ اللّٰهِ بْنِ اَبِىْ قَتَادَةَ عَنْ اَبِيْهِ اَنَّ النَّبِىَّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ كَانَ يَقْرَأُ فِى الظُّهْرِ فِى الْاُوْلَيَيْنِ بِاُمِّ الْكِتَابِ وَسُوْرَتَيْنِ وَفِى الرَّكْعَتَيْنِ الْاُخْرَيَيْنِ بِاُمِّ الْكِتَابِ وَيُسْمِعُنَا الْاٰيَةَ وَيُطَوِّلُ فِى الرَّكْعَةِ الْاُوْلٰى مَا يُطِيْلُ فِى الرَّكْعَةِ الثَّانِيَةِ وَهٰكَذَا فِى الْعَصْرِ وَهٰكَذَا فِى الصُّبْحِ.

عبیداللہ بن ابی قتادہ اپنے والد سے بیان کرتے ہیں کہ نبی کریم (ﷺ) ظہر کی پہلی دورکعتوں میں سورۂ فاتحہ اور دو سورتیں پڑھتے تھے اور آخری دورکعتوں میں صرف سورۂ فاتحہ پڑھتے تھے کبھی کبھی ہمیں آیت سنا بھی دیا کرتے تھے (تعلیم کے لیے) اور پہلی رکعت میں قرأت دوسری رکعت سے زیادہ کرتے تھے عصر اور صبح کی نمازوں میں بھی یہی معمول تھا۔

(باب ۱۰۸) مَنْ خَافَتَ الْقِرَآءَةَ فِى الظُّهْرِ وَالْعَصْرِ.

جس نے ظہر اور عصر میں آہستہ سے قرآن مجید پڑھا

عَنْ اَبِىْ مَعْمَرٍ قَالَ قُلْنَا لِخَبَّابٍ اَكَانَ رَسُوْلُ اللّٰهِ ﷺ يَقْرَأُ فِى الظُّهْرِ وَالْعَصْرِ قَالَ نَعَمْ قُلْنَا مِنْ اَيْنَ عَلِمْتَ قَالَ بِاضْطِرَابِ لِحْيَتِهٖ.

ابو معمر نے بیان کیا کہ ہم نے خباب رضی اللہ عنہ سے دریافت کیا کہ کیا رسول اللہ (ﷺ) ظہر اور عصر میں قرآن مجید پڑھتے تھے۔ انہوں نے جواب دیا کہ ہاں۔ ہم نے پوچھا کہ آپ کو معلوم کس طرح ہوتا۔ انہوں نے بتایا کہ آپ (ﷺ) کی داڑھی کی حرکت سے۔

(باب ۱۰۹) اِذَا اَسْمَعَ الْاِمَامُ الْاٰيَةَ.

جب امام آیت سنادے تو کیا حکم ہے

عَبْدُ اللّٰهِ ابْنِ اَبِیْ قَتَادَةَ عَنْ اَبِيْهِ اَنَّ النَّبِیَّ ﷺ كَانَ يَقْرَأُ بِاُمِّ الْكِتَابِ وَسُوْرَةٍ مَّعَهَا فِی الرَّكْعَتَيْنِ الْاُوْلَيَيْنِ مِنْ صَلٰوةِ الظُّهْرِ وَصَلٰوةِ الْعَصْرِ وَيُسْمِعُنَا الْاٰيَةَ اَحْيَانًا وَّ كَانَ يُطِيْلُ فِی الرَّكْعَةِ الْاُوْلٰی.

عبداللہ بن ابی قتادہ نے اپنے والد سے بیان کیا کہ نبی کریم (ﷺ) ظہر اور عصر کی دو پہلی رکعتوں میں سورۂ فاتحہ اور کوئی سورۃ پڑھتے تھے کبھی کبھی آپ آیت سنا بھی دیا کرتے تھے۔ پہلی رکعت میں قرأت زیادہ طویل کرتے تھے۔

(باب ۱۱۰) يُطَوِّلُ فِی الرَّكْعَةِ الْاُوْلٰی.

پہلی رکعت طویل کرنی چاہیے

عَنْ يَحْيٰی بْنِ اَبِیْ كَثِيْرٍ عَنْ عَبْدِ اللّٰهِ بْنِ اَبِیْ قَتَادَةَ عَنْ اَبِيْهِ اَنَّ النَّبِیَّ ﷺ كَانَ يُطَوِّلُ فِی الرَّكْعَةِ الْاُوْلٰی مِنْ صَلٰوةِ الظُّهْرِ وَيُقَصِّرُ الثَّانِيَةَ وَيَفْعَلُ ذٰلِكَ فِیْ صَلٰوةِ الصُّبْحِ.

یحیٰی بن ابن کثیر کے واسطہ سے حدیث بیان کی کہ وہ عبداللہ بن ابی قتادہ سے انہوں نے اپنے والد سے بیان کیا نبی کریم (ﷺ) ظہر کی پہلی رکعت میں (قرأت) طویل کرتے تھے اور دوسری رکعت میں مختصر، صبح کی نماز میں بھی آپ اسی طرح کرتے تھے۔

(باب ۱۱۱) جَهْرِ الْاِمَامِ بِالتَّاْمِيْنِ.

امام کا آمین بلند آواز سے کہنا

وَقَالَ عَطَآءٌ اٰمِيْنَ دُعَآءٌ اَمَّنَ ابْنُ الزُّبَيْرِ وَمَنْ وَّرَآءَهٗ حَتّٰی اِنَّ لِلْمَسْجِدِ لَلَجَّةً وَكَانَ اَبُوْهُرَيْرَةَ يُنَادِی الْاِمَامَ لَا تَفُتْنِیْ بِاٰمِيْنَ وَ قَالَ نَافِعٌ كَانَ ابْنُ عُمَرَ لَا يَدَعُهٗ وَيَحُضُّهُمْ

وَسَمِعْتُ مِنْهُ فِيْ ذٰلِكَ خَيْرًا.

عطاء نے فرمایا کہ آمین ایک دعاء ہے۔ابن زبیر رضی اللہ عنہ اوران لوگوں نے جو آپ کے پیچھے (نماز پڑھ رہے) تھے آمین کہی تو مسجد گونج اٹھی۔ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ امام سے کہہ دیا کرتے تھے کہ آمین سے ہمیں محروم نہ رکھنا۔نافع نے فرمایا کہ ابن عمر رضی اللہ عنہ آمین کبھی نہ چھوڑتے تھے اور لوگوں کو اس کی ترغیب دیا کرتے تھے۔میں نے آپ سے اس کے متعلق ایک حدیث بھی سنی تھی۔

عَنْ سَعِيْدِبْنِ الْمُسَيَّبِ وَاَبِيْ سَلَمَةَ ابْنُ عَبْدِ الرَّحْمٰنِ اَنَّهُمَا اَخْبَرَاهُ عَنْ اَبِيْ هُرَيْرَةَ اَنَّ رَسُوْلَ اللّٰهِ ﷺ قَالَ اِذَا اَمَّنَ الْاِمَامُ فَاَمِّنُوْا فَاِنَّهُ مَنْ وَّافَقَ تَامِيْنُهُ تَامِيْنَ الْمَلٰئِكَةِ غُفِرَلَهُ مَاتَقَدَّمَ مِنْ ذَنْبِهٖ قَالَ ابْنُ شِهَابٌ كَانَ رَسُوْلِ اللّٰهِ ﷺ يَقُوْلُ آمِيْنَ.

سعید بن میتب اورابی سلمہ بن عبدالرحمٰن نے ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ کے واسطہ سے خبردی کہ رسول اللہ (ﷺ) نے فرمایا کہ جب امام آمین کہے تو تم بھی کہو۔کیونکہ جس کی آمین ملائکہ کی آمین کے ساتھ ہوگی اس کے تمام گناہ معاف کردیے جائیں گے۔ابن شہاب نے بیان کیا کہ رسول اللہ (ﷺ) آمین کہتے تھے۔

(باب ۱۱۲) فَضْلِ التَّامِيْنِ.

آمین کہنے کی فضیلت

مَالِكٌ عَنْ اَبِي الزِّنَادِ عَنِ الْاَعْرَجِ عَنْ اَبِيْ هُرَيْرَةَ اَنَّ رَسُوْلَ اللّٰهِ ﷺ قَالَ اِذَا قَالَ اَحَدُكُمْ اٰمِيْنَ وَقَالَتِ الْمَلَائِكَةُ فِي السَّمَآءِ اٰمِيْنَ فَوَافَقَتْ اِحْدٰهُمَا الْاُخْرٰى غُفِرَلَهُ مَاتَقَدَّمَ مِنْ ذَنْبِهٖ.

ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے ہے کہ رسول اللہ (ﷺ) نے فرمایا کہ اگر کوئی شخص آمین کہے اور ملائکہ نے بھی اسی وقت آسمان پر آمین کہی۔اس طرح ایک کی آمین دوسرے کے ساتھ ہوگئی تو اس کے پچھلے تمام گناہ معاف ہوجاتے ہیں۔

(باب ۱۱۳) جَهْرِ الْمَامُوْمِ بِالتَّامِيْنِ.

مقتدی کا آمین بلند آواز سے کہنا

عَنْ اَبِیْ هُرَيْرَةَ اَنَّ رَسُوْلِ اللّٰهِ ﷺ قَالِ اِذَا قَالَ الْاِمَامُ غَيْرِ الْمَغْضُوْبِ عَلَيْهِمْ وَلَا الضَّآلِيْنَ فَقُوْلُوْا آمِيْنَ فَاِنَّهٗ مَنْ وَّا فَقَ قَوْلَهٗ قَوْلَ الْمَلٰٓئِكَةِ غُفِرَلَهٗ مَاتَقَدَّمَ مِنْ ذَنْبِهٖ .

ابوہریرہ رضی اللہ عنہ سے ہے کہ رسول اللہ (ﷺ) نے فرمایا کہ جب امام غیر المغضوب علیہم ولا الضالین کہے تو تم آمین کہو کیونکہ جس نے ملائکہ کے ساتھ آمین کہی اس کے پچھلے تمام گناہ معاف کر دیئے جاتے ہیں۔

شرح:۔ نماز باجماعت میں آمین بالجہر یا بالاخفاء کے متعلق اختلاف ہے۔ بعض ائمہ کہتے ہیں ان میں غیر مقلد شامل ہو کر کہتے ہیں کہ آمین زور سے کہی جائے۔ لیکن امام ابوحنیفہ اور امام مالک رحمۃ اللہ علیہما کے نزدیک آمین آہستہ سے کہنی چاہئے۔ امام بخاری رحمۃ اللہ علیہ نے جو حدیث اس موقعہ پر بیان کی ہے اس سے یہ ثابت نہیں ہوتا کہ بلند آواز سے آمین نماز میں بھی کہی جائے گی۔ بعض صحابہ کا عمل بھی نقل کیا گیا ہے مثلاً ابن زبیر رحمۃ اللہ علیہ اور ان کے ساتھ نماز پڑھنے والے اتنی بلند آواز سے آمین کہتے تھے کہ مسجد گونج اٹھتی تھی۔ امام بخاری نے جو آثار نقل کیے ہیں ان میں بلند آواز سے کہنے اور آہستہ سے کہنے کی کوئی تصریح نہیں ہے۔ اس باب میں امام بخاری رحمۃ اللہ علیہ نے ایک حدیث نقل کی ہے اور اس کے علاوہ بھی دو صحیح احادیث ہیں۔

لیکن تمام اس درجہ مبہم کہ واضح طور پر کسی سے بھی یہ پتہ نہیں چلتا کہ بلند آواز سے آمین نماز میں کہی جائے گی یا نہیں۔ اس لیے ائمہ نے اپنے اجتہاد سے جو تاویل ان احادیث کی صحیح سمجھی، کی۔ ہمارے امام ابوحنیفہ رضی اللہ عنہ نے آمین آہستہ کہنے کا فرمایا ہے اور اس پر بہت بڑے بڑے قوی دلائل ہیں۔ اس بارہ میں فقیر نے رسالہ لکھا ہے۔ ''آمین آہستہ کہنا'' کئی بار مطبوع ہو چکا ہے۔ جن لوگوں کے پاس صریح حدیث نہیں انھوں نے حضرت ابن زبیر رضی اللہ عنہ کے عمل سے استدلال کیا ہے وہ صحیح نہیں۔

یہ اس زمانہ کا واقعہ ہے جب آپ فجر میں عبدالملک پر قنوت پڑھتے تھے۔عبدالملک بھی ابن زبیر پر قنوت پڑھتا تھا اور جس طرح کے حالات اس زمانے میں تھے اس میں مبالغہ اور بے احتیاطی کی گئی ہے اور یہ ان کا اپنا اجتہاد ہے ہمیں صریح اور صحیح حدیثِ رسول چاہئے۔

سوال:۔صحیح اور صریح حدیث تو اسی بخاری میں ہے کہ آمین نماز میں بلند آواز سے کہنی چاہئے۔صرف اتنی بات ہے کہ جب امام ولا الضالین پر پہنچے تو تم آمین کہو۔کہتے ہیں کہ ولا الضالین پر پہنچنے کا علم مقتدیوں کو کیسے ہوگا جب تک خود امام بلند آواز سے آمین نہ کہے گا۔اس لئے اس سے معلوم ہوتا ہے کہ آمین بلند آواز سے کہنی چاہئے۔

جواب:۔یہاں تو ایک اصول بتایا گیا ہے کہ ولا الضالین پر امام جب پہنچے تو تمہیں آمین کہنی چاہئے۔اب اگر نماز عشاء، فجر یا مغرب کی ہے تو اس میں ولا الضالین جب سنو تو آمین کہو۔ظہر اور عصر جن میں بلند آواز سے قرأت نہیں ہوتی ان میں سے کسی نے سنا ہی نہیں تو کہے گا کیا۔حدیث میں صرف کہنا کہا گیا ہے۔کہنے کے تو ہم بھی قائل ہیں بات تو دکھانے کی ہے کہ آمین جہر سے کہی جائے وہ غیر مقلدین کے پاس نہیں۔

دلائلِ احناف:۔خود امام بخاری نے اسی باب میں فرمایا کہ آمین دعاء ہے۔اس میں مخالفین و موافقین کو اتفاق ہے کہ دعاء میں خفا بہتر وافضل ہے۔آیا ت قرآنی اس پر شاہد ہیں ۔اللہ تعالیٰ نے فرمایا:ادعوربکم تضرعًا وخفیہ ۔اپنے رب کو خفیہ اور زاری سے پکارے۔زکریا علیہ السلام کی دعاء میں خفاء کی تصریح ہے چنانچہ اذنادیٰ ربہ نداء خفیا۔زکریا علیہ السلام نے جب اپنے رب کو آہستگی سے پکارا۔

تبین الحقائق میں باب صفتہ الصلوٰۃ میں ہے کہ:۔

ولنا حدیث وائل انہ علیہ السلام قال آمین وخفض بھا صوتہ رواہ احمد وابوداؤد والدار قطنی و قال عمر بن الخطاب یخفی الامام اربعا التعوذ والتسمیہ وآمین وربنا لک الحمد. الخ ہمارے ہاں وائل کی حدیث ہے حضور علیہ السلام نے آمین کہہ کر آواز آہستہ فرمائی (یہ احمد وابوداؤد ودار قطنی کی روایت ہے) اور حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے فرمایا امام چار چیزیں آہستہ کہے تعوذ،تسمیہ،آمین،ربنا لک الحمد الخ۔

ابوداؤد و ترمذی میں حضرت وائل کی روایت نقل کر کے آخری لفظ لکھا کہ واخفی بھا صوتہ آمین کو آہستہ کہا

عَنْ عَلْقَمَةَ بْنِ وَائِلٍ عَنْ اَبِيْهِ اَنَّ النَّبِيَّ ﷺ قَرَءَ غَيْرِ الْمَغْضُوْبِ عَلَيْهِمْ وَلَا الضَّالِّيْنَ فَقَالَ اٰمِيْن وَخَفِضَ بِهَا صَوْتَهٗ.

یعنی علقمہ بن وائل اپنے باپ سے روایت کرتے ہیں کہ حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام نے جب غیر المغضوب علیہم ولا الضالین پڑھا تو آمین کو آہستہ کہا۔ یہ دو حدیثیں مسند امام احمد و مسند ابوداؤد و مسند ابویعلیٰ و ترمذی و تہذیب الآثار و دار قطنی و معجمہ طبرانی و معلّی شرح موطا و مستدرک و طبرانی میں باسناد صحیح موجود ہیں۔

عَنْ شُعْبَةَ عَنْ سَلَمَةَ بْنِ كُهَيْلٍ عَنْ عَلْقَمَةَ عَنْ وَائِلِ بْنِ حَجَرٍ قَالَ صَلَّيْتُ خَلْفَ النَّبِيِّ ﷺ فَلَمَا قَالَ وَلَا الضَّالِّيْنَ قَالَ اٰمِيْن وَخَفِضَ صَوْتَهٗ.

یعنی روایت ہے شعبہ رضی اللہ عنہ سے وہ روایت کرتے ہیں سلمہ بن کہیل سے وہ روایت کرتے ہیں علقمہ سے وہ روایت کرتے ہیں وائل بن حجر سے۔ پس فرمایا کہ نماز پڑھی میں نے پیچھے نبی (ﷺ) کے پس آپ نے ولا الضالین کہا تو کہا آمین آہستگی سے۔ اس حدیث کو ترمذی و ابوداؤد و دار قطنی وغیرہ نے روایت کیا۔

عَنْ اَبِيْ هُرَيْرَةَ اَنَّ رَسُوْلَ اللّٰهِ ﷺ قَالَ اِذَا قَالَ الْاِمَامُ غَيْرِ الْمَغْضُوْبِ عَلَيْهِمْ وَلَا الضَّالِّيْنَ فَقُوْلُوْا اٰمِيْن. (بخاری و موطا امام مالک)

یعنی جب امام ولا الضالین کہے۔ تو تم آمین کہو۔ یہ آپ نے نہیں فرمایا کہ جب امام تمہارا آمین کہے تو تم بھی کہو۔ اگر اس طرح سے ہوتا تو ضرور ثبوت آمین بالجہر کا ہو جاتا۔

عَنْ اَبِيْ هُرَيْرَةَ قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ ﷺ اِذَا قَالَ الْاِمَامُ وَلَا الضَّالِّيْنَ فَقُوْلُوْا اٰمِيْن فَاِنَّ الْمَلٰئِكَةَ يَقُوْلُوْنَ اٰمِيْنَ وَاِنَّ الْاِمَامَ يَقُوْلُ اٰمِيْنَ. (نسائی)

یعنی جب امام کہے ولا الضالین تو کہو تم آمین۔ اس واسطے کہ فرشتے بھی آمین کہتے ہیں اور امام بھی کہتا ہے آمین الخ پس اس حدیث سے بھی معلوم ہوا کہ اگر جہر سے آمین کہتا تو آپ کی ذات نے یہ کیوں تعلیم فرمائی کہ امام بھی کہتا ہے اور علاوہ اس کے قُوْلُوْا کے معنی پکارنے کے کہیں نہیں ثابت ہوئے بلکہ "کہو تم" کے ثابت ہوتے ہیں۔

سوال:۔ غیر مقلدین کہتے ہیں کہ حدیث میں علقمہ راوی ہے تو اس نے اپنے باپ سے حدیث نہیں سنی۔ اس لئے حدیث مجروح ہوئی۔

جواب:۔ امام ترمذی کے باب الحدود فی المراۃ میں علقمہ کا باپ سے سماع ثابت کیا ہے، وھو ہذا عَنْ عَلْقَمَةَ بْنِ اَبْنِ حَجْرٍ سَمِعَ مِنْ اَبِيْهِ وَهُوَ اَكْبَرُ مِنْ عَبْدِ الْجَبَّارِ الخ یعنی علقمہ بن وائل بن حجر نے اپنے باپ سے حدیث سنی ہے اور وہ بڑا ہے اپنے بھائی عبدالجبار بن وائل سے اور عبدالجبار بن وائل نے اپنے باپ سے حدیث نہیں سنی اور اسی طرح صحیح مسلم باب ملازمت جماعۃ المسلمین میں مذکور ہے۔

اس کے متعلق عجیب وغریب بحثیں فقیر کے رسالہ ''آمین بالخفاء'' میں پڑھیئے۔

ملائکہ کی آمین:۔ جب بندے آمین کہتے ہیں اس وقت آسمان کے ملائکہ بھی آمین کہتے ہیں جس کی آمین ملائکہ کی آمین کے موافق ہوتی ہے تو اس کے گناہ بخش دیئے جاتے ہیں۔ اس سے ثابت ہوا کہ دور سے سننا اللہ عزوجل نے اپنی مخلوق میں بہت سی چیزوں میں رکھی ہے۔ جو لوگ کہتے ہیں کہ انبیاء واولیاء کو دور سے پکارنا شرک ہے ان کی عقل ماری گئی ہے اس لئے کہ شرک یہ ہے (بقول ان کے) اللہ تعالیٰ کی کوئی صفت کسی کے لئے ماننا، تو اب بتایئے اللہ دور ہے کہ سننے کی طاقت اس کے لئے ماننا شرک ہو جائے حالانکہ اللہ کے لئے ایسے کہنا کفر ہے اس لئے کہ اللہ تو فرماتا ہے نحن اقرب الیه من حبل الورید اور فرمایا انی قریب ثابت ہوا کہ دور سے سننے کی صفت اللہ تعالیٰ نے اپنی مخلوق میں پیدا فرمائی مثلاً سلیمان علیہ السلام نے چیونٹی کی آواز دور سے سنی۔ حور بہشت میں زن وشوہر کا جھگڑا سنتی ہے (بخاری) ارواح نے ابراہیم علیہ السلام کی آواز دور سے سنی۔ ہر مرغ عرش کے نیچے والے کی آواز سن کر بول پڑتا ہے وغیرہ وغیرہ۔

غفرلہ ما تقدم:۔ اس میں اسے نوید ہے جو امام کے پیچھے آمین کہتا ہے اور اس کی آمین ملائکہ کے موافق ہو جاتی ہے تو اس کے گذشتہ گناہ بخشے جاتے ہیں۔ اس کا یہ مطلب نہیں کہ آئندہ کوئی گناہ کرے تو اس کا حساب بھی نہ ہوگا بلکہ سابقہ گناہ معاف آئندہ احتیاط کرے۔ اس میں یزید پرستوں کا رد ہے کہ جس روایت میں ہے کہ جو قسطنطنیہ کی جنگ میں شامل ہوا اس کے گناہ بخشے گئے۔ یزید پرستوں نے اس سے استدلال کیا کہ یزید قطعی بہشتی ہے (معاذ اللہ) یہ ان کا قاعدہ غلط ہو گیا کہ سینکڑوں اعمال کے لئے ایسی نوید ہے تو سب کے

سب قطعی جنتی ہو گئے۔ بلکہ اس کا مطلب یہ ہے کہ آئندہ کی غلطیوں کا احتساب ہوگا اور یزید کے کرتوت سب کو معلوم ہیں۔ اس کی تفصیل فقیر کے رسالہ "شرح حدیث قسطنطنیہ" میں ہے اور اسی بخاری شریف میں بحث آئے گی۔ (انشاء اللہ تعالیٰ)

(باب ١١٤) اِذَا رَكَعَ دُوْنَ الصَّفِّ.

جب صف تک پہنچنے سے پہلے ہی کسی نے رکوع کرلیا تو کیا حکم ہے

عَنْ اَبِیْ بَکْرَةَ اَنَّهٗ انْتَهٰی اِلَی النَّبِیِّ ﷺ وَهُوَ رَاکِعٌ فَرَکَعَ قَبْلَ اَنْ یَّصِلَ اِلَی الصَّفِّ فَذَکَرَ ذٰلِکَ لِلنَّبِیِّ ﷺ فَقَالَ زَادَکَ اللّٰهُ حِرْصًا وَّلَا تَعُدْ.

ابوبکرہ سے روایت ہے وہ نبی کریم (ﷺ) کے پاس گئے آپ اس وقت رکوع میں تھے اس لیے صف تک پہنچنے سے پہلے ہی انہوں نے رکوع کرلیا۔ پھر اس کا ذکر نبی (ﷺ) سے کیا تو آپ (ﷺ) نے فرمایا کہ خدا تمہارے شوق کو اور زیادہ کرے لیکن دوبارہ ایسا نہ کرنا۔

(باب ١١٥) اِتْمَامِ التَّکْبِیْرِ فِی الرُّکُوْعِ.

رکوع میں تکبیر پوری کرنا

قَالَهُ ابْنُ عَبَّاسٍ عَنِ النَّبِیِّ ﷺ وَفِیْهِ مَالِکُ بْنُ الْحُوَیْرِثِ.

اس کی روایت ابن عباس رضی اللہ عنہ نے نبی کریم (ﷺ) سے کی ہے اس باب میں مالک بن حویرث رضی اللہ عنہ کی بھی حدیث داخل ہے۔

حَدَّثَنَا اِسْحٰقُ الْوَاسِطِیُّ قَالَ حَدَّثَنَا عَنْ عِمْرَانَ ابْنِ حُصَیْنٍ قَالَ صَلّٰی مَعَ عَلِیٍّ بِالْبَصْرَةِ فَقَالَ ذَکَّرَنَا هٰذَا الرَّجُلُ صَلٰوةً کُنَّا نُصَلِّیْهَا مَعَ رَسُوْلِ اللّٰهِ ﷺ فَذَکَرَ اَنَّهٗ کَانَ یُکَبِّرُ کُلَّمَا رَفَعَ وَکُلَّمَا وَضَعَ.

ہم سے اسحٰق واسطی نے حدیث بیان کی۔ کہا کہ عمران بن حصین نے حضرت علی رضی اللہ عنہ کے ساتھ بصرہ میں ایک مرتبہ نماز پڑھی۔ پھر کہا کہ ہمیں انھوں نے اس نماز کی یاد دلائی جو ہم نبی کریم (ﷺ)

کے ساتھ پڑھتے تھے۔انہوں نے بتایا کہ نبی کریم (ﷺ) جب بھی اٹھتے تو تکبیر کہتے۔

عَنْ اَبِیْ هُرَیْرَةَ اَنَّهُ کَانَ یُصَلِّیْ بِهِمْ فَیُکَبِّرُ کُلَّمَا خَفَضَ وَرَفَعَ فَاِذَا انْصَرَفَ قَالَ اِنِّیْ لَاَ شْبَهُکُمْ صَلٰوةً بِرَسُوْلِ اللّٰهِ ﷺ.

حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ نماز پڑھاتے تو جب بھی جھکتے اور جب بھی اٹھتے تکبیر ضرور کہتے۔ پھر جب فارغ ہوئے تو فرمایا کہ میں نماز پڑھنے میں سب لوگوں سے زیادہ رسول اللہ (ﷺ) کے مشابہ ہوں۔

شرح:۔حدیث ابوبکرہ رضی اللہ عنہ سے احناف نے استدلال کیا ہے کہ اگر کوئی شخص رکوع میں امام کے ساتھ مل جائے تو اس کی وہ رکعت نماز میں شامل ہوگی لیکن اس کا طریقہ یہ ہے کہ وہ آتے ہی تکبیر تحریمہ کہہ کر ایک تسبیح کی مقدار قیام کر کے دوبارہ اللہ اکبر کہہ کر رکوع میں جائے تو امام کے سر اٹھانے سے پہلے کم از کم ایک بار تسبیح پڑھ لے۔

اس طرح سے اس نے قیام فرض کو پالیا اور فاتحہ اس کے لئے واجب نہیں، اسی لئے احناف کے نزدیک اس کی وہ رکعت ہوگئی۔غیر مقلدین کے اس مسئلہ میں دو گروہ ہیں۔(۱) وہ رکعت نہ ہوئی۔(۲) وہ رکعت ہوگئی۔ یہ احناف کے موافق ہیں چونکہ اس دوگروہ کے اس فتویٰ سے احناف کی تائید ہوتی ہے اور غیر مقلدین کے مذہب پر ضرب کاری ہے اسی لئے گروہ اول نے گروہ ثانی سے سخت ناراض ہو کر ان کے خلاف رسالہ لکھا۔ان کے پاس دلیل کوئی نہ تھی وہی پرانا سبق کہ فاتحہ واجب ہے وہ ترک ہوگئی اسی لئے یہ رکعت نہ ہوئی۔گروہ ثانی نے اس کا جواب دیا کہ چونکہ مخصوص عنہ البعض کا قاعدہ عام ہے اسی لئے یہ روایت روایات فاتحہ عام سے مخصوص عنہ البعض ہے۔فقیر نے اپنے موقف پر رسالہ لکھا ہے ''رکعت میں رکوع کی تحقیق''،اس میں دونوں گروہوں کی جنگ لکھ کر آخر میں احناف کے موقف کی تحقیق لکھ دی۔یہاں پر صرف گروہ ثانی کے فتاویٰ لکھتا ہوں اس سے حدیث ابوبکرہ رضی اللہ عنہ کی تشریح بھی ہو جائے گی اور احناف کی تائید و توثیق بھی۔

﴿رکوع میں ملنے والے کی رکعت کا فیصلہ از﴾

علماء غزنویہ کا فتویٰ:۔مولانا عبدالغفور بن مولانا محمد صاحب بن مولوی عبداللہ صاحب غزنوی رحمہم اللہ ترجمۃ المشکوٰۃ جلد اول ص۳۴۳ بَابُ مَا عَلَى الْمَاْمُوْمِ کی فصل ثانی کی ایک حدیث کا ترجمہ ان الفاظ میں کرتے

ہیں مع عربی اردو ملاحظہ فرمائیں۔

عَنْ اَبِیْ هُرَیْرَةَ قَالَ قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ ﷺ اِذَا جِئْتُمْ اِلَی الصَّلٰوةِ وَنَحْنُ سُجُوْدٌ فَاسْجُدُوْا وَلَا تَعُدُّوْهُ شَیْئًا وَمَنْ اَدْرَکَ رَکْعَةً فَقَدْ اَدْرَکَ الصَّلٰوةَ. (رواہ ابوداؤد)

ترجمہ: ۔روایت ہے ابوہریرہ رضی اللہ عنہ سے کہ کہا فرمایا رسول اللہ (ﷺ) نے جس وقت آؤ تم طرف نماز کے اور ہیں سجدہ میں ہوں تو تم سجدہ کرو اور نہ حساب میں رکھو اس کو کچھ۔اور جس نے پایا رکوع ساتھ امام کے پس تحقیق پائی اس نے رکعت نماز کی۔(روایت کی یہ ابوداؤد نے۔)

اسی صفحہ کے حاشیہ پر تحریر فرماتے ہیں کہ جس نے پایا رکوع الخ۔کہا شوکانی نے جمہور کے نزدیک اس حدیث میں رکعت سے رکوع مراد ہے۔پھر ہوگا امام کو رکوع میں پانے والا پانے والا اس رکعت کا۔(نیل انتہی بلفظہٖ)

صحابی رسول ابوہریرہ رضی اللہ عنہ کا فیصلہ رکوع کی رکعت کے ہونے نہ ہونے کے بارے میں:۔

اسی کتاب کے ص ۳۳۹ میں ابوہریرہ رضی اللہ عنہ کا فیصلہ امام مالک رضی اللہ عنہ کی کتاب موطاء سے موجود ہے چنانچہ مع عبارت عربی اور ترجمہ اردو اسی کتاب ترجمۃ المشکوٰۃ سے ملاحظہ فرمائیں۔

وَعَنْ اَبِیْ هُرَیْرَةَ اَنَّهٗ کَانَ یَقُوْلُ مَنْ اَدْرَکَ الرَّکْعَةَ فَقَدْ اَدْرَکَ السَّجْدَةَ وَمَنْ فَاتَتْهُ قِرَاءَةُ اُمِّ الْقُرْاٰنِ فَقَدْ فَاتَهٗ خَیْرٌ کَثِیْرٌ. (رواہ مالک)

ترجمہ: ۔اور روایت ہے ابوہریرہ سے کہ تحقیق وہ کہتے تھے کہ جس شخص نے پایا رکوع پس تحقیق پائی رکعت اور جس کی رہ گئی پڑھنی سورہ فاتحہ پس تحقیق رہ گیا اس سے ثواب بہت (یعنی بوجہ رکوع میں ملنے کے وہ سورہ فاتحہ نہ پڑھ سکا)

اس پر جو حاشیہ ہے وہ ملاحظہ فرمائیں۔حاشیہ۱جس نے پایا رکوع الخ کہا ابن عبدالبر نے استذکار میں جمہور فقہاء یہی کہتے ہیں کہ جس نے امام کو رکوع میں پایا پس خود بھی تکبیر کہہ کر شامل ہوگیا امام کے اٹھنے سے پہلے تو اس کی وہ رکعت ہوگئی۔یہی مذہب ہے امام مالک رحمۃ اللہ علیہ اور امام شافعی رحمۃ اللہ علیہ اور امام ابوحنیفہ رحمۃ اللہ علیہ اور ان کے اصحاب کا۔اور یہی مذہب ہے ثوری رحمۃ اللہ علیہ اور اوزاعی رحمۃ اللہ علیہ اور ابوثور رحمۃ اللہ علیہ اور اسحاق رحمۃ اللہ علیہ کا۔اور یہی مروی ہے حضرت علی اور ابن مسعود اور زید اور ابن عمر

رضی اللہ عنہم سے اور میں نے سند سے یہ نقل کیا ہے اپنی کتاب تمہید میں۔ انتہی بلفظہ۔

مولانا محی الدین صاحب نومسلم مرحوم کا فتویٰ:

آپ اپنی کتاب بلاغ المبین کے صفحہ ۲۳۲ پر بایں الفاظ باب کا عنوان منعقد فرماتے ہیں۔ ''رکوع میں امام کے ساتھ مقتدی کے ملنے سے اس رکعت کے شمار ہونے کے بیان میں۔'' پھر صفحہ ۲۳۳ کتاب ہذا پر پہلی حدیث وہی نقل فرماتے ہیں جو ہم نے اوپر مولانا عبدالغفور غزنوی رحمۃ اللہ علیہ کے ترجمہ مشکوٰۃ سے نقل کی ہے پھر اس کا ترجمہ بایں الفاظ تحریر فرماتے ہیں اور روایت ہے ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے کہ فرمایا رسول اللہ (ﷺ) نے جس وقت آؤ تم طرف نماز کے یہ سجدہ میں ہوں پس سجدہ کرو۔ اور نہ حساب میں رکھو جو کچھ۔ اور جس نے پایا رکوع یعنی ساتھ امام کے پس تحقیق پائی اس نے رکعت۔

نیز تشریح فرماتے ہیں کہ مجمع البحار میں لکھا ہے:

مَنْ اَدْرَکَ رَکْعَةً فَقَدْ اَدْرَکَ الصَّلٰوةَ جس نے پایا رکوع پس تحقیق پائی اس نے رکعت۔ یعنی جو شخص امام کے ساتھ رکوع میں جا ملا اس کی رکعت ادا ہو گئی۔

اسی طرح اپنی اسی کتاب بلاغ المبین میں متعدد احادیث لا کر ثابت کیا ہے کہ رکوع میں ملنے والے کی وہ رکعت شمار کی جائے گی۔ تسلی کے لئے ملاحظہ ہو بلاغ المبین از مولانا محی الدین صاحب مرحوم (نومسلم) اہلحدیث الحمد للہ! اب وہ بات بھی نہ رہی جو لوگ کہا کرتے ہیں کہ سوا جماعت غرباء اہلحدیث کے اور کوئی بھی نہیں کہتا کہ امام کے ساتھ رکوع میں ملنے والے کی وہ رکعت شمار کی جائے۔ ثم الحمد للہ

حالانکہ مولانا عبدالغفور غزنوی اور مولانا محی الدین بھی اس بات کے قائل ہیں کہ بغیر سورہ فاتحہ کے نماز نہیں ہوتی۔

معلوم ہوا کہ رکوع میں ملنے والے کی اس رکعت کا شمار ہونا ایک الگ مسئلہ ہے اور سورہ فاتحہ کا نہ پڑھنا الگ مسئلہ ہے۔

نقل فتویٰ مولانا حافظ ابو محمد عبدالستار صاحب محدث دہلوی رحمۃ اللہ علیہ:

سوال ۲۳۳:۔ رکوع میں ملنے سے رکعت ہو جاتی ہے اور بغیر فاتحہ پڑھے کوئی نماز نہیں ہوتی۔ کیا جواب ہے۔؟

سائل۔ مولانا خضرالدین صاحب از کھولا ہائی ضلع رنگپور

جواب۲۳۳:۔ مسئلہ علی التعمیم تو یہی ہے کہ بلا قرأت فاتحہ نماز نہیں ہوتی۔ مگر تعمیم کے بعد تخصیص بھی ہوا کرتی ہے لہٰذا رکوع کی رکعت بوجہ دیگر ادلہ شرعیہ واحادیث صریحہ اس سے مخصص ہے چنانچہ عون المعبو وشرح ابی داؤد وغیرہ میں اس کی تفصیل موجود ہے۔

نیز علامہ شیخ حسین بن محسن انصاری یمانی نورالعین من فتاویٰ شیخ حسین کے صفحہ ۱۴۶ پر رقم طراز ہیں:

ثُمَّ ثَبَتَ بِحَدِیْثِ مَنْ اَدْرَکَ مَعَ الْاِمَامِ رَکْعَةً قَبْلَ اَنْ یُّقِیْمَ صُلْبَه فَقَدْ اَدْرَکَهَا اَنَّ هٰذَا الدَّاخِلَ مَعَ الْاِمَامِ الَّذِیْ لَمْ یَتَمَکَّنْ مِنْ قِرَاءَةِ الْفَاتِحَةِ فَقَدْ اَدْرَکَ الرَّکْعَةَ بِمُجَرَّدِ اِدْرَاکِه رَاکِعًا فَعُرِفَتْ بِهٰذَا اَنَّ مِثْلَ هٰذِهِ الْحَالَةِ مُخَصَّصَةٌ مِنْ عُمُوْمِ اِیْجَابِ قِرَاءَةَ الْفَاتِحَةِ فِیْ کُلِّ رَکْعَةٍ .اِلٰی قَوْلِهٖ وَاِنَّ ظَاهِرَهٗ بَلْ صَرِیْحَهٗ اَنَّ الْمُؤْتَمَّ اِذَا وَصَلَ وَالْاِمَامُ رَاکِعٌ وَکَبَّرَ وَرَکَعَ قَبْلَ اَنْ یُّقِیْمَ الْاِمَامُ صُلْبَهٗ فَقَدْ صَارَ مُدْرِکًا لِتِلْکَ الرَّکْعَةِ وَاِنْ لَّمْ یَقْرَءُ حَرْفًا مِنْ حُرُوْفِ الْفَاتِحَةِ.

یعنی نبی علیہ الصلوٰۃ والسلام کا فرمان ہے کہ جو شخص امام کی پیٹھ سیدھی کرنے سے پہلے پہلے رکوع میں مل گیا اس کی رکعت ہوگئی۔

اس حدیث سے صاف ثابت ہوا کہ یہ امام کے ساتھ رکوع میں داخل ہونے والا جس نے قرأۃ فاتحہ پر قدرت نہیں پائی رکوع میں ملنے ہی سے اس کی رکعت ہوگئی اور یہ حالت قرأۃ فاتحہ کی وجوبی تعیم سے مخصص ٹھہری۔ آگے چل کر لکھتے ہیں کہ اس حدیث کا ظاہر بلکہ اس کا صریح یہی ہے کہ مقتدی جب صف میں اس حالت میں آئے کہ امام رکوع میں ہو اور امام کی کمر سیدھی کرنے سے پہلے اللہ اکبر کہہ کر رکوع میں جھک جائے تو یقیناً اس کی رکعت ہوجائے گی۔ اگرچہ اس نے سورہ فاتحہ کا ایک حرف بھی اس رکعت میں نہ پڑھا ہو۔ انتہی

کیونکہ سورہ فاتحہ کا وجوب شارع علیہ الصلوٰۃ والسلام سے حالتِ قیام میں ثابت ہے نہ کہ حالتِ رکوع میں۔ پس جو شخص حالتِ قیام میں آکر ملے اور سورہ فاتحہ نہ پڑھے یقیناً اس کی نماز بموجب لَا صَلٰوۃَ لِمَنْ لَّمْ یَقْرَأْ بِفَاتِحَةِ الْکِتٰبِ وغیرہ احادیث صحیحہ صریحہ کے نہ ہوگی۔ اور جو شخص رکوع میں آکر ملا۔ تو اب یہ

حالت بدل گئی اس حالت میں اس پر قرأت فاتحہ واجب نہیں۔ بلکہ حدیث اِنَّمَا جُعِلَ الْاِمَامُ لِيُؤْتَمَّ بِهٖ اور فَلْيَصْنَعْ كَمَا يَصْنَعُ الْاِمَامُ کی رو سے جھکنا واجب ہے۔ فَلَوْ تَوَقَّفَ الْمُؤْتَمُّ عَنِ الرُّكُوْعِ بَعْدَ رُكُوْعِ الْاِمَامِ وَاَخَذَ يَقْرَءُ فَاتِحَةَ الْكِتٰبِ لَكَانَ مُخَالِفًا لِهٰذَا الْاَمْرِ۔ ایسی حالت میں اگر مقتدی کھڑا رہا اور سورہ فاتحہ پڑھ کر پھر رکوع میں گیا تو اس نے حدیث مذکورہ بالا کی مخالفت کر کے ایک جرم کا ارتکاب کیا۔

پس یہ حکم کہ رکوع میں ملنے سے رکعت ہو جائے گی اور بلا فاتحہ پڑھے کوئی نماز نہیں ہوتی دو حالتوں پر مبنی ہے یعنی جو شخص حالتِ قیام میں ملا۔ بے شک اس کی نماز بلا فاتحہ پڑھے نہ ہوگی اور جو حالتِ رکوع میں ملا اس کی نماز ہو جائے گی۔ (کما ھو مبین فی موضعہ)

بعض لوگ حدیثِ فاتحہ اور حدیثِ رکعت رکوع میں بظاہر تعارض دیکھ کر ایک کا انکار اور ایک کا اقرار کرتے ہیں جو ہرگز درست نہیں۔ بلکہ ہر دو احادیث اپنے اپنے محل پر قابلِ تعمیل و تسلیم ہیں اس کی مثال یوں سمجھئے کہ زید کہتا ہے کہ ظہر کی نماز بغیر چار رکعت پڑھے نہیں ہوتی اور پھر کہتا ہے کہ دو رکعت پڑھنے سے بھی ہو جاتی ہے تو زید کا یہ کہنا دو حالتوں میں دو شخصوں پر محمول و مبنی ہے یعنی مقیم کی نہیں ہوتی۔ اور مسافر کی ہو جاتی ہے اسی طرح بلا فاتحہ نماز نہیں ہوتی اور رکوع میں ملنے سے ہو جاتی ہے یعنی قیام میں ملنے والے کی نہیں ہوتی اور رکوع میں ملنے والے کی ہو جاتی ہے فلا تعارض بین الادلہ ولا تناقض فافہم وتدبر۔

نیز علامہ شوکانی نے نیل الاوطار شرح منتقی الاخبار جلد ۳ کے ص ۳۱ میں مدرکِ رکوع کا مدرکِ رکعت ہونا جمہور علماء سے ثابت کیا ہے۔ حَيْثُ قَالَ الْمُرَادُ بِهَا هٰهُنَا الرُّكُوْعُ وَكَذَالِكَ قَوْلُهٗ فِيْ حَدِيْثِ اَبِيْ هُرَيْرَةَ مَنْ اَدْرَكَ رَكْعَةً مِّنَ الصَّلٰوةِ فَيَكُوْنُ مُدْرِكَ الْاِمَامِ رَاكِعًا مُدْرِكًا لِتِلْكَ الرَّكْعَةِ وَ اِلٰى ذَالِكَ ذَهَبَ الْجُمْهُوْرُ۔

نیز علامہ شیخ ابن حجر عسقلانی شارح صحیح بخاری فتح الباری کے پ ۲ ص ۲۵۶ میں باوجود مدعی فرضیت فاتحہ ہونے کے صاف الفاظ میں رقم طراز ہیں اِنَّ الْمَسْبُوْقَ يُدْرِكُ الرَّكْعَةَ بِعَمَا مِهَا بِاِدْرَاكِ الرُّكُوْعِ یعنی رکوع میں ملنے سے پوری رکعت ہو جاتی ہے۔ اسی طرح علامہ امام نووی شارح صحیح مسلم بھی باوجود ادعاء فرضیت فاتحہ کے مدرکِ رکوع سے فرضیت فاتحہ کو ساقط بتاتے ہیں چنانچہ صحیح مسلم مطبوعہ انصاری

کے صفحہ ۱۳۵ میں مرقوم ہے فَاِنَّھَا (اَیْ قِرَاءَۃُ الْفَاتِحَۃِ) تَسْقُطُ عَنِ الْمَسْبُوْقِ اِذَا اَدْرَکَ الْاِمَامَ رَاکِعًا۔ (مفتی) ابومحمد عبدالستار غفرلہ ولوالدیہ الغفار۔ منقول از فتاوی ستاریہ جلد اول ص ۱۷۱

(صحیفہ اہلحدیث کراچی یکم جمادی الاول ۱۳۹۱ھ)

غیر مقلدین کا منکر گروہ:۔ اس گروہ کا موقف یہ ہے کہ رکعتہ الرکوع کوئی رکعت نہیں جو شخص رکوع میں آ کر ملا ہے اس کی وہ رکعت شمار نہ ہوگی۔ اس میں وہ دو خرابیاں ثابت کرتا ہے۔ (۱) ترک الفاتحہ (۲) ترک القیام۔ احناف رحمہم اللہ کو ترک الفاتحہ کے جوابات کی ضرورت نہیں اس لئے کہ ان کے نزدیک امام کے پیچھے فاتحہ وقرأۃ وغیرہ کچھ بھی نہیں۔ یہ جواب تو گروہ اول کے ذمہ ہے جو احناف کے ساتھ مل کر رکوع کی رکعت کو مکمل رکعت مانتے ہیں۔

ترک القیام کا سوال بھی غلط ہے احناف نے اس رکوع کو رکعت تسلیم کیا ہے جس میں نماز میں داخل ہونے والے نے تکبیر تحریمہ کے بعد لحہ بھر قیام کر کے پھر امام کو رکوع کی حالت میں پا کر کم از کم ایک بار سبحان ربی العظیم پڑھ لے۔ اور قیام مطلق اس نے اور کر لیا اسی لئے اس پر ترک القیام لازم نہ آیا۔

گروہ ثانی کے دلائل کا خلاصہ:۔ جیسا کہ اوپر مذکور ہوا کہ یہ دو وجہوں سے رکوع میں شامل ہونے والے کی رکعت نہ ہوئی (۱) ترک الفاتحہ (۲) ترک القیام

ان دونوں کے اجمالی جواب فقیر اُویسی غفرلہ نے عرض کر دیئے۔ ان کے دلائل کی تردید تفصیل سے فقیر نے رسالہ ''رکوع میں رکعت کی تحقیق'' میں عرض کر دیا ہے۔

(باب ۱۱۶) اِتْمَامِ التَّكْبِيْرِ فِي السُّجُوْدِ.

سجدہ میں تکبیر پوری کرنا

عَنْ مُطَرِّفِ بْنِ عَبْدِ اللّٰهِ قَالَ صَلَّيْتُ خَلْفَ عَلِيِّ بْنِ اَبِيْ طَالِبٍ اَنَا وَعِمْرَانُ ابْنُ حُصَيْنٍ فَكَانَ اِذَا سَجَدَ كَبَّرَ وَ اِذَا رَفَعَ رَاْسَهٗ كَبَّرَ وَاِذَا نَهَضَ مِنَ الرَّكْعَتَيْنِ كَبَّرَ فَلَمَّا قَضَى الصَّلٰوةَ اَخَذَ بِيَدِيْ عِمْرَانُ بْنُ حُصَيْنٍ فَقَالَ قَدْ ذَكَّرَنِيْ هٰذَا صَلٰوةَ مُحَمَّدٍ ﷺ اَوْ قَالَ لَقَدْ صَلّٰى بِنَا صَلٰوةَ مُحَمَّدٍ ﷺ.

مطرف بن عبداللہ نے کہا کہ میں اور عمران بن حصین نے علی بن ابوطالب رضی اللہ عنہ کے پیچھے نماز پڑھی۔ آپ جب بھی سجدہ کرتے تو تکبیر کہتے اسی طرح جب سر اٹھاتے تو تکبیر کہتے۔ جب دو رکعتوں کے بعد اٹھتے تو تکبیر کہتے۔ جب نماز ختم ہوئی تو عمران بن حصین نے میرا ہاتھ پکڑ کر کہا کہ علی رضی اللہ عنہ نے محمد (ﷺ) کی نماز کی یاد دلا دی یا یہ کہا کہ انہوں نے محمد (ﷺ) کی نماز کی طرح ہمیں نماز پڑھائی۔

عَنْ عِكْرِمَةَ قَالَ رَأَيْتُ رَجُلاً عِنْدَ الْمَقَامِ يُكَبِّرُ فِي كُلِّ خَفْضٍ وَرَفْعٍ وَّ إِذَا قَامَ إِذَا وَضَعَ فَأَخْبَرْتُ ابْنَ عَبَّاسٍ فَقَالَ أَوَلَيْسَ تِلْكَ صَلٰوةُ النَّبِيِّ ﷺ لَا أُمَّ لَكَ.

عکرمہ نے بیان کیا کہ میں نے ایک شخص کو مقامِ ابراہیم میں (نماز پڑھتے ہوئے) دیکھا کہ ہر جھکنے اور اٹھنے پر تکبیر کہتے تھے اسی طرح کھڑے ہوتے وقت اور بیٹھتے وقت۔ میں نے ابن عباس رضی اللہ عنہ کو اس کی اطلاع دی۔ آپ نے فرمایا۔ تیری ماں نہ رہے کیا یہ رسول اللہ (ﷺ) کی نماز نہیں تھی۔ (کہ تم اس طرح اعتراض کے لب ولہجہ میں شکایت کر رہے ہو)

(باب ۱۱۷) اَلتَّكْبِيْرِ إِذَا قَامَ مِنَ السُّجُوْدِ.

سجدہ سے اٹھنے پر تکبیر

عَنْ عِكْرِمَةَ قَالَ صَلَّيْتُ خَلْفَ شَيْخٍ بِمَكَّةَ فَكَبَّرَ ثِنْتَيْنِ وَعِشْرِيْنَ تَكْبِيْرَةً فَقُلْتُ لِابْنِ عَبَّاسٍ إِنَّهُ أَحْمَقُ فَقَالَ ثَكِلَتْكَ أُمُّكَ سُنَّةُ أَبِي الْقَاسِمِ ﷺ

عکرمہ نے کہا کہ میں نے مکہ میں ایک شیخ کے پیچھے نماز پڑھی انہوں نے (تمام نماز میں) بائیس تکبیریں کہیں۔ اس پر میں نے ابن عباس رضی اللہ عنہ سے کہا کہ یہ شخص بالکل احمق معلوم ہوتا ہے لیکن ابن عباس رضی اللہ عنہ نے فرمایا تمہاری ماں تمہیں روئے۔ ابوالقاسم (ﷺ) کی یہ سنت ہے۔

أَبَا هُرَيْرَةَ يَقُوْلُ كَانَ رَسُوْلُ اللّٰهِ ﷺ إِذَا قَامَ إِلَى الصَّلٰوةِ يُكَبِّرُ حِيْنَ يَقُوْمُ ثُمَّ يُكَبِّرُ حِيْنَ يَرْكَعُ ثُمَّ يَقُوْلُ سَمِعَ اللّٰهُ لِمَنْ حَمِدَهُ حِيْنَ يَرْفَعُ صُلْبَهُ مِنَ الرَّكْعَةِ ثُمَّ يَقُوْلُ وَهُوَ قَائِمٌ رَبَّنَا لَكَ الْحَمْدُ ثُمَّ يُكَبِّرُ حِيْنَ يَهْوِي ثُمَّ يُكَبِّرُ حِيْنَ يَرْفَعُ رَأْسَهُ ثُمَّ يُكَبِّرُ وَحِيْنَ يَسْجُدُ ثُمَّ يُكَبِّرُ وَحِيْنَ يَرْفَعُ رَأْسَهُ ثُمَّ يَفْعَلُ ذٰلِكَ فِي الصَّلٰوةِ كُلِّهَا حَتّٰى يَقْضِيَهَا وَيُكَبِّرُ حِيْنَ يَقُوْمُ مِنَ الثِّنْتَيْنِ بَعْدَ الْجُلُوْسِ وَقَالَ عَبْدُ اللّٰهِ بْنُ صَالِحٍ عَنِ اللَّيْثِ وَلَكَ الْحَمْدُ.

ابوہریرہ رضی اللہ عنہ سے سنا۔انہوں نے فرمایا کہ رسول اللہ (ﷺ) جب نماز کے لیے کھڑے ہوتے تو کھڑے ہو کر تکبیر کہتے تھے پھر رکوع کرتے وقت تکبیر کہتے تھے پھر جب اٹھتے تو سمع اللہ لمن حمدہ کہتے اور کھڑے ہی کھڑے ربنا لک الحمد کہتے جب سجدہ کے لیے جھکتے تب تکبیر کہتے اور جب سجدہ سے اٹھتے تب تکبیر کہتے۔اسی طرح آپ تمام نماز میں کرتے تھے۔جب نماز پوری کر لیتے تھے قعدۂ اولیٰ سے اٹھنے پر بھی تکبیر کہتے (اس حدیث میں) عبداللہ بن صالح نے لیث کے واسطے ربناولک الحمد کہا ہے۔

شرح:۔حضرت عکرمہ تابعی اور حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما کے شاگرد خاص ہیں انہوں نے ایک شیخ کے پیچھے نماز پڑھی جب انہوں نے چار رکعت نماز میں ۲۲ تکبیرات کہیں، پانچ تکبیریں ہر رکعت میں ۲۰ تکبیرات ہوئیں اور تکبیر تحریمہ اور قعدۂ اولیٰ سے اٹھنے کے وقت کی دو تکبیریں ۲۲ تکبیرات ہوئیں۔ان میں تکبیر اولیٰ فرض باقی سنت ہیں۔لیکن حضرت عکرمہ کا اس شیخ کو احمق کہنا عجیب سا ہے دراصل وجہ یہ ہوئی کہ تکبیرات انتقالیہ کے متعلق صحابہ رضوان اللہ علیہم اجمعین کے دور میں ہی اس میں کسی قدر تخفیف ہوگئی تھی مثلاً حضرت عثمان رضی اللہ عنہ بعض تکبیرات اتنی آہستہ سے کہتے تھے کہ عام طور سے لوگ سن نہیں سکتے تھے۔پھر حضرت معاویہ رضی اللہ عنہ نے بھی اسی طرح کیا اور خلفائے بنوامیہ عام طور سے نماز میں تکبیرات کے اہتمام کو چھوڑنے لگے بلکہ نماز کے انتقالات کی بعض تکبیرات کو سرے سے انہوں نے چھوڑ دیا تھا اگر کوئی تکبیر کا پوری طرح اہتمام کرتا تھا تو اس کو متم التکبیر کہا کرتے تھے۔بعض صحابہ نے جب یہ صورتِ حال دیکھی تو خاص طور سے اس کا اہتمام کیا اور لوگوں کو بتایا کہ حضور (ﷺ) نماز میں کتنی تکبیریں کہتے تھے۔اسی لئے حضرت ابن عباس نے حضرت عکرمہ کو سختی سے کہا ثکلتک امک تجھے تیری ماں روئے یہی سیدنا ابوالقاسم (ﷺ) کی سنت تو ہے۔

فائدہ:۔اس سے ثابت ہوا کہ بعض امور دورِ صحابہ میں ہوتے پھر وہ بعض تو بالکل متروک ہو جاتے بعض پر بعد کو پابندی سے عمل میں لایا جاتا تو بسا اوقات متروکہ امور پر عمل کے وقت بعض تابعین چونک پڑتے کہ یہ بدعت ناجائز ہے وغیرہ۔لیکن حقیقت کھلنے پر حقیقت واضح ہوتی۔اسی لئے لازم ہے کہ ہر امر کو بدعت نہ کہا جائے جب تک پوری تحقیق نہ ہو۔

(باب ۱۱۸) وَضْعَ الْاَكُفِّ عَلَى الرُّكَبِ فِي الرُّكُوْعِ.

رکوع میں ہتھیلیوں کو گھٹنوں پر رکھنا

وَقَالَ اَبُوْ حُمَيْدٍ فِيْ اَصْحَابِهٖ اَمْكَنَ النَّبِيُّ ﷺ يَدَيْهِ مِنْ رُكْبَتَيْهِ.

ابوحمید نے اپنے تلامذہ کے سامنے بیان کیا کہ نبی کریم (ﷺ) نے اپنے دونوں ہاتھ گھٹنوں پر پوری طرح رکھے تھے۔

مُصْعَبَ بْنَ سَعْدٍ صَلَّيْتُ اِلٰى جُنْبِ اَبِيْ فَطَبَّقْتُ بَيْنَ كَفَّيَّ ثُمَّ وَضَعْتُهُمَا بَيْنَ فَخِذَيَّ فَنَهَانِيْ اَبِيْ وَقَالَ كُنَّا نَفْعَلُهٗ فَنُهِيْنَا عَنْهُ وَاُمِرْنَآ اَنْ نَّضَعَ اَيْدِيْنَا عَلَى الرُّكَبِ.

مصعب بن سعد سے سنا کہ میں نے اپنے والد کے ساتھ پہلی مرتبہ نماز پڑھی اور اپنی دونوں ہتھیلیوں کو ملا کر رانوں کے درمیان میں انہیں کر دیا (رکوع میں) اس پر میرے والد نے مجھے فرمایا کہ ہم بھی پہلے اسی طرح کرتے تھے لیکن بعد میں اس کو چھوڑ دیا گیا تھا اور حکم ہوا تھا کہ ہم اپنے ہاتھ گھٹنوں پر رکھیں۔

(باب ۱۱۹) اِذَا لَمْ يُتِمَّ الرُّكُوْعَ.

جب کوئی رکوع پوری طرح نہ کرے

رَاٰى حُذَيْفَةُ رَجُلًا لَا يُتِمُّ الرُّكُوْعَ وَالسُّجُوْدَ وَقَالَ مَاصَلَّيْتَ وَلَوْ مُتَّ مُتَّ عَلٰى غَيْرِ الْفِطْرَةِ الَّتِيْ فَطَرَ اللّٰهُ مُحَمَّدًا ﷺ.

حذیفہ رضی اللہ عنہ نے ایک مرد کو دیکھا کہ نہ رکوع پوری طرح کرتا ہے نہ سجدہ۔ اس لیے آپ نے اس سے کہا کہ تو نے نماز نہیں پڑھی۔ اور اگر تم مر گئے تو تمہاری موت اس سنت پر نہیں ہو گی جس پر اللہ تعالیٰ نے محمد (ﷺ) کو مبعوث فرمایا تھا۔

(باب ۱۲۰) اِسْتِوَآءِ الظَّهْرِ فِی الرُّکُوْعِ

رکوع میں پیٹھ کو برابر کرنا

وَقَالَ اَبُوْ حُمَیْدٍ فِیْ اَصْحَابِهٖ رَکَعَ النَّبِیُّ ﷺ ثُمَّ هَصَرَ ظَهْرَهٗ.

ابوحمید رضی اللہ عنہ نے اپنے تلامذہ سے کہا کہ نبی کریم (ﷺ) نے رکوع کیا پھر اپنی پیٹھ پوری طرح جھکا دی۔

(باب ۱۲۱) حَدِّ اِتْمَامِ الرُّکُوْعِ وَالْاِعْتِدَالِ فِیْهِ وَالْاِطْمَانِیْنَةِ.

رکوع پوری طرح کرنے کی اور اس میں اعتدال وطمانیت کی حد کتنی ہے

شُعْبَةُ قَالَ اَخْبَرَنِی الْحَکَمُ عَنِ ابْنِ اَبِیْ لَیْلٰی عَنِ الْبَرَآءِ قَالَ کَانَ رُکُوْعُ النَّبِیِّ ﷺ وَسُجُوْدُهٗ وَبَیْنَ السَّجْدَتَیْنِ وَاِذَا رَفَعَ مِنَ الرُّکُوْعِ مَاخَلَا الْقِیَامَ وَالْقُعُوْدَ قَرِیْبًا مِّنَ السَّوَآءِ.

براء رضی اللہ عنہ نے فرمایا کہ نبی کریم (ﷺ) کا رکوع، سجدہ۔ دونوں سجدوں کے درمیان کا وقفہ اور جب رکوع سے سر اٹھاتے، تقریباً سب برابر تھے، قیام اور قعدوں کے سوا۔

(۱۲۲) اَمْرِ النَّبِیِّ ﷺ الَّذِیْ لَا یَتِمُّ رُکُوْعَهٗ بِالْاِعَادَةِ.

نبی کریم (ﷺ) کا اس شخص کو نماز دوبارہ پڑھنے کا حکم جس نے رکوع پوری طرح نہیں کیا تھا

عَنْ اَبِیْ هُرَیْرَةَ اَنَّ النَّبِیَّ ﷺ دَخَلَ فَصَلّٰی ثُمَّ جَآءَ الْمَسْجِدَ فَدَخَلَ رَجُلٌ فَصَلّٰی ثُمَّ جَآءَ فَسَلَّمَ عَلَی النَّبِیِّ ﷺ فَرَدَّ عَلَیْهِ النَّبِیُّ ﷺ السَّلَامُ فَقَالَ ارْجِعْ فَصَلِّ فَاِنَّکَ لَمْ تُصَلِّ فَصَلّٰی ثُمَّ جَآءَ فَسَلَّمَ عَلَی النَّبِیِّ ﷺ فَقَالَ ارْجِعْ فَصَلِّ فَاِنَّکَ لَمْ تُصَلِّ ثَلَاثًا فَقَالَ

وَالَّذِیْ بَعَثَکَ بِالْحَقِّ مَآ اُحْسِنُ غَیْرَهٗ فَعَلِّمْنِیْ فَقَالَ اِذَا قُمْتَ اِلَی الصَّلٰوةِ فَکَبِّرْ ثُمَّ اقْرَأْ مَا تَیَسَّرَ مَعَکَ مِنَ الْقُرْاٰنِ ثُمَّ ارْکَعْ حَتّٰی تَطْمَئِنَّ رَاکِعاً ثُمَّ اسْجُدْ اَرْفَعْ حَتّٰی تَعْتَدِلَ قَائِمًا ثُمَّ حَتّٰی تَطْمَئِنَّ سَاجِدًا ثُمَّ ارفَعْ حَتّٰی تَطْمَئِنَّ جَالِسًا ثُمَّ اسْجُدْ حَتّٰی تَطْمَئِنَّ سَاجِدًا ثُمَّ افْعَلْ ذٰلِکَ فِیْ صَلٰوتِکَ کُلِّهَا.

ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے ہے کہ نبی کریم (ﷺ) مسجد میں تشریف لائے۔اس کے بعد ایک اور شخص آیا اور نماز پڑھنے لگا۔نماز کے بعد اس نے آکر نبی کریم (ﷺ) کو سلام کیا۔آپ (ﷺ) نے سلام کا جواب دے کر فرمایا کہ واپس جا کر دوبارہ نماز پڑھو کیونکہ تم نے نماز نہیں پڑھی۔

چنانچہ اس نے دوبارہ نماز پڑھی اور واپس آکر پھر آپ (ﷺ) کو سلام کیا،آپ (ﷺ) نے اس مرتبہ بھی یہی فرمایا کہ جا کر دوبارہ نماز پڑھو کیونکہ تم نے نماز نہیں پڑھی ہے۔تین مرتبہ اسی طرح ہوا۔آخر اس شخص نے کہا کہ اس ذات کا واسطہ جس نے آپ (ﷺ) کی بعثت حق پر کی ہے میں کوئی اور اس سے اچھی نماز نہیں پڑھ سکوں گا۔اس لیے آپ مجھے (اچھے طریقہ کی) تعلیم دیجئے۔آپ (ﷺ) نے فرمایا کہ جب نماز کے لیے کھڑے ہوا کرو تو (پہلے) تکبیر کہو پھر قرآن مجید سے جو کچھ تم سے ہو سکے پڑھو۔اس کے بعد رکوع کرو اور پوری طرح رکوع میں چلے جاؤ۔پھر سر اٹھاؤ اور پوری طرح کھڑے ہو جاؤ۔پھر جب سجدہ کرو تو پوری طرح سجدہ میں چلے جاؤ۔پھر (سجدہ سے) سر اٹھا کر اچھی طرح بیٹھ جاؤ۔دوبارہ سجدہ کرو۔یہی طریقہ نماز کی تمام (رکعتوں میں) اختیار کرو۔

شرح:۔یہ حدیث احناف کے اس مسئلہ کی تائید کرتی ہے جس کی بحث ابھی گذری ہے کہ جو رکوع میں آکر ملے اس کی رکعت ہو گئی کیونکہ سورۂ فاتحہ خلف الامام ضروری ہوتی تو جس طرح آپ (ﷺ) نے اس شخص کو (جس کا ذکر اس حدیث شریف میں ہے) کو نماز کے اعادہ کا حکم فرمایا اسے بھی حکم فرماتے کہ وہ نماز لوٹائے کیونکہ اس شخص نے تعدیل ارکان میں کمی کی تو نماز لوٹانے کا فرمایا۔مزید بحث پہلے گذر چکی ہے۔

(باب ۱۲۳) اَلدُّعَآءِ فِی الرُّکُوْعِ.

رکوع میں دُعاء

عَنْ عَائِشَةَ قَالَتْ کَانَ النَّبِیُّ ﷺ یَقُوْلُ فِیْ رُکُوْعِهٖ وَسُجُوْدِهٖ سُبْحٰنَکَ اللّٰهُمَّ رَبَّنَا وَبِحَمْدِکَ اللّٰهُمَّ اغْفِرْلِیْ.

عائشہ رضی اللہ عنہا نے فرمایا کہ نبی (ﷺ) رکوع اور سجدہ میں فرمایا کرتے تھے۔ سبحانک اللّٰھم ربنا وبحمدک اللّٰھم اغفرلی۔

(باب ۱۲۴) مَایَقُوْلُ الْاِمَامُ وَمَنْ خَلْفَهٗ اِذَا رَفَعَ رَاسَهٗ مِنَ الرُّکُوْعِ.

امام اور مقتدی رکوع سے سر اٹھائیں تو کیا کہیں گے؟

عَنْ اَبِیْ هُرَیْرَةَ قَالَ کَانَ النَّبِیُّ ﷺ اِذَا قَالَ سَمِعَ اللّٰهُ لِمَنْ حَمِدَهٗ قَالَ اَللّٰهُمَّ رَبَّنَا وَلَکَ الْحَمْدُ وَکَانَ النَّبِیُّ ﷺ اِذَا رَکَعَ وَاِذَا رَفَعَ رَاْسَهٗ یُکَبِّرُ وَاِذَا قَامَ مِنَ السَّجْدَتَیْنِ قَالَ اللّٰهُ اَکْبَرُ.

ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے ہے کہ نبی کریم (ﷺ) سمع اللہ لمن حمدہ کہتے تو ولک الحمد بھی کہتے تھے۔ اسی طرح جب آپ رکوع کرتے تو تکبیر کہتے۔ دونوں سجدوں سے کھڑے ہوتے وقت بھی آپ تکبیر کہا کرتے تھے۔

(باب ۱۲۵) فَضْلِ اللّٰهُمَّ رَبَّنَا وَلَکَ الْحَمْدُ.

اللّٰھم ربنا ولک الحمد کی فضیلت

عَنْ اَبِیْ هُرَیْرَةَ اَنَّ رَسُوْلَ اللّٰهِ ﷺ قَالَ اِذَا قَالَ الْاِمَامُ سَمِعَ اللّٰهُ لِمَنْ حَمِدَهٗ فَقُوْلُوْا اللّٰهُمَّ رَبَّنَا وَلَکَ الْحَمْدُ فَاِنَّهٗ مَنْ وَّافَقَ قَوْلُهٗ قَوْلَ الْمَلٰٓئِکَةِ غُفِرَلَهٗ مَاتَقَدَّمَ.

ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے ہے کہ نبی کریم (ﷺ) نے فرمایا کہ جب امام سمع اللہ لمن حمدہ کہے تو تم (مقتدی) اللّٰھم ربنا ولک الحمد کہو۔ کیونکہ جس کا یہ کہنا ملائکہ کے کہنے کے ساتھ ہوتا ہے اس کے پچھلے تمام گناہ معاف ہو جاتے ہیں۔

عَنْ اَبِیْ هُرَیْرَةَ قَالَ لَاُقَرِّبَنَّ صَلٰوةَ النَّبِیِّ ﷺ فَکَانَ اَبُوْ هُرَیْرَةَ یَقْنُتُ فِی الرَّکْعَةِ الْاٰخِرَةِ مِنْ صَلٰوةِ الظُّهْرِ وَصَلٰوةِ الْعِشَآءِ وَصَلٰوةِ الصُّبْحِ بَعْدَ مَا یَقُوْلُ سَمِعَ اللّٰهُ لِمَنْ حَمِدَهٗ فَیَدْعُوْ لِلْمُؤْمِنِیْنَ وَیَلْعَنُ الْکُفَّارَ.

ابوہریرہ رضی اللہ عنہ نے فرمایا کہ میں تمہیں نبی کریم (ﷺ) کی نماز کے قریب نماز پڑھ کر دکھاتا ہوں ۔ چنانچہ ابوہریرہ رضی اللہ عنہ ظہر، عشاء اور صبح کی آخری رکعتوں میں قنوت پڑھا کرتے تھے ۔ سمع اللہ لمن حمدہ کے بعد یعنی مومنین کے حق میں دعاء کرتے تھے اور کفار پر لعنت بھیجتے تھے ۔

عَنْ اَنَسٍ قَالَ کَانَ الْقُنُوْتُ فِی الْفَجْرِ وَالْمَغْرِبِ.

انس رضی اللہ عنہ سے ہے کہ آپ نے فرمایا کہ قنوت فجر اور مغرب میں پڑھی جاتی تھی ۔

عَنْ رِفَاعَةَ بْنِ رَافِعِ الزُّرَقِیِّ قَالَ کُنَّا یَوْمًا نُصَلِّیْ وَرَآءَ النَّبِیِّ ﷺ فَلَمَّا رَفَعَ رَاْسَهٗ مِنَ الرَّکْعَةِ قَالَ سَمِعَ اللّٰهُ لِمَنْ حَمِدَهٗ قَالَ رَجُلٌ وَّرَآئَهٗ رَبَّنَا وَلَکَ الْحَمْدُ حَمْدًا کَثِیْرًا طَیِّبًا مُّبَارَکًا فِیْهِ فَلَمَّا انْصَرَفَ قَالَ مَنِ الْمُتَکَلِّمُ قَالَ اَنَا قَالَ رَاَیْتُ بِضْعَةً وَّثَلٰثِیْنَ مَلَکًا یَّبْتَدِرُوْنَهَا اَیُّهُمْ یَکْتُبُهَا اَوَّلُ.

رفاعہ بن رافع زرقی نے فرمایا کہ ہم نبی کریم (ﷺ) کی اقتداء میں نماز پڑھتے تھے جب آپ (ﷺ) رکوع سے سر اٹھاتے تو سمع اللہ لمن حمدہ کہتے تھے ۔ ایک شخص نے پیچھے سے کہا "ربنا ولک الحمد حمدا کثیرا طیبا مبارکا فیہ" آپ (ﷺ) نے نماز سے فارغ ہو کر دریافت فرمایا کہ کس نے یہ کلمات کہے ہیں ۔ کہنے والے نے جواب دیا کہ میں نے ۔ اس پر آپ (ﷺ) نے فرمایا کہ میں نے تیس سے زیادہ فرشتوں کو دیکھا کہ ان کلمات کو لکھنے میں ایک دوسرے پر سبقت لے جانا چاہتے تھے ۔

شرح: ۔ حدیث ابوہریرہ رضی اللہ عنہ میں قنوت کا ذکر ہے شوافع کے نزدیک صبح کی نماز کی دوسری رکعت میں پڑھنی چاہیے لیکن امام ابوحنیفہ رضی اللہ عنہ کے نزدیک صرف وتر کی آخر رکعت میں ہے اور بس ۔ غیر مقلدوں کا عجیب طریقہ ہے کہ وہ وتر میں قنوت نہیں پڑھتے صرف رمضان کی بعض تاریخ میں لیکن فجر کی نماز میں ہمیشہ پڑھتے ہیں یعنی فجر کی دوسری رکعت کے رکوع کے بعد ۔

یاد رہے کہ غیر مقلدین وہابی نے جب سے خطۂ ھٰذا میں تحریک وہابیت چلائی سینکڑوں مسائل کھڑے کئے وہ مسائل جو صدیوں سے متفق چلے آرہے تھے انہیں اختلاف کی زد میں ایسے غلط طریقے سے پیش کئے جنہیں سن کر عام آدمی حیران ہو جاتا ہے۔ طرفہ یہ کہ اپنے مقصد میں وہ احادیث ڈھونڈ لاتے ہیں جو منسوخ ہوتی ہیں یا غیر معمول بہ یا پھر انکا اپنا اجتہاد ہوتا ہے کہ لغوی معانی کو اصطلاحی معانی میں اور اصطلاحی معانی کو لغوی میں بیان کر کے عوام کو بہکاتے ہیں اور مقصد صرف اور صرف یہی کہ عوام میں انتشار پھیلے۔ منجملہ ان کے قنوت کا مسئلہ بھی ہے۔ احادیث میں یہ صرف وتر کی آخری رکعت میں ثابت ہے لیکن بوقتِ ضرورت اسے دوسری نمازوں میں بھی پڑھا گیا لیکن انہوں نے ہر فجر کی نماز میں پڑھنا واجب کہہ دیا۔ فقیر پہلے احناف کی مؤید روایات پیش کرتا ہے اس کے بعد ان روایات کا جواب عرض کرے گا جن میں قنوت دوسری نمازوں بالخصوص فجر کی نماز میں وارد ہیں آخر میں عرض کرے گا۔

مسئلہ: ۔مذہب حنفیہ میں وتروں کی نماز کے سوا کسی نماز میں ہمیشہ دعا قنوت پڑھنا درست نہیں۔ مگر صدور حادثہ عظیمہ مثل محاربہ و طاعون وغیرہ کے بعد از رکوع برائے دفع بلا پڑھ لے تو درست ہے۔

احادیث مبارکہ: ۔(۱) فتح القدیر باب الوتر میں حدیث صحیح ابن مسعود رضی اللہ تعالیٰ عنہما سے مروی ہے؟

عَنْ عَبْدِ اللّٰهِ بْنِ مَسْعُوْدٍ قَالَ لَا يَقْنُتُ رَسُوْلُ اللّٰهِ ﷺ فِیْ الْفَجْرِ قَطُّ اِلَّا شَهْرًا وَّ احِدًا لِاَنَّهٗ حَارِبَ حَيًّا مِنَ الْمُشْرِكِيْنَ قَنَتَ يَدْعُوْا عَلَيْهِمْ.

ترجمہ: ۔نہیں قنوت کو پڑھا حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام نے نمازِ فجر میں کبھی مگر ایک ماہ اس لئے کہ آپ قبیلہ مشرکین سے جہاد کر رہے تھے۔ قنوت پڑھتے تھے اور ان پر بددعا کرتے تھے۔ اور اس حدیث کی نسبت علامہ ابن ہمام نے بایں طور لکھا ہے۔ هٰذَا الْحَدِيْثُ لَا غُبَارَ عَلَيْهِ ۔یعنی یہ حدیث صحیح الاسناد ہے۔ اس میں کسی قسم کا غبار نہیں۔

(۲) مسلم جلد اول صفحہ ۲۳۷ میں ہے کہ حضرت عاصم نے حضرت انس رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے سوال کیا کہ قنوت اول رکوع کے ہے یا بعد رکوع کے۔ فرمایا اول رکوع کے۔ کہا عاصم نے کہ لوگ گمان کرتے ہیں کہ آپ نے بعد رکوع کے دعائے قنوت کو پڑھا۔ فرمایا اِنَّمَا قَنَتَ رَسُوْلُ اللّٰهِ ﷺ شَهْرًا يَدْعُوْا عَلٰی اُنَاسٍ قَتَلُوْا اُنَاسًا مِنْ اَصْحَابِهٖ يُقَالُ لَهُمُ الْقُرَّآءُ (ترجمہ) نہیں قنوت کو پڑھا رسول اللہ (ﷺ) نے مگر

ایک مہینہ (رکوع کے بعد) بددعا کرتے ان لوگوں پر جنہوں نے قتل کیا اصحابوں سے جو لوگ تھے جن کو قاری کہتے تھے۔

(۳) طبرانی میں غالب بن فرقد سے مروی ہے کہ میں حضرت انس رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے ساتھ دو ماہ تک رہا لیکن انہوں نے فجر کی نماز میں قنوت نہیں پڑھی۔

(۴) ابوداؤد و ترمذی و نسائی و ابن ماجہ میں سعید بن طارق سے بایں طور حدیث مذکور ہے۔ قُلْتُ لِاَبِیْ یَااَبَتِ اِنَّکَ قَدْ صَلَّیْتَ خَلْفَ رَسُوْلِ اللّٰہِ ﷺ وَاَبِیْ بَکْرٍ وَعُمَرَ وَعُثْمَانَ وَعَلِیٍ فَکَانُوْا یَقْنُتُوْنَ فِی الْفَجْرِ فَقَالَ اَیْ بُنَیَّ مُحْدَثٌ (ترجمہ) کہا میں نے اپنے والد کو کہ آپ نے آنحضور علیہ الصلوٰۃ والسلام و خلفائے اربعہ کے پیچھے نماز پڑھی ہے۔ پس کیا یہ نماز فجر میں دعا قنوت پڑھتے تھے۔ پس کہا اس نے کہ فجر کی نماز میں دعا قنوت پڑھنا بدعت ہے یہ حضرات نہیں پڑھتے تھے۔ رواہ اہل السنن واحمد وَقَالَ التِرمذِیُ حدیثٌ حَسَنٌ صحیح یعنی کہا ترمذی نے یہ حدیث حسن صحیح ہے اور دار قطنی نے حضرت سعید بن جبیر سے بایں طور لکھا ہے۔ اَشْهَدُ اَنِّیْ سَمِعْتُ ابْنَ عَبَّاسٍ یَقُوْلُ اِنَّ الْقُنُوْتَ فِیْ صَلٰوةِ الْفَجْرِ بِدْعَةٌ (ترجمہ) ابن جبیر حلفاً کہتا ہے کہ میں نے حضرت ابن عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہما سے سنا وہ فرماتے تھے کہ نماز فجر میں قنوت پڑھنا بدعت ہے۔

(۵) امام بیہقی نے لکھا کہ کہا ابو مجلسی نے کہ میں نے نماز فجر کی پڑھی پیچھے ابن عمر کے تو انہوں نے قنوت نہیں پڑھی۔ میں نے کہا کہ آپ نے قنوت نہیں پڑھی تو ابن عمر رضی اللہ عنہما نے اس کے جواب میں کہا لَا حَفِظَهٗ عَنْ اَحَدٍ مِنْ اَصْحَابِنَا یعنی میں نے صحابہ سے کسی سے یہ طریقہ نہیں دیکھا کہ کسی نے دعا قنوت فجر کی نماز میں پڑھی ہو۔

(۶) کتاب معانی الآثار کتاب الصلوٰۃ میں مذکور ہے کہ حضرت ابن عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہما نے فرمایا اِنَّهٗ بِدْعَةٌ مَافَعَلَهٗ رَسُوْلُ اللّٰہِ ﷺ غَیْرَ شَهْرٍ ثُمَّ تَرَکَهٗ۔ دعا قنوت پڑھنا ہمیشہ فجر کی نماز میں بدعت ہے۔ آپ کی ذاتِ بابرکات نے نہیں پڑھی مگر ایک ماہ پھر ترک فرمادی۔

غیر مقلدین جتنی روایات پیش کرتے ہیں وہ مؤول ہیں۔

(باب ۱۲۶) اَلطُّمَانِیَۃِ حِیْنَ یَرْفَعُ رَاْسَہٗ مِنَ الرُّکُوْعِ.

رکوع سے سر اٹھاتے وقت اطمینان وسکون

وَقَالَ اَبُوْحُمَیْدٍ رَفَعَ النَّبِیُّ ﷺ وَاسْتَوٰی حَتّٰی یَعُوْدَ کُلُّ فَقَارٍ مَّکَانَہٗ.

ابوحمید رضی اللہ عنہ نے فرمایا کہ نبی کریم (ﷺ) نے (رکوع سے) سر اٹھایا تو سیدھے اس طرح کھڑے ہوگئے کہ ریڑھ کی تمام ہڈی اپنی جگہ پر آگئی۔

کَانَ اَنَسٌ یَنْعَتُ لَنَا صَلٰوۃَ النَّبِیِّ ﷺ فَکَانَ یُصَلِّی فَاِذَا رَفَعَ رَاْسَہٗ مِنَ الرُّکُوْعِ قَامَ حَتّٰی نَقُوْلُ قَدْ نَسِیَ.

انس رضی اللہ عنہ ہمیں نبی کریم (ﷺ) کی نماز کا طریقہ بتاتے تھے۔ چنانچہ آپ نماز پڑھتے اور جب اپنا سر رکوع سے اٹھاتے تو آپ کھڑے رہتے کہ ہم سوچنے لگتے کہ شاید بھول گئے ہیں۔

عَنِ الْبَرَآءِ قَالَ کَانَ رُکُوْعُ النَّبِیِّ ﷺ وَسُجُوْدُہٗ وَاِذَا رَفَعَ رَاْسَہٗ مِنَ الرُّکُوْعِ وَبَیْنَ السَّجْدَتَیْنِ قَرِیْبًا مِّنَ السَّوَآءِ.

براء نے فرمایا کہ نبی کریم (ﷺ) سجدہ، رکوع سے سر اٹھاتے وقت اور دونوں سجدوں کے درمیان کا وقفہ تقریباً برابر ہوتا تھا۔

کَانَ مَالِکُ ابْنُ الْحُوَیْرِثِ یُرِیْنَا کَیْفَ کَانَ صَلٰوۃُ النَّبِیِّ ﷺ وَذَاکَ فِیْ غَیْرِ وَقْتِ صَلٰوۃٍ فَقَامَ فَاَمْکَنَ الْقِیَامَ ثُمَّ رَکَعَ فَاَمْکَنَ الرُّکُوْعَ ثُمَّ رَفَعَ رَاْسَہٗ فَانْصَبَّ ھُنَیَّۃً قَالَ فَصَلّٰی بِنَا صَلٰوۃَ شَیْخِنَا ھٰذَا اَبِیْ یَزِیْدَ وَکَانَ اَبُوْ یَزِیْدَ اِذَا رَفَعَ رَاْسَہٗ مِنَ السَّجْدَۃِ الْاٰخِرَۃِ اسْتَوٰی قَاعِدًا ثُمَّ نَھَضَ.

ابو مالک بن حویرث رضی اللہ عنہ ہمیں (نماز پڑھ کر) بتاتے کہ نبی کریم (ﷺ) کس طرح نماز پڑھتے تھے۔ چنانچہ آپ (ایک مرتبہ) کھڑے ہوئے اور پوری طرح کھڑے رہے۔ پھر جب رکوع کیا پورے اطمینان کے ساتھ سر اٹھایا تب بھی تھوڑی دیر سیدھے کھڑے رہے۔ بیان کیا کہ ہمارے شیخ ابویزید کی طرح انہوں نے نماز پڑھی۔ ابویزید جب دوسرے سجدہ سے سر اٹھاتے تھے تو صحیح طرح بیٹھ لیتے پھر کھڑے ہوتے۔

(باب۱۲۷) یَهْوِیْ بَابٌ بِالتَّكْبِيرِ حِيْنَ يَسْجُدُ وَقَالَ نَافِعٌ كَانَ ابْنُ عُمَرَ يَضَعُ يَدَيْهِ قَبْلَ رُكْبَتَيْهِ.

سجدہ کرتے وقت تکبیر کہتے ہوئے جھکے۔نافع نے بیان کیا کہ ابن عمر رضی اللہ عنہ ہاتھ گھٹنوں پر پہلے رکھتے تھے (سجدہ کرتے وقت)

اَنَّ اَبَا هُرَيْرَةَ كَانَ يُكَبِّرُ فِي كُلِّ صَلٰوةٍ مِّنَ الْمَكْتُوبَةِ وَغَيْرِهَا فِي رَمَضَانَ وَغَيْرِهٖ فَيُكَبِّرُ حِيْنَ يَقُوْمُ ثُمَّ يُكَبِّرُ حِيْنَ يَرْكَعُ ثُمَّ يَقُوْلُ سَمِعَ اللّٰهُ لِمَنْ حَمِدَهٗ ثُمَّ يَقُوْلُ رَبَّنَا وَلَكَ الْحَمْدُ قَبْلَ اَنْ يَّسْجُدَ ثُمَّ يَقُوْلُ اَللّٰهُ اَكْبَرُ حِيْنَ يَهْوِيْ سَاجِدًا ثُمَّ يُكَبِّرُ حِيْنَ يَرْفَعُ رَاْسَهٗ مِنَ السُّجُوْدِ ثُمَّ يُكَبِّرُ حِيْنَ يَسْجُدُ ثُمَّ يُكَبِّرُ حِيْنَ يَقُوْمُ مِنَ الْجُلُوْسِ فِي الْاِثْنَتَيْنِ وَيَفْعَلُ ذٰلِكَ فِي كُلِّ رَكْعَةٍ حَتّٰى يَفْرُغَ مِنَ الصَّلٰوةِ ثُمَّ يَقُوْلُ حِيْنَ يَنْصَرِفُ وَالَّذِيْ نَفْسِيْ بِيَدِهٖ اِنِّيْ لَاَ قْرَبُكُمْ شَبَهًا بِصَلٰوةِ رَسُوْلِ اللّٰهِ ﷺ اِنْ كَانَتْ هٰذِهٖ بِصَلٰوتَهٗ حَتّٰى فَارَقَ الدُّنْيَا قَالَا وَقَالَ اَبُوْهُرَيْرَةَ وَكَانَ رَسُوْلُ اللّٰهِ ﷺ حِيْنَ يَرْفَعُ رَاْسَهٗ يَقُوْلُ سَمِعَ اللّٰهُ لِمَنْ حَمِدَهٗ رَبَّنَا وَلَكَ الْحَمْدُ يَدْعُوْ لِرِجَالٍ فَيُسَمِّيْهِمْ بِاَسْمَآئِهِمْ فَيَقُوْلُ اَللّٰهُمَّ اَنْجِ الْوَلِيْدَ بْنَ الْوَلِيْدِ وَسَلَمَةَ بْنَ هِشَامٍ وَّ عَيَّاشَ بْنَ اَبِيْ رَبِيْعَةَ وَالْمُسْتَضْعَفِيْنَ مِنَ الْمُؤْمِنِيْنَ اَللّٰهُمَّ اشْدُدْ وَطْاَتَكَ عَلٰى مُضَرَ وَاجْعَلْهَا عَلَيْهِمْ سِنِيْنَ كَسِنِيْ يُوْسُفَ وَاَهْلُ الْمَشْرِقِ يَوْمَئِذٍ مِّنْ مُضَرَ مُخَالِفُوْنَ لَهٗ.

ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ نماز میں تکبیر کہا کرتے تھے۔خواہ فرض ہوں یا نہ ہوں رمضان یا کوئی اور مہینہ ہو۔چنانچہ آپ جب کھڑے ہوتے تو تکبیر کہتے اور رکوع میں جاتے تو تکبیر کہتے۔پھر سمع اللہ لمن حمدہ کہتے پھر بعد میں ربنا ولک الحمد سجدہ سے پہلے۔پھر جب سجدہ کے لیے جاتے تو اللہ اکبر کہتے ہوئے۔اسی طرح سجدہ سے سر مبارک اٹھاتے ہوئے۔دو رکعتوں کے بعد جب کھڑے ہوتے تو بھی تکبیر کہتے۔ہر نماز میں آپ کا یہ معمول تھا۔نماز سے فارغ ہونے تک۔نماز سے فارغ ہونے کے بعد فرماتے کہ اس ذات کی قسم

جس کے قبضہ وقدرت میں میری جان ہے میں تم میں سب سے زیادہ نبی کریم (ﷺ) کی نماز سے مشابہ ہوں۔ وصال تک آپ کی نماز اسی طرح تھی۔ ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ نے فرمایا کہ رسول اللہ (ﷺ) جب سر مبارک (رکوع سے) اٹھاتے تو سمع اللہ لمن حمدہ۔ ربنا ولک الحمد فرماتے تھے۔ لوگوں کے لیے دعائیں کرتے اور نام لے لے کر فرماتے۔ دے اللہ ولید بن ولید، سلمہ بن ہشام، عیاش بن ربیعہ اور تمام کمزور مسلمانوں کو (کفار سے) نجات دے۔ اے اللہ! قبیلہ مضر کے لوگوں کو سختی کے ساتھ کچل دے اور ان پر ایسا قحط مسلط فرما جیسا یوسف علیہ السلام کے زمانہ میں آیا تھا۔ ان دنوں مضر عرب کے مشرق میں آپ کے مخالفین میں تھے۔

انَسَ بْنَ مَالِكٍ يَقُوْلُ سَقَطَ رَسُوْلُ اللّٰهِ ﷺ عَنْ فَرَسٍ وَرُبَّمَاقَالَ سُفْيَانُ مِنْ فَرَسٍ فَجُحِشَ شِقُّهُ الْاَيْمَنُ فَدَ خَلْنَا عَلَيْهِ نَعُوْدُهُ فَحَضَرَتِ الصَّلٰوةُ فَصَلّٰى بِنَا قَاعِدًا وَّقَعَدْنَا وَقَالَ سُفْيٰنُ مَرَّةً صَلَّيْنَا قُعُوْدًا فَلَمَّا قَضَى الصَّلٰوةَ قَالَ اِنَّمَا جُعِلَ الْاِمَامَ لِيُؤْتَمَّ بِهٖ فَاِذَا كَبَّرَ فَكَبِّرُوْا وَاِذَا رَكَعَ فَارْكَعُوْا وَاِذَا رَفَعَ فَارْفَعُوْاوَاِذَا قَالَ سَمِعَ اللّٰهُ لِمَنْ حَمِدَهٗ فَقُوْلُوْا رَبَّنَا وَلَكَ الْحَمْدُ وَاِذَا سَجَدَ فَاسْجُدُوْا وَكَذَا جَآءَ بِهٖ مَعْمَرٌ قُلْتُ نَعَمْ قَالَ لَقَدْ حَفِظَ الخ

انس بن مالک رضی اللہ عنہ کو یہ کہتے سنا گیا کہ رسول اللہ (ﷺ) گھوڑے سے زمین پر گر گئے۔ سفیان نے اکثر (بجائے عن فرس کے) من فرس کہا۔ اس گرنے سے آپ (ﷺ) کا دایاں پہلو زخمی ہو گیا تھا اس لیے ہم آپ (ﷺ) کی خدمت میں عیادت کی غرض سے حاضر ہوئے۔ پھر نماز کا وقت ہو گیا اور آپ (ﷺ) نے ہمیں بیٹھ کر نماز پڑھائی۔ ہم بھی بیٹھ گئے تھے۔ سفیان نے ایک مرتبہ کہا کہ ہم نے بھی بیٹھ کر نماز پڑھی۔ جب آپ (ﷺ) نماز سے فارغ ہو گئے تو فرمایا کہ امام اس لیے ہے تا کہ اس کی اقتداء کی جائے اس لیے جب وہ تکبیر کہے تو تم بھی کہو۔ جب رکوع کرے تو تم بھی کرو۔ جب سر اٹھائے تو تم بھی اٹھاؤ اور جب سمع اللہ لمن حمدہ کہے تو تم ربنا ولک الحمد کہو اور جب سجدہ کرے تو تم بھی کرو (سفیان نے اپنے شاگرد علی سے پوچھا کہ) کیا معمر نے بھی اسی طرح حدیث بیان کی تھی (علی کہتے ہیں کہ) میں نے کہا جی ہاں۔ اس پر سفیان بولے کہ معمر کو حدیث یاد تھی۔

(باب ۱۲۸) فَضْلِ السُّجُوْدِ.

سجدہ کی فضیلت کا بیان

اَنَّ اَبَا هُرَيْرَةَ اَخْبَرَهُمَا اَنَّ النَّاسَ قَالُوْا يَارَسُوْلَ اللّٰهِ هَلْ نَرٰى رَبَّنَا يَوْمَ الْقِيٰمَةِ قَالَ هَلْ تُمَارُوْنَ فِى الْقَمَرِ لَيْلَةَ الْبَدْرِ لَيْسَ دُوْنَهُ سَحَابٌ قَالُوْا لَا يَارَسُوْلَ اللّٰهِ قَالَ فَهَلْ تُمَارُوْنَ فِى الشَّمْسِ لَيْسَ دُوْنَهَا سَحَابٌ قَالُوا لَا قَالَ فَاِنَّكُمْ تَرَوْنَهُ كَذٰلِكَ يُحْشَرُ النَّاسُ يَوْمَ الْقِيٰمَةِ فَيَقُوْلُ مَنْ كَانَ يَعْبُدُ شَيْئًا فَلْيَتْبَعْهُ فَمِنْهُمْ مَّنْ يَّتْبِعُ الشَّمْسَ وَمِنْهُمْ مَنْ يَّتْبِعُ الْقَمَرَ وَمِنْهُمْ مَنْ يَّتْبِعُ الطَّوَاغِيْتُ وَتَبْقٰى هٰذِهِ الْاُمَّةُ فِيْهَا مُنَافِقُوْهَا فَيَاْتِيْهِمُ اللّٰهُ عَزَّوَجَلَّ فَيَقُوْلُ اَنَا رَبُّكُمْ فَيَقُوْلُوْنَ هٰذَا مَكَانُنَا حَتّٰى يَاْتِيَنَا رَبُّنَا فَاِذَا جَآءَ رَبُّنَا عَرَفْنَاهُ فَيَاْتِيْهِمُ اللّٰهُ عَزَّوَجَلَّ فَيَقُوْلُ اَنَا رَبُّكُمْ فَيَقُوْلُوْنَ اَنْتَ رَبُّنَا فَيَدْعُوْهُمْ وَيَضْرِبُ الصِّرَاطِ بَيْنَ ظَهْرَانَىْ جَهَنَّمَ فَاَكُوْنَ اَوَّلَ مَنْ يَّجُوْزُ مِنَ الرُّسُلُ بِاُمَّتِهٖ وَلَا يَتَكَلَّمُ يَوْمَئِذٍ اَحَدٌ اِلَّا الرُّسُلِ وَ كَلَامُ الرُّسُلِ يَوْمَئِذٍ سَلِّمْ سَلِّمْ وَفِىْ جَهَنَّمَ كَلَالِيْبُ مِثْلُ شَوْكِ السَّعْدَانِ هَلْ رَاَيْتُمْ شَوْكَ السَّعْدَانِ قَالُوْا نَعَمْ فَاِنَّهَامِثْلَ شَوْكَ السَّعْدَانِ غَيْرِ اَنَّهُ لَا يَعْلَمُ قَدْرَ عِظَمِهَآ اِلَّا اللّٰهُ تَخْطَفُ النَّاسَ بِاَعْمَالِهِمْ فَمِنْهُمْ مَّنْ يُّوْبَقُ بِعَمَلِهٖ وَمِنْهُمْ مَّنْ يُّخَرْدَلُ ثُمَّ يَنْجُوْا حَتّٰى اِذَا اَرَا دَا للّٰهُ رَحْمَته مِنْ اَرَادَ مِنْ اَهْلِ النَّارِ اَمَرَ اللّٰهُ الْمَلٰئِكَةَ اَنْ يُّخْرِجُوْا مَنْ كَانَ يَعْبُدُ اللّٰهَ فَيُخْرِجُوْ نَهُمْ وَيَعْرِفُوْنَهُمْ بِاٰثَارِ السُّجُوْدِ وَحَرَّمَ اللّٰهُ عَلَى النَّارِ اَنْ تَاكُل اَثَرَ السُّجُوْدِ فَيُخْرِجُوْنَ مِنَ النَّارِ كُلُّ ابْنِ اٰدَمَ تَاكُلُهُ النَّارِ اِلَّا اَثَرَا السُّجُوْدِ فَيُخْرَجُوْنَ مِنَ النَّارِ اِلَّا اَثَرَا السُّجُوْدِ فَيُخْرَجُوْنَ مِنَ النَّارِ كُلُّ ابْنِ آدَمَ تَاكُلُهُ النَّارِ اَلَّا اَثَرَ السُّجُوْدِ فَيُخْرِجُوْنَ مِنَ النَّارِ قَدِ امْتَحَشُوْا فَيُصَبُّ عَلَيْهِمْ مَّآءُ الْحَيَاةِ فَيَنْبُتُوْنَ كَمَا تَنْبُتُ الْحَبَّةُ فِىْ حَمِيْلِ السَّيْلِ ثُمَّ يَفْرَغُ اللّٰهُ مِنَ الْقَضَآءِ بَيْنَ الْعِبَادِ وَيَبْقٰى رَجُلٌ بَيْنَ الْجَنَّةَ مُقْبِلاً بِوَجْهِهٖ قِبَلَ النَّارِ فَيَقُوْلُ يَا رَبِّ اصْرِفْ وَجْهِىْ عَنِ النَّارِ فَيَقُوْلُ هَلْ عَسَيْتَ اِنْ فُعِلَ ذٰلِكَ بِكَ اَنْ تَسْئَلَ غَيْرَ ذٰلِكَ فَيَقُوْلُ لَا وَعِزَّتِكَ فَيُعْطِى اللّٰهَ عَزَّوَجَلَّ مَايَشَآءُ مِنْ عَهْدٍ وَّ مِيْثَاقٍ فَيَصْرِفُ اللّٰهِ وَجْهَهٗ عَنِ النَّارِ فَاِذَا اَقْبَلَ بِهٖ عَلَى الْجَنَّةَ رَاٰى بَهْجَتَهَا

سَکَتَ مَاشَآءَ اللّٰهُ اَنْ يَّسْكُتَ ثُمَّ قَالَ يَارَبِّ قَدِّمْنِيْ عِنْدَ بَابِ الْجَنَّةِ فَيَقُوْلُ اللّٰهُ لَهٗ اَلَيْسَ قَدْ اَعْطَيْتَ الْعُهُوْدَ وَ الْمِيْثَاقَ اَنْ لَّا تَسْأَلَ غَيْرَ الَّذِيْ كُنْتَ سَاَلْتَ فَيَقُوْلُ يَارَبِّ لَا اَكُوْنَ اَشْقٰى خَلْقِكَ فَيَقُوْلُ فَمَا عَسَيْتَ اِنْ اُعْطِيْتَ ذٰلِكَ اَنْ تَسْاَلَ غَيْرَ ذٰلِكَ فَيُعْطِيْ رَبَّهٗ مَاشَآءَ مِنْ عَهْدٍ وَّمِيْثَاقٍ فَيُقَدِّمُهٗ اِلٰى بَابِ الْجَنَّةِ فَاِذَا بَلَغَ بَابَهَا فَرَاٰى زَهْرَتَهَا وَمَا فِيْهَا مِنَ النَّضْرَةِ وَالسُّرُوْرِ فَيَسْكُتُ مَاشَآءَ اللّٰهُ اَنْ يَّسْكُتَ فَيَقُوْلُ يَارَبِّ اَدْخِلْنِيْ الْجَنَّةَ فَيَقُوْلُ اللّٰهُ عَزَّوَجَلَّ وَيْحَكَ يَا ابْنَ اٰدَمَ مَا اَغْدَرَكَ اَلَيْسَ قَدْ اَعْطَيْتَ الْعَهْدَ وَالْمِيْثَاقَ اَنْ لَّا تَسْاَلَ غَيْرَ الَّذِيْ اُعْطِيْتَ فَيَقُوْلُ يَارَبِّ لَا تَجْعَلْنِيْ اَشْقٰى خَلْقِكَ فَيَضْحَكُ اللّٰهُ مِنْهُ ثُمَّ يَاْذَنُ لَهٗ فِيْ دُخُوْلِ الْجَنَّةِ فَيَقُوْلُ تَمَنَّ فَيَتَمَنّٰى حَتّٰى اِنْقَطَعَ اُمْنِيَّتُهٗ قَالَ اللّٰهُ عَزَّوَجَلَّ زِدْ مِنْ كَذَا وَكَذَا اَقْبَلَ يُذَكِّرُهٗ رَبُّهٗ حَتّٰى اِذَا انْتَهَتْ بِهِ الْاَمَانِيُّ قَالَ اللّٰهُ لَكَ ذٰلِكَ وَمِثْلُهٗ مَعَهٗ وَقَالَ اَبُوْ سَعِيْدِ الْخُدْرِيُّ لِاَبِيْ هُرَيْرَةَ اَنَّ رَسُوْلَ اللّٰهِ ﷺ قَالَ قَالَ اللّٰهُ عَزَّوَجَلَّ لَكَ ذٰلِكَ وَعَشَرَةُ اَمْثَالِهٖ قَالَ اَبُوْ هُرَيْرَةَ لَمْ اَحْفَظْهُ مِنْ رَّسُوْلِ اللّٰهِ ﷺ اِلَّا قَوْلَهٗ لَكَ ذٰلِكَ وَمِثْلُهٗ مَعَهٗ قَالَ اَبُوْ سَعِيْدٍ اِنِّيْ سَمِعْتُهٗ يَقُوْلُ ذٰلِكَ لَكَ وَعَشَرَةُ اَمْثَالِهٖ.

ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ نے انہیں خبر دی کہ لوگوں نے پوچھا یارسول اللہ! کیا ہم اپنے رب کو قیامت میں دیکھ سکیں گے؟ آپ نے پوچھا۔ کیا تمہیں چودھویں کے چاند میں جب اس کے قریب کہیں بادل بھی نہ ہو، کوئی شبہ ہوتا ہے؟ لوگوں نے کہا نہیں یارسول اللہ (ﷺ)! پھر آپ نے پوچھا۔ اور کیا تمہیں سورج میں جب کہ قریب کہیں بادل نہ ہو شبہ ہوتا ہے۔ لوگ بولے کہ نہیں۔ پھر آپ (ﷺ) نے فرمایا کہ رب العزت کو تم اسی طرح دیکھو گے۔ لوگ قیامت کے دن حاضر کئے جائیں گے خداوند تعالیٰ فرمائے گا کہ جو جسے پوجتا تھا اسی کی اتباع کرے۔ چنانچہ بہت سے لوگ سورج کے پیچھے ہو جائیں گے بہت سے چاند کے اور بہت سے بتوں کے۔ یہ امت باقی رہ جائے گی اس میں منافقین ہوں گے جن کے پاس خداوند تعالیٰ آئے گا اور ان سے کہے گا کہ میں تمہارا رب ہوں۔ منافقین کہیں گے کہ ہم یہیں اپنے رب کے آنے تک کھڑے رہیں گے۔ جب ہمارا رب آئے گا تو ہم اسے پہچان لیں گے۔ اللہ عزوجل ان کے پاس (ایسی صورت میں جسے وہ پہچان لیں گے)، اور فرمائے گا کہ میں تمہارا رب ہوں وہ بھی کہیں گے کہ آپ ہمارے ہیں۔ پھر اللہ

تعالٰی انہیں بلائے گا۔ پل صراط جہنم کے اوپر بنا دیا جائے گا اور اپنی امت کے ساتھ اس سے گذرنے والا سب سے پہلا رسول ہوں۔ اس روز سواء انبیاء کے کوئی بات بھی نہ کر سکے گا اور انبیاء بھی صرف یہی کہیں گے اے اللہ محفوظ رکھیئے، اے اللہ محفوظ رکھیئے اور جہنم میں سعدان کے کانٹوں کی طرح آنکس ہوں گے۔ سعدان کے کانٹے تو تم نے دیکھے ہوں گے۔ صحابہ رضی اللہ عنہم نے عرض کیا کہ ہاں (آپ نے فرمایا) تو وہ سعدان کے کانٹوں کے برابر ہوں گے۔ البتہ ان کے طول وعرض کو (سوا اللہ تعالٰی کے اور کوئی نہیں جانتا) یہ آنکس لوگوں کو ان کے اعمال کے مطابق کھینچ لیں گے۔ بہت سے لوگ عمل کی وجہ سے ہلاک اور بہت سے ٹکڑے ٹکڑے ہو جائیں گے پھر ان کی نجات ہو گی۔ جہنمیوں میں سے اللہ تعالٰی جس پر رحم فرمانا چاہے گا تو اس کو حکم دے گا کہ جو اللہ تعالٰی ہی کی عبادت کرتے تھے انہیں باہر نکالو چنانچہ وہ باہر نکلیں گے اور موحدوں کو سجدے کے آثار سے پہچانیں گے۔ اللہ تعالٰی نے جہنم پر سجدہ کے آثار کا جلانا حرام کر دیا ہے چنانچہ یہ جب جہنم سے نکالے جائیں گے تو اثر سجدہ کے سوا ان کے تمام ہی حصوں کو آگ جلا چکی ہو گی۔ جب جہنم سے باہر ہوں گے تو بالکل جل چکے ہوں گے اس لیے ان پر ماء حیات ڈالا جائے گا جس سے ان میں اس طرح تازگی آجائے گی جیسے سیلاب کے کوڑے کرکٹ پر سیلاب تھمنے کے بعد سبزہ اُگ آتا ہے۔ پھر اللہ تعالٰی بندوں کے فیصلہ سے فارغ ہو جائے گا لیکن ایک شخص جنت اور دوزخ کے درمیان اب بھی باقی رہ جائے گا یہ جنت میں داخل ہونے والا آخری دوزخی شخص نہ ہو گا۔ اس کا چہرہ دوزخ کی طرف ہے اس لیے کہے گا کہ اے رب! میرے چہرے کو دوزخ کی طرف سے پھیر دیجئے۔ کیونکہ اس کی بُو بڑی ہی تکلیف دہ ہے اور اس کی تیزی مجھے جلائے دیتی ہے۔ خداوند تعالٰی سے ہر طرح عہد و میثاق کرے گا (کہ پھر کوئی دوسرا سوال نہیں کرے گا) اور خداوند تعالٰی جہنم کی طرف سے اس کا منہ پھیر دے گا۔ جب جنت کی طرف رخ ہو گیا اور اس کی شادابی نظروں کے سامنے آئی تو اللہ نے جتنی دیر چاہا چپ رہے گا لیکن پھر بول پڑے گا اے اللہ! مجھے جنت کے دروازہ کے قریب پہنچا دیجئے۔ اللہ تعالٰی پوچھے گا کیا تم نے عہد و پیمان نہیں باندھے تھے کہ اس ایک سوال کے سوا اور کوئی سوال تم نہیں کرو گے۔ بندہ کہے گا اے رب مجھے تیری مخلوق میں سب سے زیادہ بد بخت نہ ہونا چاہئے۔ اللہ رب العزت فرمائے گا کہ پھر کیا ضمانت ہے کہ اگر تمہاری یہ تمنا پوری کر دی گئی تو دوسرا کوئی سوال پھر نہیں کرو گے۔ بندہ کہے گا نہیں تیری عزت کی قسم اب دوسرا کوئی سوال تجھ سے نہیں

کروں گا چنانچہ اپنے رب سے ہر طرح عہد و پیمان باندھے گا اور جنت کے دروازے تک پہنچادیا جائے گا۔ دروازہ پر پہنچ کر جب جنت کی پہنائی تازگی اور مسرتوں کو دیکھے گا تو جب تک اللہ تعالیٰ چاہے گا چپ رہے گا لیکن آخر بول پڑے گا کہ اے رب! مجھے جنت کے اندر پہنچادیجئے۔ اللہ تعالیٰ فرمائے گا افسوس ابن آدم! کس قدر عہد شکن ہو۔ کیا (ابھی) تو نے عہد و پیمان نہیں باندھے تھے کہ جو کچھ دے دیا گیا اس سے زیادہ نہیں مانگو گے۔ بندہ کہے گا اے رب! مجھے اپنی سب سے زیادہ ذلیل مخلوق نہ بنایئے۔ اللہ تعالیٰ ہنس پڑے گا اور اسے جنت میں بھی داخلہ کی اجازت عطا کردے گا اور پھر فرمائے گا مانگو کیا ہیں تمہاری تمنائیں؟ چنانچہ وہ اپنی تمنائیں اللہ تعالیٰ کے سامنے رکھے گا اور جب تمام تمنائیں ختم ہو جائیں گی تو اللہ تعالیٰ فرمائے گا کہ فلاں چیز اور فلاں چیز کا مزید سوال کرو۔ خود خداوند قدوس یاد دہانی فرمائے گا اور جب تمام تمنائیں ختم ہو جائیں گی تو فرمائے گا کہ تمہیں یہ سب اور اتنی ہی اور دیں ابو سعید خدری رضی اللہ عنہ نے ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے کہا کہ رسول اللہ (ﷺ) نے فرمایا تھا کہ یہ اور اس سے دس گنا اور تمہیں دی گئی۔ اس پر ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ نے فرمایا کہ رسول اللہ (ﷺ) کی یہ بات صرف مجھے یاد ہے کہ تمہیں یہ تمام تمنائیں اور اتنی ہی اور دی گئیں۔ ابو سعید رضی اللہ عنہ نے فرمایا کہ میں نے آپ کو یہ کہتے سنا تھا کہ یہ اور اس کی دس گنا تمہیں دی گئیں۔

(باب ۱۲۹) يُبْدِئُ ضَبْعَيْهِ وَيُجَافِيْ فِي السُّجُوْدِ.

سجدہ کی حالت میں دونوں بغلیں کھلی رکھنی چاہئیں اور (پیٹ کو) جدا رکھنا چاہیے

عَنْ عَبْدِ اللّٰهِ بْنِ مَالِكِ بْنِ بُحَيْنَةَ اَنَّ النَّبِيَّ ﷺ كَانَ اِذَا صَلّٰى فَرَّجَ بَيْنَ يَدَيْهِ حَتّٰى يَبْدُوْا بَيَاضُ وَا ابْطَيْهِ وَقَالَ اللَّيْثُ حَدَّثَنِيْ جَعْفَرُا بْنُ رَبِيْعَةَ نَحْوَهٗ.

عبداللہ بن مالک بن بحینہ رضی اللہ عنہ سے ہے کہ نبی کریم (ﷺ) جب نماز پڑھتے تو دونوں بازوؤں کو اس قدر پھیلا دیتے تھے کہ بغل کی سفیدی ظاہر ہو جاتی تھی۔ لیث نے بیان کیا کہ مجھ سے جعفر بن ربیعہ نے اسی طرح حدیث بیان کی۔

(باب ۱۳۰) يَسْتَقْبِلُ بِاَطْرَافِ رِجْلَيْهِ الْقِبْلَةَ قَالَهُ اَبُوْ حُمَيْدٍ عَنِ النَّبِيِّ ﷺ.

پاؤں کی انگلیوں کو قبلہ رخ رکھنا چاہئے۔ اس بات کو ابوحمید رضی اللہ عنہ نے نبی کریم (ﷺ) کے واسطہ سے بیان کیا ہے۔

(باب ۱۳۱) اِذَا لَمْ يُتِمَّ سُجُوْدَهُ.

جب سجدہ پوری طرح نہ کرے

عَنْ حُذَيْفَةَ اَنَّهُ رَاٰى رَجُلاً لَّا يُتِمُّ رُكُوْعَهُ وَلَا سُجُوْدَهُ فَلَمَّا قَضٰى صَلٰوتَهُ قَالَ لَهُ حُذَيْفَةُ مَاصَلَّيْتَ وَاَحْسِبُهُ قَالَ لَوْمُتَّ مُتَّ عَلٰى غَيْرِ سُنَّةِ مُحَمَّدٍ ﷺ.

حذیفہ رضی اللہ عنہ نے ایک شخص کو دیکھا کہ رکوع اور سجدہ پوری طرح نہیں کرتا تھا۔ جب نماز پوری کر چکا تو آپ نے اس سے فرمایا کہ اگر تم مر گئے تو تمہاری موت حضرت محمد (ﷺ) کی سنت پر نہیں ہوگی۔

(باب ۱۳۲) اَلسُّجُوْدُ عَلٰى سَبْعَةِ اَعْظُمٍ.

سات اعضاء پر سجدہ کرنا

عَنِ ابْنِ عَبَّاسٍ قَالَ اُمِرَ النَّبِيُّ ﷺ اَنْ يَسْجُدَ عَلٰى سَبْعَةِ اَعْضَاءٍ وَّلَا يَكُفَّ شَعْرًا وَّلَا ثَوْبًا اَلْجَبْهَةِ وَالْيَدَيْنِ وَالرُّكْبَتَيْنِ وَالرِّجْلَيْنِ.

ابن عباس رضی اللہ عنہ نے فرمایا کہ نبی کریم (ﷺ) کو سات اعضاء پر سجدہ کا حکم دیا گیا تھا اس طرح کہ نہ بالوں کو آپ سمیٹتے تھے نہ کپڑوں کو (وہ سات اعضاء یہ ہیں) پیشانی۔ دونوں ہاتھ۔ دونوں گھٹنے اور دونوں پاؤں۔

عَنِ ابْنِ عَبَّاسٍ عَنِ النَّبِيِّ ﷺ قَالَ أُمِرْنَا أَنْ نَّسْجُدَ عَلٰى سَبْعَةِ أَعْظُمٍ وَّلَا نَكُفَّ شَعْرًا وَّلَا ثَوْبًا۔

ابن عباس رضی اللہ عنہ سے ہے کہ نبی کریم (ﷺ) نے فرمایا کہ ہمیں سات اعضاء پر اس طرح سجدہ کا حکم ہوا ہے کہ نہ بال سمیٹیں نہ کپڑے۔

اَلْبَرَآءُ بْنُ عَازِبٍ وَّهُوَ غَيْرُ كَذُوْبٍ قَالَ كُنَّا نُصَلِّي خَلْفَ النَّبِيِّ ﷺ فَإِذَا قَالَ سَمِعَ اللّٰهُ لِمَنْ حَمِدَهٗ لَمْ يَحْنِ أَحَدٌ مِّنَّا ظَهْرَهٗ حَتّٰى يَضَعَ النَّبِيُّ ﷺ جَبْهَتَهٗ عَلَى الْأَرْضِ۔

براء بن عازب رضی اللہ عنہ نے حدیث بیان کی۔ وہ جھوٹ ہرگز نہیں بول سکتے۔ فرمایا کہ ہم نبی کریم (ﷺ) کی اقتداء میں نماز پڑھتے تھے۔ جب آپ سمع اللہ لمن حمدہ کہتے (یعنی رکوع سے سر اٹھاتے) تو اس وقت تک کوئی شخص بھی اپنی پیٹھ نہ جھکاتا، جب تک آپ اپنی پیشانی زمین پر نہ رکھ دیتے (سجدہ کے لیے)

(باب ۱۳۳) اَلسُّجُوْدِ عَلَى الْأَنْفِ.

ناک پر سجدہ کرنا

عَنِ ابْنِ عَبَّاسٍ قَالَ قَالَ النَّبِيُّ ﷺ أُمِرْتُ أَنْ أَسْجُدَ عَلٰى سَبْعَةِ أَعْظُمٍ عَلَى الْجَبْهَةِ وَأَشَارَ بِيَدِهٖ عَلٰى أَنْفِهٖ وَالْيَدَيْنِ وَالرُّكْبَتَيْنِ وَأَطْرَافِ الْقَدَمَيْنِ وَلَا نَكْفِتَ الثِّيَابَ وَالشَّعْرَ۔

ابن عباس رضی اللہ عنہ سے ہے کہ نبی کریم (ﷺ) نے فرمایا مجھے سات اعضاء پر سجدہ کرنے کا حکم ہوا ہے۔ پیشانی پر اور اپنے ہاتھ سے ناک کی طرف اشارہ کیا اور دونوں ہاتھ دونوں گھٹنے اور دونوں پاؤں کی انگلیوں پر اس طرح کہ نہ کپڑے سمیٹیں نہ بال۔

شرح:۔ اس باب میں سجدہ کی ہیئت کذائیہ بتائی گئی ہے وہ یہی ہے کہ سجدہ کے لئے ضروری ہے کہ جب تک اعضاء بیک وقت زمین پر نہ ہوں سجدہ نہ ہوگا وہ سات اعضاء یہ ہیں۔ پیشانی، دونوں ہاتھ، دونوں گھٹنے، دونوں پاؤں کی انگلیاں ان میں سے کوئی بھی زمین پر بلا عذر نہ لگی نماز نہ ہوگی۔ اور پیشانی کا زمین پر جمنا سجدہ کی حقیقت ہے اور پاؤں کی ایک انگلی کا پیٹ لگنا شرط تو اگر کسی نے اس طرح سجدہ کیا کہ دونوں پاؤں زمین سے اٹھے رہے نماز نہ ہوئی بلکہ اگر صرف انگلی کی نوک زمین سے لگی جب بھی نہ ہوئی (اس مسئلہ سے لوگ بہت غافل ہیں) (درمختار، فتاویٰ رضویہ)

﴿مسئلہ﴾ رخسار یا ٹھوڑی زمین پر لگانے سے سجدہ نہ ہوگا خواہ عذر کے سبب ہو اللہ تعالیٰ کی ذات کیلئے سجدہ کی نیت ہو۔

اس سے معلوم ہوا کہ صرف ہیئت سجدہ بنانے سے سجدہ شرعی نہیں ہوتا ورنہ حالتِ جماع تو ہیئت سجدہ کے مشابہ ہے اس سے ہر انسان صاحبِ جماع مشرک ہو جائے۔

یہاں تک کہ شرع مطہرہ نے سجدہ تعظیمی کو شرک نہیں حرام کہا ہے۔ تفصیل دیکھئے۔

امام احمد رضا محدث بریلوی رحمہ اللہ کی تصنیف ''الزبدۃ الزکیۃ''۔

قبور کا بوسہ:۔ وہابی دیوبندی عموماً عوام وخواص اہلسنّت کو مزارات پر جانے پر سجدہ کا الزام لگاتے ہیں پھر اسکے بعد تہمت لگاتے ہیں کہ یہ لوگ مزارات کو سجدہ کرتے ہیں حالانکہ سب کو معلوم ہے کہ وہاں کوئی بھی مذکورہ بالا طریق سے سجدہ نہیں کرتا۔ ہاں مزارات کو بوسہ دیتے ہیں وہ بھی امام احمد رضا محدث بریلوی قدس سرہ نے عوام کے لئے ممانعت فرمائی خواص کو خاص حالت میں جائز رکھا لیکن بوسۂ قبور پھر بھی نہ شرک ہے نہ حرام۔ اس موضوع پر فقیر کا رسالہ ''تقبیل المزارات'' پڑھئے یہاں صرف امام احمد رضا محدث بریلوی قدس سرہ کا فتویٰ تبرک کے طور پر لکھ رہا ہوں۔

﴿فتویٰ امام احمد رضا محدث بریلوی قدس سرہ﴾

فقیر کے سامنے اس وقت ایک اشتہار ہے پیلی بھیت انڈیا سے شائع کیا گیا ہے مزارات چومنے کے بارے میں مفصل فتویٰ ہے جس کا عنوان ہے یہ کہ:

مزاراتِ اولیائے کرام (علیہم رحمتہ المنعام) کے چومنے کو کفر یا شرک کہنا وہابیوں دیوبندیوں کا طریقہ ہے اور مزارات بزرگانِ دین کے بوسے کو باتفاق واجماع فقہا ناجائز سمجھنا سنّیوں کی نادانی ہے ملاحظہ ہو فتوائے مبارکہ حضور پُر نور امام اہلسنّت اعلیٰ حضرت عظیم المرتبت مجدد اعظم دین ملت رضی المولیٰ عنہ وارضاہ عنا فی الدارین یہ عنوان دے کر لکھا گیا ہے کہ

فتوائے تقبیل مزار ولی از حضرت مولانا مولوی احمد رضا خان صاحب بریلوی دام ظلہ العالی

فائدہ: آخر میں (مدظلہ العالی) کا لفظ دلالت کرتا ہے کہ یہ اشتہار امام اہلسنّت شاہ احمد رضا محدث بریلوی قدس سرہ کی زندگی مبارک میں شائع ہوا ہوگا۔ (یہ اشتہار فقیر کے پاس محفوظ ہے)

اب اصل مضمون ملاحظہ فرمائیں۔

فی الواقع بوسہ قبر میں علماء مختلف ہیں اور تحقیق یہ ہے کہ ایک امر ہے دو چیزوں داعی و مانع کے درمیان دائرہ داعی محبت ہے اور مانع ادب تو جسے غلبۂ محبت ہو اس پر مواخذہ نہیں کہ اکابر صحابہ رضی اللہ عنہم سے ثابت ہے اور عوام کے لیے منع ہے۔ احوط ہے۔ ہمارے علماء تصریح فرماتے ہیں کہ مزارات اکابر سے کم از کم چار ہاتھ کے فاصلے سے کھڑا ہو پھر تقبیل کی کیا سبیل۔ عالم مدینہ علامہ سید نور الدین سمہودی قدس اللہ سرہ خلاصۃ الوفا شریف میں جدار مزار انور کے لمس و تقبیل و طواف سے ممانعت کے اقوال نقل فرماتے ہیں وفی کتاب العلل والسئه الات لعبداللہ بن احمد بن حنبل سالت ابی عن الرجل یمس منبر النبی ﷺ تبرک بمسه وتقبیله ویفعل بالقبر مثل ذلک جاء ثواب اللہ تعالیٰ فقال لاباس به.

یعنی امام احمد بن حنبل کے صاحبزادہ امام عبداللہ فرماتے ہیں، میں نے اپنے باپ سے پوچھا کوئی شخص نبی (ﷺ) کے منبر کو چھوئے اور بوسہ دے اور ثواب الٰہی کی امید پر ایسا ہی قبر شریف کے ساتھ کرے فرمایا اس میں کچھ حرج نہیں، امام اجل تقی الملک والدین علی بن عبدالکافی سبکی قدس سرہ الملکی شفاء پھر سید نور الدین خلاصۃ الوفا میں بروایہ یحییٰ بن الحسن عن عمر بن خالد عن ابی نباتته عن کثیر بن یزید عن عبدالمطلب بن عبداللہ بن حنطب ذکر فرماتے ہیں کہ مروان نے ایک صاحب کو دیکھا کہ مزار اطہر سید اطہر (ﷺ) سے لپٹے ہوئے ہیں اور قبر شریف پر اپنا منہ رکھے ہیں۔ مروان نے ان کی گردن پکڑ کر کہا جانتے ہو یہ کیا کر رہے ہو۔ انہوں نے اس کی طرف منہ کیا اور فرمایا:

نعم انی لم ات المحجر انما جئت رسول اللہ ﷺ ہاں میں سنگدل کے پاس نہیں آیا میں تو رسول اللہ (ﷺ) کے حضور حاضر ہوا ہوں۔ میں نے رسول اللہ (ﷺ) کو فرماتے سنا۔ لاتبکو اعلی الدین اذاولیه اهله ولکن ابکوا علی الدین اذاولیه غیر اهله دین پر نہ روؤ جب اس کا والی اہل ہو، ہاں دین پر روؤ جب نااہل اس کا والی ہو۔ سید قدس سرہ فرماتے ہیں رواہ احمد حسن امام احمد نے یہ حدیث بسند حسن روایت فرمائی نیز فرماتے ہیں۔

روی ابن عساکر سند جید عن ابی الدرده رضی اللہ تعالیٰ عنه ان بلالا رای النبی (ﷺ) وهو یقول له ماهذه الجفوة یابلال اما ان لک ان تزور نی فانتبه حزینا خائفا فرکب راحلته وقصد المدینة فاتی قبر رسول اللہ (ﷺ) فجعل یبکی عنده ویمرغ وجهه علیه یعنی ابن عساکر نے بسند صحیح ابو درداء رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت کیا کہ بلال رضی اللہ تعالیٰ

عنہ شام کو چلے گئے تھے۔ایک دن خواب میں دیکھا کہ حضور اقدس (ﷺ) ان سے فرماتے ہیں اے بلال یہ کیا جفا ہے کیا وہ وقت نہ آیا کہ تو ہماری زیارت کو حاضر ہو۔ بلال رضی اللہ عنہ غمگین اور ڈرتے ہوئے جاگے اور بقصدِ زیارت اقدس سوار ہوئے۔ مزارِ پُر انوار پر حاضر ہو کر رونا شروع کیا اور منہ قبر شریف پر ملتے تھے۔ امام حافظ عبدالغنی وغیرہ اکابر فرماتے ہیں ابس الاعتماد فی السفر للزیارۃ علی مجرد منامہ علی فعلہ ذلک والصحابۃ معوفرون ولم تخفہ علیھم القلہ یعنی زیارت اقدس کے لیے شد الرحال کرنے میں ہم فقط خواب پر اعتماد نہیں کرتے بلکہ اس پر کہ بلال رضی اللہ عنہ نے یہ کیا اور صحابہ رضی اللہ عنہم بکثرت موجود تھے اور انہیں معلوم ہوا اور کسی نے اس پر انکار نہیں فرمایا۔ عالم مدینہ فرماتے ہیں ذکــــــر الخطیب بن حملۃ ان بلالا رضی اللہ تعالیٰ عنہ وضع خدیہ علی القبر الشریف وان ابن عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہما کان یضع یدہ الیمنی علیہ ثمہ قال ولا شک ان الاستغراق فی المحبۃ یحمل علی الازن فی ذلک والقصد بہ التعظیم والناس تختلف مراتبھم کما فی الحیوۃ فمنم من لایملک نفسہ بل یباد رالیہ ومنھم من فیہ اناۃ فیتا خراہ ونقل عن ابن ابی الصیف والمحب الطبری جواز تقبیل قبور الصالحین وعن اسمعیل التیمی قال کان ابن المنکدر یصیبہ الصمات فکان یقوم فیضع خدہ علی قبر النبی ﷺ فعوقب فی ذلک فقال الیہ یستشقی بقبر النبی (ﷺ) یعنی خطیب بن حملہ نے ذکر کیا۔

کہ بلال رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے قبر انور پر اپنے دونوں رخسارے رکھے اور ابن عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہما اپنا داہنا ہاتھ اس پر رکھتے پھر کہا شک نہیں کہ محبت میں استغراق اس میں اذن پر باعث ہوتا ہے اور اس سے مقصود تعظیم ہے اور لوگوں کے مرتبے مختلف ہیں جیسے زندگی میں تو کوئی بے اختیارانہ اس کی طرف سبقت کرتا ہے اور کسی میں تحمل ہے وہ پیچھے رہتا ہے اور ابن ابی الصیف اور امام محب طبری سے نقل کیا کہ مزارات اولیاء کو بوسہ دینا جائز ہے اور اسمعیل تیمی سے نقل کیا کہ ابن المنکدر تابعی کو ایک مرض لاحق ہوتا کہ کلام دشوار ہو جاتا وہ کھڑے ہوتے اور اپنا رخسار قبر انور سید اطہر (ﷺ) پر رکھتے۔ کسی نے اعتراض کیا تو فرمایا کہ میں نبی (ﷺ) کے مزار اقدس سے شفا حاصل کرتا ہوں۔ علامہ شیخ عبدالقادر فاکہی مکی رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ کتاب مستطاب حسن التوسل فی زیارۃ افضل الرسل میں فرماتے ہیں تمریغ الوجہ والخدو اللحیۃ بتراب

الحفرة الشريفة واعتابها فی زمن الخلوة المامون فيها توهم عامی مخذور شرعيا بسببه امر محبوب حسن الطلابها وامره لاباس به فيما يظهر لكن لم كان له فی ذلك قصد صالح وحمله عليه فرط الشوق والحب الطافح یعنی خلوت میں جہاں اس کا اندیشہ نہ ہو کہ کسی جاہل کا وہم اس کے سبب کسی ناجائز شرعی کی طرف جائے گا ایسے وقت بارگاہ اقدس کی مٹی اور آستانہ پر اپنا منہ اور رخسارہ اور داڑھی رگڑنا مستحب اور مستحق ثواب ہے جس میں کوئی حرج معلوم نہیں، مگر اس کے لیے جس کی نیت اچھی ہو اور افراط شوق اور غلبۂ محبت اسے اس پر باعث ہو۔ پھر فرماتے ہیں۔

علاانی اتحفك بامريلوح لك منه المعنى بان الشيخ لامام السبكی وضع خروجه علی بساط دارالحديث التی مسها قدم النووی لينال بركة قدمه ونيوه بمزيد عظيمته كما اشارالی ذلك بقوله وفی دارالحديث لطيف معنی الی بسط له اصبو وادی لعلی ان اقال بحروجهی مكانا مسه قدم النووی وبان شيخنا تاج العارفين امام االسنته خاتمة المجتهدين كان يمرغ وجهه ولحيته علی عتبة البيت الحرام بحجر اسماعيل .

یعنی علاوہ بریں میں تجھے یہاں ایک ایسا تحفہ دیتا ہوں جس سے معنی تجھ پر ظاہر ہو جائیں وہ یہ کہ امام اجل تقی الملۃ والدین سبکی دارالحدیث کے اس بچھونے پر جس پر امام نووی قدس سرہ العزیز قدم مبارک رکھتے تھے ان کے قدم کی برکت لیتے اور ان کی زیارت تعظیم کا شہرہ دینے کو اپنا چہرہ اس پر ملا کرتے تھے جیسا کہ خود فرماتے ہیں کہ دارالحدیث میں ایک لطیف معنی ہیں جن کے ظاہر کرنے کا مجھے عشق ہے کہ شاید میرا چہرہ پہنچ جائے اس جگہ پر جس کو قدم نووی نے چھوا تھا اور ہمارے شیخ تاج العارفین امام سنت خاتمۃ المجتہدین آستانہ بیت الحرام میں حطیم شریف پر جہاں سیدنا اسماعیل علیہ السلام کا مزار کریم ہے اپنا چہرہ اور داڑھی ملا کرتے تھے۔ بالجملہ یہ کوئی امر ایسا نہیں جس پر انکار واجب کہ اکابر صحابہ رضی اللہ عنہم اور اجلۂ آئمہ رحمہم اللہ تعالیٰ سے ثابت ہے تو اس پر شورش کی کوئی وجہ نہیں اگرچہ ہمارے نزدیک عوام کو اس سے بچنے ہی میں احتیاط ہے۔ امام علامہ عبدالغنی نابلسی قدس سرہ القدسی حدیقہ ندیہ شرح طریقہ محمدیہ میں فرماتے ہیں"

المسئلة متی امكن تخريجها علی قول من الاقوال فی مذهبنا اومذهب غيرنا فليست بمنكر يجب انكار والنهی عنه وانما المنكر ماوقع الاجماع علی حرمته والنهی عنه والله تعالیٰ اعلم ۔"

کتبہ:

عبده المذنب احمد رضاالبریلوی عفی عنه بمحمدن المصطفے النبی الامی ﷺ

مُرتّب حضرت مولانا مفتی محمد اصغرعلی صاحب حشمتی، صدر مدرس دارالعلوم حشمت الرضا پیلی بھیت شریف۔

جاری کردہ: عطاء الحشمت، حشمتی مدرس شعبہ تجویددارالعلوم حشمت الرضا حشمت نگر پیلی بھیت شریف یوپی۔

نوٹ: حسب عادت امام احمد رضا محدث بریلوی قدس سرہ کے اس فتویٰ پر بھی حاشیہ لگایا گیا ہے جو اس فتویٰ مبارکہ کا نشان احوط کے لفظ پر ہے، اسی احوط کے حاشیہ پر لکھا ہے کہ

احوط:۔

ماهو خلاف الاحوط والاحتياط ليس حراما ولامكروه تحريما كما مقابل الاصح والارجح بحرام بل هو صحيح وراجح والعمل عليه جائز ولايخفى على اهل العلم فمن شاء التحقيق فليرجع الى الشامى والقول انه من عادات النصارى فله اجوبة منها ان كل عادة لاتكون شعارك ومافعل سيدنا بلال رضى الله تعالىٰ المولىٰ تعالىٰ عنه وارضاه عنافى الدارين عندالصحابه رضوان الله تعالىٰ عليهم كيف يكون من عاداتهم بان يكون شعاراالهم وهم اعلم منا بشعارهم وعاداتهم وما فعل المشايخ والعرفاء وامرواتباعهم كيف يكون حراما قطعاً وسيدنا اعلحضرت المجدد الاعظم اذارجع من المدينة المنوره الى الاحمير المقدسه حضر ثم خرج بعد الفاتحه ولم يقبل تربته قدس سره فسمع ماسمع من قائل فرجع ودخل وقبل وقال هذا صوت مجلس السلطان هذه الواقعة بين مخدومنا مولانا السيد حسين على الرضوى وكيل الجاؤرة

ترجمه: وہ جو احوط کے خلاف ہو وہ نہ حرام ہے اور مکروہ تحریمی جیسا کہ اصح وارجح کا مقابل حرام نہیں بلکہ وہ صحیح وراجح اور اس پر عمل جائز ہے اور یہ اہلِ علم پر مخفی نہیں جو اس کی تحقیق مزید چاہتا ہے اسے شامی کی طرف رجوع کرنا چاہئے اور یہ قول کہ یہ نصاریٰ کی عادات سے ہے تو اس کے کیا ہو وہ نصاریٰ کا شعار کیسے ہوسکتا ہے حالانکہ صحابہ کرام نصاریٰ کے شعار کو ہم سے زیادہ جانتے تھے وہ کیسے نصاری کا شعار ہو جائے گا تو یہ فعل قطعاً حرام نہ ہوا (بلکہ مباح ہوا) امام احمد رضا فاضل بریلوی جب مدینہ منورہ سے واپس آئے تو اجمیر شریف حضور غریب نواز رضی اللہ عنہ کے مزار کی حاضری دی، آپ فاتحہ پڑھ کر مزار کو چومے بغیر باہر آ گئے پس سنا

جو کچھ سنا جو کہنے والا کہہ رہا تھا اسی لیے پھر لوٹ کر مزار شریف میں داخل ہو کر مزار کو چوم کر فرمایا کہ یہ مجلس سلطان کی آواز تھی اسی لیے چوم رہا ہوں (الوفاء)

یہ واقعہ سید حسن علی رضوی وکیل مجاورہ نے بیان فرمایا۔

خلاصہ یہ کہ مزارات کو چومنا مباح ہے۔کوئی چومتا ہے تو شرک وحرام نہیں جیسے وہابی دیوبندی کہتے ہیں۔کوئی چومتا ہے تو قابلِ ملامت نہیں جیسے غالی اور جاہل صوفی کہتے ہیں۔مزید تفصیل وتحقیق دیکھئے فقیر کا رسالہ ''مزارات چومنا''۔

(باب ١٣٤) اَلسُّجُوْدِ عَلَى الْاَنْفِ فِى الطِّيْنِ .

کیچڑ میں ناک پر سجدہ

عَنْ اَبِىْ سَلَمَةَ قَالَ انْطَلَقْتُ اِلٰى اَبِىْ سَعِيْدِنِ الْخُدْرِىِّ فَقُلْتُ اَلَا تَخْرُجُ بِنَآ اِلَى النَّخْلِ نَتَحَدَّثُ فَخَرَجَ قَالَ قُلْتُ حَدِّثْنِىْ مَاسَمِعْتَ النَّبِىَّ ﷺ فِىْ لَيْلَةِ الْقَدْرِ قَالَ اعْتَكَفَ رَسُوْلُ اللّٰهِ ﷺ الْعَشْرَ الْاَ وَّلَ مِنْ رَّمَضَانَ وَاعْتَكَفْنَا مَعَهٗ فَاَتَاهُ جِبْرِيْلَ فَقَالَ اِنَّ الَّذِىْ تَطْلُبُ اَمَامَكَ فَاعْتَكَفَ الْعَشْرَ الْاَوْسَطَ وَ اعْتَكَفْنَا مَعَهٗ فَاَتَاهُ جِبْرِيْلُ فَقَالَ اِنَّ الَّذِىْ تَطْلُبُ اَمَامَكَ فَقَامَ النَّبِىُّ ﷺ خَطِيْبًا صَبِيْحَةَ عِشْرِيْنَ مِنْ رَّمَضَانَ فَقَالَ مَنْ كَانَ اعْتَكَفَ مَعَ النَّبِىِّ ﷺ فَلْيَرْجِعْ فَاِنِّىْ رَاَيْتُ لَيْلَةَ الْقَدْرِ وَاِنِّىْ نَسِيْتُهَا وَاِنَّهَا فِى الْعَشْرِ الْاَ وَاخِرِفِىْ وِتْرٍ وَّاِنِّىْ رَاَيْتُ كَاَنِّىْ اَسْجُدُ فِىْ طِيْنٍ وَّمَآءٍ وَّكَانَ سَقْفُ الْمَسْجِدِ جَرِيْدَ النَّخْلِ وَمَا نَرٰى فِى السَّمَآءِ شَيْئًا فَجَآءَتْ قَزَعَةٌ فَاُمْطِرْنَا فَصَلّٰى بِنَا النَّبِىُّ ﷺ حَتّٰى رَاَيْتُ اَثَرَ الطِّيْنِ وَالْمَآءِ عَلٰى جَبْهَةِ رَسُوْلِ اللّٰهِ ﷺ وَاَرْنَبَتِهٖ تَصْدِيْقَ رُؤْيَاهُ.

ترجمہ : ابی سلمہ نے بیان کیا کہ میں ابو سعید خدری رضی اللہ عنہ کی خدمت میں حاضر ہوا۔میں نے عرض کی کہ فلاں نخلستان میں کیوں نہ چلیں کچھ باتیں کریں گے۔چنانچہ آپ تشریف لے چلے۔انہوں نے بیان کیا کہ میں نے کہا کہ شب قدر سے متعلق آپ نے اگر کچھ نبی کریم (ﷺ) سے سنا ہے تو اسے بیان کیجئے۔ انہوں نے بیان کرنا شروع کیا کہ نبی کریم (ﷺ) نے رمضان کے پہلے عشرہ میں اعتکاف کیا اور لوگ بھی آپ (ﷺ) کے ساتھ اعتکاف میں بیٹھ گئے۔لیکن جبریل علیہ السلام نے آ کر بتایا کہ آپ جس کی تلاش میں ہیں (شب قدر) وہ آگے ہے۔چنانچہ آپ نے دوسرے عشرے میں بھی اعتکاف کیا اور آپ کے ساتھ

ہم نے بھی۔ جبریل علیہ السلام دوبارہ آئے اور فرمایا کہ آپ جس کی تلاش میں ہیں وہ آگے ہے۔ پھر آپ نے بیسویں رمضان صبح کو خطبہ دیا۔ آپ نے فرمایا کہ جس نے میرے ساتھ اعتکاف کیا وہ دوبارہ کر لے کیونکہ شب قدر مجھے معلوم ہوگئی ہے اور وہ آخری عشرہ کی طاق رات میں ہے اور میں نے خود کو کیچڑ میں سجدہ کرتے دیکھا کہ مسجد کی چھت کھجور کی شاخ کی تھی۔ مطلع بالکل صاف تھا کہ اتنے میں ایک بادل کا ٹکڑا آیا اور برسنے لگا۔ پھر نبی اکرم (ﷺ) نے نماز پڑھائی اور میں نے رسول اللہ (ﷺ) کی پیشانی اور ناک پر کیچڑ کا اثر دیکھا۔ یہ آپ کے خواب کی تعبیر تھی۔

شرح: اس باب کی حدیث شریف میں لیلۃ القدر کا بیان ہے۔ فقیر قدرے لیلۃ القدر کے بارے میں عرض کرتا ہے تاکہ اہلِ اسلام اس کے فیوض وانوار سے مستفیض ہوں۔

﴿ لیلۃ القدر کے فضائل ﴾

(۱) اس شب میں جو مرے اُس سے سوالِ قبر مرتفع ہو جاتا ہے (یعنی اٹھ جاتا ہے) ایسے تمام بزرگ اوقات میں مرنے والے کے لیے، جیسے عید (فطر اور عید قربان) اور اس کے فضل وکرم کا تقاضا ہے کہ ان اوقات کے گزر جانے کے بعد بھی سوالِ قبر نہ ہوگا۔

صلوٰۃ الرغائب کا ثبوت: رجب کے جمعہ اُولیٰ کی شب مغرب وعشاء کے درمیان سید الانبیاء شہِ دوسرا حضور رسول اکرم (ﷺ) کو تجلیِ افعال سے نوازا گیا اسی لئے اس وقت میں صلوٰۃ الرغائب (رجب کے نوافل) پڑھنا مستحب ہے۔

فائدہ: حضور نبی پاک (ﷺ) کو نصف شعبان میں تجلیِ صفات نصیب ہوئی اسی لیے وتر سے پہلے عشاء کے فرض نماز کے درمیان نوافل پڑھنا مستحب ہے اور تجلیِ ذات لیلۃ القدر میں نصیب ہوئی۔ اس کا بیان آئے گا (انشاء اللہ تعالیٰ)

فائدہ: حضور نبی پاک (ﷺ) کو لیلۃ القدر کے عطیہ کا وعدہ ہے اسی لیے فرمایا لَيْلَةُ الْقَدْرِ (شب قدر) اس کا قیام اور اس میں عبادت خَيْرٌ مِّنْ اَلْفِ شَهْرٍ (ہزار ماہ سے بہتر ہے) اس کے روزے اور قیام سے ، یعنی لیلۃ القدر کی غیر راتوں سے، ورنہ تفضیل الشیٔ علی نفسہ لازم آئے گا اور یہاں خیر اسم تفضیل ہے یعنی قدر کے لحاظ سے اعظم وافضل اور اجر وثواب کے لحاظ سے اعظم دیگر مدتوں سے، اور یہ مجموعی مدت تراسی

(۸۳) سال چار ماہ بنتی ہے۔

(۲) حدیث شریف میں ہے:

من قام ليلة القدر ايماناً واحتساباً غفرله ماتقدم من ذنبه وماتأخر ومن صام رمضان ايمانا واحتسابا غفرله ماتقدم من ذنبه وما تأخر. (کشف الاسرار)

یعنی جو اس شب قدر میں ایمان اور ثواب کی خاطر قیام کرتا ہے اس کے اگلے پچھلے گناہ بخش دیئے جاتے ہیں اور جو ایمان سے اور ثواب کی خاطر رمضان کے روزے رکھتا ہے تو اس کے اگلے پچھلے گناہ بخش دیئے جاتے ہیں۔

فائدہ: خطابی نے کہا کہ احتساب سے نیت وعزیمت مراد ہے یعنی روزہ رکھے دل کی تصدیق سے (ریاء وشہرت مطلوب نہ ہو) اور ثواب کی رغبت اور دل کی خوشی سے، نہ کہ کسی کے اجباء واکراہ سے، اور نہ ہی روزے کو بوجھ سمجھ کر، اور نہ ہی یہ کہ اتنا لمبا دن ہائے ہائے، بلکہ دنوں کی لمبائی کو غنیمت سمجھے کیونکہ جتنے دن بڑے ہوں گے اتنا ہی ثواب زیادہ ہوگا۔

فائدہ: امام بغوی نے فرمایا کہ احتساب کا معنیٰ ہے ثواب اور رضائے الٰہی کی طلب۔

فائدہ: قیام سے مراد صلوٰۃ التراویح ہے بعض نے کہا اس سے مطلق نماز مراد ہے جو رات کے قیام کے ساتھ ہو اور **غفرله ماتقدم من ذنبه** سے صغیرہ گناہ مراد ہیں۔ بعض نے اس روایت پر یہ الفاظ بڑھائے ہیں **ويخفف من الكبائر** (اور اس کے کبیرہ گناہوں میں تخفیف ہوگی) جب صغیرہ گناہوں سے اجتناب کی کوشش کرے۔ اور **وماتاخر** سے مراد یہ ہے کہ گناہوں کے ارتکاب سے اس کی حفاظت ہوگی یا یہ کہ اس کے آیندہ کے گناہ بھی بخش دیئے جائیں گے۔ (فتح القریب شرح التقریب)

مسئلہ: حضرت سعید بن المسیب رضی اللہ عنہ نے فرمایا: جو مغرب وعشاء کی نماز با جماعت ادا کرے اس نے لیلۃ القدر کا حصہ حاصل کیا۔ (الکواشی)

فائدہ: لیلۃ القدر کا دن بھی خیر وبرکت میں لیلۃ القدر کی طرح ہے۔

فائدہ: اس میں اشارہ ہے کہ عارفین کے لیے۔ لیلۃ القدر عابدین کے لیے ہزار ماہ سے بہتر ہے اس لیے کہ اللہ تعالیٰ کے ہاں عبادات کے خزانے پُر ہیں اس کے ہاں قدر ہے تو فناء اور اہلِ فناء کی اور شہود اور اہل شہود کی۔

لیلۃ القدر کی رات کون سی ہے: لیلۃ القدر کی شب کے متعلق اختلاف ہے۔
مذہب ۱: اکثر کی رائے ہے کہ وہ رمضان المبارک میں ہے اور وہ بھی پچھلے عشرہ میں اور طاق راتوں میں۔
حدیث شریف میں ہے:
التمسوها فی العشر الاواخر من رمضان فاطلبوها فی کل وتر.
اسے رمضان کے آخری عشرے کی طاق راتوں میں تلاش کرو۔
نکتہ: آخری عشرہ کی تخصیص اس لیے ہے کہ ان دنوں روزے دار جسمانی لحاظ سے کمزور پڑ جاتا ہے اور عبادت میں کوتاہی ہونے لگتی ہے اس ترغیب سے لیلۃ القدر میں عبادت میں شوق پیدا ہو جائے گا اس امید پر کہ لیلۃ القدر نصیب ہو جائے۔
نکتہ:۔ طاق راتوں کی تخصیص اس لیے ہے کہ اللہ وتر ہے اور وتر کو پسند کرتا ہے اور وتر میں ہی جلوہ گر ہوتا ہے جیسے ذاتِ احدیۃ کا مقتضیٰ ہے۔ اور اکثر اقوال یہی ہیں کہ شبِ قدر (لیلۃ القدر) ستائیسویں شب رمضان کو ہے اس میں چند علامات ہوتی ہیں اور اخبار بھی وارد ہیں۔ چند اخبار ملاحظہ ہوں۔
(۱) حضرت ابنِ عباس رضی اللہ عنہما نے فرمایا کہ لیلۃ القدر (سورۃ) کے تیس کلمات ہیں اور فرمایا یہی ستائیسویں شب رمضان ہے۔
(۲) نیز ابن عباس رضی اللہ عنہما نے فرمایا: لیلۃ القدر کے نو حروف ہیں اور وہ اس سورۃ میں تین بار مذکور ہیں مجموعہ ستائیس ہوا۔
(۳) حضرت عثمان بن ابی العاص رضی اللہ عنہ کے ایک غلام نے عرض کی: آقا! مہینہ کی ایک شب میں دریاؤں کے پانی میٹھے ہو جاتے ہیں۔ آپ نے فرمایا: جب وہ شب آئے تو مجھے بتانا۔ جب وہ رات آئی تو وہ رمضان شریف کی ستائیسویں شب تھی۔
مذہب ۲: جس نے استدلال کیا کہ شب قدر رمضان شریف کی آخری شب ہوتی ہے تو اس نے رسول اللہ (ﷺ) کے اس ارشاد مبارک سے استدلال کیا:
ان اللہ تعالیٰ فی کل لیلۃ من شھر رمضان عندالافطار یعتق الف الف عتیق من النار کلھم استوجبوا العذاب فاذا کان آخر لیلۃ من شھر رمضان اعتق اللہ فی تلک اللیلۃ بعدد من اعتق من اول الشھر الی اخرہ.

یعنی: اللہ تعالیٰ رمضان کی ہر شب کو بوقتِ افطار ایک لاکھ دوزخیوں کو دوزخ سے آزاد فرماتا ہے اور وہ دوزخی ایسے ہوتے ہیں کہ ان پر عذاب واجب ہوتا ہے جب رمضان کی آخری شب ہوتی ہے تو اس میں اتنی تعداد میں آزاد فرماتا ہے جتنی تعداد میں رمضان کی پہلی شب سے لے کر آخری تک آزاد کر چکا ہوتا ہے۔

دوسری دلیل یہ ہے کہ رمضان کی پہلی رات میں ایسے خوشی ہوتی ہے جیسے کسی کے ہاں لڑکا پیدا ہوا ہو۔ یہ رات گویا شکر کی رات ہے اور رمضان کی آخری رات جدائی کی رات ہے وہ ایسے ہے جیسے کسی کا بچہ فوت ہو جائے اور یہ صبر کی شب ہے اور شکر و صبر کے درمیان جو فرق ہے وہ سب کو معلوم ہے اور شکر گزار کو زیادتی نصیب ہوتی ہے جیسے اللہ تعالیٰ نے فرمایا:

لئن شکر تم لازید نکم۔ اگر تم شکر کرو گے تو میں نعمت میں اضافہ کروں گا۔

اور صابر کے ساتھ اللہ تعالیٰ ہے جیسا کہ فرمایا:

ان اللہ مع الصابرین۔ بیشک اللہ تعالیٰ صبر کرنے والوں کے ساتھ ہے۔

فائدہ: (۱): سیدہ عائشہ صدیقہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا فرماتی ہیں کہ میں نے رسولِ اکرم (ﷺ) سے پوچھا: اگر میں شب قدر کو پالوں تو کیا پڑھوں؟ فرمایا: یہ پڑھو

اللھم انک عفو تحب العفو فاعف عنی۔

اے اللہ! تو معاف کرنے والا ہے اور عفو سے محبت فرماتا ہے سو مجھے معاف فرما دے۔

(۲) نیز انہی سے ہے کہ میں نے پوچھا کہ اگر میں لیلۃ القدر پالوں تو اللہ تعالیٰ سے کیا مانگوں؟ فرمایا اس سے عافیت کے سوا کچھ نہ مانگنا۔ اس میں حضور سرورِ عالم (ﷺ) کی اس دعائے مبارکہ کی طرف اشارہ ہے۔

اللھم انی اسألک العفو و العافیۃ و المعافاۃ فی الدین و الدنیا الاٰخرۃ.

اے اللہ تعالیٰ! میں تجھ سے عفو و عافیت اور دین و دنیا و آخرۃ میں معافاۃ (عافیۃ) مانگتا ہوں۔

نکتہ: لیلۃ القدر کو مخفی رکھنے میں یہی راز ہے کہ بندگانِ خدا کو عبادت اور کثیر ثواب کی ترغیب ہوتا کہ زیادہ سے زیادہ شب بیدار رہیں شاید کہ شبِ قدر نصیب ہو جائے۔

اے خواجہ چہ گوئی ز شبِ قدر نشانی
ہر شب شبِ قدر ست اگر قدر بدانی

ترجمہ: اے خواجہ شبِ قدر کی کیا نشانی پوچھتے ہو، ہر شب شبِ قدر ہے اگر قدر جانو۔

مخفی اسرار: جو اسرار و رموز مخفی رکھے گئے ہیں وہ یہ ہیں:

۱۔ ساعۃ الاجابت جمعہ کے دن میں۔

۲۔ پانچ نمازوں میں صلوٰۃِ وسطیٰ۔

۳۔ اسماء میں اسمِ اعظم

۴۔ طاعات میں رضاء الٰہی

تاکہ سبھی طاعات میں رغبت کریں اور معاصی کے ارتکاب میں اس کے غضب سے ڈر کر تمام گناہوں سے بچیں۔

۵۔ ولی اللہ عام لوگوں میں، تاکہ ہر ایک مومن (سُنّی) کی تعظیم کریں۔

خورش وہ بکنجشک و کبک و حمام

کہ یک روز ت افتد ہمائے بدام

ترجمہ: چڑیوں کو دانے ڈال اور مور اور کبوتر کو بھی، ایک روز تیرے جال میں ہُما بھی آ ہی جائے گا۔

۶۔ دعاؤں میں دعائے مستجاب، تاکہ بندہ اللہ تعالیٰ سے ہر دُعا مانگتا رہے۔

چہ ہر گوشہ تیر نیاز افگنی

امیدست کہ ناگہ صیدے زنی

ترجمہ:۔ ہر گوشہ میں تیر پھینک امید ہے کہ کبھی شکار پر بھی لگ ہی جائے گا۔

۷۔ موت کا وقت، تاکہ مکلف بندہ جمیع اوقات میں محتاط رہے۔

لیلۃ القدر کی وجہ تسمیہ:

(۱) اسے لیلۃ القدر اس لیے کہا جاتا ہے کہ اس میں بندوں کی قضاء و قدر مقدر ہوتی ہے اللہ تعالیٰ نے فرمایا۔

فیھا یفرق کل امر حکیم. (اس میں ہر امرِ حکیم کا فرق لکھا جاتا ہے)

یعنی اللہ تعالیٰ کی تقدیر ملائکہ کرام کے لیے ظاہر کی جاتی ہے تاکہ وہ اسے لوحِ محفوظ میں لکھ لیں ورنہ نفسِ تقدیر تو ازلی ہے۔ اس تقریر پر قدر بمعنی تقدیر ہے یعنی اللہ تعالیٰ کا ہر شے کو مقدارِ مخصوص اور وجہِ مخصوص پر بنانا، جیسے اس کی حکمت کا تقاضا ہے۔

فائدہ: حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما نے فرمایا کہ اللہ تعالیٰ اس سال کا رزق، بارش اور إحیاء والمِتَة (زندہ رکھنا اور مارنا) وغیرہ اسی رات میں آنے والے سال کے لیے مقدر فرما کر ملائکہ مدبرات الامور کے سپرد فرماتا ہے۔ ارزاق ونباتات وامطار (بارش) کا دفتر میکائل علیہ السلام کو اور حروب (جنگیں) ریاح (ہوائیں) زلال (زلزلے) اور صواعق اور خسف (دھنسنا) کا دفتر جبریل علیہ السلام کو اور اعمال کا دفتر اسرافیل علیہ السلام کو اور مصائب کا عزرائیل علیہ السلام کو سپرد کیا جاتا ہے۔

فكم من فتى يمسي ويصبح آمنا — وقدنسجت اكفانه وهو لايدرى

وكم من شيوخ ترتجى طول عمرهم — وقدرهقت اجسادهم ظلمة القبر

وكم من عروس زينوها لزوجها — وقدقبضت ارواحهم ليلة القدر

ترجمہ: (۱) کتنے نوجوان شام وسحر امن سے گزرتے ہیں حالانکہ ان کے کفن بُنے جاچکے ہوتے ہیں لیکن انہیں خبر تک نہیں۔

(۲) کتنے بوڑھے اپنی لمبی عمروں کی امید میں ہیں ان پر قبر کی تاریکیاں چڑھ دوڑتی ہیں۔

(۳) کتنی دلہنیں اپنے شوہروں کے لیے سنگار کرتی ہیں حالانکہ ان کی ارواح لیلۃ القدر کی رات کو قبض ہونے کے لیے مقدر ہو چکی ہوتی ہیں۔

(2) قدر بمعنی منزلت وشرافت، یا تو عامل کے اعتبار سے کہ وہ اس میں طاعت وعبادت کرتا ہے تو ذی قدر وشرف ہو جاتا ہے یا باعتبار نفس عمل کے اس معنی پر کہ اس رات میں جو طاعت واقع ہوگی بڑی قدر ومنزلت اور شرافت والی ہوگی۔

(3) حضرت ابو وراق رحمہ اللہ تعالیٰ نے فرمایا کہ یہ شب لیلۃ القدر کے نام سے اس لیے موسوم ہے کہ اس شب میں قدر والی کتاب قدر والے فرشتے کے ذریعہ قدر والی امت پر نازل ہوئی۔ اللہ تعالیٰ نے اس سورۃ میں تین بار لیلۃ القدر شاید اسی لیے ذکر فرمایا ہے۔

(4) حضرت الخلیل رحمہ اللہ نے فرمایا: لیلۃ القدر بمعنی تنگی کی شب، وہ اس لیے کہ اس رات زمین ملائکہ کے نزول کی وجہ سے تنگ ہو جاتی ہے اور قدر بمعنی تنگی قرآن مجید میں بھی آیا ہے۔ چنانچہ فرمایا:

ومن قدر عليه رزقه۔ اور وہ جو چیز جس پر رزق کی تنگی ہو۔

نکتہ: خیر من الف شھر میں ہزار ماہ کی تخصیص یا تو اس لیے ہے کہ کثرت ثواب مراد ہے، کیونکہ اہل عرب کثرت کے اظہار کے لیے بہت سی اشیاء میں الف (ہزار) کا لفظ استعمال کرتے ہیں لیکن اس سے اس کی حقیقت نہیں بلکہ کثرت مراد لیتے ہیں۔

بنی اسرائیل کا ایک عابد: حضور اکرم (ﷺ) نے فرمایا کہ بنی اسرائیل میں ایک عابد تھا شمعون نامی، جس نے ہزار ماہ اللہ تعالیٰ کی راہ میں جنگی ہتھیار پہنے رکھے۔ اس پر اہلِ اسلام (صحابہ کرام رضی اللہ عنہم) متعجب ہوئے کہ ہمارے اعمال کی کیا حیثیت! اس پر اللہ تعالیٰ نے اس امت کو ایک رات عطا فرمائی جو اس غازی کی مدت عبادت سے بہتر ہے۔

فائدہ: بعض نے کہا کہ مذکور عابد سے مراد یہ ہے کہ ان میں جب تک ہزار ماہ عبادت نہ کرتا اس کا نام عابد نہ رکھا جاتا اور نہ ہی اسے عابدین کی فہرست میں شامل سمجھا جاتا۔ لیکن یہاں یہ ہے کہ ایک رات عبادت کرے تو اس کا نام عابد ہے (اور وہ بھی ان گزشتہ عابدین سے بہتر)۔

اُمت پر شفقت: مروی ہے کہ رسول اکرم (ﷺ) نے پچھلی اُمتوں کو دیکھا کہ ان کی عمریں طویل اور آپ کی امت کی عمریں چھوٹی۔ اس سے آپ کو خوف ہوا کہ میری امت کے اعمال ان امتوں کے اعمال تک نہ پہنچ سکیں گے۔ اللہ تعالیٰ نے آپ کو ایک رات عطا فرمائی جو ان امتوں کے ہزار ماہ کی عبادت سے بہتر ہے۔

فائدہ: حضرت سلیمان علیہ السلام کی شاہی کی مسافت پانچ سو ماہ کی راہ تھی اور حضرت سکندر کی شاہی کی مسافت پانچ سو سال۔ اللہ تعالیٰ نے حضور نبی پاک (ﷺ) کی اُمت کو ایک رات عطا فرمائی کہ جس نے اس رات میں عبادت کی گویا اس نے وہی دونوں ملک پالئے۔

تردید منکرینِ لیلۃ القدر: بعض لوگ کہتے ہیں اس کی فضیلت صرف اسی شب ہے جب قرآن کا نزول ہوا بعد ازاں فضیلت منقطع ہوگئی۔ یہ جمہور کے خلاف ہے جمہور کا مذہب ہے کہ فضیلت شب قدر قیامت تک جاری وساری ہے۔ یہ بندوں پر اللہ تعالیٰ کا فضل اور رحمت ہے۔

مذہب ۳: بعض نے کہا کہ لیلۃ القدر رمضان شریف سے مخصوص نہیں غیر رمضان میں بھی ہوسکتی ہے۔ یہی امام ابوحنیفہ اور حضرت شیخ اکبر قدس سرہما کا مذہب ہے اسی لیے فرمایا کہ اگر کوئی شخص اپنی عورت کی

طلاق یا غلام کی آزادی لیلۃ القدر سے معلق کرے تو اس کی عورت کو طلاق سال گزرنے پر ہوگی کہ نہ معلوم شب قدر کون سی شب میں ہے۔ لیکن اکثر کا مذہب ہے کہ وہ رمضان المبارک سے مخصوص ہے۔

فائدہ: حضور نبی پاک (ﷺ) کی عادتِ کریمہ تھی کہ رمضان المبارک کا آخری عشرہ آتا تو آپ عبادت کے لیے کمر بستہ ہو جاتے اور ساری رات بیدار رہتے اور اپنے اہل بیت کو بھی بیدار کرتے۔

فائدہ: بعض اکابر صالحین آخری عشرہ میں کسی ایک رات میں لیلۃ القدر کی نیت پر تمام رات عبادت کرتے۔

فائدہ: جو شخص رات کو صرف دس آیات (کسی پارہ کی) پڑھ کر سوئے نیت یہی ہو کہ لیلۃ القدر نصیب ہو وہ لیلۃ القدر کی برکت اور اس کے ثواب سے محروم نہ ہوگا۔

مسئلہ: حضرت ابواللیث رحمہ اللہ تعالیٰ نے فرمایا کہ لیلۃ القدر کی کم از کم دو رکعت ہیں اور زیادہ سے زیادہ ہزار رکعت اور اوسط ایک سو رکعات، اور ان میں اوسط قرأۃ، ہر رکعت میں فاتحہ کے بعد سورۃ انا انزلنہ ایک بار اور قل ھو اللہ احد الخ تین بار اور ہر دو رکعت پر سلام پھیرے اور ہر سلام کے بعد نبی پاک (ﷺ) پر درود بھیجے۔

فائدہ: اس کی فضیلت اس سے بڑھ کر اور کیا ہوگی کہ اسے اس رات کی عبادت سے اللہ تعالیٰ کی طرف سے وہی قدر و منزلت نصیب ہوگی جو رسول اللہ (ﷺ) نے بیان فرمائی۔

مسئلہ: اس کی جماعت بلا تداعی بلا کراہت جائز ہے یعنی اذان و اقامت کے بغیر جیسے فرائض میں ہوتا ہے نہ ہو اس کی بہت سے علماء نے تصریح فرمائی ہے۔ شرح النقایہ وغیرہ اور المحیط میں ہے:

لایکره الاقتداء فی النوافل مطلقا نحو القدر والرغائب ولیلة النصف من شعبان ونحو ذلک لأن ماراه المؤمنون حسنا فهو عند الله حسن فلاتلتفت الیٰ قول من لامذاق لهم من الطاعنین فانهم بمنزلة العنین لایعرفون ذوق المناجاة وحلاوة الطاعات و فضیلة الاوقات (ج. ا ص ۴۸۳)

یعنی: امام کی نوافل میں مطلقاً اقتداء جائز ہے جیسے نوافل القدر ورغائب و پندرھویں شب شعبان وغیرہ کیونکہ وہ عمل صالح جو اہلِ اسلام کے نزدیک حسن ہو تو وہ اللہ تعالیٰ کے نزدیک بھی حسن ہے اس کی طرف توجہ نہ دیں جسے دین کا ذوق نصیب نہیں وہ نامرد آدمی کی طرح ہیں انہیں مناجات کے ذوق کا کیا پتا، اور نہ

ہی وہ طاعت کی حلاوت سے اور فضیلتِ اوقات سے آگاہ ہیں (جیسے وہابی نجدی دیوبندی اور دیگر فرقے)

ہر کس از جلوۂ گل فہم معانی نکند

شرح آں دفتر نوشتہ ز بلبل بشنو

ترجمہ: جلوۂ گل کا معنی ہر ایک کی سمجھ کا نہیں۔ اس دفتر کی شرح لکھنے سے باہر ہے اس کے متعلق بلبل سے پوچھ۔

تَنَزَّلُ الْمَلٰئِكَةُ وَ الرُّوْحُ فِيْهَا (ملائکہ اور روح اترتے ہیں اس میں) جملہ مستانفہ ہے اس کا بیان ہے جو اس کی فضیلت بیان کی گئی ہے کہ اس کا مرتبہ ہزار ماہ کی عبادت سے بڑھ کر ہے۔ تنزل دراصل تتنزل تھا (دوتائین)

ملائکہ کے نزول کے بعض اقوال: (۱) ظاہر یہ ہے کہ ان سے کُل فرشتے مراد ہیں کیونکہ مطلق ہے۔ سورۃ النباء میں روح کا معنیٰ گزرا ہے۔

فرشتہ کی جسامت اور قد وقامت: (۲) بعض نے کہا کہ ایک فرشتہ ایسا ہے کہ اگر ساتوں آسمانوں اور زمینوں کو ایک لقمہ کر کے منہ میں ڈالے تو ڈال سکتا ہے۔ اس آیت میں وہی مراد ہے یا وہ فرشتہ جس کا سر عرش کے نیچے اور دونوں پاؤں ساتوں زمینوں کی جڑوں میں اس کے ایک ہزار سر ہیں اور ہر سر عالمِ دنیا سے بڑا ہے اور ہر سر میں ایک ہزار چہرہ اور ہر چہرہ میں ہزار منہ ہر منہ میں ہزار زبان ہر زبان سے ہزار قسم کی تسبیح وتحمید وتمجید پڑھتا ہے ہر زبان کی بولی دوسری سے نہیں ملتی وہ جو منہ سے زبان کھولتا ہے تو تمام آسمان کے فرشتے اس ڈر سے سجدہ ریز ہو جاتے ہیں کہ کہیں اس کے چہرے کے انوار انہیں جلا نہ دیں۔ ہر صبح وشام کو ان تمام مونہوں سے اللہ تعالیٰ کی تسبیح کرتا ہے یہ فرشتہ لیلۃ القدر میں زمین پر اتر کر رسولِ اکرم (ﷺ) کی امت کے ان اہلِ ایمان روزہ دار مردوں عورتوں کے لیے طلوعِ فجر تک استغفار کرتا ہے۔

(۳) نزول فرمانے والے ملائکہ کا ایک مخصوص گروہ ہے جو اسی لیلۃ القدر میں ہی دیکھا جاتا ہے جیسے زاہدوں کو صرف عید کے دن دیکھا جاتا ہے۔

رُوح سے مراد کون: عیسیٰ علیہ السلام، کیونکہ روح آپ کا اسم گرامی ہے آپ ملائکہ کرام کی موافقت میں آسمان سے زمین پر اترتے ہیں تا کہ امتِ مصطفیٰ (ﷺ) کا مطالعہ کریں۔

(۴) خواجہ محمد پارسا رحمہ اللہ تعالیٰ کی تفسیر میں ہے کہ رُوح سے حضور سید الانبیاء حضرت محمد مصطفیٰ (ﷺ) مراد ہیں کہ اسی شب میں آپ کی روح اقدس خصوصیت سے زمین کی طرف نزولِ اجلال فرماتی ہے (متوجہ ہوتی ہے) (روح البیان)

نوٹ: لیلۃ القدر کے متعلق تشریح و تفصیل فقیر کی تصنیف ''نور الصدر فی فضائل لیلۃ القدر'' میں پڑھئے۔

الحمد للہ! الفیض الجاری فی شرح صحیح البخاری کا پارہ سوم بخیر و عافیت ختم ہوا۔ (الحمد للہ علیٰ ذلک)

وصلی اللّٰه تعالیٰ علیٰ حبیبه الکریم وعلیٰ آله واصحابه اجمعین.

انا الفقیر القادری ابو الصالح محمد فیض احمد اویسی رضوی غفرلہٗ

بہاولپور۔ پاکستان

۱۳ محرم الحرام ۱۴۲۱ھ بروز بدھ ۱۱ بجے دن

مجمع البرکات

شرح دلائل الخیرات

شارح

شیخ الحدیث علامہ محمد فیض احمد اویسی رضوی

(شیخ الحدیث وبانی، جامعہ اویسیہ رضویہ، بہاول پور)

ترتیب ونظر ثانی

ڈاکٹر اقبال احمد اختر القادری

(دانشجو، خانہ فرہنگ ایران، کراچی)

ناشر

عطاری پبلشرز، کراچی

دفتر نمبر 1، المصطفیٰ ٹیرس، سولجر بازار، کراچی

حضرت علامہ جلال الدین سیوطی رحمۃ اللہ علیہ کی آخرت کے احوال ومناظر پر بے مثال تصنیف

اَلبُدور السّافرہ فی احوال الآخِرہ

(المعروف احوالِ آخرت)

حضرت علامہ جلال الدین سیوطی رحمۃ اللہ علیہ

حضرت علامہ محمد فیض احمد اویسی رضوی مدظلہ العالی

حضرت علامہ مولانا حمزہ علی قادری صاحب مدظلہ العالی

عطاری پبلشرز (مدینۃ المرشد) کراچی

قطب مدینہ پبلشرز: دوکان نمبر 15، بزنس آرکیڈ، نزد عالمی مرکز فیضان مدینہ، باب المدینہ کراچی

فون موبائل: 0300-2218289

علاماتِ قیامت پر ایک جامع اور منفرد پیشکش جو قاری کو اس عنوان پر دیگر تمام کتب سے بے نیاز کردے

الاشاعة لا شراط الساعة

المعروف قیامت کی نشانیاں

مؤلف

حضرت علامہ سید شیخ عبدالرسول برزنجی ثم المدنی علیہ الرحمۃ (المتوفی ۱۱۰۳ھ)

استاذ العلماء فاضل جلیل حضرت علامہ مولانا مفتی محمد فیض احمد اویسی قادری رضوی مدظلہ العالی

نمایاں خصوصیات

☆ ترجمہ آسان اور سلیس اردو میں ☆ بعض مقامات پر حواشی کا اضافہ ☆ ہر قرآنی آیات کے ساتھ سورت کا نام اور آیت نمبر

☆ ابتداء میں علامہ برزنجی علیہ الرحمہ کی سیرت پر ایک مقالہ ☆ ہر قرآنی آیت کے ساتھ ترجمہ کنز الایمان

☆ ملک کے نامور محقق علماء و مشائخ کی تقریظات سے آراستہ

کمپوزنگ موتی جیسی، ٹائیٹل بہت خوبصورت اور اعلیٰ چھپائی اور مضبوط جلد کے ساتھ

﴿صفحات 486﴾ ﴿ہدیہ 300 روپے﴾

ناشر

بزم اُویسیہ رضویہ پبلشرز، کراچی

ملنے کا پتہ

قطب مدینہ پبلشرز: دوکان نمبر 15، برنس آرکیڈ، نزد عالمی مرکز فیضان مدینہ، باب المدینہ کراچی

فون موبائل: 0300-8229655 0300-2218289

يَوْمَ نَدْعُوا كُلَّ أُنَاسٍ بِإِمَامِهِمْ (پ۱۵، بنی اسرائیل، آیت ۷۱)

ترجمۂ کنز الایمان: جس دن ہم ہر جماعت کو اس کے امام کے ساتھ بلائیں گے۔

انوارِ امام اعظم ابوحنیفہ رضی اللہ عنہ

جس میں امام اعظم ابوحنیفہ رضی اللہ عنہ کی شخصیت کے ہر پہلو پر نامور علمائے محققین کے بلند پایہ علمی وتحقیقی مقالات کو جمع کیا گیا ہے۔ جس میں علم وفضل کے علاوہ مخالفین کے اعتراضات کے دندان شکن جواب دیئے گئے ہیں۔

مرتبہ

پیر طریقت حضرت علامہ صاحبزادہ سید محمد زین العابدین شاہ راشدی صاحب مدظلہ العالی۔

سعادتِ اہتمام

ابوالرضا محمد طارق قادری عطاری

ناشر

مکتبہ امام غزالی کراچی

فون نمبر موبائل: 2218289 - 0300